پندرہ روزہ

المنبر

فیصل آباد

بانی: مولانا عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ

تذکارِ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

۱۹۴۷-۲۰۰۹

ترتیب وتدوین

ڈاکٹر زاہد اشرف

www.KitaboSunnat.com

بیت الحکمت

عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ

فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone 5866470, 5866396

پندرہ روزہ
المنبر فیصل آباد
بانی: مولانا عبد الرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ

تذکار

پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمہ اللہ

۱۹۴۷-۲۰۰۹

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر زاہد اشرف

www.kitabosunnat.com

عبد الرحیم اشرف ٹرسٹ
فیصل آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المنبر فیصل آباد

ماہنامہ

بانی مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

جلد: 56 شمارہ: 11-12

جمادی الاخریٰ 1431ـــ مئی - جون 2010

مدیر اعلیٰ ڈاکٹر زاہد اشرف

مدیر معاون مجاہد منصوری

مجلس ادارت ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم حکیم منصور العزیز

محمد سلیم جباری بدر شاہین

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

طبع اوّل: 2010 قیمت: روپے

ڈیزائننگ: یلماز شاہد

کمپوزنگ: خالد اقبال

تقسیم کنندگان

① **مکتبہ المنبر**، عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ کمپلیکس، شارع اشرف، ۶ کلومیٹر، سرگودھا روڈ، فیصل آباد، پاکستان
فون: 041-8847601-2 ای میل: info@ashraflabs.com

② **کتاب سرائے** فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 37320318

③ **فضلی بک سپر مارکیٹ** اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی فون: 32212991-32629724

ناشر زاہد اشرف [illegible] مقام اشاعت: 375 جناح کالونی فیصل آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتساب

فرقہ پرستی کی بھسم کرتی آگ کو

وحدتِ اُمت کے قرآنی ونبویؐ تصور سے

گل وگلزار کرتی

دو عظیم شخصیات

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف

اور

پروفیسر عبدالجبار شاکر

رحمہما اللہ تعالیٰ

کے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

1	حدیثِ دل: وہ ہستی	مدیر اعلیٰ کے قلم سے	9
2	پیغام	جناب اقبال احمد قریشی	11
3	پیغام	محترمہ سعدیہ راشد	12
4	ایک درویش منش انسان	حکیم محمود احمد ظفر	13
5	بلند بام شخصیت	حکیم محمود احمد سرو سہارنپوری	20
6	شیخِ خطابت	جناب مصطفیٰ صادق	28
7	کتاب شناس و کتاب دوست	پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر	33
8	علمی نوادرات کے متلاشی	مولانا محمد عزیز شمس	47
9	مرحوم دوست کی یاد میں	مولانا ارشاد الحق اثری	58
10	سحر طراز خطیب	مولانا مجاہد الحسینی	63
11	شائستہ کلام اہلِ علم	مولانا محمد اسحاق بھٹی	67
12	تجھے روئے گا زمانہ برسوں	حافظ صلاح الدین یوسف	75
13	اب کہاں لوگ محبت کے نصابوں والے	ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم	81
14	مقبولِ خدا و خلق	عبداللہ طارق سہیل	87
15	میرے ابا جان	رفیع الدین حجازی	91
16	مردِ کتاب آشنا	ڈاکٹر سہیل حسن	97

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

17	کثیر الجہات شخصیت	ڈاکٹر حافظ طاہر محمود	100
18	فی جوارِ رحمت اللہ	حافظ احمد شاکر	113
19	علم دوست و علم پرور	ڈاکٹر نثار احمد	117
20	جفاکش و سخت کوش	سید عزیز الرحمٰن	121
21	درویش منش بادشاہ	مولانا حافظ فضل الرحیم	128
22	اقبال کی غیر مدوّن نثر......ایک مطالعہ	ڈاکٹر خالد ندیم	130
23	افکارِ شاکرؒ	پروفیسر رانا تنویر قاسم	138
24	جوان فکر و بلند حوصلہ	عبد الوارث ساجد	150
25	کچھ یادیں	سعد الیس خاں	160
26	مفکر و مدبر	مولانا محمد یوسف انور	164
27	کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن	پروفیسر محمد نعیم اختر	167
28	میرا بھائی پروفیسر عبد الجبار شاکر	پروفیسر شیخ ظفر اقبال احمد	171
29	شاکر جو سراپا تشکر تھے	حافظ احمد شاکر	176
30	عالمِ باعمل	عبد الرشید عراقی	179
31	کتاب دوست ادیب و خطیب	حکیم راحت نسیم سوہدروی	182
32	ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا	محمد شفیق خاں پسروری	187
33	بچپن کے اُجالے	عبد الوارث ساجد	195
34	منفرد خطیب و ماہرِ تعلیم	مولانا محمد خالد سیف	207
35	علمی خدمات کی ولولہ انگیز داستان	مولانا محمد یوسف نعیم	210
36	متوازن شخصیت	پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر	221

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

37	حسنِ فطرت کا شاہ کار	حافظ خورشید احمد صدیقی	228
38	کتاب دوست، کتاب شناس	محمد راشد شیخ	236
39	نابغۂ روزگار شخصیت	محمد اسلام صدیق	242
40	زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے	حکیم سید صابر علی	253
41	سرمایۂ ملت	محمد خان محمدی لغاری	256
42	امیر قافلہ حجاج کرام	پروفیسر محی الدین	265
43	وسیع المطالعہ شخصیت	محمد رمضان یوسف سلفی	268
44	نفسِ مطمئنہ	شفیق الرحمٰن فرخ	272
45	علمی وجاہت کا پیکر	محمد کلیم اکبر صدیقی	276
46	محبت اور وضع داری کا پیکرِ جمیل	محمد عثمان	279
47	مقبول دانش ور	عطاء محمد جنجوعہ	281
48	صائب الرائے شخصیت	سید مزمل حسین	282
49	ساحرِ خطابت	محمد سلیم جباری	283
50	علومِ طب کے غواص	حکیم منصور العزیز	286
51	عظیم بھی، عظمت گر بھی	ڈاکٹر زاہد اشرف	291
52	وختامه مسك		312

پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ کی تین نمائندہ تحریریں

i۔	سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات	314
ii۔	اقبالؒ کا تصورِ قیادت	339
iii۔	سینٹرل ایشیا کے آستانے پر	366

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس بات کو تقریباً چار ھزار سال سے زیادہ گزر چکے ھیں کہ موجودہ عراق پر جو ان دنوں آتش و آھن کی مسلسل بارش میں جل رھا ھے، نمرود نامی ایک بادشاہ کی حکمرانی تھی جس نے اپنے غرور و استکبار کے باعث خدائی کا جھوٹا دعویٰ بھی کر رکھا تھا۔ اس کے وزراء کے خاندان میں ایک بچے نے جنم لیا جسے ابراھیمؑ کا نام دیا گیا۔ دنیاوی نعمتوں سے بھرپور نازو نعم کے ماحول میں یہ بچہ پلتا بڑھتا رھا مگر اس کی پاکیزہ فطرت، اپنے گھر، ماحول اور بادشاھی طرزِ عمل سے غیر مطمئن تھی۔ شرک و بدعات اور بت پرستی کے ماحول کو دیکھ کر اس کی طبیعت میں جو ردِ عمل پیدا ھوا، اس کے باعث معرفتِ توحید کے باب اس پر کھلتے چلے گئے اور اس نے اس بت پرستانہ تھذیب اور ماحول سے اپنا رشتہ مکمل طور پر کاٹ لیا۔ حتیٰ کہ اس نے اس کافرانہ اور بت پرستانہ تھذیب کے خلاف مکمل بغاوت کا اظھار کیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ ایک دن اس نے نمرود کے دارالحکومت ار کے سب سے بڑے بت کدے کے تمام بتوں کے اعضاء و جوارح کو توڑ پھوڑ دیا۔ پورے شھر میں دوھائی پھر گئی کہ ھمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ھے۔ وہ عقل کے اندھے یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ جو خدا اپنی حفاظت کی قدرت نھیں رکھتے وہ دوسروں کی حاجت روائی کیسے کر سکتے ھیں۔ لے دے کے بس ایک ھی شخص کی طرف سب کی نگاھیں اٹھتی تھیں کہ ھو نہ ھو یہ سب کیا دھرا ابراھیمؑ ھی کا ھو سکتا ھے۔ بس پھر کیا تھا، تاریخ کی سب سے بڑی چتا تیار کی گئی۔ ایسا الاؤ شاید کسی ایک متنفس کو جلانے کے لئے اس سے پھلے تیار نہ کیا گیا ھو۔ ابراھیمؑ کے اعزہ و اقرباء یقیناً پریشان ھوں گے۔ بادشاہ کی جانب سے مقرر کی جانے والی سزا کے خلاف کون آواز بلند کر سکتا تھا۔ اس پورے معاشرے میں اگر کوئی فرد مطمئن اور پُر سکون تھا تو وہ صرف ابراھیم علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد کیا ھوا، اس کی تفصیلات سے ھم بخوبی آگاہ ھیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے آتشِ نمرود کو گلزارِ خلیل میں بدل دیا۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ھے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی (اقبالؒ)

حرفِ اوّل، ماھنامہ دعوہ، اسلام آباد، جنوری 2007 — پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیثِ دل

وہ ہستی

حقیقت تو بس یہی ہے کہ شخصیت ایسی کہ ثریا کو چھوتی ہوئی جبکہ ہماری یہ کاوش اس کے پاسنگ بھی تو نہیں۔ یہ ایک عاجزانہ اور منکسرانہ سا نذرانہ ہے اس ہستی کے لئے جو علم و فضل کا ماؤنٹ ایورسٹ تھی، وہ ہستی جس نے علم کی مختلف جہات میں اپنی عظمتوں کے جھنڈے گاڑے، کامرانیاں اس کے ہم رکاب رہیں اور کامیابیاں اس کے پاؤں کی دھول بنتی چلی گئیں۔ وہ ہستی جس نے خالقِ کائنات سے ناطہ اتنا مستحکم استوار کیا کہ اسے قابلِ رشک گردانا گیا، جس نے افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہا، ان سے محبت کی، ان کی سیرت کے ایک طالبِ علم اور پھر ایک سکالر کے طور پر اپنے آپ کو منوایا اور پوری زندگی اسی کام میں بتا دی۔ وہ ہستی جس نے محبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے والہانہ لگاؤ کا مظاہرہ کیا، ان کے کلام ونثر پر ماہرانہ دسترس حاصل کی اور پھر دنیا بھر میں اپنے آپ کو اقبالیات کے مستند سکالر کے طور پر تسلیم کروایا۔ وہ ہستی جس نے دینی علوم کی باقاعدہ تحصیل تو نہ کی لیکن اپنی مسلسل محنت، لگن، جدوجہد اور وسعتِ مطالعہ سے بطور ماہرِ علومِ اسلامیہ شہرت پائی۔ وہ ہستی جس نے خطابت کے میدان میں اپنے جوہر کچھ یوں دکھائے کہ ہر محفل میں اپنی دھاک قائم کر دکھائی۔ وہ ہستی جس نے تحقیق وجستجو کے چراغ روشن کئے تو ہر سُو کرنیں بکھرتی چلی گئیں۔ وہ ہستی جس نے کتاب سے محبت ہی نہیں کی، اس محبت کے قرینے بھی سکھلائے۔ وہ ہستی جس نے فروغِ علم کو اپنی زندگی کا مشن بنایا تو علم کی قندیل ہاتھ میں تھامے قریہ قریہ، نگر نگر گھومنے کو اپنا معمول بنالیا۔ وہ ہستی جس نے علمی رسوخ کی اہمیت کو اجاگر کیا، اسے پانے کا طریقہ بتلایا اور اس سے اپنی ذات کو سنوارنے کا درس دیا۔ وہ ہستی جس نے انتشار وافتراق کی فضا میں اتحاد کی شمعیں فروزاں کیں، مسلکی حدبندیوں میں مقید ہونے کی بجائے اسلام کی آفاقیت کا پیغام دیا، نفرت وتعصب کی فضا میں وحدت ویگانگت کی تخم ریزی کی...... جی ہاں! زیرِ نظر اشاعت اسی ہستی کے لئے عقیدت کا ایک ادنیٰ سا نذرانہ ہے، وہ ہستی جسے دنیا پروفیسر عبدالجبار شاکر کے نام سے جانتی ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رَحِمَهُ اللهُ وَ غَفَرَلَهٗ کی خدمات کی محض ایک جھلک آپ کو آئندہ صفحات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نظر آئے گی۔ اس جیسی بیسیوں اشاعتیں بھی شائد ان کا احاطہ نہ کر پائیں۔ انہوں نے جن جن میدانوں میں کام کیا، ان میں سے ہر ایک پر زیر نظر اشاعت سے کہیں زیادہ تفصیلی اور وقیع کام کیا جا سکتا ہے۔ اس اشاعت کو بارش کا اگر پہلا نہیں تو دوسرا یا تیسرا قطرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہمیں اگر اطمینان ہے تو بس اتنا سا کہ ہم نے اپنے عہد کی ایک عظیم ہستی کی کچھ یادوں اور چند باتوں کے ساتھ ساتھ بعض خدمات کے تذکار کو موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ ایسا کرنا شائد اس محبت کا قرض تھا جو انہوں نے ہم سے کی۔ اس ادائیگی میں اگر کہیں کوتاہی رہ گئی ہو تو ہم جبار جل جلالہٗ سے بھی عفو کے طالب ہیں اور عبد الجبار علیہ الرحمۃ کی روح سے بھی شرمندہ۔

ہم ان شخصیات سے بھی معذرت خواہ ہیں جن کی گراں قدر تحریریں ہمارے ادارتی نشتر سے متاثر ہوئیں۔ دراصل ہماری مجبوری یہ تھی کہ انفرادی سطح پر لکھی گئی تحریروں کو ایک مجموعے کی صورت میں شائع کرتے ہوئے ہمیں اس قاری کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا تھا، جس نے ان سب کو اکٹھے ہی دیکھنا اور پڑھنا ہے۔ اس لئے ہماری کوشش رہی کہ تکرار سے حتی الوسع اجتناب برتا جائے۔ اس خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ہمیں بادلِ ناخواستہ وہ کچھ کرنا پڑا، جسے کوئی بھی قلم کار اپنی ''توہین'' قرار دے سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم بصد ادب، معافی کے خواستگار ہیں۔

ہم ان سبھی حضرات کے تہہِ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے ہماری درخواست پر، پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی یادوں کو قرطاس پر بکھیرا اور ''تذکار پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ'' کی زینت بنانے کے لئے ہمیں ارسال کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازیں۔ ہمارے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں برادرِ محترم رفیع الدین حجازی، جنہوں نے برادرِ معزز جمال الدین افغانی کے تعاون سے نہ صرف چند اہم مضامین بھجوائے بلکہ مختلف شخصیات سے رابطہ کر کے ان کی گراں مایہ تحریریں بھی ارسال کیں۔ برادرم رفیع الدین حجازی ہماری درخواست پر کئی بار فیصل آباد بھی تشریف لائے اور ''تذکار'' کی تیاری کے دوران، راہنمائی اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازا۔ المنبر کا ادارتی عملہ...... برادرم حکیم منصور العزیز، جناب مجاہد منصوری اور جناب محمد سلیم جباری...... بھی خصوصی شکریہ کا مستحق ہے۔ ان کے بھرپور تعاون سے ہی یہ ''تذکار'' منصۂ شہود پر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی کو اپنی بے پایاں رحمتوں اور برکتوں سے نوازیں اور ہمارے ممدوح پروفیسر عبد الجبار شاکر پر ہر آن اپنی رحمتوں کی بارش برساتے رہیں۔ آمین......

زاہد بشیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیغام

جناب اقبال احمد قریشی

صدر پاکستان طبی کانفرنس

چیف ایگزیکٹو قرشی انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

صدر پاکستان طبی فارماسیوٹیکل مینوفیکچررز ایسوسی ایشن

جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر، دنیائے علم وادب کی ایک تابندہ شخصیت تھے۔ انہوں نے علمی وادبی حوالے سے اپنے گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ سیرت نبویؐ ان کی تحریر وخطابت کا خصوصی موضوع تھا۔ اس ضمن میں جہاں ان کی تحریریں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں، وہیں ان کے خطبات بھی فقیدالمثال تھے۔ انہوں نے اپنی عظیم لائبریری ''بیت الحکمت'' میں دنیا بھر کی کئی ایک زبانوں میں شائع شدہ سیرت نبویؐ کی اکثر کتب جمع کر رکھی تھیں۔

وہ عظیم ماہر اقبالیات بھی تھے۔ علامہ اقبالؒ سے انہیں والہانہ عشق تھا۔ ان کی تعلیمات کو عام کرنا، ان کی زندگی کا مشن تھا۔ اس موضوع پر بھی ان کی لائبریری میں ہزاروں کتب کی موجودگی، علامہ اقبالؒ سے ان کی عقیدت ومحبت کا لافانی ثبوت ہے۔

لاہور جیسے علمی وادبی شہر میں انہوں نے اپنے محدود وسائل کے باوجود ''بیت الحکمت'' جیسی عظیم الشان لائبریری قائم کر دکھائی اور اس میں انہوں نے ایک لاکھ سے زائد کتب و رسائل اکٹھا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اگر جذبہ صادق ہو تو اکیلا شخص بھی حیران کن کارنامے سرانجام دے سکتا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کی دینی واسلامی اور علمی وادبی خدمات تادیر یاد رکھی جائیں گی۔ ان کی خدمات کے تذکار پر مشتمل المنبر کی خصوصی اشاعت کا اہتمام بے حد قابلِ قدر کاوش ہے، جس کے لئے ادارہ المنبر لائق تبریک ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیغام

محترمہ سعدیہ راشد

صدر

ھمدرد فاؤنڈیشن، پاکستان

پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کی رحلت سے دینی اور تعلیمی حلقے ایک مخلص فاضل استاد سے محروم ہو گئے۔ پروفیسر صاحب اپنے وسیع مطالعے کے علاوہ فن خطابت میں بھی ایک انداز اور مقام رکھتے ہیں۔ ان کی عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گزرا۔ بحیثیت انسان بھی وہ اعلا اخلاقی اقدار کے حامی اور حامل تھے۔ پروفیسر شاکر صاحب پنجاب پبلک لائبریری سے بھی منسلک رہے اور قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ ان کی کتابوں سے محبت کا اظہار اس وسیع ذخیرۂ کتب سے ہوتا ہے، جو انہوں نے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کے لئے مسلسل جدوجہد سے جمع کیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کتب خانے میں، جس کو انہوں نے ''بیت الحکمت'' کا نام دیا تھا، کم وبیش ڈیڑھ لاکھ کتب ورسائل کا ذخیرہ ملا۔

علم سے دُوری کے اس دور میں پروفیسر عبدالجبار شاکر جیسے جویائے علم انسان کی کمی عرصے تک محسوس کی جائے گی۔

اللہ تعالٰی ان کی مغفرت فرمائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک درویش منش انسان

☆ تحریر: حکیم محمود احمد ظفر

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شاعر نے تو شعر میں صرف ایک شہر کی ویرانی کا ذکر کیا ہے، لیکن یہاں تو پورے ملک میں علمی ویرانی ہوگئی۔ ہر صاحبِ علم پریشان تھا۔ آپ کی وفات سے علمی دنیا میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، کیونکہ پروفیسر صاحبؒ ایک وقیع علمی شخصیت کے مالک تھے۔ مشہور ماہرِ تعلیم، اقبالؒ کے رمز شناس، مختلف علمی اور ادبی حلقوں کے روحِ رواں اور فنِ تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اگر انہیں علمی میدان کا شہسوار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

مرحوم کا اُٹھنا بیٹھنا اور اوڑھنا بچھونا، تحصیلِ علم اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے وقف تھا۔ ہر مکتبِ فکر کے علمائے کرام کے ساتھ ان کی دوستی تھی اور ہر ایک کے ہاں عزیز و محبوب تھے۔ بات چیت ایسی فرماتے کہ آدمی گرویدہ ہو جاتا، اور جب ملتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ مدتوں سے ان سے شناسائی ہے۔ فون پر بھی جب گفتگو فرماتے تو انتہائی پیار و محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے۔

مرحوم (مرحوم لکھتے ہوئے دل میں ایک ہوک اٹھتی ہے) کا مجھ سے کوئی اتنا پرانا تعلق نہیں تھا۔ نام تو بہت سنا تھا لیکن کبھی ملاقات کا موقع نہ ملا۔ ایک مرتبہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے انتخابات کی مجلس میں جامعہ اشرفیہ کے ہال میں تشریف لائے تو اس وقت کسی نے بتایا کہ یہ پروفیسر عبد الجبار شاکر ہیں۔ یہ آج سے کوئی تین سال پہلے کی بات ہے۔ اس مجلس میں نہ میرا ان سے کوئی تعارف ہوا اور نہ بات چیت، میٹنگ ختم ہوگئی اور پروفیسر صاحب تشریف لے گئے۔ میں بھی سیالکوٹ چلا آیا۔

☆80 سے زائد کتب کے مصنف۔ معروف دانش ور و مفکر۔ دردمند قومی و ملی شخصیت۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج سے کوئی دو سال قبل جامعہ اشرفیہ گرلز کالج کے ہال میں ایک میٹنگ تھی۔ میں بھی مدعو تھا۔ میٹنگ میں ذرا دیر سے پہنچا۔ میٹنگ شروع ہو چکی تھی۔ مولانا مجاہد الحسینی کے ساتھ ایک کرسی خالی تھی، میں وہاں بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ پوری مجلس میں پروفیسر صاحب چھائے ہوئے تھے۔ ان کی حکیمانہ اور علمی باتیں پوری مجلس توجہ سے سنتی تھی اور تائید بھی کرتی تھی۔ یہ پہلا روز تھا کہ میں نے ان کی گفتگو سنی جو نہایت علمی اور موضوع کے مطابق تھی۔ میٹنگ ختم ہونے کے بعد میں ڈاکٹر محمود الحسن عارف کو ملنے کے لئے ان کے پاس جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر صاحب تو چلے گئے اور وہ کرسی خالی ہو گئی۔ پروفیسر صاحب مرحوم اس کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔ مجھ سے نہایت محبت وشفقت سے ملے اور بیٹھتے ہی مجھے یہ شعر سنایا۔

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی ۔۔۔ اے خانہ براندوزِ چمن کچھ تو ادھر بھی

میں سودا کے اس شعر سے بہت محظوظ ہوا اور پتہ چلا کہ پروفیسر صاحب مرحوم، شعری ذوق بھی رکھتے ہیں۔ میں یہ بات پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے یہ شعر مجھے کیوں سنایا کہ پروفیسر صاحب خود ہی فرمانے لگے: آپ نے اتنی کتابیں لکھی ہیں اور مختلف ناشرین نے ان کو طبع کیا ہے، کوئی کتاب ہمیں بھی چھاپنے کے لئے عطا فرما دیں۔ پروفیسر صاحب کا اندازِ گفتگو اس قدر پیارا اور جاذب تھا کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت! جتنی کتابیں چاہیں، ان شاء اللہ آپ کو دوں گا۔ میں تو اس کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتا ہوں کہ آپ کا مکتبہ میری کوئی کتاب نشر کرے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے ادارہ کا کیا نام ہے؟ فرمایا: نشریات اور کتاب سرائے۔

بس اس روز سے میرے اور ان کے تعلقات قائم ہوئے۔ پھر ان تعلقات میں اس قدر استواری آئی کہ کوئی روز ایسا نہیں گزرتا تھا کہ پروفیسر صاحب پاکستان میں ہوں اور وہ مجھے فون نہ کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں بڑے بڑے لوگوں سے ملا ہوں، لیکن گفتگو میں محبت وشفقت کا جو انداز میں نے پروفیسر صاحب مرحوم اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم میں دیکھا وہ بہت کم لوگوں میں پایا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پروفیسر صاحب مرحوم کو اسلامی اقدار سے بڑی محبت تھی۔ سنت کے شیدائی۔ مجھے کئی مہینوں کے بعد پتہ چلا کہ وہ مسلکاً اہلِ حدیث ہیں۔ ایک روز میں نے جرأت کر کے یہ پوچھ لیا کہ اہلِ حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرات کو میں نے بڑے قریب سے دیکھا ہے، سوائے مولانا داؤد غزنویؒ کے دوسرے حضرات کو نہایت خشک پایا۔ میری یہ بات سن کر مسکرائے۔ فرمایا: مجھ میں آپ جو یہ تری دیکھ رہے ہیں یہ غزنوی خاندان ہی کی وجہ سے ہے۔ میرے والد صاحب نے میرا نام حضرت مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے نام پر رکھا تھا اور میں نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوں، اور میں انہی کی طرح تصوف کا قائل ہوں۔

ان کے بیٹے نے سیرت امیر معاویہؓ طبع کی، تو میں نے دیکھا کہ پروفیسر صاحب خوش تھے۔ مجھے فرمایا کہ مجھے اپنی کوئی اور کتاب چھاپنے کے لئے دیں۔ چنانچہ چند روز کے بعد میں نے اپنی کتاب "تاریخِ پاکستان" طبع کرنے کے لئے دی۔ پروفیسر صاحب نے اس کا ایک ایک صفحہ نہایت غور وفکر سے پڑھا۔ کتاب کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمانے لگے کہ تشکیلِ پاکستان اور جنگِ آزادی میں علماء کے کردار کو کسی مؤرخ نے اتنے اچھے طریقے سے بیان نہیں کیا جس طرح سے آپ نے ان کی جنگِ آزادی کے لئے کوششوں اور خدمات کو اُجاگر کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا جو چالیس سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کی ایک کاپی مجھے بھی ارسال فرمائی۔

انتقال سے کچھ عرصہ قبل ایک روز فون آیا کہ پرسوں میری انجو پلاسٹی ہونی ہے، دعا فرمائیں کہ یہ کامیاب ہو۔ میں نے جمعہ میں ان کی صحت کے لئے دعا بھی کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس آپریشن کو کامیاب فرمایا۔ اس کے بعد دو تین دفعہ بیرون ملک سفر بھی کیا۔ کراچی بھی گئے۔ ایک روز ان کے صاحبزادے جناب رفیع الدین کا فون آیا کہ پرسوں ابا کا بائی پاس آپریشن ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرمائے۔ پرسوں آیا، آپریشن ہوا، اور دورانِ آپریشن ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اس کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ انہی کے دفتر میں میرے ایک دوست کام کرتے ہیں، ان کا فون آیا کہ پروفیسر عبدالجبار صاحبؒ کا دورانِ آپریشن انتقال ہو گیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی ایک بجلی سی گری، لیکن دامن صبر ووقار کو سنبھالتے ہوئے میں نے تفصیل پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی تجہیز وتکفین کر کے میّت کو شیخوپورہ بھیج دیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر میں بتا نہیں سکتا کہ میرے دل ودماغ کا کیا حال تھا۔ بظاہر بڑی دل جمعی اور سکون کے ساتھ میں نے روزمرہ کے اُمور سرانجام دیئے لیکن اس خبر سے جو کانٹا دل میں چبھ چکا تھا، اس کا نکلنا محال تھا۔

پروفیسر صاحب کے انتقال نے میرے دل کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میرے آنسو اگرچہ مژگان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک نہ پہنچے تھے، لیکن گھٹاؤں کی طرح اُمڈ اُمڈ کر آنکھوں میں جمع ہو رہے تھے۔ معلوم نہیں کہ کس وجہ سے پروفیسر صاحب سے تھوڑے عرصہ پر پھیلی ہوئی محبت نے دل میں ایک درد کی لہر کو پیدا کر دیا اور آنسوؤں کے سیلاب میں حرکت پیدا ہوئی، جو باغی فوج کی طرح حکم کا انتظار کئے بغیر آگے قدم بڑھاتا لیکن اسے پھر اپنی جگہ لوٹنا پڑتا۔ طبیعت میں کچھ عجیب سی گھٹن پیدا ہوگئی، گویا اس وقت طبیعت کی یہ حالت تھی۔

شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زندان سمجھا

پروفیسر صاحب کی وفات کا سُن کر مجھے بار بار عربی کے ایک شاعر کا شعر یاد آ رہا تھا، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اس کی موت پر علم نے سیاہ لباس پہن لیا۔ فراست نے اندوہ گیں دیکھا تو پوچھا کیا گذری؟ علم بولا: میرا شہسوار جاتا رہا۔ فراست نے کہا تو پھر تم نے موت کو لبیک کیوں نہ کہا۔ علم نے جواب دیا: ''اب میں صرف تعزیت کے لئے زندہ ہوں۔''

پروفیسر صاحب جیسے صاحبِ علم لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ وہ کثیر المطالعہ اور وسیع المطالعہ تھے۔ طالب علمی کے زمانہ ہی سے انہوں نے کتابوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ یہ ان کی علم دوستی کی دلیل تھی۔ انہیں ابتداء ہی سے کتابیں خریدنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ فرماتے تھے: اب بھی میں جہاں کہیں جاتا ہوں وہاں سے کتابیں خرید کر ضرور لاتا ہوں، اور ہر ماہ ہزاروں روپے کی کتابیں خرید کر اپنے ذخیرۂ کتب میں اضافہ کرتا رہتا ہوں۔ اپنے انتقال تک اپنے اس شوق کی آبیاری کرتے رہے۔ ایک روز خود فرمایا کہ میری لائبریری میں کتب اور رسائل ایک لاکھ سے زائد ہیں جن میں سینکڑوں نایاب مخطوطے بھی ہیں۔ عباسی دور کے بغداد، اور اُموی دور کے قرطبہ اور غرناطہ سے انہیں عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ شاید اسی وجہ سے انہوں نے اپنے گھر کا نام ''بیت الحکمت'' رکھا ہوا ہے۔

سیرت سے انہیں خاص محبت تھی۔ چنانچہ سیرت پر ان کی لائبریری میں چار ہزار سے زائد کتابیں ہیں۔ پہلی سیرۃ کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۷ء میں مرحوم جنرل ضیاء الحق نے انہیں سیرۃ پر اتنا بڑا ذخیرۂ کتب (کولیکشن) رکھنے پر صدارتی انعام دیا۔

علم سے یہ محبت بہت کم لوگوں کو ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور مدرسوں سے جو لوگ سندِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فراغت حاصل کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم صاحب علم ہو گئے۔ اب ہمیں مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے، حالانکہ یہ سندِ فراغت ان کے عالم ہونے کی سندِ فراغت نہیں بلکہ اس سند کا مقصد یہ ہے کہ اب اگر تم کتابوں کا مطالعہ کرو گے تو علم تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔ اسی وجہ سے امام محمدؒ فرمایا کرتے تھے:

اَلْعِلْمُ لَا يُعْطِيْكَ بَعْضَهٗ حَتّٰى تُعْطِيَهٗ كُلَّكَ۔

علم تجھے اپنا بعض حصہ نہیں دے گا جب تک تو اپنا کُل اس کو نہ دے دے۔

اس سلسلہ میں محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کا واقعہ ہمارے علماء کے لئے سبق آموز ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وفات سے تین چار روز قبل کسی شخص نے دارالعلوم دیوبند میں آ کر یہ خبر سنا دی کہ علامہ انور شاہؒ انتقال فرما گئے ہیں۔ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ ہم نے مدرسہ بند کر دیا اور سب اساتذہ حضرت شاہ صاحبؒ کے گھر گئے۔ دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، طبیعت میں بہت ہی نقاہت ہے، رنگ زرد ہے، لیکن اس حالت میں بھی سینہ پر کتاب رکھ کر مطالعہ فرما رہے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے عرض کی، حضرت! اگر کوئی حوالہ یا کوئی مسئلہ تلاش کرنا ہے تو آپ ہمیں فرمائیں، یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں، لیکن آپ اتنی سخت بیماری میں بھی مطالعہ فرما رہے ہیں، اس وقت اس مطالعہ کی کیا ضرورت ہے؟

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: ”مولوی شبیر! مطالعہ بھی تو ایک بیماری ہے، اس کا کیا علاج کروں“۔

اللہ کرے یہ بیماری ہر عالمِ دین کو لگ جائے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ پروفیسر عبد الجبار شاکر مرحوم کو یہ بیماری لگی ہوئی تھی۔ آپ رات کو دیر تک مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے اقبالیات پر ایم فل کیا۔ پھر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہے تھے۔ حالانکہ اکثر پی ایچ ڈی ان کے شاگرد تھے۔ جب کوئی پوچھتا کہ آپ پی ایچ ڈی کیوں کر رہے ہیں؟ فرماتے بس ایک شوق ہے۔

آپ کی تحریر اور تقریر دونوں بڑی مؤثر ہوتی تھیں اور ان کے علم و عمل کی غمازی کرتی تھیں۔ خود کوئی ضخیم کتاب شاید نہیں لکھی لیکن بے شمار کتابوں کے دیباچے اور تقاریظ لکھیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو بہت سی کتابیں تالیف ہو سکتی ہیں۔ ان دیباچوں اور تقاریظ سے ان کے علم و ادب کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ کرے کہ ان کے صاحبزادگان عزیزم محمد جمال الدین افغانی اور عزیزم رفیع الدین حجازی، ان مقالہ جات اور تقاریظ کو جمع کر کے طبع کروا دیں تاکہ ان کا سرمایۂ علمی مجتمع ہو جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئندہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہو سکیں۔

مرحوم اسلاف کا نمونہ تھے۔ دین سے بہت محبت تھی، دینی اقدار کو سر بلند دیکھنا چاہتے تھے۔ سلفی ہونے کے ناطے اسلاف کی محبت بھی ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہاں تک کہ اپنے صاحبزادگان کے نام بھی اسلاف کے نام پر رکھے۔ بڑے بیٹے کا نام صلاح الدین ایوبی ہے جو معاشیات کے پروفیسر ہیں۔ دوسرے صاحبزادے جمال الدین افغانی ہیں جو کتاب سرائے کے نام سے اردو بازار لاہور میں ایک بہت بڑا اشاعتی ادارہ چلا رہے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے رفیع الدین حجازی ہیں جو نشریات کے مالک ہیں۔ چوتھے اور پانچویں بیٹے کے نام بالترتیب محمد کبیر الدین رازی اور محمد جلال الدین رومی ہیں اور چھٹے بیٹے کا نام نجم الدین فارانی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے والد مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

میں نے دیکھا کہ پروفیسر صاحب مرحوم کی زبان قریباً ہر وقت ذکرِ الٰہی سے مرطوب رہتی۔ ان کے صاحبزادے نے بتایا کہ مرحوم نے اپنی اس حیاتِ دنیوی کی آخری رات کو بھی دیر تک عبادت الٰہی، تہجد اور مطالعہ میں گزارا۔ باوضو ہو کر آپریشن تھیٹر میں گئے۔ پھر بارگاہِ الوہیت میں بھی اسی حالت میں حاضر ہوئے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

وہ غیروں کے کاندھوں پر سوار ہو کر قبر کی تنہائیوں میں گئے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ ان کی عبادت، ذکر اللہ اور سیرت و سنت نبوی سے ان کا عشق، قبر میں ان کا مونس اور ہمدم ہوگا۔ میں ان کے جنازہ کو کاندھا تو نہیں دے سکا، کیوں کہ میں اپنے ضعف اور بیماری کے باعث شیخوپورہ نہیں پہنچ سکا، لیکن بتایا گیا ہے کہ ان کی پہلی نماز جنازہ فیصل مسجد اسلام آباد میں ان کے وسیع حلقۂ احباب نے پڑھی اور دوسری، نمازِ عشاء کے بعد شیخوپورہ کے کمپنی باغ میں ادا ہوئی۔ ایک جمِ غفیر جنازہ میں شریک تھا۔ ایسے درویش منش لوگوں کے جنازہ میں لوگ ان کی محبت و عقیدت کی وجہ سے آتے ہیں۔ مرحوم بھی نصف صدی تک اس دنیائے فانی میں لوگوں پر اپنے علم و عمل کے پھول نچھاور کر کے قبر کی تنہائیوں میں چلے گئے۔ ان کے جنازہ میں، رات کے اندھیرے میں ایک جمِ غفیر کا سن کر مجھے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جنازہ یاد آ گیا، جس کے بارہ میں شورش کاشمیری مرحوم نے لکھا تھا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''تذکروں میں ہے کہ جب امام ابن تیمیہؒ کا جنازہ اٹھا تو پورا شہر اشک بار ہو کر نکل آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی مظلومیت نے دلوں کا احاطہ کرلیا ہے، اور وہ بے چین عوام اس وقت کی اس عظیم الشان ذات کو آخری خراجِ عقیدت ادا کرنے کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔

''شاہ جی کا جنازہ بھی اس دھوم دھام سے اٹھا۔ ایک انسان جو عمر بھر مہاجر رہا اور جب امرتسر سے ہجرت کر کے ملتان میں پناہ گزین ہوا تو ایک کچا مکان کرائے پر لے کر اس میں رہا۔ بارہ سال اس میں رہا۔ آخر وہیں اس کی روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کیا۔ وہیں سے اس کا جنازہ اٹھا، لیکن فقیر کا جنازہ شاہوں کے جنازے کو مات کر گیا۔ ایک شخص جو بالطبع فقیر تھا، جس کے دامن میں اللہ کے خوف اور رسولؐ کے عشق کے سوا اور کچھ نہ تھا، جس کو ہمیشہ زنجیروں نے سلام کیا، جس کا سیم وزر کے بت خانوں میں ذکر تک مفقود رہا، جس نے ایک لحظہ کے لئے بھی اخباروں اور کتابوں کے صفحوں میں اپنا نام ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی، جو آخر تک چٹائی پر بیٹھا، لیٹا اور سوتا رہا، جو اس مقام میں بھی رسولؐ کی زندگی کا عکس تھا، اور جب اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو ایک اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان لوگ اشکبار چہروں کے ساتھ اس کی میت کے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں ایک تہائی لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ بعض تو بے ہوش ہو گئے۔ کیا اس فقیر نے یہ آنسو خریدے تھے؟ وہ تو شاید دوسرے وقت کی روٹی خریدنے پر بھی قادر نہ تھا۔ یہ سب کچھ اس کی بے غرضی اور بے نفسی کا صلہ تھا۔''

یہ ایک اللہ والے کے جنازے کا حال تھا۔ پروفیسر صاحب مرحوم کے جنازہ میں بھی ان کے خوفِ خدا اور عشقِ رسولؐ کی محبت کے باعث لوگ آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرما کر، مرحوم کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے اور پسماندگان کو اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بلند بام شخصیت

جناب حکیم محمود احمد سرو سہارنپوری ☆

افراد کے مابین باہمی دوستی اور اُن کے تعلقِ خاطر کے لئے مزاج کی ہم آہنگی اور شوق کی یکسانیت لازمی امر ہے۔ یہ کہنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگ محض رسمی تعلقات کو دوستی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ میل جول کا ناطہ نہ تو قلبی تعلق سے ہوتا ہے اور نہ ہی دلی دوستی سے۔ ہم جہاں بھی رہتے ہیں وہاں ہمارے معاشرتی تعلقات پروان چڑھتے ہیں جو پڑوسیوں سے بھی ہوتے ہیں اور محلے والوں سے بھی۔ ہم جس دفتر میں کام کرتے ہیں، وہاں کے ساتھیوں سے بھی تعلقات کی ایک نہج استوار ہوتی ہے لیکن اسے دوستی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ لوگ جنہیں حقیقی دوست کہا جا سکے، مَیں نے اپنی زندگی میں وہ کم ہی بنائے ہیں۔ اس لئے کہ مجھے اپنے ذوق کے مطابق ساتھی میسر نہ آ سکے اور جو ملے بھی تو اتنے بلند بام کہ انہیں دیکھنے کے لئے ٹوپی بھی سنبھالنی پڑی۔ انہیں میں سے ایک شخصیت عبدالجبار شاکر صاحب کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین۔

میری زندگی میں دو شخصیتیں ایسی آئیں جنہیں مَیں نے دل سے چاہا ہے۔ میرے دل میں ان کا مقام و مرتبہ کچھ ایسا ہے جیسے کسی نے دل پر نقش کر دیا ہو۔ یہ دونوں ہی علمی شخصیتیں ہیں اور ان دونوں کی سب سے بڑی خوبی علم دوستی کے ساتھ ساتھ کتاب سے پیار ہے۔ کتاب سے اسی پیار کے نتیجے میں انہوں نے اپنی زندگی کا سارا وقت اور سارا سرمایہ محض کتابوں کی فراہمی اور ان کے مطالعے میں صرف کر دیا۔ عبدالجبار شاکر صاحب کے علاوہ میرے دوسرے دوست، جن کا میں اکثر ذکر کرتا ہوں، وہ ہیں کرنل عبدالعزیز۔ یہ راولپنڈی کے کنٹونمنٹ بورڈ میں ہیلتھ آفیسر تھے، اور بڑی عجیب

☆ قائد تحریکِ اسلامی پاکستان۔ ممتاز داعی، مفکر اور دانش ور۔ نامور طبیب۔ مدیر اعلیٰ پندرہ روزہ ''نشور'' کراچی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شخصیت کے مالک۔ مَیں عبدالجبار شاکر صاحب کے ذکر سے قبل ان کے تذکرے کو اس لئے مقدم رکھوں گا تاکہ آپ یہ جان سکیں کہ میری دوستی کا معیار کیا ہے اور مَیں نے کس انداز سے اسے نبھایا؟

ڈاکٹر کرنل عبدالعزیز سے میرا تعلق 1964ء میں قائم ہوا۔ تب وہ ہیلتھ آفیسر تھے۔ بعد ازاں جنرل محمد ایوب خاں نے جو طبی بورڈ قائم کیا، یہ اس کے سرکاری رکن بھی تھے۔ لیکن تب تک میرا ان سے تعارف نہ تھا۔ ایک روز مَیں اپنے مطب میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب پرانی سی سائیکل پر، وکٹورین زمانے کی بڑے پائنچوں والی پتلون پہنے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کی ہیئت کذائی بڑی عجیب سی لگی۔ اپنے لباس اور اپنی چال ڈھال سے زیادہ سے زیادہ وہ کسی دفتر کے چپڑاسی معلوم ہوتے تھے۔ وہ مطب میں داخل ہو کر مجھ سے کہنے لگے: حکیم صاحب! سنا ہے آپ کے پاس کتابیں ہیں۔ مَیں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ دریافت کرنے لگے، کیا آپ مجھے دکھائیں گے؟ مَیں نے کہا: جی ضرور۔ مَیں نے کتابوں کا وہ انبار، جو اپنی زندگی کا سرمایہ ہے، ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اسے دیکھتے رہے۔ کچھ کتابیں دائیں اور کچھ بائیں رکھتے رہے۔ میری ان کتابوں میں کچھ قلمی مخطوطات بھی تھے اور بعض بڑی ہی نادر کتب۔ ان میں سے ایک مخطوطہ، اکبر کے عہد کا تھا جو رامائن کا منظوم فارسی ترجمہ تھا۔ اس کے علاوہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی، تصوف پر ایک ایسی کتاب بھی تھی جو ان کی فہرستِ کتب میں بھی نہیں ملتی۔ اس کا نام تھا ''لطائف القدس'' اسی طرح ایک اور کتاب امام ابوزکریا رازی کی برء الساعة بھی تھی۔ کتابوں کی چھانٹی کے اس عمل سے جب وہ فارغ ہو گئے تو مجھ سے کہنے لگے کہ مجھ سے ان کتابوں کا کیا لیں گے آپ؟ مجھے بڑا غصہ آیا، مَیں نے کہا: کتابیں بیچنے کی چیز تو نہیں۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ مَیں انہیں فروخت کر رہا ہوں۔ میرے لہجے میں ذرا تلخی در آئی تھی۔ انہوں نے معذرت کی اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں کرنل عبدالعزیز ہوں۔ مجھے کتابوں کا شوق ہے۔ مَیں نے سنا تھا کہ آپ کتابیں بیچ رہے ہیں، اس لئے مَیں آپ کے پاس چلا آیا۔ مَیں نے ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے خود ان سے بھی معذرت چاہی کہ چونکہ میں آپ سے متعارف نہیں تھا، اس لئے کچھ ناروا کلمات میری زبان سے نکل گئے۔ بعد ازاں انہوں نے بتلایا کہ ان کے پاس بہت بڑا کتب خانہ ہے۔ اپنے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ مَیں بہت غریب ماں کا بیٹا ہوں۔ مَیں یتیم تھا۔ میری ماں نے لوگوں کے گھر میں کام کر کے مجھے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کرایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب میری تمنا ہے کہ میں اپنی ماں کے نام پر بہت بڑا کتب خانہ قائم کروں۔

کرنل عبدالعزیز ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ اسی ملاقات کے دوران انہوں نے مال روڈ پر واقع اپنی رہائش میں قائم کتب خانہ دیکھنے کی دعوت دی۔ مَیں نے وہاں جا کے دیکھا تو ان کی ساری کوٹھی کتابوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس زمانے میں چونکہ فوٹوسٹیٹ کی سہولت میسر نہیں تھی، لہٰذا وہ نادر کتب اور مخطوعات کی فلمیں بنوالائے تھے۔ دورانِ جنگ انہیں جن ممالک میں بھی خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا، خواہ وہ مصر ہو یا شام، وہ ایسی نادر کتب اور مخطوطات کی فلمیں وہاں سے بنوالیا کرتے تھے۔ میرا اندازہ ہے کہ ان کے کتب خانے میں کم وبیش ساٹھ، ستر ہزار کتابیں ہوں گی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ پاکستان بھر میں انفرادی جدوجہد سے کسی بھی شخص کے پاس علم کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں ہوگا، یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا۔ اگر کہیں گزرا بھی تو صرف عبدالجبار شاکر صاحب کے ہاں۔ ان کی لائبریری میں کتابوں کی تعداد پچاس ہزار سے کم نہیں ہے۔ یہ کتابیں بھی کرنل عبدالعزیز کے سے انداز میں اکٹھی کی گئی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم کے قدردان بالعموم غربت کے ماحول میں آنکھیں کھولتے ہیں لیکن ان کی غربت، ان کے وسائل اور مال و دولت کی قلت ان کے راستے میں حائل نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ایک بڑے ہی معتبر آدمی سے عبدالجبار شاکر صاحب کے بارے میں یہ بات سُنی (جو میرے علم میں براہِ راست نہیں آئی) کہ کئی سال تک انہوں نے صبح کا ناشتہ نہیں کیا اور اس سے بچنے والی رقم وہ کتابوں کی خریداری پر صرف کر دیتے تھے۔

عبدالجبار شاکر صاحب کو کتابوں کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ انارکلی بازار لاہور، جہاں پرانی کتابیں اکثر بکتی ہیں، وہاں جانا ان کا معمول تھا۔ یہ پرانی کتابیں اس لئے بکتی ہیں کہ گزر جانے والے لوگ یا تو اپنی نسل کی تربیت نہیں کر پاتے یا وہ نسل ایسی بنجر زمین کی مانند ہوتی ہے جس میں علم کا بیج بویا نہیں جاسکتا۔ اس لئے کہ جو زمین شورزدہ ہو، اس میں کوئی سنبل اُگا ہی نہیں کرتا۔ آپ جتنی بھی محنت کر لیں، اس نسل کے لوگ ناخلف کے ناخلف ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا جب ان ناخلفوں کو علم کا خزانہ ملتا ہے تو وہ پھر ردی کے بھاؤ ہی بازار میں بکتا ہے۔ عبدالجبار شاکر مرحوم کتابوں کے حصول کے لئے انہیں کتب فروشوں سے رجوع کرتے تھے جو پرانی کتابیں بیچا کرتے تھے۔ انہوں نے وہاں سے ایسے ایسے جواہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ریزے چنے جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ ان کے کتب خانے میں مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے ایک سو پچیس سے زائد ترجمے موجود ہیں۔ ان میں فارسی زبان میں دو منظوم ترجمے بھی شامل ہیں۔ میرے خیال میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر مطبوعہ کوئی بھی ایسی کتاب نہیں ہے جو ان کے کتب خانے میں موجود نہ ہو۔

مَیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ عبد الجبار شاکر صاحب نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی ہے، اس سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ کتب خانہ ان کے ہاتھوں ضائع ہو جائے گا۔ مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ کرنل عبد العزیز کا کتب خانہ ضائع ہو گیا۔ مَیں اس کتب خانے کے ضیاع کی مختصر سی کہانی یہاں اس لئے ذکر کررہا ہوں کہ ہمارے ملک میں علم سے دلچسپی اور محبت، عوام کو تو ایک طرف چھوڑیئے، اہلِ علم میں بھی جس انداز کی ہے، شاید اس کہانی سے کسی ایک کی آنکھ کھل جائے اور بڑے اداروں میں بیٹھا ہوا کوئی شخص علم کو دولت کے پیمانوں سے نہ ناپے بلکہ علم کو علم کے پیمانے سے ہی ناپے۔

کرنل عبد العزیز مرحوم کی وفات کے بعد مَیں ان کے کتب خانے کے حوالے سے بڑا پریشان تھا کہ اس کا کیا بنا؟ چونکہ اسی کتب خانے میں مَیں نے تمنا کی تھی کہ میری بڑی لمبی عمر ہو اور وہ ساری کی ساری اسی کتب خانے میں گزر جائے۔ یہ تمنا آپ کو بڑی عجیب محسوس ہو گی کیونکہ لوگ تو لمبی عمر کی آرزو مال و دولت اکٹھا کرنے کے لئے کرتے ہیں، اونچے مناصب پر فائز ہونے کے لئے کرتے ہیں لیکن جنہیں علم کا چسکا لگ چکا ہو اور جو کتاب کے عشق میں گرفتار ہو چکے ہوں، ان کی تو بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اسے صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس نے واقعتاً علم سے پیار اور کتاب سے عشق کیا ہو۔ کرنل عبد العزیز کا جب انتقال ہوا تو ان کے بچے بہت ہی چھوٹے تھے کیونکہ انہوں نے بڑی عمر میں شادی کی تھی۔

مَیں ان کے کتب خانے کے کھوج میں رہا۔ بعد ازاں مجھے پتہ چلا ایک ایسے شخص سے جو خود بھی صاحبِ علم ہے اور ایک مقتدر عہدے پر فائز بھی۔ جب میں نے ان سے اس مکتبے کے حوالے سے بات کی تو وہ بتلانے لگے کہ یہ کتب خانہ واقعتاً بہت بڑا تھا۔ وہ اپنی ماں کی یادگار میں اسے دار المطالعہ کا روپ تو نہ دے سکے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کی بیوہ نے ان سے رجوع کیا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اس مکتبے کو خرید لے۔ اس سلسلے میں بات چیت بھی چلی لیکن سودا طے نہ پاسکا۔ یونیورسٹی پانچ لاکھ سے زیادہ دینے پر آمادہ نہیں تھی جبکہ مرحوم کی بیوہ کا مطالبہ سات لاکھ کا تھا۔ گویا دو لاکھ کے فرق سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ علمی خزانہ جسے جمع کرنے کیلئے کرنل صاحب مرحوم نے اپنا سارا سرمایۂ حیات صرف کر ڈالا تھا، محفوظ ہاتھوں تک نہ پہنچ سکا۔ کتابوں کے جمع کرنے کیلئے مرحوم کرنل عبدالعزیز کی لگن کا اندازہ اس بات سے کر لیجئے کہ جب میرے پاس آ کر انہوں نے میری کتابیں خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تو میرے اس انکار پر کہ مَیں تو کتابیں نہیں بیچتا، ان کا کہنا تھا کہ میری لائبریری میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جو مَیں نے کسی سے تحفۃً لی ہو۔ چنانچہ مَیں اسی اصول پر کاربند رہوں گا۔ اسی حوالے سے ہمارے درمیان معاملہ کچھ یوں طے پایا کہ مَیں آپ کے کتب خانے میں چلتا ہوں۔ جس کتاب کے ایک سے زائد نسخے آپ کے پاس موجود ہوں، ان میں ایک آپ مجھے دے دیجئے اور بدلے میں میرے ہاں موجود کتب میں سے جو آپ کو پسند آئیں وہ آپ لے لیجئے۔ مَیں نے سوچا یہ تھا کہ میری کتب میرے پاس تعداد میں شائد اتنی بڑھ جائیں کہ انہیں محفوظ رکھنے کیلئے اتنا بڑا کام نہ کر سکوں جتنا بڑا کام کرنل عبدالعزیز کرنے کی حیثیت میں ہیں۔ ایسا عظیم خزانہ جو اتنی محنت شاقہ سے حاصل کیا گیا ہو، کون جانے پھر اس کا کیا بنا۔

کرنل عبدالعزیز مرحوم کا تفصیلی تذکرہ اس لئے ہوا کہ یہ میرے ان دوستوں میں سے تھے جن سے میرا رابطہ کتاب سے عشق کے ناطے ہوا اور اس ضمن میں ہی پروان چڑھا۔ کتاب سے عشق کی یہی وارفتگی مَیں نے پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے ہاں دیکھی اور وہ بھی ایک دو اضافی خصوصیات کے ساتھ جو کرنل عبدالعزیز کے ہاں موجود نہ تھیں۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر صرف کتابیں جمع کرنے کے شوقین ہی نہ تھے بلکہ علم کے قدردان اور اس سے مکمل استفادہ کرنے والوں میں سے تھے۔

پروفیسر صاحب کسی زمانے میں اسلامی جمعیت طلبہ میں رہے اور پھر جماعت اسلامی میں بھی۔ اس اعتبار سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے لٹریچر کے اثرات ان کے ذہن پر بھی ثبت ہوئے اور ان کے خیالات میں بھی جلوہ افروز۔ لیکن وہ خود علم کے جس مقام فائز تھے اس کے حوالے سے انہیں بجا طور پر دورِ جدید کا مجتہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ اچھے مقرر بھی تھے اور بہترین ادیب بھی، بالعموم یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ خطابت کے جوہر سے نوازتے ہیں، وہ قوتِ تحریر سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ بہت کم ایسا دیکھنے میں آیا کہ ایک شخص بیک وقت محرر بھی ہو اور مقرر بھی، خطیب بھی ہو اور ادیب بھی۔ عبدالجبار شاکر صاحب کے ہاں یہ تمام صفات جمع تھیں۔ وہ ادیب تھے تو بہت خوبصورت قسم کے ادیب، اور مقرر تھے تو وہ بھی بلند پایہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے حوالے سے یہ بات کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ انہیں دور سے دیکھتے ہی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ ایک صاحبِ علم آدمی ہیں۔ابتداء میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ غربت میں آنکھ کھولنے والوں کو اللہ تعالیٰ بسا اوقات وہ مقام عطا کرتا ہے کہ اگر دولت مند لوگ انہیں دیکھیں تو انہیں اپنی ٹوپی سنبھالنی پڑے۔اتنی اونچائی پر فائز ہوتے ہیں یہ لوگ۔عبدالجبار شاکر صاحب شکل وصورت، قدوقامت اور جسمانی اعتبار سے وجیہہ ترین آدمی تھے۔اور اسی طرح چہرے کی نورانیت کے لحاظ سے بھی اور آواز کے لہجے کے اعتبار سے بھی۔یہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ نے انہیں ودیعت کی تھیں۔جبکہ ان کا حافظہ بھی بے پناہ تھا۔ایک دفعہ جو کچھ پڑھ لیتے وہ ذہن پر نقش ہو جاتا۔جو سن لیتے وہ محفوظ ہو جاتا۔

ان سے یوں تو میری بارہا ملاقاتیں ہوئیں، لیکن ملاقاتوں میں تسلسل اس وقت آیا جب وہ دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد میں تشریف لائے۔خود میرا بھی اس اکیڈمی سے رابطہ پندرہ سال سے زائد عرصے پر محیط ہے۔گاہے بگاہے مجھے بھی یہ اعزاز حاصل ہوا کہ میں وہاں مختلف موضوعات پر تقاریر کروں۔دعوۃ اکیڈمی سے میرے رابطے کے دوران ڈاکٹر خالد علوی مرحوم بھی اس منصب پر فائز رہے۔وہ بھی بڑے صاحبِ علم آدمی تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں لکھنے کا سلیقہ زیادہ عطا فرمایا تھا اور ان کی کتابیں اس کی گواہ ہیں۔اس اعتبار سے دعوۃ اکیڈمی سے میرا رابطہ خاصا پرانا ہے۔اسی حوالے سے ہی عبدالجبار شاکر صاحب سے بھی میرا تعلق قائم ہوا۔ان سے میری آخری ملاقات جناب ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر قرآن ''بیان القرآن'' کی پہلی جلد کی تقریب رونمائی کے موقع پر ہوئی۔ڈاکٹر صاحب کی فرمائش پر ہی جناب عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دعوت دی کہ مَیں اس تفسیر پر مقالہ بھی لکھوں اور تقریب میں بھی شرکت کروں۔ڈاکٹر صاحب کی شخصیت اور بزرگی کو دیکھتے ہوئے میں انکار نہ کر سکا۔چنانچہ پشاور کے پرل کانٹیننٹل ہوٹل میں منعقدہ اس تقریب میں مَیں شریک ہوا۔وقت کی قلت کے پیشِ نظر مَیں مقالہ تو نہ لکھ سکا، البتہ مَیں نے تقریر کی۔اس تقریب میں جناب عبدالجبار شاکر کا مقالہ سننے کا موقع ملا اور یہی تقریب ہماری آخری ملاقات کا ذریعہ بنی۔اس کے بعد 13 اکتوبر 2009ء کو اللہ کا وہ بندہ اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا، جس کی ساری زندگی حصولِ علم، علم کی سرپرستی، علم سے عشق اور کتاب سے پیار میں گذری، وہ جس کا سارا سرمایۂ حیات کتابیں اور علم ہی تھا۔اس نے اس کے لئے بڑی مشقتیں بھی اٹھائیں، تکالیف بھی برداشت کیں اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پھر اپنے پیچھے بہت بڑا علمی سرمایہ چھوڑ کر رب کائنات کے حضور جا پہنچا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کو جس چیز سے پیار تھا وہ قرآن و سنت تھی۔ انہوں نے ان لوگوں کو پسند کیا جنہوں نے اسلام کی محبت اور رسول ﷺ سے گہری وابستگی کے حوالے سے کام کیا۔ بالخصوص وہ لوگ جنہوں نے عہدِ جدید میں اسلام کی اجتہادی کیفیت کو جانا، اس کی ضرورت کو سمجھا اور اسے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں ان کا پہلا پیار مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا جبکہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی انہیں بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت میں عشق جلوہ گر تھا۔

یہ ساری وہ صفات تھیں جو ہم میں مشترک تھیں اور ہمیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے تھیں۔ انہیں کی بنیاد پر ہم ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے تھے۔ یوں ہمارا تعلق ہمارے دینی جذبات کی اساس پر یکسانیت کا آئینہ دار تھا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی محبت کا عالم یہ تھا کہ علامہ کے بارے میں جو کتاب بھی کہیں چھپی، وہ ان کے پاس موجود تھی۔ کچھ ایسی ہی کیفیت کرنل عبدالعزیز کے ہاں بھی پائی جاتی تھی۔ انہیں اسلامی تاریخ سے عشق تھا اور ان کے ہاں کتابوں کی ترتیب بھی اس کی غماز تھی۔ ان کا اندازِ ترتیب کچھ یوں تھا کہ اگر مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیرت النبیؐ ایک جگہ رکھی ہوئی ہے تو اس کے ساتھ ہی وہ تمام کتبِ تاریخ بھی موجود تھیں جن کے حوالہ جات کسی بھی طور سیرت النبیؐ میں آئے تھے۔

ان دونوں شخصیات یعنی پروفیسر عبدالجبار شاکر اور کرنل عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک اور خوبی مشترک تھی۔ اگرچہ دونوں کا طب یونانی سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں تھا لیکن دونوں کے مکتبوں میں طبی کتب کا خاصہ بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ کرنل عبدالعزیز کی لائبریری میں تقریباً ایک پورا کمرہ طب یونانی کی کتب کے لئے مخصوص تھا۔ اُن میں قانون شیخ نفیسی اور کلیات اقصرائی سے لے کر وہ تمام کتابیں موجود تھیں جن کا اب صرف نام ہی باقی رہ گیا ہے۔ نفیسی کو تو حکیم محمد سعید شہید نے کہیں سے تلاش کروا کر زیورِ طبع سے آراستہ کیا تھا ورنہ نفیسی کا نام تو لوگ بہت لیتے تھے لیکن یہ ملتی کہیں نہیں تھی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے ہاں بھی طب اسلامی اور طب یونانی کی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کی لائبریری میں اس حوالے سے 3500 سے زائد تصانیف پائی جاتی ہیں۔ ایک آدمی جو طبیب نہ ہو، اس کے ہاں اتنی بڑی تعداد میں طبی کتب کا پایا جانا باعثِ حیرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ علم کسی کی میراث نہیں۔ جس میں علم کے لئے ذوق وشوق پایا جاتا ہے وہ اس کے لئے اپنا سرمایہ بھی صرف کرتا ہے اور اپنا وقت بھی۔

بغداد میں ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا، اس کا نام "بيت الحكمة" تھا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم نے بھی اپنی لائبریری کو یہی نام دیا۔ یہ دراصل اسلامی تاریخ کے ایک عظیم مظہر سے ان کے پیار اور عشق کی دلیل تھی۔ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ علم کے ساتھ پیار کرنے والے علم کے موتی کس طرح اکٹھا کیا کرتے ہیں۔ اس محنت شاقہ کے نتیجے میں ان کی لائبریری میں پچاس ہزار سے زائد کتب اکٹھی ہو گئیں۔ ان میں نایاب مخطوطات بھی ہیں اور عباسی دور کی کتب بھی۔ اس میں اقبالیات کا بہت بڑا ذخیرہ بھی پایا جاتا ہے۔ یہ عظیم الشان کارنامہ تن تنہا اس شخص نے انجام دیا جو نہ تو بہت بڑا دولت مند تھا اور نہ ہی سرمایہ دار، وہ کسی بڑے دنیاوی عہدے پر بھی فائز نہ تھا۔ اسے وہ سہولتیں بھی میسر نہ تھیں جو دنیاوی مال و دولت رکھنے والوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کا سرمایہ فضولیات پر خرچ ہوتا ہے۔ عیش وعشرت کے لئے صرف ہوتا، ایسے کاموں پر خرچ ہوتا ہے جن میں نہ منفعتِ دین ہوتی ہے اور نہ ہی نفعِ دنیا۔ ان لوگوں کے برعکس پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم نے انتہائی غربت اور عسرت کے باوجود کشادہ دستی کے ساتھ حصولِ علم کی کوشش بھی کی اور علم کے بے بہا ذخیرے کو بھی اکٹھا کیا، جبھی تو ان کے لئے بے ساختہ دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ ان کی مغفرت کے لئے، ان کے درجات کی بلندی کے لئے، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عبدالجبار شاکر اور کرنل عبدالعزیز جیسے دو چار لوگ ہی عطا فرما دے جو علم سے حد درجہ شغف رکھتے ہوں اور اسے عام کرنے کی تمنا اپنے دلوں میں پالے ہوئے ہوں۔ وہ وہی کچھ کر گزریں جو ان دونوں شخصیات نے کیا، یعنی اپنا سارا وقت اور سرمایہ حصولِ توسیعِ علم اور علمی کتابوں کو اکٹھا کر کے آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر دیا۔

یہ محض چند باتیں ہیں جو میں نے پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کے حوالے سے رقم کی ہیں وگرنہ وہ جس علمی مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔ اس کے لئے ایک طویل مقالے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے یہ توفیق عطا فرمائیں کہ میں ان کے علمی مقام و مرتبہ کے حوالے سے بھی کچھ رقم کر سکوں۔ آخر میں بس یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت جگہ عطا فرمائے۔ برزخ کی ساری منزلیں ان کی آسان ہو جائیں اور ان کی بہترین مہمان نوازی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوتی رہے۔ آمین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخِ خطابت

جناب مصطفیٰ صادق ☆

''شیخِ سرہند'' پر، پروفیسر عبدالجبار شاکر کے تبصرہ کے لئے مہینوں انتظار کیا، بالآخر تبصرہ موصول ہوا اور حسبِ وعدہ مولانا عبدالرحمٰن مدنی کے معروف جریدہ ''محدث'' میں یہ تبصرہ اشاعت پذیر ہوا۔ محدث کے مدیر آج کل مولانا عبدالرحمٰن مدنی کے فرزند، حسن مدنی ہیں، جو ماشاءاللہ پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹر حسن مدنی کہلاتے ہیں۔ اس اعزاز کی اطلاع مجھے میرے انتہائی گہرے اور قریبی دوست محترم ڈاکٹر حماد لکھوی نے دی۔ پی ایچ ڈی تو محترم حماد لکھوی بھی ہیں لیکن ان کا یہ اعزاز، اس لحاظ سے چنداں اہمیت نہیں رکھتا کہ ایک تو وہ بہت عرصہ سے یہ اعزاز حاصل کیے ہوئے ہیں اور دوسرے آج کل خود یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کے اساتذہ میں غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ مزید برآں علمی اور دینی حلقوں میں ان کا مقام واحترام دوسرے کئی پہلوؤں سے زیادہ اہمیت اختیار کر چکا ہے اور میرے نزدیک بالخصوص، ڈاکٹر حماد لکھوی، اس حقیقت کے باعث ایک اہم بلکہ انتہائی اہم جانی اور جگری دوست کی حیثیت رکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے درویش منش عالمِ دین کے فرزندوں میں شامل ہیں جو اہلِ حدیث حلقہ میں ''مرشد'' کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، اور یہ تھے حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابتداء میں ''شیخِ سرہند'' نامی جس تصنیف کا تذکرہ ہوا، اس کے مؤلف دوست بھی ہیں اور بھائی بھی۔ اور وہ ہیں عزیزم جمیل اطہر جو آج کل صحافتی برادری میں نمایاں پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ جمیل اطہر نے ''شیخِ سرہند'' کے بارے میں تبصرہ کا ذکر اس وقت کیا، جب ہم ان کے

☆ ایڈیٹر ان چیف روزنامہ ''وفاق''۔ سابق وفاقی وزیر۔ سابق صدر اے پی این ایس۔ ممتاز مفکر و دانش ور اور قومی قائد۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اخبارات، جرأت وتجارت، کے دفتر میں متفرق قسم کی گفتگو کر رہے تھے اور اس دوران میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کے سانحۂ ارتحال کا ذکر آ گیا۔ جی چاہتا ہے کہ مرحوم شاکر صاحب کو "شیخِ خطابت" کے حوالہ سے یاد کیا جائے۔ اس لئے کہ مرحوم یوں تو بہت سی خوبیوں اور خصوصیات کے حامل تھے لیکن ان کا نمایاں ترین وصف علم وتقویٰ کی بنا پر ان کا فنِ خطابت تھا، اور موصوف چونکہ پاکستان کی عظیم ترین اور متعدد اسباب کے باعث اہم ترین مسجد، فیصل مسجد، کے خطیب بھی رہے ہیں، اس لئے انہیں بجاطور پر شیخِ خطابت قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر کا ہر اہم سے اہم قومی، علمی، دینی اور سیاسی تقریب میں انتظار کیا جاتا تھا کہ وہ تشریف لائیں اور تقریب کو اس اعتبار سے شرف عطا فرمائیں کہ وہ اس تقریب میں تقریر ہی نہیں کریں گے بلکہ اس کی نظامت کا اعزاز بھی حاصل کریں گے۔ حد تو یہ ہے کہ تحریک استحکامِ پاکستان ایسے عام (لیکن اہم) ادارہ سے لے کر مجلسِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایسی قومی اور علمی تقریب کی نظامت کے لئے بھی "الحمرا" میں ان کا انتظار کیا جاتا تھا۔ کون سی بڑی جامع مسجد تھی اور کون سا اہم قومی ادارہ تھا، جہاں شاکر صاحب کی عزت افزائی نہیں کی جاتی تھی۔ اور اندازہ کیجئے کہ عمر کے آخری حصہ میں فیصل مسجد کی خطابت کا عظیم الشان...... یا مہتمم بالشان...... مقام بھی مرحوم کو نصیب ہوا۔ مجھے زندگی میں متعدد بار اس عظیم مسجد میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کا موقعہ ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ مسجد تو کوئی بھی ہو، اللہ کا گھر ہونے کے باعث اس کا انتہائی اعلیٰ مقام ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے، لیکن مسجد الحرام، مسجد نبویؐ اور مسجدِ اقصیٰ کے بعد عام مساجد سے کچھ بڑھ کر ہی فیصل مسجد کی اہمیت ہے۔ کم از کم پاکستان کی حد تک فیصل مسجد اپنی مرکزیت کے اعتبار سے خاصی نمایاں اور امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اور اسی ناطے اس مسجد کی خطابت بھی ایک اہم اعزاز کی حامل رہی ہے۔ اس لئے بھی کہ عالمی شہرت کی حامل بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ایک اہم شعبہ...... شعبہ دعوۃ...... کا ڈائریکٹر جنرل ہی اس مسجد کی خطابت کے منصب پر فائز ہوسکتا ہے۔ مرحوم شاکر صاحب پاکستان کے مختلف اہم علمی شعبوں سے متعلق رہنے کے بعد بالآخر اس یونیورسٹی کے دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل کے منصب پر فائز ہوئے اور اسی تعلق کے باعث فیصل مسجد کی خطابت کے منصب پر جاگزیں ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجھے جو خطبات سننے کا موقعہ ملا (شاکر صاحب سے پہلے ادوار میں) ان میں ہر خطبۂ جمعہ کے دو حصے ہوتے تھے، ایک اردو میں اور دوسرا عربی یا انگریزی میں۔ اس کا سبب اس مسجد کے شرکاء کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ یہاں عربی اور عجمی ...... مختلف النوع اصحاب کا اجتماع ہوتا تھا جن کی علمی تسکین کے لئے ایسے ہی خطاب کی ضرورت ہوتی تھی۔ (واللہ اعلم)

تو خیر میں چاہتا یہ ہوں کہ اپنے اس مرحوم دوست، بھائی بلکہ مشفق بھائی کو ''شیخِ خطابت'' کہہ کر پکاروں۔ مَیں یہ عرض کر چکا ہوں کہ انہی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے موصوف غیر معمولی شخصیت کے حامل تھے اور اگر مَیں یہ عرض کروں کہ پاکستان کے مختلف دینی، علمی اور سیاسی حلقوں میں مرحوم یکساں مقام رکھتے تھے تو اس میں ہرگز کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ہر حلقہ آ کر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس حلقہ کے زیادہ قریب تھے تو اس میں بھی شاید کوئی مبالغہ نہیں ہو گا۔ اس اعتبار سے بھی پروفیسر عبدالجبار شاکر منفرد اور نمایاں مقام رکھتے تھے۔

میں نے پروفیسر صاحب کو ''شیخِ خطابت'' قرار دینا موزوں تصور کیا ہے تو اس مفہوم میں کہ انہیں خطابت کا ملکہ حاصل تھا اور ایسا ملکہ کہ وہ کسی بھی حلقہ میں اور کسی بھی گروہ میں اس حد تک مقبول تھے کہ ان کے بارے میں کسی بھی اعتبار سے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ ہر لحاظ سے پسندیدہ اور ہر دل عزیز تھے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

''شیخِ سرہند'' کے تذکرہ کے حوالہ سے ''شیخِ خطابت'' کا عنوان مجھے ذاتی طور پر تو بہت اچھا لگا ہے۔ خدا جانے، ان کے حلقۂ احباب میں میری اس پسند کے بارے میں کیا ردِّ عمل ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ یہ سطور اگر شائع ہو جاتی ہیں تو اس کے بعد ہی صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ میری اس پسند کے بارے میں عام ردِّ عمل کیا ہوتا ہے۔

اب کچھ دوسری گزارشات ...... لیکن ان گزارشات سے پہلے میں اس امر کی وضاحت کر دوں کہ میں نے اپنے دوست ڈاکٹر حماد لکھوی سے اپنے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے ان کے والدِ گرامی کو ''مرشد'' قرار دیا ہے۔ اس ''مرشد'' کے لفظ کی وضاحت بس اس حد تک کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ان کا مقام اپنے عقیدت مند حلقے میں ایک ایسے ''مرشد'' کا سا تھا، جسے دوسرے حلقوں میں ''پیر'' کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ان کے حلقہ میں عام طور پر ''مرشد'' یا ''پیر'' کا کوئی تصور سرے سے رائج ہی نہیں،اس لئے یہ وضاحت ضروری قرار دے رہا ہوں۔

اب جہاں تک مرحوم و مغفور پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کی ذات کا تعلق ہے تو بس ایک عرض کر دوں کہ جن اہلِ علم و دانش سے مجھے اپنے روابط پر فخر ہے،مرحوم ان میں سرِ فہرست شمار کئے جا سکتے ہیں،لیکن کہا جا سکتا ہے کہ میرے روابط کی چنداں اہمیت نہیں ہے۔لیکن معاف کیجئے مجھے تو اپنی بات ہی کرنا ہے۔یہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہمارے معاشرے میں ان کا کیا مقام تھا یا کیا مقام ہے۔ہاں البتہ ایک بات ضرور عرض کر دوں کہ اپنی جس اہم خصوصیت کی وجہ سے مرحوم،علمی اور دینی حلقوں میں زیادہ معروف قرار پائے ہیں وہ ان کی ذاتی لائبریری ہے جسے بیت الحکمت قرار دیا جاتا ہے۔ہزاروں کتابوں پر مشتمل یہ لائبریری منصورہ کے بالمقابل، منصورہ ہی کے نام پر دوسری بستی میں دینی حلقوں کے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔

''بیت الحکمت'' کے بارے میں میری معلومات یہ ہیں کہ پاکستان میں مقیم ہر اہم دینی شخصیت نے اس لائبریری کو شوق سے دیکھا ہے اور مرحوم شاکر صاحب نے بیرونِ ملک سے آنے والی اہم شخصیات کو بھی اپنی اس لائبریری کی ''زیارت'' کے لئے ذوق و شوق کے ساتھ نہ صرف آمادہ کیا ہے، بلکہ انہیں اپنے ہمراہ لائبریری تک لے گئے ہیں۔ان میں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو اس لائبریری سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔اس کی اہم خوبی، سیرت (نبی پاکؐ کی سیرت) سے متعلق کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے، جو کم یاب ہی نہیں، بعض پہلوؤں سے نایاب بھی ہے۔اس موضوع پر جو مضامین اب تک میری نظروں سے گزرے ہیں، ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لائبریری، مرحوم شاکر صاحب کی آخرت کا بہترین سرمایہ ثابت ہوگا،ان شاء اللہ۔

مرحوم پروفیسر عبدالجبار شاکر کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جائے گا، لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں نے تو اپنے عزیز دوست زاہد اشرف کی فرمائش کی تکمیل میں قلم اٹھایا تھا، ان کی فرمائش میں کچھ اصرار بھی ایسا تھا کہ میں مجبوراً یہ سطور لکھنے بیٹھ گیا۔خدا کرے ان سطور کو وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پسند بھی کر سکیں اور پھر قابلِ اشاعت بھی تصور کر لیں۔ لائبریری کے بارے میں جو بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح جناب عبدالجبار شاکر مرحوم، ماشاءاللہ، سیرت وصورت کے اعتبار سے مردِ مومن کا نمونہ تھے، اسی طرح سیرت کی کتابوں اور صوری محاسن کے اعتبار سے ان کی لائبریری بھی شہرہ آفاق مقام رکھتی ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کے تاریخی کردار کے حوالہ سے میں اپنی اس خوش بختی کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ اگرچہ اس سعادت کے حصول کے لئے مجھے شیخوپورہ جانا پڑا، اور دو گھنٹے انتظار بھی کرنا پڑا۔ اس لئے کہ پہلی اطلاع کے مطابق نمازِ جنازہ کا وقت ساڑھے سات بجے شام تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صحیح وقت ساڑھے نو بجے تھا۔ چنانچہ اسی وقتِ مقرر پر شیخوپورہ کی ایک وسیع گراؤنڈ میں نمازِ جنازہ کا اہتمام ہوا۔ سبحان اللہ! کیا خوب نمازِ جنازہ تھی۔ نماز کی امامت بھی ممتاز عالمِ دین مولانا حافظ مسعود عالم نے کرائی جو خاص اسی مقصد کے لئے فیصل آباد سے تشریف لائے تھے۔ بلند آواز میں دعائیں اور آمین کی صدائیں یقیناً حق تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبول حاصل کر رہی ہوں گی۔ مقامی دوستوں کی رائے کے مطابق شیخوپورہ کی کسی بھی نمازِ جنازہ میں اتنی حاضری شاید ہی کسی خوش نصیب کو میسر آئی ہو۔ حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔ مرحوم کی زندگی بھی بلاشبہ خوب تھی اور رخصتی بھی گویا خوب سے خوب تر۔ والحمد للہ علی ذلک۔

اس نظام کائنات پر نگاہ دوڑائیں تو ہمارا مشاہدہ اس امر کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے کے لئے ایثار اور قربانی کے عمل سے گزر رہی ہے۔ پھل ہوں یا پھول، میوے ہوں یا اجناس، سبھی کی تیاری کے لئے کتنے ہی عناصرِ کائنات کو قربانی کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہوا، روشنی اور پانی کے لوازم اگر ایثار نہ کریں تو پھر حیات و کائنات کی گاڑی کیسے چلے گی۔ اور ذرا سوچیے اس فرزند آدمؑ کے لئے کتنی متنوع اور مختلف مخلوقات اور موجودات قربانی کے عمل سے گزرتی ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی لمحۂ گزراں اس جود و ایثار کے تصور کے بغیر نہ گزر سکتا ہے اور نہ گزرتا دکھائی دیتا ہے۔ (پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب شناس و کتاب دوست

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر ☆

لیجیے نوشتہ تقدیر پھر غالب آیا۔ ایک کتاب شناس اور کتاب دوست دنیا سے رخصت ہوا۔ وہی جس کا نام عبد الجبار شاکر تھا۔ جو واقعی جبّار کا بندہ اور جبّار کی مشیّت پر شاکر رہنے والا اور رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا کا آئینہ دار تھا۔ اسم با مسمّٰی...... اس کی صفت شاکر تھی۔ آج کون ہے جس کی زبان پر مالی عسرت کا گِلہ اور مہنگائی کی بات نہ ہو، لیکن عبد الجبار شاکر کے شناسا، سبھی شاہد ہیں کہ اس کے لب اس بارے میں گنگ تھے۔ کبھی مالی شکوہ شکایت کی بات نہ کی۔ اگر کسی نے خود بات کی، تو طرح دے گئے۔

میں نے ان کی جوانی بھی دیکھی اور بڑھاپا بھی۔ لیکن دونوں حالتوں میں ان کو جوان نہیں...... بلکہ نوجوان پایا۔ اس لئے میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ جوانی ہی میں چلے گئے۔ بالوں کی سفیدی بڑھاپے کی علامت ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ بال سفید ہو جائیں تو بڑھاپا آ ہی جائے۔ انہوں نے خود کو کبھی بوڑھا نہ سمجھا۔ نہ ہی دیکھنے والوں نے ان کو بوڑھا پایا۔ مقصد کی لگن، ہدف کا حصول، ان کی زندگی کا اصول تھا۔

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

میرا وہ دوست تھا۔ آج کا نہیں، تقریباً نصف صدی قبل کا۔ شناسائی 1967ء میں ہوئی، جب میں نے اور اس نے اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ہمیں قیام کے لئے وولنر ہاسٹل کا ایک

☆ مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''التجوید'' فیصل آباد۔ سیکرٹری عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان۔ ممتاز مفکر و مصنف۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی کمرہ الاٹ ہوا۔ ہم دونوں اورینٹل کالج کے طالب علم تھے لیکن وہ اردو میں تھا، میں عربی میں۔

پہلی ملاقات میں دل نے کہا، کٹر مُلّا ہے۔ اتنی لمبی داڑھی، لیکن اس نے جس اپنائیت سے گفتگو کی، دل نے خیال جھٹک دیا۔ فکری ہم آہنگی نے فاصلے اور بھی کم کر دیئے۔ اس کے بعد قربتیں بڑھتی ہی رہیں اور من تو شدم تو من شدی کی کیفیت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ اس کا وقتِ اجل آن پہنچا۔

ان کو کتابوں سے محبت نہیں تھی بلکہ عشق تھا اور اس عشق نے جنون کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ایسا جنون جس میں انسان پتھر کھا کر بھی لذت لیتا ہے اور اگر کوئی پتھر نہ مارے تو بدمزہ ہوتا ہے۔

میرے جنوں کا تیرے شہر میں گزارہ نہیں
مجھے تو ایک بھی پتھر کسی نے مارا نہیں

کتابوں کا جنون انہیں اس وادی میں لے گیا جہاں ہر طرف سے پتھر ہی برستے ہیں۔ اس کے دوست بھی کہتے، شاکر اتنی کتابیں کیا کرو گے۔ پاگل ہو گئے ہو۔ اس بات کے جواب میں ان کے پاس بس ایک زوردار قہقہہ ہوتا تھا، جسے سنتے ہی مخاطب کی پیشانی عرق آلود ہوتی اور زبان خاموش ہو جاتی۔

ان کے ایک مداح نے کتاب لکھی جس میں ان کے بارے میں کچھ چبھتی باتیں لکھیں۔ شاکر نے گِلہ تو کیا، جواب دینا بھی پسند نہ کیا۔ وہ راضی برضائے الٰہی رہا کرتا۔ بس ایک ہی شوق تھا، اچھی سے اچھی کتاب ذاتی کتب خانہ کی زینت بنے۔ اس ذوق کی تسکین کے لئے مالی وسائل پانی کی طرح بہانے سے بھی دریغ نہ کرتا۔

کتابوں کا شوق ان کو زمانہ طالب علمی ہی سے پیدا ہو چکا تھا۔ گھر سے پیسے تو ان کو بھی ہماری طرح تھوڑے ہی ملتے تھے لیکن وہ اپنے بیشتر پیسے کتابوں کے خریدنے پر خرچ کرتے تھے۔ انارکلی چوک میں فٹ پاتھ پر رکھی کتابیں ان کی منتظر رہتی تھیں۔ کتاب کے معاملے میں ان کی نگاہیں ہمیشہ عقابی ہوتیں۔ بازار چلتے ہوئے بھی ان کی نگاہ فٹ پاتھ پر بکھری کتابوں پر ہوتی تھی اور چلتے چلتے ایک دم کسی طرف لپکتے۔ پتہ چلتا کہ کتاب پر نظر پڑ گئی۔ بس خرید لائے اور ایسی خوشی کا اظہار کرتے کہ اس خوشی کے اظہار کا صحیح اظہار ممکن نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی کتابوں کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ہر ملنے والے کو اپنی کتابوں کی تعداد سے مطلع کرتے اور ایسے خوش ہوتے جس طرح بچہ کھلونا لے کر خوش ہوتا ہے۔

فارسی کا مقولہ ہے، کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی۔ عبدالجبار شاکر ابھی سرکاری ملازمت سے ریٹائر نہ ہوئے تھے کہ انہیں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے ایک خط موصول ہوا کہ آپ ریٹائرمنٹ کے بعد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد تشریف لے آئیں اور یہاں اپنی صلاحیتوں سے یونیورسٹی میں رنگ بھریں۔ اس خط کا تذکرہ عبدالجبار شاکر مرحوم نے سب سے پہلے مجھ سے کیا اور فرمانے لگے، میں بھائی سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہمیشہ مجھے طالب علمی زمانہ سے تعلق کے پیش نظر طاہر بھائی کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا، بظاہر تو اس میں کوئی امر مانع نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اپنے گھریلو حالات دیکھ کر قبولیت کا فیصلہ کر لیں۔ فرمانے لگے: میرے ہمراہ گھر چلیں، وہاں مزید مشورہ کرتے ہیں۔ میں نے حامی بھر لی اور ہم ان کے گھر چلے گئے۔ یہ گھر ملتان روڈ پر منصورہ کے بالمقابل واقع ہے۔ ان کے کتابی ذہن کا، تو میں ہوسٹل میں اشتراکی قیام کے زمانہ ہی سے قائل تھا لیکن ان کے گھر آ کر اس حوالہ سے مزید اضافہ ہوا۔ یہ گھر تقریباً دس مرلہ جگہ پر محیط ہے، جو پانچ منزلہ ہے، اور ہر منزل پر چاروں طرف الماریاں ہیں جن میں کتابیں، بلکہ کتابیں ہی کتابیں رکھی ہیں۔ دیواروں کے درمیان فرش پر بھی الماریاں قطاروں میں کھڑی تھیں۔ ان الماریوں میں بھی کتابیں ہی تھیں۔ انہوں نے اپنے ذوق کے مطابق ترتیب کچھ اس طرح قائم کی کہ اوپر کی ساری منزل قرآن، تفاسیر اور متعلقاتِ قرآن کتابوں کے لئے، دوسری منزل حدیث اور متعلقاتِ حدیث کی کتب کے لئے، تیسری منزل میں فقہی کتب اور چوتھی منزل ادبی کتابوں کے لئے مخصوص تھی۔ وہ مجھے چاروں منزلوں میں لے گئے اور بڑی محبت سے اپنی کتب دکھاتے رہے۔ خوش ہوتے رہے اور خوش کرتے رہے۔ میں نے پوچھا، رہائش کس منزل میں ہے؟ فرمایا: ان چاروں منزلوں ہی میں ہے۔ کام کرتے کرتے جہاں نیند آ جاتی ہے، سو جاتا ہوں۔ میں نے بیڈروم، ڈرائنگ روم، گیسٹ روم وغیرہ کے جھنجھٹ نہیں پالے۔ میں نے پوچھا، اہل خانہ کہاں ہیں؟ فرمایا: شیخوپورہ میں ہیں۔ میں نے پوچھا کب واپس آئیں گے؟ بولے، وہ تو مستقل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہیں رہتے ہیں۔ کیونکہ میں مکان اور مکین شفٹ کرنے کا قائل نہیں ہوں، اس میں بڑی اُلجھن ہوتی ہے۔ میں بیوی بچوں کو لاہور لایا ہی نہیں۔ وہ تو آبائی گھر ہی میں رہتے ہیں۔ میں نے بے تکلفی سے کہا، بھلے آدمی! لوگ گھر اہلِ خانہ کے لئے تعمیر کرتے ہیں، تم نے اگر اہلِ خانہ کو شیخوپورہ ہی میں چھوڑنا تھا تو گھر کس کے لئے تعمیر کیا؟ وہ فرمانے لگے: میں نے گھر کتابوں کے لئے تعمیر کیا ہے۔ ایک سادہ سا پلنگ، اس پر چادر بچھی تھی، اس پر مجھے لیٹنے اور آرام کرنے کا حکم دیا۔ میں تعمیلِ حکم میں لیٹ گیا۔ عبدالجبار شاکر خود ایک مصلّٰی بچھا کر فرش پر لیٹے۔ کچھ باتیں ہوتی رہیں، کچھ زمانۂ طالب علمی کے وقت ہوسٹل میں مقیم ساتھیوں کا تذکرہ آیا، کچھ سیاستِ دوراں کی باتیں بھی ہوئیں۔ لیکن ہر بات کی تان کسی نہ کسی حوالے سے کتاب اور مطالعہ کتاب، یا کسی کتاب پر گفتگو سے شروع ہوئی اور اسی موضوع پر ختم ہوئی۔ انہی باتوں کے دوران انہوں نے ایک دلچسپ قصہ بھی سنایا۔ کہنے لگے کہ لیاقت پور سے منتقل ہوتے وقت میں نے اپنی ساری کتب کو گتے کے ڈبوں میں پیک کیا اور رسیوں سے باندھا۔ سامان ٹرک میں لادتے ہوئے جب ڈبوں میں بند کتابوں کے سوا ڈرائیور کو کچھ نظر نہ آیا تو حیرت سے پوچھنے لگا، مولانا! آپ کے گھر میں کچھ گھریلو سامان، کوئی برتن وغیرہ بھی ہے یا آپ نے ساری رڈی ہی جمع کر رکھی ہے۔ اس واقعہ سے ہم دونوں نے خوب لذت لی۔ جواب آں غزل کے طور میں نے بھی اپنا واقعہ بتایا۔ ہمارے گھر ایک بوڑھی خاتون عرصہ سے کام کرتی تھیں۔ بہت خاموش طبع، کسی محلے دار نے اس خاتون سے ایک روز پوچھا، یہ قاری صاحب کیا کرتے ہیں۔ بولی، میں تو گھر میں کام کرتی ہوں۔ میری عادت نہیں کہ میں کسی کے گھریلو معاملات میں دخل دوں۔ یہ اچھی بات نہیں، میں تو خاموشی سے آتی ہوں، کام کرتی ہوں، چلی جاتی ہوں، لیکن میرا اندازہ ہے کہ ان کا رڈی کا کاروبار ہے۔ ایک پورا کمرہ رڈی سے بھرا پڑا ہے۔ انہوں نے واقعہ سنا اور لذت لیتے رہے۔

ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا، شاکر! تمہاری بیوی تو تم سے بہت نالاں رہتی ہوں گی۔ سارے پیسے کتابوں پر ہی خرچ کر دیتے ہو۔ بولے، طاہر بھائی! شاید تمہاری بات درست ہو، لیکن میں شاکر ہوں تو میری بیوی مجھ سے زیادہ شاکرہ ہے، کتابوں کی قدردان ہے۔ اس نے میرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذوق کی تسکین کے لئے اپنا زیور بیچ کر رقم میرے ہاتھ میں دی اور کہا اپنی مرضی کی کتب خرید لیں اور لائبریری کی زینت بنا دیں۔ مجھے خوشی ہوگی۔

وہ ایک مرتبہ مجھے ملنے فیصل آباد آئے۔ میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ بٹھایا، باتیں ہوئیں۔ باتوں کے ساتھ ساتھ الماری میں رکھی کتابوں کو دیکھتے رہے۔ بلکہ کتابوں کو کھولتے رہے، ان سے کھیلتے رہے۔ کھیلنے کا لفظ محض مترادفات یا لفظی تصنع کے لئے نہیں، اظہارِ حقیقت کے طور پر ہے۔ کتاب دیکھتے ہی پہلے ان کا چہرہ کِھلتا ہے۔ پھر وہ کتاب کھولتے اور پھر اس سے کھیلتے تھے۔ کھیلنے کا لفظ یہاں بھی لفظی تصنع نہیں، بلکہ کتاب کو دیکھ کر ان کی ظاہری کیفیت اور چہرہ پر پھیلتی بشاشت کے حوالے سے ہے۔ ان کے چہرے پر بکھرتی خوشی بالکل ایسی ہی ہوتی جس طرح بچے ہر نئے کھلونے کو دیکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ رخصت ہونے لگے تو فرمائش کی کہ اس ذخیرۂ کتب سے بس ایک، اپنی پسند کی کتاب کا ہدیہ چاہتا ہوں۔ اس سوال میں اتنی اپنائیت تھی کہ میں انکار نہ کرسکا۔ اگلے روز اس واقعہ کا ذکر ایک مشترک دوست سے کیا۔ کہنے لگے، عبدالجبار شاکر کی سب سے بڑی کمزوری کتاب ہے۔ کتاب دیکھ کر مچل جاتا ہے۔ اس معاملہ میں ضد کی حد تک حریص ہے، لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

''بیت الحکمت'' کے نام سے ان کی قائم کردہ لائبریری ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔ ان کی زندگی میں بھی تحقیقی کام کرنے والے طلبہ واساتذہ یہاں سے علمی فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ کتابوں کے سمندر میں غواصی کر کے علمی موتی تلاش کرتے اور اپنی تحقیق کے ذریعے ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کیا کرتے تھے۔ بلکہ بڑے بڑے قلم کار، کالم نگار بجا طور پر یہ کہتے کہ جو کتاب کہیں سے نہ ملے، وہ عبدالجبار شاکر کے ''بیت الحکمت'' سے ضرور مل جاتی ہے۔

عبدالجبار شاکر شعور و بلوغ کے آغاز ہی سے تحریکی ذہن کے حامل تھے۔ غالباً یہ ذہن انہیں ورثہ میں ملا تھا، جس کی آبیاری پاکستان میں موجود مختلف دینی تحریکات نے کی۔ زمانہ طالب علمی میں وہ جماعتِ اسلامی کے امیر سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکر سے متاثر تھے، بلکہ خاصے متاثر تھے۔ اگرچہ وہ باقاعدہ اس تحریک کا حصہ تو نہ بنے لیکن فکری اعتبار سے وہ فکرِ مودودیؒ کے بہت قریب تھے۔ نجی گفتگو میں مولانا مودودیؒ کا حوالہ دیتے، جس میں عقیدت مندی غالب ہوتی تھی اور مولانا کی کتب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی جمع کرتے تھے اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔

یہ تحریکی ذہن ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ تاریخ میں گزری، ان شخصیات سے خاصے متاثر تھے جن کا حوالہ تبلیغی اور تحریکی رہا ہے۔ مثلاً سید جمال الدین افغانی، حسن البناء، سید قطب، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ شادی کے بعد جو اثمار ہائے لذیذہ اولاد کی شکل میں اللہ نے عطا فرمائے، ان کے نام بھی انہوں نے انہی عظیم شخصیات کے نام پر ہی رکھے۔ بڑے بیٹے کا نام جمال الدین افغانی، چھوٹے کا نام رفیع الدین حجازی۔ جب کوئی ان سے بیٹوں کے نام پوچھتا تو بڑی محبت سے نسبت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کرتے تھے۔ ان بڑی شخصیات کا نام بتاتے ہوئے ان کے چہرہ پر محبت وعقیدت کی کیفیت کے آثار نمایاں ہوا کرتے تھے۔

وہ محرّک اور متحرک زندگی کے قائل تھے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا ان کے لئے پاپ سے کم نہ تھا۔ سُست روی ان کا مذہب نہ تھی۔ کچھ نہ کچھ کرنا، کرتے رہنا اور دوسروں کو کچھ نہ کچھ کرنے کی ترغیب دینا، زندگی بھر معمول رہا۔ تیز چلتے، دوسروں کو تیز روی اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ ایسے افراد کا شمار شاید مشکل ہو جو ان کی تحریک سے قلمکار بنے اور نام کمایا، زندگی کی یہی روش انہوں نے اپنی اولاد میں بھی منتقل کی۔ آپ کو انہیں لوگوں سے پیار تھا جو تاریخ میں متحرک رہے اور متحرک زندگی گزار کر رخصت ہوئے۔

شگفتگی ان کی طبیعت کا حصہ تھی۔ جس سے ملتے مسکراتے ملتے۔ دیکھتے ہی کِھل جاتے اور کُھل کر باتیں کرتے۔ خود بھی مسکراتے، دوسرے کو بھی کسی نہ کسی حوالہ سے مسکرانے پر مجبور کرتے۔ مخاطب خواہ کتنا ہی سنجیدہ مزاج ہو، ایسی بات کرتے کہ سننے والے کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔ ان کا یہ عمل رسالت مآب ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا:

دوسرے سے مسکراتے چہرہ سے ملنا بھی نیکی ہے۔

وہ پیدائشی اہلِ حدیث تھے۔ پوری لمبی داڑھی، ٹخنوں سے اونچی شلوار پہنتے۔ کبھی ننگے سر نہ رہتے۔ زمانۂ طالب علمی میں بھی شلوار ٹخنوں سے اوپر رہی۔ سر کا حلق کروایا اور چہرہ کو داڑھی سے مزین کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ستر کی دہائی میں کالجوں، یونیورسٹیوں میں انگریزی ... والے کو دیگر طلبہ اچھوت سمجھتے یا وہ خود ہی کو اچھوت خیال کرتے۔ ... لباس ہی میں دیکھا۔ وہ میرے روم میٹ تھے۔ ایک برس ہم ایک ہی کمرے میں رہے ... پتلون نہ پہنی، لیکن اس کے باوجود مجھے پتلون پہنے دیکھتے تو ناصحانہ انداز میں خوش ہوتے۔ ... کی۔ یہ حکمت سے بھرپور مبلغانہ طریقہ تھا۔ جس میں اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ کا پہلو کار فرما تھا۔ اپنے لباس اور اپنی ظاہری ہیئت پر میں نے ان کو کبھی احساسِ کمتری کا شکار نہ پایا۔

اہلِ حدیث ہونے کے ناطے وہ جہر اور رفع یدین کے قائل تھے۔ صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ سٹیج پر تقریر کے دوران بھی خوب جہر سے کام لیتے اور رفع یدین بھی کرتے تھے۔ یہ عادت باہم گفتگو میں بھی غالب رہتی۔ ان کی اس عادت کی وجہ سے مخالف بہت جلد قائل ہو جاتا۔ اگرچہ پکے وہابی تھے، لیکن عام وہابیوں جیسی سختی اور کھردرا پن ان میں ہرگز نہ تھا۔

دوستوں کے ساتھ انتہائی شفیق، محبت کا مورد، سخت سے سخت بات بھی اس انداز میں کہہ گزرتے جیسے شوگر کوٹڈ گولی۔ مخاطب کو احساس ہی نہ ہوتا، لیکن اہلِ حدیث مسلک پر پختہ کار ہونے کے باوجود وہ وسیع المشرب تھے۔ اپنی سے ہٹتے نہ تھے لیکن ہر ایک کی سنتے۔ اچھی مانتے، غلط کا دلیل سے توڑ لانے کی کوشش کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تعلقات بریلوی، دیوبندی اور شیعہ مسلک کے لوگوں کے ساتھ یکساں تھے۔ اس معاملے میں ان کا عمل قرآنی تعلیمات وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کا آئینہ دار تھا۔ وہ مخاطب کی بات میں وزن دیکھتے تو تقویٰ کی کسوٹی پر پرکھتے اور جذبۂ برّ کے تحت تعاون میں قطعاً گریز نہ کرتے تھے۔

ایک روز دوستوں میں دورانِ گفتگو مذہبی بحث چلی۔ بریلوی مکتبِ فکر کی بعض باتیں زیرِ تبصرہ تھیں۔ کچھ اس مسلک کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دفاعی کوشش کرتے رہے لیکن لاجواب ہوئے۔ عبدالجبار شاکر بولے: طاہر بھائی! چھوڑیئے، آپ عقل کی باتیں کرتے ہیں۔ عشق و محبت کی باتوں میں عقل پیچھے رہ جاتی ہے۔ عقل عشق کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عشق سر پھوڑ لیتا ہے، عقل تکتی اور غور کرتی رہتی ہے۔

بلا کے مقرر تھے۔ کالجوں، یونیورسٹیوں میں منعقد ہونے والے ہر مباحثہ میں شریک ہوتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ہمیشہ میلہ لوٹ کر ہی واپس لوٹتے۔ تالیوں کی گونج میں سٹیج پر آتے اور تالیوں کی گونج ہی میں سٹیج سے اُترتے تھے۔ لیکن پہلی تالیاں تقریر اور ان کے انداز پر نہیں، بلکہ ان کی ظاہری ہیئت کو دیکھ کر بجائی جاتی تھیں۔ جن میں طنز، ہاؤہو، شور و غوغا ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ زبان کھولتے، موضوع پر گفتگو کرتے تو پورے مجمع پر سناٹا طاری ہو جاتا۔ جادو کی کیفیت محسوس ہوتی۔ آخر میں یہ جملہ ضرور کہتے، جنابِ صدر! میں انہی دلائل و براہین کی روشنی میں آج کی قرارداد کی مخالفت/موافقت کرتا ہوں اور سٹیج چھوڑ دیتے۔ اس وقت بھی تالیاں بجتیں، لیکن یہ تالیاں سٹیج پر آنے کی تالیوں سے مختلف ہوتیں۔ ان میں تحسین و تعریف کا غلبہ ہوتا تھا۔ کسی مباحثے میں، کسی بھی بڑے سے بڑے مقرر طالب علم کی عبدالجبار شاکر کے سامنے دال نہ گلتی۔

یہ شروع شروع کی بات ہے میں نے پوچھا، شاکر صاحب! آپ کو جب کسی مباحثے میں سٹیج پر بلایا جاتا ہے تو آپ کے تأثرات کیا ہوتے ہیں۔ سٹیج کے خوف سے اعصاب پر کچھ اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ بولے، سٹیج نام کی چیز میرے لئے اعصاب شکن نہیں۔ سٹیج کا خوف ان کے لئے کبھی اعصاب شکن نہیں ہوا۔ ایک روز باتوں ہی باتوں میں خود ہی کہنے لگے: جب میرا نام تقریر کے لئے پکارا جاتا ہے اور میں اٹھ کر سٹیج پر جاتا ہوں تو طلبہ میری ظاہری حالت، قمیص، شلوار، ٹوپی، داڑھی کو دیکھ کر خوب ہنستے اور آوازیں بلند کرتے ہیں، سیٹیاں بجاتے ہیں۔ اسی ہاؤ ہو میں میری تقریر شروع ہوتی ہے۔ لیکن چند ہی لمحوں بعد تمام ہنسنے والے سنجیدہ بلکہ انتہائی سنجیدہ ہو جاتے ہیں اور مباحثہ کا فیصلہ میرے حق میں ہو جاتا ہے۔

زمانۂ طالب علمی عجیب بھی ہوتا ہے اور غریب بھی۔ خصوصاً یونیورسٹی سطح کا دور تو زندگی کے لئے عجائب و غرائب میں اور بھی اضافہ کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں شباب و عناب کی رنگینیاں ہوتی ہی ہیں اور ہوسٹل کی زندگی اس کو دو آتشہ کرنے میں ممد و معاون بنتی ہے۔ ایسے عالم میں بعض طالب علم شباب کے ساتھ عناب کے رسیا ہونے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ قانون کے شباب تو کسی قانون کی پروا بھی نہیں کرتے اور بہت سی حدود پھلانگ جاتے ہیں کیونکہ انہیں کسی عتاب کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ قانون کو اپنا غلام اور عدالت کو باندی خیال کرتے ہیں۔

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وولنر ہال کے ساتھ ہی لاء کالج کا ہاسٹل بھی ہے۔ وہاں مذکورا مشلہ کی فراوانی ہوتی ہے۔ مشرقی علوم کے بعض طلبہ بھی بہک جاتے ہیں لیکن بہت کم۔ عبدالجبار شاکر بھی وولنر ہاسٹل کے باسی اور لاء کالج ہاسٹل کے قریبی تھے۔ ان میں شباب اور جمال بھی تھا اور سخن وری کا کمال بھی۔ لیکن ان کے ہاں شباب کے ساتھ عتاب نہیں بلکہ اناب الی اللہ کی کیفیت تھی۔ ان کی راتیں بھی جاگتی تھیں، لیکن رجوع الی الرحمٰن کے ساتھ...... ان کے نینوں میں بھی مستی ہوتی تھی لیکن دعائے نیم شبی کی...... ان کی آنکھیں بھی اشکبار ہوتیں لیکن کسی فراق میں نہیں بلکہ عتابِ الٰہی اور خشیت وتقویٰ کی کیفیت سے...... وہ بھی راتوں کو لاہور کی سڑکوں پر گھومتے تھے لیکن آوارہ نہیں بلکہ مولانا مودودیؒ کے افکار پر مشتمل لٹریچر کو تقسیم کرتے ہوئے۔

وہ خود تحریکی ذہن کے مالک تھے۔ اس لئے انہیں تاریخ میں انہی شخصیات سے رغبت تھی جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین اعلائے کلمۃ اللہ قرار دے لیا تھا۔ وہ کلمۃ اللہ کو بلند کرتے ہوئے دنیا میں زندہ رہے اور اس کام کو کرتے کرتے دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کا نصب العین ہی یہ تھا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کرتے کرتے مرنا ہے اور یہی کام مرتے مرتے کرنا ہے۔ اس حوالے سے زندہ شخصیات میں وہ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے متاثر تھے۔ ان کے اقوال کو گفتگو میں خوب بیان کرتے۔ ان کے لٹریچر کو عام کرنے کے لئے جسمانی مشقت بھی برداشت کیا کرتے تھے۔ اس قلبی موانست کے باوجود وہ وسیع المشرب تھے۔ بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث اکابر کا انتہائی احترام سے نام لیتے۔ اگر کسی شخصیت کے تذکرہ میں سیاسی وابستگی کے حوالے سے ذم کا پہلو سامنے آتا تو انتہائی ادب سے اس انداز میں ذکر کرتے کہ مخاطب ڈھیر بھی ہوتا اور زخم کا اندازہ بھی نہ ہو پاتا۔ وار کا احساس کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی ہوتا۔ لیکن اس وقت تک چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس وقت تک مخاطب جواب دینے کی صلاحیت ہی سے عاری ہوتا۔

ان کا تعلق شیخوپورہ سے تھا اور اہلِ حدیث گھرانہ کے فرد تھے۔ عموماً اہلِ حدیث حضرات ابلاغ کے لئے ٹھیٹھ پنجابی کو ذریعہ بناتے ہیں۔ حتیٰ کہ سٹیج پر بھی پنجابی ہی بولتے ہیں۔ اگر کبھی انہیں تکلفاً اردو میں گفتگو کرنی پڑ جائے تو زبان لڑکھڑاتی ہے اور سننے والے کو کذب کا گمان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے لگتا ہے۔ لیکن عبدالجبار شاکر کے ہاں یہ کیفیت نہ تھی۔ اردو زبان اس شستہ انداز میں روانی سے بولتے کہ سننے والے کو اہلِ زبان ہونے کا گمان گزرتا۔ ان کی تقریر میں الفاظ کی ندرت بھی ہوتی اور اندازِ بیان میں شہد کی سی شیرینی پائی جاتی تھی کہ سننے والا مسحور ہو جاتا۔ کان لذتِ کلام سے اس درجہ مسحور ہوتے کہ سننے والا اپنی کم اور ان کی زیادہ سننے پر مجبور ہو جاتا۔ بلکہ ان کی ہی سنتے رہنے کو ترجیح دیتا تھا۔

شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبالؒ سے منسوب مرکزیہ مجلسِ اقبال کا قیام تقریباً پون صدی قبل ہی عمل میں آ گیا تھا۔ تشکیلِ پاکستان کے بعد ہر سال یومِ اقبال کی تقریب پابندی سے منعقد ہوتی ہے، جس میں اہلِ فکر و اہلِ دانش اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اقبال پسند جوش وجذبے سے اس تقریب میں شریک ہوتے ہیں۔ شعلہ بار خطیب، آتش فشاں مقرر اور ہفت روزہ چٹان کے ایڈیٹر جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم عمر بھر مرکزیہ مجلسِ اقبال کے سیکرٹری رہے۔ تقریب میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض ہمیشہ وہی ادا کیا کرتے تھے۔ ان کی شخصیت جادو اثر رکھتی تھی۔ الفاظ کا چناؤ، اندازِ خطاب دلکش نہیں بلکہ مسحور کُن ہوتا تھا۔ اپنی جولانیٔ طبع سے پوری تقریب میں رنگ بھر دیتے تھے۔ موقع ومحل کے مطابق اشعار کا انتخاب پیش کرنے کا انداز تقریب کی رونق کو دوبالا کر دیتا۔ وہ اپنی تقریر سے انسانوں کے بپھرے طوفان کو، جامد کرنے اور جامد لوگوں کا جمود توڑ کر بپھرے ہوئے طوفان میں تبدیل کر دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حاضرین دم بخود ہو کر آغا شورش کی باتیں سنا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مرکزیہ مجلس اقبال کی تقاریب میں وہ رنگ نہ رہا۔ چند برس یہ تشنگی رہی۔ ہر شخص آغا صاحب کو یاد کیا کرتا تھا۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی۔ جانے انتخاب کس کا تھا۔ تاہم نقابت کی ذمہ داری عبدالجبار شاکر کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے کوثر و تسنیم میں دُھلی، دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ کی مجموعی شستہ اور سریلی اردو سے حاضرین کو دنگ کر دیا۔ عبدالجبار نے صحیح معنوں میں آغا شورش کی یاد تازہ کی اور نقابت میں آغا جی کی نیابت کا حق ادا کر دیا اور مجلسِ اقبال کی سابقہ رونقیں پھر لوٹ آئیں۔ عبدالجبار شاکر کے بعد اب اس خلا کو کون پُر کرے گا؟ دور و نزدیک فوری طور پر ایسی کوئی شخصیت دکھائی نہیں دیتی۔

عبدالجبار شاکر کی طبیعت میں سادگی کا وہ عالم تھا کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو۔ ہمارے ہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کئی برس سے پابندی کے ساتھ درسِ قرآن جاری ہے۔ ہفتہ میں صرف ایک بار جمعہ کی شب، مغرب سے عشاء کی نماز تک۔ علمی زوال کا عالم کہ یہ ذمہ داری میرے سپرد ہے۔ ایک پارے کے اختتام پر کسی اہلِ علم کو دعوت دی جاتی ہے جو اپنے وعظ سے مستفیض فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ عبدالجبار شاکر کو دعوت دی گئی۔ فوراً قبول فرمائی۔ بروقت تشریف لائے۔ درس دیا اور حاضرین سے خطاب کیا۔ کچھ ادبی دوست ملنے آ گئے تو محفل دیر تک جمی۔ علمی، تحقیقی اور تجسّس بھری باتیں بھی ہوئیں، ادبی چٹکلے بھی چلے۔ معروف ادیب و استاد ڈاکٹر انور محمود خالد نے ان کی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ شاکر صاحب کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زبان میں گویا ہوتے ہیں؟ ان کی گفتگو سے لذتِ سماعت کا احساس بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ آرام کے لئے غریب خانہ پر انتظام تھا۔ اے سی والے کمرے میں بستر لگایا۔ فرمانے لگے، طاہر بھائی! ایسے تکلفات میں نے نہیں پالے۔ تمہارے مکان پر چھت ہے نا۔ میں نے عرض کی، شاکر! بغیر چھت کے مکان ہوتا ہے؟ ہنس دیئے، بس تو میں چھت پر سوؤں گا۔ میں نے اے سی والے کمرے میں سونے پر اصرار کیا۔ انکار ہی آیا۔ میں نے آخری دلیل دی، کہا: چھت پر مچھر کاٹیں گے۔ بولے حقیر مخلوق ہے، اپنے حصہ کا رزق ہمارے جسم سے لے لے، کیا حرج ہے۔ میں لاجواب ہوا، چھت پر لے گیا، چارپائی بچھائی۔ میں نے کہا، رکیے! ابھی بستر لاتا ہوں۔ کہنے لگے: ضرورت ہی نہیں۔ بولے، وہ شعر نہیں پڑھا:

وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

قدرت کی طرف سے سرہانا جسم کا حصہ ہے۔ اس لئے حاجت ہی نہیں۔ میں بھاگم بھاگ نیچے آیا، بستر اٹھایا، اور چھت پر پہنچا تو شاکر صاحب سنت کے مطابق دائیں کروٹ، سر کے نیچے بازو رکھے گہری نیند سو چکے تھے۔ میں نے بے آرام کرنا مناسب نہ سمجھا۔

عبدالجبار شاکر سے میری ٹیلی فون پر گفتگو ان کے انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل ہوئی۔ وہ مجھے میری کتاب ''تذکارِ قراء'' کی طباعت کی اطلاع کے ساتھ مبارکباد دے رہے تھے۔ مذکورہ کتاب ان کے بیٹے رفیع الدین نے شائع کی تھی جو نشریات کے نام سے ایک طباعتی ادارہ چلا رہے ہیں۔ فرمانے لگے، کتاب چھپ چکی ہے، صرف جلد بندی کے مراحل باقی ہیں۔ ایک ہفتہ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوران اس مرحلے کی تکمیل بھی ہو جائے گی۔

عبدالجبار شاکر کا ایک وصف یہ تھا کہ وہ علمی کام کرنے کی تحریک ضرور دیتے تھے۔ فرمانے لگے، آئندہ کس موضوع پر کام کرنے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی ارادہ نہیں بلکہ بہت سا کام مکمل ہے۔ مجود اوّل و اعظم محمد ﷺ کے عنوان سے رسالتمآب ﷺ کی ان مساعی اور فرمودات، نیز آپ کا اندازِ تلاوت اور آپ کی تلاوت کے سحر پر کافی کچھ لکھ چکا ہوں، تھوڑا کام باقی ہے۔ سنتے ہی انتہائی خوشی کا اظہار کیا اور کہا، یہ موضوع تمہارا ہی ہو سکتا تھا۔ یقیناً موضوع کا حق ادا ہو گا۔ پھر فرمانے لگے، طاہر! جلد تکمیل کیجئے۔ بھائی کی اس کتاب پر مقدمہ میں خود لکھوں گا اور نشریات ہی شائع کرے گا اور سیرت کے صدارتی ایوارڈ کے لئے کتاب پیش کی جائے گی۔ لیکن ایک احتیاط ضرور ملحوظ رکھئے۔ آیات و احادیث کی صحت بہت ضروری ہے۔ کتاب خواہ کتنی ہی اچھی ہو، ہمارے بعض کرم فرما، اس حوالے سے کتاب مسترد کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی، مقدور بھر کوشش کروں گا۔ یہ میرے ساتھ ان کی آخری گفتگو تھی۔ ''تذکارِ قراء'' طبع ہو کر پہنچی تو دو روز بعد ہی اخبار میں خبر تھی، عبدالجبار شاکر چل بسے۔ دل گرفتہ ہوا، کاش ''جیتا کچھ دن اور'' میری خوشی کو دوبالا کرتا، کتاب کی تقریبِ شناسائی میں شریک ہوتا۔ اپنی مسجع و مقفی گفتگو سے ''تذکارِ قراء'' کو مزید اجالتا۔ لیکن قرآن کا فیصلہ اٹل و حتمی:

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

لوگ اس حقیقت سے کتنے بے بہرہ ہیں کہ اللہ ہی کا فیصلہ ہمیشہ غالب آ کر رہتا ہے۔

لوگ گھر بیوی بچوں کے لئے بناتے ہیں۔ انہوں نے گھر بیوی بچوں کے لئے نہیں، بلکہ کتابوں کو جمع کرنے کے لئے بنایا۔ وہ کتابیں جمع نہیں کرتے بلکہ کتابوں کو پالتے تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک انسان اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے۔ ان کا کتب خانہ اَن گنت کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اسے انہوں نے بیت الحکمۃ کا نام دیا۔ یہ بیت الحکمۃ پاکستان کی بڑی بڑی سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں کو شرماتا ہے۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ ہندوستان کے شہر پٹنہ میں ایک بڑی لائبریری ہے، جس کا شمار دنیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اہم لائبریریوں میں ہوتا ہے بلکہ شہر پٹنہ کی وجہ شہرت اسی بڑی لائبریری ہی کی رہینِ منت ہے، جو خدا بخش لائبریری پٹنہ کے نام سے موسوم ہے۔ خدا بخش بھی کتابوں سے محبت کرنے والا عام انسان تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے سول جج کے عہدہ پر فائز تھا۔ مہینہ کے بعد حق الخدمت کے طور پر جو تنخواہ ملتی اس میں سے اپنی گزر اوقات کے پیسے رکھ کر بقیہ کی کتابیں خرید لیتا اور اپنے گھر کی الماریوں میں سجا لیتا تھا۔ بوقت انتقال یہی ذخیرہ اس کی وراثت تھا۔ کتابوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ اس کا انتظام وانصرام حکومت وقت کو سنبھالنا پڑا۔ اس وقت سے یہ لائبریری حکومتِ ہند کی تحویل میں ہے اور اسی عظیم شخصیت خدا بخش کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں کتابوں کی تعداد لاکھوں کو چھو رہی ہے۔ دنیا میں طبع ہونے والا کوئی جرنل ایسا نہیں ہے جو اس لائبریری میں موجود نہ ہو۔

عبدالجبار شاکر کی وراثت بھی درہم و دینار نہیں بلکہ وہ عظیم لائبریری ہے جو اس نے اہلِ علم اور اہلِ پاکستان اور اپنی اولاد کے لئے ورثہ میں چھوڑی ہے۔ یقیناً ان کی صلبی اولاد اس ذخیرہ کی شرعاً وارث ہے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ عبدالجبار شاکر کا یہ عظیم علمی ورثہ ایسے شکاریوں کے ہتھے نہ چڑھے جو کتابوں کو سیروں اور منوں میں تولتے ہیں اور مال کھرا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ہم نے بڑے بڑے اہلِ علم کی کتابوں کو فٹ پاتھ پر فروخت ہوتے دیکھا ہے اور بعض عظیم لکھاریوں کی کتابیں ردّی کے بیوپاریوں کے ہاں دیکھی ہیں جو پھر پنساریوں کے ہتھے چڑھیں اور انہوں نے ان کے لفافے بنائے اور ان میں ٹڈی مار پاؤڈر اور چوہے مار گولیاں باندھنے سے بھی گریز نہ کیا۔ عبدالجبار شاکر کی لائبریری ایک خزانہ ہے جس کا پہرہ دینا ضروری ہے۔ اگر اس پہرہ کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا تو یقیناً یہ علمی ورثہ، مرحوم کی طرف سے صدقۂ جاریہ ہوگا جو قیامت تک ان کے حسنات میں اضافہ کرتا رہے گا۔

عبدالجبار شاکر انتہائی امین تھے۔ کسی کے الفاظ تک کو وراثت خیال کرتے۔ ایک ملاقات میں تذکرہ عالمِ اسلام کی حالتِ زار پر چل نکلا۔ اس وقت پاکستان کے صدر جناب رفیق تارڑ تھے۔ ان سے عبدالجبار شاکر کی گاڑھی چھنتی تھی۔ جانے یہ محاورہ کس طرح اردو والوں میں چل نکلا۔ حالانکہ مشاہدہ یہ ہے کہ جو گاڑھی ہو وہ تو چھنتی ہی نہیں۔ لیکن ہمیں اس سے کیا غرض۔ یہ اردو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والوں کا کام ہے، وہ جانیں۔ بہر حال عبدالجبار شاکر کے ساتھ رفیق تارڑ کی دوستی گاڑھی تھی۔ اتنی گاڑھی کہ چھنتی ہی نہ تھی۔ میں نے عرض کیا، قبلہ! سارا یورپ مسلمانوں کو دہشت گرد کہتا ہے اور اپنی زبان میں وہ ہمارے لئے Terrorist کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے جب سے جناب رفیق تارڑ صدر بنے ہیں، اس وقت سے سارا یورپ ان کو رفیق Terror کہتا ہے۔ میری بات سن کر عبدالجبار شاکر بہت محظوظ ہوئے۔ کافی دیر تک ہنستے رہے، مجھے داد دیتے رہے۔ پھر کہنے لگے: تارڑ صاحب سے میری ملاقات چار روز بعد طے ہے۔ میں انہیں یہ لطیفہ ضرور سناؤں گا۔ یہ کہہ کر معاً بولے کہ آپ ہی کا نام لے کر سناؤں گا۔ مجھے ان کی اس بات پر رشک آیا۔ جو شخص الفاظ کے حوالے سے بھی اتنا محتاط ہو، اس کے ہاں مادی چیزوں کے بارے میں احتیاط کا عالم کیا ہوگا؟

خاموش نہ بیٹھنے والا، گھر کو منتقل نہ کرنے والا، زندگی کی اس روش کو چھوڑ کر منوں مٹی تلے منتقل ہو چکا ہے۔ کاش زمین کی زبان ہوتی تو میں شیخوپورہ کی مٹی کے ذرات سے پوچھتا، تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیئے۔ وہ میرا محبوب تھا، وہ میرا محبّ تھا۔ میرے محبوبوں کا محبّ تھا۔ اب وہ محبت ترک کر کے گریباں سی چکا۔ وہ وہاں چلا گیا، جہاں سب کو جانا ہے۔ دنیا والے سفر کریں تو لوٹ کر اپنے گھر ضرور آتے ہیں۔ امیر خسرو نے کہا تھا:

سانجھ پئی چوں دیس

لیکن عبدالجبار شاکر، اس سفر پر چلا گیا جہاں سے کوئی مسافر لوٹتا نہیں۔ لیکن ٹھہریئے...... وہ تو یہ سبق دے گیا ہے کہ میں دنیا میں سفر پر آیا تھا، اپنے حصہ کا کام کر چکا، اب اپنے گھر لوٹ کر جا رہا ہوں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

اے شیخوپورہ کی خاک! میں تجھ سے مخاطب ہوں اور صرف یہ کہتا ہوں

اے خاک تیرہ دلبرِ ما را عزیز دار

ایں نورِ چشمِ ما است کہ در بر گرفتہ ای

☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمی نوادرات کے متلاشی

مولانا محمد عزیز شمس ☆

عزیزم حماد شاکر (بن حافظ احمد شاکر) نے فون پہ، یہ اندوہناک خبر سنائی کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے علم دوست، کتاب شناس، مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ میری ان سے پہلی ملاقات ۱۹۸۷ء میں ہوئی جب وہ پنجاب پبلک لائبریریز کے ڈائریکٹر ہوا کرتے تھے۔ لاہور سے میں ان کے ساتھ شیخوپورہ گیا، وہاں ان کا مکان اسٹیڈیم کے قریب تھا۔ ان کے گھر میں ہر طرف کتابیں ہی کتابیں نظر آئیں۔ مجھے چوں کہ عربی مخطوطات سے دلچسپی ہے، اس لئے میں نے ان سے، ان کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ انہوں نے ایک مجموعہ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں دیر تک ان مخطوطات کا مطالعہ کرتا رہا۔ انہوں نے کہا کہ اگر زحمت نہ ہو تو ساتھ ہی ساتھ ان کی ایک مختصر فہرست تیار کر دوں۔ میں نے خوشی سے یہ کام کیا۔ عربی مخطوطات کی تعداد اُس وقت ان کے پاس غالباً ۶۰، ۷۰ رہی ہوگی۔ اردو اور فارسی مخطوطات کی تعداد زیادہ تھی۔ قرآن مجید کے قلمی نسخے بھی بڑی تعداد میں تھے۔ عربی مخطوطات میں مجھے بعض نادر کتابیں نظر آئیں۔ چند ہندوستانی شعراء کے عربی قصائد، فقہ و اصول کی بعض اہم کتابیں، امام ذہبی کا ایک رسالہ زغل العلم، تفسیر کواشی (جو تفسیر جلالین کی اصل ہے) وغیرہ، ان میں قابلِ ذکر ہیں۔ چند مخطوطات کی مجھے ضرورت تھی، انہوں نے ان کی فوٹو کاپی مجھے عنایت کی۔ اُس وقت ان کے ذخیرۂ کتب میں اقبالیات کا بہت بڑا مجموعہ تھا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں شاعرِ مشرق پر جو کام ہوا ہے،

☆ مکہ مکرمہ کے نامور اسلامی مفکر و محقق اور مصنف۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے مجموعہ ہائے کلام اور تصانیف کے اوّلین ایڈیشن، اوران کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نادر تحریریں ان کے پاس موجود تھیں۔انہوں نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اس وقت تک کی تمام مطبوعات پر مشتمل ایک ببلیوگرافی شائع کی تھی جس کا ایک نسخہ انہوں نے مجھے بھی عطا کیا۔

مخطوطات، قرآن مجید کے قلمی نسخوں اور اقبالیات کے علاوہ ان کی دلچسپی کے اور بھی کئی میدان تھے۔مثلاً سفرنامے، تذکرے، لُغات، خطاطی کے نمونے اوران پر مشتمل کتابیں، شعراء کے دواوین، مخطوطات اور مطبوعات کی فہرستیں وغیرہ۔مگر سب سے زیادہ جس موضوع سے انہیں دلچسپی تھی وہ سیرتِ نبویؐ ہے۔اس فن پر دنیا کی ۴۴ سے زیادہ زبانوں میں ان کے پاس قدیم و جدید مطبوعات کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ شاید ہی دنیا کی کسی ایک لائبریری میں جمع ہو۔آخری ۲۰، ۲۲ سال (جب سے میں انہیں جانتا ہوں) وہ سیرت کی کتابیں جمع کرتے رہے۔اس دوران جب بھی وہ حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آتے، مَیں انہیں لے کر مختلف مکتبات میں گھومتا رہتا۔وہ سیرت کی ساری موجود کتابیں خرید لیتے، خواہ وہ کسی قیمت پر دستیاب ہوں۔

ایک عرصہ تک وہ ہر سال بذاتِ خود اور حاجیوں کے ذریعہ، پھر کارگو سے کتابوں کے کارٹون پاکستان لے جاتے رہے۔عربی میں سیرت کی کتابوں کی ایک فہرست انہوں نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے تیار کر رکھی تھی۔مکتبات میں ان کے علاوہ دیگر نئی کتابوں کی تلاش میں رہتے، اور ہر سال فہرست میں ان کا اضافہ ہوتا رہتا۔

سیرت پر کتابوں کے علاوہ اس فن پر مطبوعہ یا قلمی کتابوں کی جو ببلیوگریفیاں اب تک شائع ہوئی ہیں وہ بھی انہوں نے جمع کی تھیں، اور اپنے بعض مضامین میں ان کا تعارف بھی کرایا تھا۔اس فن پر عربی کی ایک مشہور کتاب ”معجم ما الف عن رسول اللہ“ (صلاح الدین منجد) تقریباً چالیس سال قبل بیروت سے شائع ہوئی تھی، جواب نایاب ہے۔مرحوم کو اس کی بڑی تلاش تھی۔حسن اتفاق سے میرے فاضل دوست محمد السلیمانی کے پاس اس کے دو نسخے تھے، ان سے ملنے ان کے گھر گئے تو انہوں نے ایک نسخہ شاکر صاحب کو ہدیۃً دے دیا۔اسے پاکر وہ بہت خوش ہوئے۔

مکہ مکرمہ جب بھی آتے، یہاں کے علمی مراکز (خصوصاً جامعة أم القریٰ، رابطة العالم

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الاسلامی، مکتبۃ الحرم المکی) کی زیارت کرتے، اہلِ علم سے ملاقات کرتے، نئی مطبوعات اور تحقیقات کے بارے میں دریافت کرتے، اپنے ذخیرۂ کتب کا تعارف کراتے، نوادارت کی تلاش و جستجو میں رہتے، علماء وفضلاء سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے، مکہ اور جدہ میں وہ دعوتی اور علمی و ادبی پروگراموں میں بھی شریک ہوتے، اور حاضرین کو خطاب کرتے۔ ان سے ہر حلقہ اور فکر و مسلک کے لوگ ملتے اور خوش ہوتے تھے۔ مکہ میں وہ شیخ ابوالاشبال صغیر احمد شاغف، ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی اور ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس سے خاص طور پر ملتے۔ میرے گھر بھی تشریف لاتے اور خدمت کا موقع دیتے۔ وہ میرے ذخیرۂ کتب کو دیکھ کر کہتے کہ مذہب اور تاریخ کے علاوہ عربی ادب ولسانیات کی منتخب کتابیں تم نے خوب جمع کی ہیں۔ علماء اور عربی مدارس کی لائبریریوں میں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

میں ایک عرصے سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر مطبوعہ تصانیف کی تلاش و جستجو اور ان کی تحقیق و اشاعت میں مصروف ہوں۔ اب تک ان کی ۱۰ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، امام صاحب سے متعلق ایک مفصل ببلیوگرافی بھی عربی میں ترتیب دے رہا ہوں، جس میں ان کی شخصیت اور تصانیف سے متعلق کسی بھی زبان میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد موجود ہے، اس کا تذکرہ اور اس پر تبصرہ ہوگا۔

مرحوم کو میرے اس کام سے بڑی دلچسپی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ میں جلد از جلد اس کی تکمیل کرلوں۔ پھر امام صاحب اور ان کے افکار پر اُردو میں بھی ایک مفصل کتاب لکھوں۔ افسوس کہ ان کی زندگی میں اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکا۔ اب تک امام صاحب کی جو تصانیف میں نے پہلی بار شائع کی ہیں، ان کا ایک سیٹ مرحوم کی خدمت میں پیش کیا تھا، جسے دیکھ کر وہ خوش ہوئے۔

مکہ مکرمہ میں ایک قاضی رفاعی ہیں جن کے پاس اس شہر میں سب سے بڑی ذاتی لائبریری ہے۔ اپنے گھر پر وہ علماء وفضلاء کو جمع کرتے اور علمی نشستیں منعقد کرتے رہتے ہیں۔ ایک بار انہیں مرحوم کی آمد کا پتا چلا تو انہیں دعوت دی اور ایک علمی مجلس کا اہتمام کیا۔ مرحوم نے وہاں ایک لیکچر دیا جس میں انہوں نے حدیث اور سیرت کے تعلق سے برصغیر کے فضلاء کی خدمات کا بڑی خوبی سے تذکرہ کیا۔ اپنے ذاتی ذخیرۂ کتب کے نوادرات کا ذکر کیا اور بتایا کہ میرے پیشِ نظر اب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرت نبوی سے متعلق ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا منصوبہ ہے۔ مجوزہ عناوین کا انتخاب اور ضروری مواد کی فراہمی کا کام ہو چکا ہے۔ اب اللہ نے توفیق دی تو اسی کے لئے جُت جاؤں گا۔ میں نے اس مجلس میں مرحوم کے لیکچر کا عربی ترجمہ کیا۔ پھر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ اخیر میں عربوں کی روایت کے مطابق بڑی پُر تکلف دعوت کا انتظام تھا۔

میں ان کے ساتھ گھنٹوں مختلف علمی موضوعات اور کتابوں سے متعلق گفتگو کرتا رہتا، نئی کتابوں کی خبر دیتا، مخطوطات اور قدیم مطبوعات کی از سرِ نو اشاعت پر توجہ دلاتا۔ پاکستان میں مطبوعہ کتابوں کے بارے میں دریافت کرتا۔ مرحوم کہا کرتے کہ میں نے اپنے لڑکے جمال الدین افغانی کو کتابوں کی طباعت واشاعت میں لگا دیا ہے اور پوری زندگی میں، میں نے جو ذخیرہ جمع کیا ہے، اسے ''بیت الحکمت'' میں محفوظ کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اس سے اہلِ علم اور محققین استفادہ کرتے رہیں گے۔ اس کی مکمل فہرست تیار کرنے کے لئے انہوں نے کئی ریسرچ اسکالرز اور فضلاء کو لگا رکھا تھا۔ امید ہے کہ بڑی حد تک یہ کام ہو چکا ہوگا۔

افسوس! مَیں اب تک بیت الحکمت کی زیارت سے محروم ہوں۔ اب تو اس میں عربی مخطوطات کی بھی بڑی تعداد جمع ہو چکی ہے، ان کی بعض فہرستیں انہوں نے مجھے دکھائی تھیں، مطبوعہ ہزاروں کتابوں کی فہرست سازی کا کام جاری تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مرکز کو قائم ودائم رکھے، اور اسے مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ اس مرکز کی تعمیر میں انہوں نے ذاتی دلچسپی سے بعض ان اُمور کا لحاظ رکھا تھا جو قدیم طرزِ تعمیر اور اسلامی تہذیب کا نمونہ ہیں، اس کے دروازوں، الماریوں، اور کتابوں کی جلدوں اور دوسری بہت سی چیزوں میں یہ اثرات نمایاں ہیں۔ مرحوم نے ان کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا، جو مجھے یاد نہیں۔ اور دراصل ان کا تعلق مشاہدہ اور ذوقِ جمال سے ہے، اور بذاتِ خود بیت الحکمت کی زیارت کے بغیر ان پر تبصرہ ممکن نہیں۔ میری اور میرے دوست سلیمانی صاحب کی خواہش تھی کہ عالمی سطح پر اس مرکز کے تعارف کے لئے اس سے متعلق ایک پروگرام کم از کم الجزیرہ ٹی وی چینل کے ذریعہ نشر کیا جاتا، تاکہ لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔ اس کے لئے سلیمانی صاحب نے ''الجزیرہ'' کے بعض کارکنوں سے گفتگو بھی کی تھی، مگر افسوس کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرحوم کی زندگی میں اس کا اہتمام نہ ہو سکا، ان شاء اللہ آئندہ اس کوتاہی کا ازالہ کیا جائے گا۔

مرحوم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ انہیں ٹی وی کے پروگراموں سے کوئی رغبت نہیں، ان کا اوڑھنا بچھونا کتاب ہے۔ اور متنبی کے بقول کتاب بہترین ساتھی ہے۔ اس لئے ان کا اکثر وقت کتابوں میں گزرتا تھا۔ ہمیشہ نادر اور اہم کتابوں کی تلاش میں لگے رہتے، اور برابر انہیں اپنے مطالعہ میں رکھتے۔ ایک بار مجھ سے کہا کہ اس مرتبہ "اغانی" (ابوالفرج اصبہانی) کا ایک نسخہ لینا ہے۔ کتاب اگرچہ عربی شاعری، ادب، تاریخ اور تہذیب و ثقافت پر مشتمل موسوعاتی انداز کی ہے لیکن اس کی ترتیب موضوعات و ابواب پر نہیں، مزید برآں معلومات بھی عموماً غیر مستند اور مشکوک ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اس کا مطالعہ کریں گے؟ فرمایا ناول اور افسانہ کی طرح اسے بھی آرام کے اوقات میں دیکھا کروں گا۔ سنجیدگی اور توجہ سے مطالعہ کی چیز تو ہے نہیں۔ پھر انہوں نے احسان عباس کا ایڈٹ کیا ہوا مطبوعہ نسخہ خریدا، جو ۲۷ جلدوں پر مشتمل ہے۔

انہوں نے مختلف موضوعات پر ملک اور بیرونِ ملک میں لیکچرز دیئے جن میں سے کچھ ریکارڈ کئے گئے اور علمی حلقوں میں ان کی پذیرائی ہوئی۔ کئی بار رمضان اور حج میں مکہ مکرمہ آئے، یہاں ان کے پروگرام مختلف جگہ ہوتے۔ وہ لوگوں کے سامنے حج کے احکام و مسائل اور ان کے اغراض و مقاصد بیان کرتے، اور سوالوں کے جواب دیتے۔ جدہ اور دوسرے شہروں میں علمی اور ادبی مجلسیں منعقد ہوتیں جہاں مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے۔ یہ بیانات اتنے پُر مغز، مدلل، مربوط اور فصیح و بلیغ ہوتے کہ انہیں بغیر کاٹ چھانٹ کے بعینہٖ شائع کیا جا سکتا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے ادیب بولتے یا خطاب کرتے وقت اعلیٰ ادبی اسلوب کی رعایت نہیں کر پاتے، جب کہ لکھتے وقت یا شاعری کے لئے اس کی پابندی ضروری سمجھتے ہیں۔ مرحوم کی عام گفتگو ہو یا عوامی تقریر، ادبی مجلس میں خطاب ہو یا بین الاقوامی کانفرنسوں میں لیکچر، ہمیشہ فصیح و بلیغ زبان استعمال کرتے۔

مجھے کئی بار ان کے لیکچرز اور تقریروں کے پروگراموں میں شرکت کا موقع ملا اور ہمیشہ اس کا مشاہدہ کیا۔ پانچ سال قبل جب وہ ہندوستان گئے، میں اس وقت حیدر آباد میں تھا، مجھے پتا چلا تو فوراً ان سے ملنے دلی گیا، اور وہاں ان کے ساتھ کئی علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوا۔ ایوانِ غالب میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے اور مشہور شاعر احمد فراز کے اعزاز میں ایک مشاعرہ کا اہتمام ہوا۔اس وقت انہیں بحیثیتِ شاعر بھی دیکھا اور سنا۔دلّی کے پرگتی میدان میں ان دنوں کتابوں کی بین الاقوامی نمائش لگی ہوئی تھی۔ہم دونوں اس میں گھنٹوں ساتھ گھومتے رہے اور کتابیں خریدتے رہے۔ایک بار پاکستانی کتابوں کے اسٹال کے پاس ایک جگہ بیٹھ گئے، کچھ ٹی وی چینل والے وہاں آ گئے اور موصوف سے کتابوں اور ان کی موجودہ نمائش کے بارے میں اپنے تأثرات بیان کرنے کی درخواست کی، اور کہا کہ صرف تین منٹ میں جو کچھ کہنا ہو، کہیں۔مرحوم نے ٹھیک تین منٹ میں مختصر طور پر کتابوں کی اہمیت اور اس نمائش کی افادیت کے بارے میں اپنے تأثرات بڑے فصیح اور جامع انداز میں بیان کر دیئے، اور ٹی وی والوں سے کہا کہ ان شاءاللہ آپ کو اسے ایڈٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

خطابات اور لیکچرز کے علاوہ وہ تحریر کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ان کے بے شمار مقالات مختلف رسائل و مجلات میں شائع ہوئے ہیں۔جب میں ان سے ان کی کتابوں کے بارے میں پوچھتا تو وہ کہتے کہ میں کتابوں کا مصنف تو نہیں، البتہ سو سے زیادہ کتابوں پر مقدمے لکھے ہیں۔میں ان سے ان کے جمع کرنے کی درخواست کرتا تو ٹال جاتے۔

کئی کتابوں پر میں نے ان کے مقدمے دیکھے ہیں جو کافی طویل اور معلوماتی ہیں۔خصوصاً وہ مقدمے جو انہوں نے تذکرۃ النبلاء (عبدالرشید عراقی)، پردہ جو اٹھا دوں اگر چہرۂ الفاظ سے (ف۔عبدالرحیم)، سیرۃ البخاری (عبدالسلام مبارک پوری) اور مقالاتِ شاغف (ابوالاشبال صغیر احمد شاغف) پر لکھے ہیں۔آخری کتاب کی اشاعت کے وقت اس پر مکمل نظر ثانی بھی کی ہے، جس سے کتاب زیادہ وقیع ہو گئی ہے۔

سیرۃ البخاری کی طباعت و اشاعت کا منصوبہ انہوں نے کئی سال قبل بنایا تھا۔اس کی کمپوزنگ بھی انہوں نے کرا رکھی تھی۔میں نے انہیں بتایا کہ اس کا عربی ترجمہ ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی نے کیا ہے، اور اس پر بڑے ہی قیمتی اور علمی حواشی تحریر کئے ہیں۔عربی میں یہ کتاب دو جلدوں میں مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی ہے۔انہوں نے ایک سفر میں اسے خریدا اور ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی سے رابطۃ العالم الاسلامی جا کر ملاقات کی، اور حواشی کے اردو ترجمے کی اجازت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لی۔ پھر بعض فضلاء کو ان کے ترجمے پر لگا دیا، چند ماہ قبل کتاب شائع ہوئی۔ جو سابقہ تمام ایڈیشنوں سے بہتر ہے۔ مرحوم نے اس پر بہت مفصل مقدمہ لکھا ہے، جو قابلِ مطالعہ ہے۔

رحمۃ للعالمین (قاضی سلیمان منصور پوری) کے نئے ایڈیشن کے لئے بھی وہ ایک مفصل مقدمہ لکھ رہے تھے۔ اس کے بعض اجزاء انہوں نے مجھے دکھائے تھے۔ اس میں سیرت کی متعدد قدیم و جدید کتابوں کا تجزیہ تھا۔ مجھے علم نہیں کہ یہ مقدمہ، کتاب کے کسی ایڈیشن کے ساتھ شائع ہوا یا نہیں۔

انہوں نے مجھے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے تمام شعری و نثری سرمایہ کی بحیثیت کلیات اشاعت کے بارے میں بھی بتایا تھا، اس کے لئے ان کے پاس سارا مواد جمع تھا، ان کی خواہش تھی کہ یہ مجموعہ بھی جلد ترتیب پا کر شائع ہو جائے، جو بہت سی نادر و نایاب تحریروں، تقریروں، نظموں اور خطوط پر مشتمل ہوگا۔

آخری زندگی میں انہوں نے سیرت انسائیکلوپیڈیا کا منصوبہ اور اس کے موضوعات کا تفصیلی خاکہ تیار کر رکھا تھا، اس کے لئے وہ ایک کانفرنس بھی کرنا چاہتے تھے اور اہلِ علم کی ایک ٹیم کے ساتھ وہ اس کی تکمیل کے خواہاں تھے۔ مجھ سے کہتے تھے کہ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد اس کے لئے پورے طور پر فارغ ہو جائیں گے۔ مگر ریٹائرمنٹ کے بعد مزید توسیع ہو گئی اور اخیر میں دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر سے ڈائریکٹر جنرل بن گئے۔ جس کی وجہ سے ان کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں اور وہ اکیڈمی کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ ملازمت میں توسیع کی خبر انہیں مکہ مکرمہ میں ملی، مجھ سے انہوں نے اس کا ذکر حرم شریف میں کیا اور کہا کہ میں سوچتا تھا کہ ملازمت کے بندھن سے نجات مل جائے گی تو سیرت پر کام کرنے کے لئے پورے طور پر یکسُو ہو جاؤں گا۔ اب دیکھیئے کب تک اس سے وابستہ رہنا پڑتا ہے۔

مرحوم کے اَخلاف سے میری گزارش ہے کہ وہ ان کی ساری تقریریں اور تحریریں جمع کریں۔ تقریروں کے کیسٹ اور سی ڈی تیار کریں تاکہ شائقین ان سے استفادہ کر سکیں۔ ان کے مقدمے اور مقالات بھی سب ایک الماری میں محفوظ کر دیں، پھر ان کا مجموعہ کتابی شکل میں شائع کریں۔ غیر مطبوعہ تحریریں، خاکے، تجاویز اور خطوط وغیرہ بھی جتنے دستیاب ہو سکیں، اکٹھا کریں۔ کلیاتِ اقبال ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منصوبے کے مطابق شائع کریں۔اس کا سارا مواد ان کی لائبریری میں موجود ہے۔باقی رہا سیرت انسائیکلوپیڈیا کا منصوبہ، تو اس کے لئے اہلِ علم سے مشورہ کے بعد ماہرین کی ایک کمیٹی بنائیں، اور مرحوم کے نہج پر اس منصوبے کی تکمیل کے لئے کام کریں۔سارے مآخذ ومراجع مختلف زبانوں میں سیرت نبویؐ سے متعلق بیت الحکمت میں جمع ہیں، اور غالباً سیرت پر دنیا میں سب سے بڑا ذخیرہ یہاں موجود ہے۔اس لئے صرف کام کرنے والے افراد اور ان کی ہمت افزائی کی ضرورت ہے۔

مرحوم علمی کاموں میں ہر طرح میری مدد کرتے تھے۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ میں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری تصانیف کے مطبوعہ قلمی نسخے جمع کر کے انہیں از سرِ نو ایڈیٹ کرنے کا منصوبہ کئی سال قبل بنایا تھا۔اب تک ان کی عربی کتابوں کی تحقیق کا کام کر چکا ہوں۔امید ہے کہ جلد ہی ان کی اشاعت عمل میں آئے گی۔اس سلسلے میں جن اہلِ علم نے میری معاونت کی ان میں مرحوم پروفیسر عبدالجبار شاکر، حافظ احمد شاکر اور جناب رؤف احمد صاحب قابلِ ذکر ہیں۔ان کے ذریعہ بعض بڑی اہم اور نادر کتب و رسائل کا حصول میرے لئے ممکن ہوا۔مرحوم سے ایک بار میں نے ذکر کیا کہ برصغیر کے جدید فکری رجحانات، معاصر تحریکات اور مؤثر شخصیات پر عربی میں کوئی جامع کتاب نہیں۔جن لوگوں نے عربی میں کچھ لکھا ہے انہوں نے کسی مخصوص جماعت، شخصیت یا مکتبِ فکر کی تعریف وتوصیف کی ہے، اور مخالفین کو یا تو نظر انداز کر دیا ہے یا نامناسب الفاظ میں انہیں یاد کیا ہے، اور انصاف سے کام نہیں لیا۔میں نے سید احمد خاں سے لے کر اب تک کی مشہور شخصیات اور رجحانات وتحریکات کا ایک خاکہ بنایا، اور ان کے فکر ومسلک اور خدمات واثرات کا جائزہ لینے کے لئے ان کی اور ان کے مخالفین کی تحریروں اور معاصر رسائل وجرائد کو اصل مآخذ قرار دیا۔مرحوم میرے اس منصوبے سے متفق تھے۔انہوں نے مختلف شخصیات پر شائع شدہ متعدد کتابیں مجھے بھجوائیں، اور کہا کہ جو کتابیں دستیاب نہیں، ان کی فوٹو کاپی بآسانی حاصل ہو سکتی ہے۔

میرے خیال میں ایسی ایک کتاب کی ضرورت اردو میں بھی ہے۔انگریزی میں عزیز احمد نے اپنی کتاب Islamic Modernism in India and Pakistan (برصغیر میں اسلامی جدیدیت) میں ایک مخصوص نقطہ نظر سے ان شخصیات اور تحریکات کا جائزہ لیا ہے، مگر اس کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اشاعت پر چالیس سال گزر گئے ہیں، اس دوران کئی رجحانات اور شخصیات سامنے آئیں، جن کا مطالعہ ضروری ہے۔

مرحوم مسلکاً اہلِ حدیث تھے، جماعت اسلامی سے بھی تعلق تھا۔اس تعلق کی تفصیلات کا مجھے علم نہیں۔میں نے جماعت والوں کو عموماً ان کا بڑا احترام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔سعودی عرب میں ان کے ساتھ مختلف پروگراموں میں شرکت کرتے تھے، مگر ساتھ ہی یہاں کے اہل حدیث علماء سے بھی برابر ملاقات کرتے، اوران سے مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال کرتے تھے۔شخصیات اور کتابوں پر مناسب تبصرہ کرتے، میں نے کبھی انہیں کسی کی تحقیر وتذلیل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔تمام مکاتبِ فکر کے اہلِ علم کا ذکرِ خیر کرتے۔سید سلیمان ندوی، علامہ اقبال، مولانا آزاد، مولانا مودودی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ تعالیٰ دیگر اہلِ علم کا تذکرہ ہوتا تو ان کی خدمات کی تحسین کرتے اور طلبہ کو ان کی تصانیف وتحقیقات سے استفادہ کرنے کا مشورہ دیتے۔مولانا حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے کہ ان کے اندر تین خصوصیتیں جمع تھیں: عقیدہ میں سلفیت، اسلوبِ نگارش میں ندویت اور بحث وتحقیق میں فلسفیانہ انداز۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری، مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے الہلال اور ترجمان القرآن، مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوبِ دعوت، مولانا بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تحقیقات اور مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ وفاعِ حدیث واہلِ حدیث کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ تعصب اور تنگ نظری چھوڑ کر ہمیں اپنے اندر وسعتِ قلب اور آزادیٔ فکر ونظر پیدا کرنا چاہیے۔برصغیر کے سیرت نگاروں میں وہ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ وسید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیرت النبیؐ''، قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحمۃ للعالمین، مولانا ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری کی ''اصح السیر''، مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی الرحیق المختوم، سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خطباتِ مدراس کی بڑی تعریف کرتے تھے۔مولانا کرامت علی اسرائیلی دہلوی کی ضخیم عربی کتاب السیرۃ المحمدیۃ کے بارے میں ان کی خواہش تھی کہ اس کی ازسرِ نو طباعت عمل میں آئے۔اس کا ایک نسخہ ان کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے۔میں انہیں سیرت کی غیر مطبوعہ عربی کتابوں کے بارے میں بتاتا اوران کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اشاعت کی طرف توجہ دلاتا، وہ کہتے کہ ان شاء اللہ موقع ملا تو ان کی طباعت و اشاعت کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔

وہ چاہتے تھے کہ ڈاکٹر حمید اللہ کی اردو کتابوں (خصوصاً ''خطباتِ بہاول پور'') کا عربی ترجمہ شائع ہو۔ مگر پاکستان میں عربی میں لکھنے، ترجمہ کرنے اور تحقیقی کام کے لئے باصلاحیت افراد کی قلت کا ذکر کرتے اور کہتے کہ ہندوستان میں ندوہ، دیوبند، جامعہ سلفیہ، علی گڑھ، دائرۃ المعارف العثمانیہ حتیٰ کہ حکومت کے مختلف اداروں سے بھی بلند پایہ علمی مجلات اور تحقیقی کتابیں عربی میں برابر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ پاکستان میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد کا ایک عربی مجلّہ الدراسات الاسلامیہ قابلِ ذکر ہے اور بس۔ یہاں عربی کی طرف زیادہ توجہ نہیں، عربی مخطوطات سے دلچسپی تقریباً مفقود ہے۔ عربی زبان کی تعلیم کا اہتمام بھی مدارس و جامعات میں بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیات کو عربی کے بجائے اُردو اور انگریزی میں لکھنے پڑھنے والے بہت ہیں، کچھ لوگوں نے عربی کی ترویج و اشاعت کی بڑی کوشش کی، اس کے لئے نصابی کتابیں تیار کیں، مدارس اور معاہد، کھولے، مگر یہ ساری تدبیریں صورتِ حال کی اصلاح نہ کرسکیں۔

مرحوم ان اُمور کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کرتے، تعلیمی اداروں میں علمی انحطاط، طلبہ کے اندر پست ہمتی، مطالعہ و تحقیق سے بے رغبتی، اپنی زبان اور تہذیب سے ناواقفیت کی شکایت کرتے اور فرماتے کہ جب تک مطالعۂ کتب کا شوق، اسلامی میراث کی قدر، عربی زبان و ادب سے شغف، قرآن و سنت سے گہری وابستگی اور بحث و تحقیق کا ذوق کسی کے اندر نہ ہو وہ کوئی قابلِ ذکر علمی کام کرنے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ بیت الحکمت قائم کرکے وہ قارئین کی علمی پیاس بجھانے کے ساتھ ان کی مناسب تربیت کا بھی انتظام کرنا چاہتے تھے۔ سیرتِ نبویؐ کی کتابیں جمع کرنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ ہر مکتبۂ فکر کے اہلِ علم و دانش ان سے استفادہ کریں، ایک دوسرے کے قریب آئیں، مسلکی اختلافات کی بنا پر ان کے درمیان جو دُوری ہے، وہ ختم ہو۔ سارے مسلمان سیرتِ طیبہ کے حقیقی پیغام کو سمجھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے عقیدت و محبت میں غلوّ (حد سے تجاوز) اور ان کی شخصیت اور سنّت کے سلسلے میں جفا (تنقیص اور اعراض) کے جو مظاہر ہمارے معاشرے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں پائے جاتے ہیں، ان کی اصلاح ہو۔ اسوۂ حسنہ، رحمۃ للعالمین اور سراجِ منیر کے طور پر ہم انہیں خود پہچانیں اور ساری دنیا کے سامنے اس حیثیت سے ان کا تعارف کرائیں۔ دین کی کوئی تعبیر و تشریح سیرت و سنّت کے بغیر معتبر نہیں۔ اور دنیا میں کوئی اصلاح و سدھار تعلیماتِ نبویؐ کے بغیر ممکن نہیں۔ شاعرِ مشرق نے کیا خوب کہا ہے:

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ایک بار مَیں نے مرحوم سے کہا کہ آپ نے دوسرے علوم وفنون کے مقابلہ میں سیرت پر خصوصی توجہ شاید اس لئے دی ہے کہ اس فن کی ساری کتابیں جمع کرنا نسبتاً آسان ہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں بے شمار اور عموماً ضخیم اور کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ سیرت کی اکثر کتابیں ایک دو جلد کی ہیں۔ اس میں ضخیم کتابوں کی تعداد کم ہے۔ پھر ہر زبان میں اس کی مطبوعہ کتابیں محدود ہیں، جنہیں جمع کرنا ممکن ہے۔ انہوں نے مسکرا کر فرمایا:

میرے پیشِ نظر یہ تھا کہ ہر مکتبِ فکر کے لوگ جس فن سے دلچسپی رکھتے ہوں اس کی تمام کتابیں جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے قرآنِ مجید کے بعد مسلمانوں کے لئے سیرت و سنّت سے زیادہ اہم اور کچھ نہیں۔ چنانچہ میں نے توکلا علی اللہ یہ ذخیرہ جمع کرنا شروع کر دیا اور اب حال یہ ہے کہ لوگ اتنی بڑی تعداد میں سیرت پر ہر زبان میں کتابیں دیکھ کر حیرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ بڑے بڑے اسکالرز آتے ہیں اور سیرت کی نادر و نایاب کتابیں دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں اور میرے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

مرحوم کی بہت سی باتیں، ان کے اخلاق و عادات، علماء کے تذکرے، کتابوں پر تبصرے، کتابیں حاصل کرنے کے قصے اور دیگر بہت سے اُمور قابلِ ذکر ہیں۔ سرِ دست ان ہی سطور پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے، بیت الحکمت کو ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ پس ماندگان کو صبر کی توفیق دے اور ان کا مشن جاری رکھنے کے لئے ہمت سے نوازے۔ وما ذلك على الله بعزيز۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرحوم دوست کی یادیں

مولانا ارشادالحق اثری ☆

اسلام کے سچے شیدائی، دینی اقدار کے پاسدار، علم وادب کے شناور، اسلامی غیرت و حمیّت کے پُتلے، علم وعمل کے پیکر، اخلاق و کردار کے نمونہ، شرافت ونجابت کے امین، عجز وانکسار کے مجسمہ، خودداری اور وقار کے حامل، خطابت کے بادشاہ، سیرتِ طیبہ کے شناسا اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کے ترجمان، یہ تھے میرے مہربان مولانا پروفیسر عبدالجبار شاکر نوّر اللہ مرقدہٗ، جو ہم سے بچھڑ گئے، سب کو سوگوار کر گئے۔ ان کے جانے کا صدمہ بھولنے سے بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ ان کا بنایا ہوا شجرہ طیبہ ''بیت الحکمت'' جب تک رہے گا (اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک شاد و آباد رکھے)، ان کی یاد دلاتا رہے گا اور اس سے ہر استفادہ کرنے والے کی زبان، زبانِ حال سے پکار پکار کر کہے گی۔

مے بھی ہو مینا بھی ہو گلزار ہو گل ہو تو کیا
جب تلک ساقی نہ ہو محفل کی زیبائی نہ ہو

میری ان سے شناسائی 1971ء میں ہوئی، جب ان کی تقرری گورنمنٹ کالج لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان میں ہوئی۔ لیاقت پور میرا آبائی شہر ہے اور میں ان دنوں ادارۃ العلوم الاثریہ (فیصل آباد) میں تھا۔ رخصت پر گھر جاتا تو لیاقت پور کی ہردل عزیز اور جانی پہچانی شخصیت جناب ڈاکٹر نذیر احمد اختر رحمہ اللہ کے کلینک پر ضرور حاضری دیتا، اس لئے کہ وہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے دیرینہ دوست ہی نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ گھریلو تعلقات اور غایت درجہ کی محبت تھی اور علم و

☆ ممتاز دینی محقق ومصنف اور مبلغ۔ سربراہ ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد۔ سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادب سے بھی ان کا گہرا رشتہ تھا۔ان کے دواخانہ پر انہی کی یہ رباعی آویزاں ہوتی تھی۔

نمایاں سر میں سودائے محمدؐ میرے پیدا کر
میری ہستی بہ جذب و عشق ہمدوشِ ثریا کر
عطاء کر روضۂ اقدس کی خاکِ پاک کا سرمہ
یا اختر کو الٰہی تو غبارِ راہِ بطحا کر

ڈاکٹر صاحب مرحوم کی دکان میں لیاقت پور کے اکثر علم وادب کے شناوروں کا جمگھٹا رہتا۔ مجلسِ ادب بجی رہتی۔مریضوں کے ساتھ ادب کی چاشنی رکھنے والے بھی آتے جاتے رہتے۔شاکر صاحبؒ، لیاقت پور تشریف لے گئے تو وہ بھی فارغ اوقات میں وہاں تشریف لے آتے۔اس میکدہ میں میرا ان سے تعارف ڈاکٹر صاحب نے کروایا، بڑی محبت سے ملے، میرے اور ادارۃ العلوم الاثریہ سے میری وابستگی پر بڑے خوش ہوئے۔وہاں ایک مرتبہ رہائش گاہ پر بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔دو الماریوں میں بھری کتابوں سے تعارف کرایا۔سرزمینِ لیاقت پور میں ان کی نادر علمی کتابیں دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ اس جنگل میں یہ کتابیں۔(سبحان اللہ)

اسی پہلی ملاقات نے باہمی اخوت ومحبت کا رشتہ استوار کر دیا۔اس کے بعد جب بھی ملاقات ہوتی، بڑے تپاک اور خندہ پیشانی سے ملتے اور دل موہ لیتے۔بلکہ سبھی سے وہ اسی طرح ملتے اور ہر ملنے والے کو اپنا گرویدہ بنالیتے۔یبوست نام کی کوئی چیز ان کے قریب نہ پھٹکتی، ہنستا مسکراتا چہرہ، پھول برساتی گفتگو، بڑوں کے لئے سرتاپا انکسار اور چھوٹوں سے شفقت وپیار کے پیکر تھے۔

سرزمینِ قصور کے ایک گاؤں میر محمد میں پیدا ہوئے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انہیں اتنے اعزازات سے نوازا تھا کہ بہت کم کسی کے حصہ میں آئے۔دینی علوم کے ماہر، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کے امتحان میں امتیازی شان لئے ہوئے، قانون میں ایل ایل بی، کالجز کی دنیا کے کامیاب لیکچرار، فنِ خطابت کے شہسوار، اس میدان میں اپنی ثقافت وطلاقت، لفظی ومعنوی گہرائی وگیرائی، خطیبانہ جاہ وجلال، رعب ودبدبہ اور وجاہت کا ہی نتیجہ تھا کہ شیخوپورہ کی مسجد کی خطابت سے فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب مقرر ہوئے۔کتابوں سے گہرے رشتہ کے اعتراف ہی میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہیں پنجاب پبلک لائبریری کا ڈائریکٹر بنایا گیا، ان کے علمی رُسوخ اور وسعتِ مطالعہ کی بنا پر ہی انہیں دعوۃ اکیڈمی کا ڈائریکٹر اور پھر ڈائریکٹر جنرل دعوہ وشریعہ اکیڈمی بنایا گیا۔ سیرتِ طیبہ سے ان کی والہانہ دلچسپی اور معلومات کے اعتراف میں ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے منصبِ جلیل پر فائز ہوئے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریباً 18 زبانوں میں چار ہزار سے زائد کتب ان کی لائبریری ''بیت الحکمت'' کی زینت ہیں۔ فرمایا کرتے تھے میں شام، مصر، سعودی عربیہ، ایران کے مکتبات میں گیا ہوں، اتنی تعداد میں سیرت پر مشتمل کتابیں میں نے کسی ایک مکتبہ میں نہیں دیکھیں۔ یہ بات کہتے ہوئے جہاں ان کا چہرہ تمتما اٹھتا، وہاں تشکر وامتنان سے ان آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ 1986ء میں کتبِ سیرت کے اس گراں قدر ذخیرے کی بنا پر مرحوم صدر ضیاء الحق نے ان کو خاص ایوارڈ سے نوازا۔ حکومتِ ایران نے مخطوطات کی عالمی نمائش پر انہیں تیسرا انعام دیا۔ بلاشبہ ؎

کمی نہیں قدر دانوں کی اکبر
کرے جو کوئی کمال پیدا

کتابیں جمع کرنے کا شوق ان کا دیوانگی کی حد تک تھا۔ وہ اندرون وبیرون ملک جہاں بھی گئے وہاں کتب خانوں کا رخ کیا۔ کتابیں خریدیں اور انہیں اپنی لائبریری کی زینت بنایا۔ ایک بار ایامِ حج میں حرم پاک میں ملاقات ہوئی تو بڑی خوشی سے فرمایا: اس مبارک سفر میں حرمین شریفین کے مکتبات سے تاریخ و رجال اور متونِ احادیث پر جس قدر کتابیں نظر آئیں وہ سب خرید کر لی ہیں اور کارگو کے ذریعے سے بھجوا بھی دی ہیں۔ ادارۃ العلوم الاثریہ کا کتب خانہ دیکھنے کے لئے بھی وہ تشریف لائے اور جو کتابیں ان کے ذخیرۂ کتب میں نہ تھیں، ان کی فہرست بناتے گئے۔ ایک مرتبہ غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میں ان دنوں جامعہ محمدیہ خالد آباد غلہ منڈی میں ہوتا تھا۔ مجھے سیرتِ طیبہ اور اقبالیات کے حوالے سے ان کے ذوق وشوق کا علم تھا۔ میرے پاس پنجابی زبان میں سیرتِ طیبہ پر ایک چھوٹی سی کتاب تھی، میں نے وہ ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا، میرے پاس آپ کے ذوق کی تسکین کے لئے کوئی چیز نہیں، البتہ یہ بقدر جثہ چھوٹا سا حصہ آپ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔

پنجابی میں سیرت پر یہ کتاب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا میرے پاس سیرتِ طیبہ پر مشتمل متعدد زبانوں میں وافر ذخیرہ ہے مگر پنجابی میں ابھی تک کوئی کتاب نہیں۔ عرض کیا: چلیئے، آپ کی تشریف آوری کا مقصد بَر آیا اور آپ کی لائبریری میں میرا حصہ بھی پڑ گیا، جسے انہوں نے بڑی محبت سے اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

کتابوں کے بارے میں ان کی وارفتگی کا اندازہ کیجئے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ بیگم صاحبہ نے دل کے بائی پاس کے بعد کہا: آپ کو آنے جانے میں دقت ہوتی ہے، بس اور ویگن کا انتظار اور پھر ان میں یہ دھکم پیل اب مجھے بڑا ناگوار گزرتا ہے۔ آپ کوئی مناسب گاڑی لے لیں اور اس پر سفر کیا کریں۔ میں نے کہا: آپ کی محبت کا شکریہ، ایک کیا میری تو کئی گاڑیاں ہیں۔ وہ حیران ہو کر بولیں کہ وہ کہاں اور کیسے؟ میں نے کہا جس پر بیٹھ جاتا ہوں وہ میری گاڑی ہوتی ہے۔ وہ تو آوازیں دے دے کر بلاتے اور احترام سے بٹھاتے ہیں، یوں آنا جانا میرے لئے کوئی مشکل نہیں۔ البتہ ایک مستقل گاڑی، اس کا خرچہ بہت بڑا بوجھ ہے۔ اس کی بجائے جمع شدہ پونجی سے کتابیں خرید لیتا ہوں اور میں اسی حالت میں خوش ہوں، نہ کوئی فکر، نہ فاقہ۔ ان کے شب و روز اسی شوق میں گزرتے۔ تنخواہ کا ایک حصہ کتابوں کی خریداری کے لئے وقف تھا۔ وہ بس ''اہلِ کتاب'' نہ تھے بلکہ کتاب بینی اور کتاب خوانی تو گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب جہاں جس موضوع پر گفتگو کرتے علم و ادب کا دریا بہا دیتے۔ جس جس کتاب کا مقدمہ یا پیش لفظ لکھا، پڑھ کر یہی تاثر ابھرتا ہے کہ شاید کوئی اس سے بہتر پیش لفظ نہ لکھ سکے۔

12،11،10 اکتوبر **2009**ء کو کراچی، حیدر آباد اور نیو سعید آباد میں تھا۔ **13** کو تقریباً نو بجے گھر پہنچا تو سفر کی صعوبت نے ہاتھ دکھلایا۔ طبیعت میں کسل اور بے ہمتی کی بنا پر، نہ مرکز التربیہ الاسلامیہ میں پڑھانے کے لئے جا سکا اور نہ ہی ادارۃ العلوم الاثریہ میں۔ تقریباً گیارہ ساڑھے گیارہ بجے فون آیا کہ پروفیسر عبد الجبار شاکر وفات پا گئے ہیں۔ رات مغرب کے بعد شیخوپورہ میں ان کی نمازِ جنازہ اور تدفین ہے۔ یہ اچانک خبر بجلی بن کر گری اور طبیعت کی رہی سہی کسر بھی نکل گئی۔ تاہم دل بے قرار تھا، جیسے کیسے بھی ہو جنازہ پر جانا ہے اور دیرینہ دوست کو الوداع

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی کرنا ہے۔ میں نے اپنے مہربان ساتھی لالہ افتخار، اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت فرمائے، سے فوراً رابطہ کیا کہ چلنے کا کوئی انتظام کریں۔ عصر کے بعد جنازہ کے لئے چلنا ہے۔ انہوں نے بسر وچشم حامی بھر لی، مگر کرنا قدرت کا کہ ظہر کی نماز کے بعد اسہال شروع ہو گئے۔ وقتی طور پر دوائی لی مگر فائدہ نہ ہوا، بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ بالآخر عصر سے پہلے ہی ہمت جواب دے گئی۔ میں نے لالہ صاحب سے یہ صورت حال ذکر کر کے جانے سے معذرت کی اور انہیں کہا کہ آپ ضرور جائیں۔ وہ اور میاں ارشد صاحب چلے گئے اور یوں یہ بدنصیب اپنے مہربان دوست کے جنازہ میں شرکت سے محروم ہو گیا۔ یہاں چارپائی پر ہی ان کی بخشش وارفع درجات کی دعا کرتا رہا۔ اور اب بھی ان کے لئے دعا گو ہوں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَأَلْحِقْهُ بِالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ۔ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَيَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِيْنَ وَيَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ ان کے پسماندن کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کی اولاد کو ان کا جانشین بنائے۔ ''بیت الحکمت'' اور ''کتاب سرائے'' کو انہی خطوط پر قائم رکھنے، بلکہ مزید بامِ عروج تک پہنچانے کی اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ملکِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان جو علامہ اقبالؒ کے تصوّرِ اسلامی ریاست کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اقبالؒ کے اس خواب کی تعبیر قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں حاصل کی گئی۔ یہ بلاشبہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا سیاسی معجزہ ہے جو ایک ماڈل اسلامی ریاست کی تشکیل کی بشارت دیتا ہے۔ شریعتِ اسلامی کے ہمہ گیر قوانین کے تحت ایک صالح معاشرے کی تعمیر ہمارا مقصود تھا۔ ایک اسلامی ریاست اور اس کے تمام اداروں کی ضابطۂ شریعت کے مطابق تشکیل ہماری منزل تھی۔ اس مقصد کی خاطر انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہت بڑی اور طویل جدوجہد کی گئی اور ابھی تک کی جارہی ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سحر طراز خطیب

مولانا مجاہد الحسینی ☆

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں اپنی خاص عنایات اور اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان میں سے پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی بھی ممتاز نظر آتی ہے۔ پروفیسر عبد الجبار شاکر، علم وادراک میں گہری مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ بیان وخطابت میں بھی سحر طرازی کے مالک تھے۔

برصغیر میں اردو زبان کے جن خطیب اور مقرر حضرات نے شہرت پائی اور اپنی سحر بیانی کے جھنڈے گاڑے ہیں، ان میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، آغا شورش کاشمیری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، صاحبزادہ فیض الحسن اور بہادر یار جنگ کے اسماءِ گرامی خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ انہی بلند پایہ خطیبوں میں پروفیسر عبد الجبار شاکر بھی شمار کیے جاسکتے ہیں۔ وہ ہر موضوع پر بلاتوقف گفتگو پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ سیرۃ النبیؐ اور علامہ اقبالؒ کے افکار و نظریات کے زیرِ عنوان خطاب ایسا ہوتا جیسے آبشار کا بہاؤ!

پروفیسر عبد الجبار شاکر اگرچہ مسلکِ اہلحدیث سے تعلق خاطر رکھتے تھے، لیکن ان سے ملاقات رکھنے والے، ان میں مسلکی تشدد کی ادنیٰ جھلک بھی محسوس نہیں کرتے تھے۔ میری ان سے پہلی ملاقات دفتر خدام الدین لاہور میں ہوئی۔ وہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے شرفِ ملاقات اور خدام الدین میں اپنے مضمون کی اشاعت کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ ان سے ملاقات کر کے ان کے اخلاقِ حسنہ اور ان کی تبسّم آمیز گفتگو نے میرے دل ودماغ پر ایسے نقوش ثبت

☆ نامور عالمِ دین، صحافی، مصنف اور ادیب۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ صوت الاسلام، فیصل آباد۔ سرپرست عالمی رابطہ ادب اسلامی فیصل آباد۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیے کہ وہ آج بھی درخشاں وتاباں ہیں۔ بعد ازاں فیصل آباد میں منعقدہ مختلف علمی وادبی تقریبات میں ان سے سلسلۂ ملاقات جاری رہا۔

اسی اثناء میں ''شاہ ولی اللہ کے دیس میں'' میری کتاب شائع ہوئی تو احباب نے پنجاب کی سرکاری لائبریریوں کے لئے اس کی منظوری حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ لاہور میں ڈائریکٹر جنرل پنجاب لائبریریز کے دفتر میں پروفیسر شاکر صاحب سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ مجھے اس وقت معلوم ہوا کہ وہ پنجاب لائبریریز کے ڈائریکٹر ہیں چنانچہ انہوں نے دفتری ضوابط طے کر کے میری اس کتاب کے ساتھ دیگر مطبوعہ کتب کی بھی منظوری دے دی جو دفتر میں بعد ازیں پیش کی گئی تھیں۔ اس طرح ان کے ساتھ ایک خاص اور گہرا تعلق خاطر قائم ہوگیا تھا۔

ان دنوں میں رابطہ ادب اسلامی پاکستان کی فیصل آباد فرع بہت زیادہ فعال بھی تھی اور مرکزی کردار کی حامل بھی۔ تب ڈاکٹر انور محمود خالد اس کے صدر اور ڈاکٹر زاہد اشرف سیکرٹری تھے۔ ان کے زیر اہتمام زرعی یونی ورسٹی میں علامہ اقبالؒ کے حوالے سے ایک اہم علمی وادبی پروگرام کا انعقاد ہوا تو اس میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کی فاضلانہ تقریر سے سامعین بے حد متاثر ہوئے۔ بعد ازاں میری کتاب ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ امنِ عالم'' کی اشاعت پر جب تقریبِ رونمائی منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تو پروفیسر عبدالجبار شاکر کو دعوت دی گئی۔ آپ نے کرم فرمایا اور ہاشمی بینکوئٹ ہال میں منعقدہ تقریب میں رونق افروز ہو کر سیرت النبیؐ کے امنِ عالم سے متعلق واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فیصل آباد کو یہ شرفِ اوّلیت حاصل ہے کہ اس کے اہلِ علم نے پاکستان کے ناگفتنی حالات اور پُر تشدد ماحول میں سیرت طیبہ کی روشنی میں امن وسلامتی کی تبلیغ و اشاعت کا لائق تحسین کارنامہ سرانجام دینے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ پھر میرا نام لے کر زبردست حوصلہ افزائی کی۔ پروفیسر شاکر صاحب کا فیصل آباد میں یہ آخری خطاب تھا۔

بہر نوع پروفیسر شاکر صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، ایک روز انہوں نے باصرار اپنے دانش کدہ پر حاضری کی دعوت دی، چنانچہ ملتان روڈ لاہور پر منصورہ کے بالمقابل واقع ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا تو بیت الحکمۃ کے نام سے قائم کردہ ان کا حیرت انگیز اور لائقِ صد تقلید و

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تحسین، علمی اور تاریخی ورثہ دیکھ کر زبان سبحان اللہ کے کلماتِ تشکر سے تر ہو گئی۔

میری نظر میں ملک کے پرائیویٹ کتب خانوں میں جہاں گوٹھ پیر جھنڈا (سندھ)، صادق آباد کے میر صاحب کے کتب خانہ، اور میلسی کے قریب جھنڈیر کے مقام پر میاں مسعود احمد کے بہت بڑے کتب خانے کے نام آتے ہیں، وہاں پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ کا نادر و نایاب کتب پر مشتمل ''بیت الحکمۃ'' ایک تاریخی ورثہ اور مشتاقانِ علم و حکمت کے لئے اکتسابِ فیض کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کتب خانے میں اگرچہ ہر علم و فن سے متعلق نادر کتب کا ذخیرہ ہے، لیکن قرآنِ کریم کے جن گراں قدر مخطوطات اور رنگا رنگ طباعت اور خطاطی سے آراستہ نسخوں کی زیارت نصیب ہوئی وہ قبل ازیں کہیں نظر نواز نہ ہوئے تھے، اور بقول پروفیسر شاکر، برصغیر پاک و ہند کے کتب خانوں میں بھی شاید ہی ایسے نادر و نایاب مخطوطے موجود ہوں۔

دنیا دار لوگ تو اپنی اولاد، اور ورثاء کے لئے دراہم و دنانیر، روپے اور ڈالر چھوڑ کر راہِ آخرت پر روانہ ہوتے ہیں، جو یا تو ورثاء کی بندر بانٹ کی نذر ہو جاتے ہیں، یا خرچ ہو جاتے اور وجۂ نزاع بن جایا کرتے ہیں۔ لیکن دین دار اور اہلِ علم و دانش کا سب سے قیمتی ورثہ ان کے کتب خانے اور مختلف علوم و فنون پر مشتمل بالخصوص قرآن کریم، احادیث الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، سیر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور تاریخ و فقۂ اسلامی پر مشتمل نادر و نایاب کتب کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ ایسا سرمایہ ہے جو کسی کے لئے وجۂ نزاع نہیں بلکہ لائقِ افتخار قرار پاتا ہے، وہ ایک ایسا سرمایہ ہے جسے جتنا بھی خرچ کیا جائے گا اور جس سے جس قدر بھی اکتساب ہوگا، اس میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

بحمد اللہ پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمہ اللہ کی اولاد نے علم افزا ماحول میں پرورش پائی ہے۔ پروفیسر صاحب نے خوب توجہ کے ساتھ انہیں اسلامی آداب سے آراستہ کیا ہے، اور انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اردو بازار لاہور میں بھی گراں قدر کتب خانہ قائم کر دیا تھا جسے ان کی صالح اولاد، رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔

پروفیسر عبد الجبار شاکر ڈائریکٹر لائبریریز پنجاب کے عہدہ سے ابھی ریٹائر نہیں ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کے پیشِ نظر انہیں دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدہ جلیلہ پر متمکن کرنے کے دوش بدوش ان کی خدمات شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد کے خطیب کی حیثیت سے بھی حاصل کر لی گئیں، جنہیں وہ نہایت دانشمندی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے تھے۔ وہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق حلقوں میں یکساں مقبولیت سے سرفراز تھے۔ صابر، شاکر، مرنجاں مرنج، خندہ رُو، سراپا اخلاص ومحبت اور بوقلموں صلاحیتوں سے متصف ایک بلند پایہ عالمِ دین اور ممتاز دانش ورکا اچانک داغِ مفارقت دے جانا بہت بڑا دینی وعلمی نقصان ہے، جس کی تلافی اللہ کی ذات ہی کر سکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام علیین عطا کرے، اور پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کے علمی نادر و نایاب سرمائے کی حفاظت اور صبر و استقامت سے کام لینے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

خطیبِ بے بدل

صابر بھی تھا، شاکر بھی تھا وہ عابدِ پروردگار
خزاں رسیدہ گلشنِ اُمت میں بھی تھا نغمہ بار
ترجماں اقبالؒ کا تھا، وہ ظفرؒ کا تھا نقیب
وہ زوالِ اُمتِ اسلامیہ پر تھا اشک بار
اس کے فکر و نظر میں تھی وسعت و پہنائی بھی
وہ خطیبِ بے بدل تھا، داعیٔ حق عبدالجبار

مولانا مجاہد الحسینی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شائستہ کلامِ اہلِ علم

مولانا محمد اسحاق بھٹی ☆

کم و بیش تیس برس پہلے کی بات ہے کہ مجھے جڑاں والا (ضلع فیصل آباد) سے میرے بعض عزیزوں نے ٹیلی فون پر بتایا کہ تین روز بعد یہاں فیصل آباد کے ڈپٹی کمشنر کی صدارت میں ایک جلسہ ہو رہا ہے، جس میں دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہلِ حدیث حضرات کو سرکاری طور پر اطلاع دی گئی ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کے ایک ایک مقرر کو دعوت دیں جو اس مجمعے میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی تلقین کریں اور اس اختلاف سے دامن بچا کر رکھنے کا درس دیں، جس سے اُمت میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ سامعین محدود تعداد میں ہوں گے جن میں ضلع کے حکام بھی شامل ہوں گے۔ عام مقرر سے کام نہیں چلے گا۔ یہاں ایسے مقرر کی ضرورت ہے جو اپنے اندازِ خطابت سے حاضرین کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس وقت مَیں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں تصنیفی خدمات انجام دیتا تھا۔ ٹیلی فون سُن کر سوچ رہا تھا کہ کس مقرر سے رابطہ کیا جائے اور انہیں وہاں جانے کے لئے کیسے آمادہ کیا جائے۔ اتنے میں ایک دوست آئے اور ان سے بات کی تو انہوں نے فوراً کہا، اس کے لئے پروفیسر عبدالجبار شاکر سے رابطہ کرو۔ وہ اس مجمعے کے لئے موزوں مقرر ثابت ہوں گے۔

میں نے یہ نام پہلی دفعہ سنا تھا۔ عرض کیا، وہ کہاں رہتے ہیں۔ میں ان سے واقف نہیں۔ ظاہر ہے، وہ بھی مجھے نہیں جانتے ہوں گے۔ انہوں نے ان کا ٹیلی فون نمبر دیا اور میں نے نمبر گھمایا تو آواز آئی۔ ''السلام علیکم'' نہایت میٹھی اور نرم آواز! میں نے اپنا نام بتایا تو بولے: میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ نے یاد کیا۔ بہت بہت شکریہ۔

☆ بہت سی گراں مایہ کتب کے مصنف۔ وقیع مؤرخ اور قابلِ قدر صاحب قلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خیر و عافیت کے تبادلے کے بعد عرضِ مدعا کیا تو کہا: ضرور جاؤں گا۔ بس یہ بتایئے کہ کس جگہ جانا ہے اور کس وقت جانا ہے۔

میں نے عرض کیا: ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں کہ آپ کے وہاں پہنچنے کی کیا صورت ہوگی؟

نستعلیق لہجے اور مہذبانہ اسلوب میں جواب دیا: ''وہاں پہنچنے کی صورت کا کیا مطلب؟'' آپ نے کہہ دیا۔ یہ کافی ہے اور میں چلا جاؤں گا۔

تیسرے دن ان کو لینے کے لئے گاڑی آئی اور وہ چلے گئے۔ تقریر کے بعد جڑاں والا سے ٹیلی فون آیا کہ بہت اچھا پروگرام ہوا، اور ہمارے مقرر کی تقریر بہت پسند کی گئی۔ ڈپٹی کمشنر نے اپنی صدارتی تقریر میں موضوع کے متعلق خاص طور سے ان کی بعض باتوں کا حوالہ دیا۔

اگلے دن پروفیسر عبدالجبار شاکر نے ٹیلی فون کیا کہ میں کچھ باتیں کر آیا ہوں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان باتوں کا ضلع کے اہل کاروں اور دوسرے لوگوں نے کیا اثر لیا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ مختصر الفاظ میں منتظمین کا تاثر یہ ہے کہ آپ نے میلہ لوٹ لیا۔

ظاہر ہے انسانی فطرت کے مطابق انہیں خوش ہونا چاہیے تھا اور وہ خوش ہوئے۔

ابھی تک ان سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ یہ سب ٹیلی فونک گفتگو تھی۔ اس سے چوتھے روز ریڈیو پاکستان (لاہور) سے ایک مذاکرے میں شرکت کی دعوت آئی، جس میں پروفیسر صاحب بھی شامل تھے۔ اب ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ میانہ قد، سرخی مائل گندمی رنگ، گول چہرہ، کشادہ پیشانی، آنکھوں میں ذہانت کی چمک، شلوار قمیص میں ملبوس، سر پر قراقلی ٹوپی، میٹھی آواز، خوب صورت طرزِ کلام، دل کش اسلوبِ بیان۔

یہ ان سے پہلی ملاقات تھی جو ریڈیو پاکستان لاہور میں ہوئی، اور اسی موقع پر پتا چلا کہ وہ بھٹی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ برادری کے نقطۂ نظر سے یہ بات میرے لئے مزید باعثِ مسرت تھی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کے والدِ مکرم کا اسم گرامی حکیم عبدالعزیز تھا اور وہ دراصل حسین خاں والا (تحصیل پتوکی، ضلع قصور) کے رہنے والے تھے۔ دینیات کے عالم تھے اور دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) کے فارغ التحصیل۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار شاکر کی ولادت یکم جنوری 1947ء کو موضع میر محمد (ضلع قصور) میں ہوئی۔ والدِ مکرم نے ان کا نام ایک بہت بڑے عالم وصالح بزرگ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر "عبدالجبار" رکھا۔ وہ زندگی کی منزلیں طے کرنے لگے تو اس نام کے، جو "تفاؤلاً" رکھا گیا تھا، بہت سے آثار ان میں نمایاں ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم شام کوٹ اور حسین خاں والا میں حاصل کی۔ بی۔ اے ساہی وال کے گورنمنٹ کالج سے پاس کیا۔ پھر لاہور آ کر پنجاب یونیورسٹی اوریئنٹل کالج میں داخلہ لیا اور ایم اے اردو کے امتحان میں دوئم پوزیشن میں کامیاب ہوئے۔

اس کے بعد ملازمت کا سلسلہ چلا، جس کا آغاز لیاقت پور سے ہوا۔ پھر 1976ء سے 1982 تک شیخوپورہ کالج میں لیکچرر کی حیثیت سے خدمت انجام دی۔ 1982ء میں صوبہ پنجاب کی لائبریریوں کے ڈائریکٹر مقرر کئے گئے۔ 2004ء تک اس منصب پر متمکن رہے۔

فیصل مسجد اسلام آباد کی خطابت ایک معزز انہ عہدہ ہے جس پر انہیں فائز کیا گیا۔ علمی اعتبار سے اللہ نے انہیں متعدد اعزازات سے نوازا۔ ڈائریکٹر شریعہ اکادمی، ڈائریکٹر جنرل دعوہ اکیڈمی، ڈائریکٹر نیشنل سیرت چیئر۔ یہ نہایت اہم عہدے ہیں، جن پر وہ فائز رہے۔

جس زمانے میں وہ پنجاب لائبریریز کے ڈائریکٹر تھے، لائبریریوں کے لئے پرانی کتابیں خریدنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی، جو سات آٹھ ارکان پر مشتمل تھی، اس کا ایک رکن مجھے بھی بنایا گیا تھا۔ ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار (ڈائریکٹر عجائب گھر، لاہور) اور ایئر کموڈور انعام الحق بھی ان ارکان میں شامل تھے۔ ڈیڑھ مہینے کے بعد اس کمیٹی کا اجلاس قائداعظم لائبریری میں منعقد کیا جاتا تھا۔ اس کی کارروائی پروفیسر عبدالجبار شاکر لکھتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سی نئی اور پرانی کتابوں کا پتا چلا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کو کتابوں سے بے حد دلچسپی تھی۔ وہ اپنی ذاتی لائبریری کے لئے کتابیں خریدتے اور ان کا مطالعہ بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ ان کی لائبریری مختلف و متنوع موضوعات کی ایک لاکھ سے زیادہ کتابوں اور رسائل پر محیط ہے اور اس کا نام انہوں نے "بیت الحکمت" رکھا ہے۔ وہ واقعی بیت الحکمت ہے۔ دانائی کا گھر۔ علم وخرد کا دل آویز خزانہ۔ اہلِ علم کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرجع۔ یہ کتب خانہ پانچ ہزار مخطوطات کے وسیع ذخیرے پر مشتمل ہے۔اس میں ایک ہزار قلمی قرآنِ مجید ہیں جو صدیوں پیشتر مختلف اوقات میں، مختلف ملکوں کے مشاہیر کاتبوں نے مختلف اسالیبِ کتابت میں لکھے۔ دنیا کی سو سے زائد زبانوں میں قرآنِ مجید کے تراجم اس کتب خانے کی زینت ہیں۔

تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، سفر نامہ، سوانح عمریاں، لغات، ادب وشعر، تنقیدات، شخصیات، سیاسیات، ناول، افسانے، مختلف ملکوں کی تاریخ سے متعلق کتابیں، مقالات، غرض ہر موضوع کی کتابیں اس لائبریری میں موجود ہیں۔ پھر بہت سے رسائل و جرائد کے خاص نمبروں کا ایک انبار وہاں دکھائی دیتا ہے۔ ابوالکلام آزاد، اقبال، غالب اور دیگر شخصیات سے متعلق سینکڑوں کتابیں خاص ترتیب کے ساتھ شائقینِ علم و تحقیق کے لئے اس لائبریری میں رکھی گئی ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی، پشتو، سندھی، ہر زبان کی کتابیں اس کتب خانے میں قاری کو ملیں گی۔ اپنی نوعیت کی یہ واحد لائبریری ہے۔

بعض لوگ کتابیں خریدنے اور پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں لیکن ان کے بعد معاملہ کچھ دوسری قسم کا ہو جاتا ہے۔ ایک دن میں نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے دبے لفظوں میں اس صورتِ حال سے متعلق عرض کیا، تو فوراً جواب دیا: میں آپ کی بات سمجھ گیا۔ پھر ایک نوجوان کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس کتب خانے کی حفاظت اور اس میں اضافے کی ذمہ داری اس نے لے لی ہے۔ یہ نوجوان تھے، ان کے صاحب زادے جمال الدین افغانی! آپ کی طرح خوش کلام اور شرافت کا پیکر۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر شُستہ بیان مقرر اور شائستہ کلام اہلِ علم تھے۔ حلاوتِ لسان ان کا شیوہ اور تحمل مزاجی ان پر اللہ کی عطا تھی۔ دھیمے انداز میں بات کرتے اور خوب صورت الفاظ میں اس کو آگے بڑھاتے جاتے۔ فارسی اور اردو کے بے شمار اشعار انہیں زبانی یاد تھے اور تحریر و تقریر میں بہ وقتِ ضرورت مناسب مقام پر شعر لکھتے اور پڑھتے۔ زبان کی روانی اور خوش کلامی ان کا ایسا وصف تھا جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

انہوں نے کوئی کتاب تو نہیں لکھی، لیکن مقدمات بہت سی کتابوں پر لکھے، متعدد کتابوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے فلیپ لکھے۔ان کے تحریر کردہ مقدمے بڑے جان دار اور مفصل ہیں۔میری تین کتابوں پر مقدمے لکھے اور تین ہی کے فلیپ سپردِ قلم کیے۔جن پر مقدمے لکھے، وہ ہیں:

(۱)......تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری (۲)......تذکرہ میاں عبدالعزیز مالواڑہ بارایٹ لاء اور (۳)......گذر گئی گزران......(نمبر۲ اور ۳ ادارہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور نے شائع کیں)

جن کے فلیپ لکھے، وہ ہیں:

(۱)......قافلۂ حدیث (۲)......ہفت اقلیم

(۳)......برصغیر میں علمِ فقہ......نمبر۳ کتاب بھی کتاب سرائے کی طرف سے معرضِ اشاعت میں آئی۔

''گزر گئی گزران'' چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جو اُکھڑے اُکھڑے لفظوں اور بے ربط پیراؤں میں اس فقیر کی ''سرگزشتِ حیات'' ہے۔اس پر ان کا مقدمہ آٹھ صفحات کا ہے۔مجھے مان لینا چاہیے کہ آٹھ صفحات کا یہ مقدمہ معلومات کی فراوانی اور طرزِ نگارش کے حسن کے اعتبار سے میرے تحریر کردہ چار سو سے زائد صفحات پر بھاری ہے۔اور یہ آخری تحریر ہے جو ان کے کلک گہربار سے نکلی۔اس کے بعد وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور ان کے قلم کی رفتار ہمیشہ کے لئے رک گئی۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ یہ ان کے پُر بہار قلم کی آخری نشانی ہے جو وہ میرے اوراقِ پریشان کے حوالے کر گئے۔اس کا عنوان ''حرف اوّل'' رکھا، لیکن درحقیقت وہ ان کی زبانِ قلم کا ''حرفِ آخر'' ہے۔جی چاہتا ہے، اس مناسبت سے میں اپنی اس کتاب کا نام ''حرفِ آخر'' رکھوں۔یہ اس لئے بھی کہ یہ زندگی کے آخری دور میں لکھی گئی ہے۔

میں نے ہنسی مذاق میں انہیں کئی دفعہ کہا کہ آپ بے شک ''مقدمہ بازی'' بھی کرتے رہیے، لیکن کسی موضوع پر کوئی کتاب بھی لکھیے۔میرے خیال میں انہوں نے زیادہ تر مقدمات ''حرفِ اوّل'' کے عنوان سے تحریر کیے ہیں۔ان کے عزیز القدر صاحب زادوں کو یہ مقدمات کتابی صورت میں شائع کر دینا چاہئیں۔ان مقدمات میں علم، ادب، تحقیق، سب عناصر فراوانی سے پائے جاتے ہیں۔عام مقدمہ نویسوں سے ہٹ کر انہوں نے مقدمہ نویسی کی ایک نئی طرز سے اہلِ علم کو روشناس کرایا ہے۔علاوہ ازیں مختلف رسائل و جرائد میں ان کے مضامین و مقالات بھی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چھپتے رہے ہیں جو بڑے اہم ہیں، انہیں بھی چھاپ دیا جانا چاہیے۔

وہ بہت متحرک اہلِ علم تھے اور ہر وقت مصروفیات کے ہجوم میں گھرے رہتے تھے، اس لئے کسی خاص موضوع پر کوئی کتاب لکھنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ لیکن ان کے مقدمات اور فلیپ اگر کتابی شکل میں چھپ جائیں تو اصحابِ ذوق یقیناً علم وادب اور تحقیق وکاوش کی ایک نئی کہکشاں سے متعارف ہوں گے۔

میری ان سے شناسائی کا عرصہ کم وبیش تیس سال کے شب وروز میں پھیلا ہوا تھا۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی وہ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ اسلامی تہذیب کا چلتا پھرتا نمونہ اور معاشرتی ثقافت کا حسین مجسمہ تھے۔

انہوں نے علومِ دینیہ کسی مدرسے میں خاص تسلسل کے ساتھ نہیں پڑھے۔ مختلف اوقات میں مختلف حضرات سے استفادہ کیا، جن میں جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی کا اسمِ گرامی قابلِ ذکر ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر ان کا اپنا مطالعہ تھا، جس سے ان کے فکر میں اسلامیت کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور دینی حلقوں میں انہوں نے ایک عالمِ دین کے طور پر شہرت پائی اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسلام آباد کی فیصل مسجد کی خطابت ان کے حصے میں آئی، جسے ان کی زندگی کے ایک بڑے اعزاز سے تعبیر کرنا چاہیے۔ علمی اور تحقیقی اعتبار سے وہ قدیم وجدید کا دلکش اور خوب صورت مجموعہ تھے۔

چند مہینے پیشتر ادارہ کتاب سرائے کی طرف سے مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادۂ گرامی ڈاکٹر صہیب حسن کا سفرنامہ ''ابن بطوطہ ہوا کرے کوئی'' کے عنوان سے چھپا۔ بہت اچھا نام ہے اور بہت عمدہ انداز میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی رودادِ سفر قلم بند کی ہے۔ یہ سفرنامہ بھی ہے اور اردو ادب وانشاء کی ایک خوش کُن آبشار بھی۔ اس کی تقریبِ افتتاح اسلام آباد میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کے اہتمام میں ہوئی، جس میں مجھے بھی دعوتِ شرکت دی گئی تھی۔ متعدد حضرات نے اس سفرنامے سے متعلق اظہارِ خیال کیا، میں نے بھی چند باتیں کیں۔ کچھ عرصے سے میں اکیلا سفر نہیں کرتا، کسی خوش مزاج شخص کو ساتھ لے جاتا ہوں۔ اس دن ماہنامہ ''الاخوۃ'' کے منیجر حافظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منیر احمد قمر کو ساتھ لے گیا تھا۔ شام کے بعد تقریب سے فارغ ہوئے تو پروفیسر عبدالجبار شاکر، لاہور کی بس پر سوار کرانے کے لئے خود بس سٹاپ تک ہمارے ساتھ آئے اور خود ہی ٹکٹ لائے۔ بس کی روانگی تک ہمارے ساتھ رہے۔ چند کتابیں بھی عنایت فرمائیں جن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی ترجمے والا قرآنِ مجید بھی تھا۔

یکم ،۲، ۳۔ اگست 2009ء کو ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد) میں ''جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے'' کے موضوع پر سیمینار رہوا، جس میں مجھے بھی اس موضوع کے کسی پہلو کے متعلق مقالہ پڑھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس سیمینار کی مجلسِ انتظامیہ کے سرکردہ ارکان میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ اس سیمینار کے مدیر المہام تھے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے یکم اگست کو مقالہ پڑھا۔ میرا یہ پورا دن سیمینار میں تشریف لانے والے اہلِ علم کی خدمت میں گزرا۔ بہت سے حضرات سے ملاقات ہوئی اور ان کے افکارِ عالیہ سے استفادے کا موقع ملا۔ اس قسم کے مواقع بہت کم میسر آتے ہیں۔ دوسرے دن ۲۔ اگست کو ان سے اجازت لے کر میں مری، ایوبیہ اور نتھیا گلی چلا گیا۔ ۳۔ اگست کو ان سے ملاقات ہوئی تو کہا، کل آپ نہیں آئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دو پروفیسرز سیمینار میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ ایک پروفیسر ڈاکٹر ظفر الاسلام اور دوسرے پروفیسر ڈاکٹر مفتی محمد شمیم اختر۔ انہوں نے کل مقالے پڑھے اور مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر ظفر الاسلام نے اپنے مقالے کے متعدد مقامات میں آپ کی کتاب ''برصغیر میں علمِ فقہ'' کے حوالے دیئے۔ وہ آپ کے متعلق بار بار پوچھ رہے تھے اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ (۱)

یہ آخری ملاقات تھی جو پروفیسر عبدالجبار شاکر سے اس سیمینار میں ہوئی۔

میں ۴۔ اگست کو لاہور واپس آ گیا۔ دو تین مرتبہ ٹیلی فون پر ان سے بات ہوئی۔ اردو بازار (کتاب سرائے) میں ان کے صاحب زادوں جمال الدین افغانی اور رفیع الدین حجازی

(۱) میری کتاب ''برصغیر میں علم فقہ'' آج سے ۳۷ سال پہلے ۱۹۷۳ء میں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ کی طرف سے لیتھو پر شائع ہوئی تھی۔ اب نہایت خوب صورت طریقے سے کمپوز کر کے ادارہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔ کاغذ، طباعت بہت عمدہ ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے بھی کئی دفعہ ملاقات ہوئی۔ یہ مجھے معلوم تھا کہ وہ دل کے مریض ہیں اور ایک دفعہ کوئی آپریشن بھی ہوا تھا۔

۱۳۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو گیارہ بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی، رسیور اٹھایا تو ماہنامہ ''الاخوۃ'' کے مینجر حافظ منیر احمد قمر کی آواز آئی کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر وفات پا گئے۔ یہ ناگہانی خبر تھی، جسے سننے کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن سننا پڑی اور سن کر بے حد افسوس ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد کئی ٹیلی فون آئے۔ ان کے صاحب زادے جمال الدین افغانی کو ٹیلی فون کیا تو پتا چلا کہ اسلام آباد کے الشفاء انٹرنیشنل میں دل کی بیماریوں کے ماہر ڈاکٹر ان کا بائی پاس آپریشن کر رہے تھے کہ آپریشن کے دوران ہی وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ ان کا پہلا جنازہ فیصل مسجد (اسلام آباد) میں پڑھا گیا۔ پھر دوسرا جنازہ رات کو ساڑھے نو بجے کمپنی باغ شیخوپورہ میں جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم نے پڑھایا۔

مرحوم کا دائرہ مراسم بہت وسیع تھا۔ جنازے میں ہر شعبہ ہائے زندگی کے بے شمار لوگ شامل تھے۔ ان کی موت سے علم و تحقیق کا ایک باب بند ہو گیا اور ادب و انشاء کو شدید صدمہ پہنچا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ان کا سوگ کس سے کیا جائے۔ وہ سب کے دوست تھے اور ان کی اچانک رحلت پر سبھی سوگ وار ہیں۔ ان سے ملنے اور تعلق رکھنے والوں کے دلوں کے آنگن میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔ آیئے سب مل کر ان کے لئے دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَدْخِلْہُ جَنَّۃَ الْفِرْدَوْسِ۔

> اسلام قتلِ ناحق کے سلسلے میں ایک شخص کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے اور یوں ایک شخص کی زندگی کی حفاظت اور بچاؤ کو پوری انسانیت کی حفاظت قرار دیتا ہے مگر جب اللہ کے کلمے کی بلندی اور دعوتِ دین کا مقصد ہو، فتنوں کا سرکوبی کا مسئلہ ہو، لوگوں کو ناحق ستایا جا رہا ہو اور انہیں ان کی سرزمین میں زندہ رہنے کے حق سے محروم کیا جا رہا ہو تو جہاد ناگزیر ہو جاتا ہے۔
>
> پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تجھے روئے گا زمانہ برسوں

حافظ صلاح الدین یوسف ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ (متوفی 13 اکتوبر 2009ء) ایسی جامع الصفات اور ہمہ گیر خوبیوں کی حامل شخصیت کے مالک تھے جن کی وجہ سے وہ ہر حلقے میں ہر دل عزیز اور عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے۔ وہ بیک وقت ایک بہترین خطیب اور اردو کے اعلیٰ درجے کے انشاء پرداز تھے۔ ان کی تقریر فصاحت وبلاغت کی ایک جوئے بے کراں اور علم وادب کا ایک شاہکار ہوتی تھی۔ وہ ہر موضوع کو اس حسن وخوبی اور خطیبانہ دل آویزی سے بیان کرتے تھے کہ سامعین ہمہ تن گوش ہو جاتے اور محویت کی ایک عجیب کیفیت ان پر طاری ہو جاتی اور وہ اس تصور میں کھو جاتے۔ ع

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بالخصوص سیرت النبی ﷺ کا سدا بہار موضوع انہیں نہایت پسند تھا، وہ عقیدت ومحبتِ رسول ﷺ کا بہترین مظہر بھی ہوتا۔ ان کی محبتِ رسول ﷺ کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی قائم کردہ بے نظیر لائبریری میں چار ہزار کے قریب سیرت کی کتابیں ہیں جو عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور دیگر اہم زبانوں میں ہیں۔ کتبِ سیرت کا اتنا بڑا اور منفرد ذخیرہ دنیا کی کسی بڑی سے بڑی لائبریری میں بھی نہیں ہے۔ ے

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان کی تقریر جس طرح فصاحت وبلاغت کا ایک دل آویز نمونہ اور معلومات کا ایک اتھاہ ذخیرہ ہوتی تھی، اسی طرح ان کی تحریر بھی انشاء وادب کا ایک شہ پارہ قرار پاتی۔ یہی وجہ تھی

☆ مدیر شعبہ تحقیق وتصنیف، دارالسلام لاہور۔ مترجم ومفسر قرآن۔ کئی ایک کتب کے مصنف۔ ممتاز مفکر ودانشور اور ادیب۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ علمی و دینی کتابوں کے مصنّفین بھی اور ان کے ناشرین بھی اپنی کتابوں کا پیش لفظ، دیباچہ، مقدمہ یا فلیپ لکھوانے کے لئے کثرت سے ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ ہر ایک کی خواہش پوری کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ بے شمار کتابیں، ان کے مقدموں یا پیش لفظ اور فلیپوں سے مزیّن ہیں۔ بالخصوص الرحیق المختوم اور تفسیر احسن البیان کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح حسنِ قبول سے نوازا ہے، اسی طرح ان دونوں کتابوں پر لکھے ہوئے فلیپ بھی منفرد خصوصیت کے حامل ہیں جو مرحوم شاکر صاحب ہی کے رشحاتِ قلم کے شاہکار ہیں۔

اسلامی کتابوں کے بین الاقوامی حیثیت کے ناشر ادارے، دارالسلام سے بھی ان کا نہایت گہرا تعلق تھا اور یہ اس وقت سے تھا جب وہ پنجاب لائبریریز کے ڈائریکٹر تھے اور اس وقت تک برقرار رہا جب تک وہ دعوہ اکیڈمی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) اسلام آباد کے ڈائریکٹر بن کر اسلام آباد منتقل نہیں ہو گئے۔ انہوں نے اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد دارالسلام سے ایک گونہ تعلق قائم رکھا۔ وہ جب بھی لاہور آتے، دارالسلام ضرور تشریف لاتے۔ دارالسلام، لاہور کے جنرل منیجر حافظ عبدالعظیم اور ڈائریکٹر مولانا عبدالمالک مجاہد سے محبت و اخلاص کا خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ راقم سے اور دارالسلام کے دیگر رفقاء سے بھی والہانہ تعلق کا اظہار فرماتے تھے۔

دارالسلام کی متعدد کتابوں پر ان کے مقدمے ہیں، بعض تفصیلی، بعض متوسط اور بعض مختصر۔ اسلام آباد منتقل ہونے کے بعد چونکہ وہاں ان کی متعدد ذمے داریاں تھیں، اس لئے دارالسلام کی مطبوعات کے لئے وقت نکالنا مشکل ہو گیا تاہم ان کے تعلق خاطر میں کوئی کمی نہیں آئی۔ دارالسلام نے قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی مشہور کتاب، کتابِ سیرت رحمة للعالمین کو عربی کا قالب پہنا کر شائع کیا تو دارالسلام لاہور کے روحِ رواں عزیزم حافظ عبدالعظیم کے ذہن میں یہ بات آئی کہ رحمة للعالمین اردو کا بھی ایک معیاری ایڈیشن شائع کیا جائے۔ چنانچہ بعض اہلِ علم سے اس پر نظر ثانی کروائی گئی اور پروفیسر شاکر صاحب سے اس پر مقدمہ لکھنے کی درخواست کی گئی، جسے انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کر لیا اور فرمایا کہ میں کتاب اور موضوع کی مناسبت سے اس کے شایانِ شان مفصل مقدمہ تحریر کروں گا، وہ واقعی اس کے اہل تھے اور ہمیں امید تھی کہ ان کے تفصیلی اور وقیع مقدمے سے رحمة للعالمین کی امتیازی حیثیت میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ اسی لئے تین چار سال سے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی طباعت رکی ہوئی ہے۔ جب بھی ان کو یاد دہانی کرائی جاتی تو فرماتے اس پر کام جاری ہے اور میں اسے تفصیل سے لکھ رہا ہوں۔

اب اللہ ہی جانتا ہے کہ ان کے ذہن میں اس مقدمے کا کیا خاکہ تھا؟ اور اس پر انہوں نے اب تک کچھ کیا تھا یا نہیں؟ اگر کیا تھا تو وہ کس حد تک تھا اور وہ ان کے مسودات میں محفوظ بھی ہے یا نہیں؟ ان کے صاحبزادۂ گرامی قدر جناب جمال الدین افغانی (مالک کتاب سرائے) کا تعلق جلیل القدر والد مرحوم کی طرح کتابی دنیا سے ہے، وہ شاید اس کا کچھ سراغ لگا سکیں۔ اس کا تمام یا نا تمام مسودہ اگر مل جائے تو وہ ایک خاصے کی چیز ہوگی، نیز ایک قیمتی مسودہ ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔ علاوہ ازیں وہ والد مرحوم کے مقدمات شائع کرنے کے لئے ان کو جمع بھی فرما رہے ہیں اور اس پر انہوں نے خاصا کام بھی کیا ہے، اگر وہ اس مقدمۂ سیرت کا بھی سراغ لگا لیں، اور اس پر انہوں نے کچھ کام بھی کیا ہو، تو یہ ایک بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی اور والد ذی شان کے لئے ایک صدقۂ جاریہ بھی۔

پروفیسر صاحبؒ عمر بھر بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی، ان کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ایک نہایت اہم شعبے میں سربراہی کے منصب پر فائز کیا گیا اور اسی منصب پر وہ اپنے دل کے ہاتھوں (بائی پاس آپریشن کے دوران میں) اللہ کو پیارے ہوگئے، لیکن بایں ہمہ وہ تواضع اور عجز و انکسار کا پیکر رہے، نخوت و غرور کا شائبہ تک ان کے مزاج میں نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہری حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ مناسب قد و قامت جسے بلا مبالغہ سرو قد یا قامتِ زیبا سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، چاند کی طرح روئے تاباں جس کی تابنا کی کو تقویٰ و طہارت کی روحانیت نے دو آتشہ بنا دیا تھا، کھلتا ہوا سفید رنگ جو صباحت و ملاحت کا آئینہ دار تھا، چہرہ ہمیشہ کلیوں کی طرح متبسم اور پھولوں کی طرح گل و گلزار، زبان کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی، لہجے میں خطابت کا طنطنہ اور ہمہمہ بھی اور لطافت و حلاوت کا امتزاج بھی۔ کسی محفل اور مجلسِ مشاورت میں ہوتے تو ان کی گفتگو گہری سوچ بچار اور تدبیر کی آئینہ دار اور مستقبل کی پیش بینیوں اور اس کی حسین صورت گری کی راہِ عمل کی غماز ہوتی، علم و فضل اور وسعتِ مطالعہ کے اعتبار سے یکتائے زمانہ اور ایک دُرِ شاہوار، لیکن تواضع کا یہ عالم جیسے شجرِ ثمر دار۔ الغرض ان کی شخصیت اپنی خداداد صلاحیتوں اور بے مثال خوبیوں کی وجہ سے:

اے مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مصداق تھی۔ غالب نے بھی ایسی ہی مجموعۂ خوبی شخصیتوں کے لئے کہا تھا:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

طبیعت مرنجاں مرنج پائی تھی، اپنوں اور بیگانوں، کسی کو بھی ناراض کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ نہ کسی کی خواہش کو نظر انداز کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مکاتیبِ فکر کے جو لوگ اپنی کتابوں پر تقریظ لکھوانے کی خواہش یا تبصرہ کرنے کی استدعا کرتے تو ان کے لئے بھی تعریفی کلمات کے اظہار میں تأمل نہ کرتے۔

ان کی مذکورہ خدمات اور خوبیوں کے علاوہ ان کا سب سے بڑا کارنامہ، جو ان کا ایک عظیم صدقۂ جاریہ بھی ہے اور اہلِ علم و تحقیق کے لئے ایک گراں قدر علمی سرمایہ بھی، بیت الحکمت کا قیام ہے۔ یہ پانچ منزلوں پر مشتمل ایک وسیع لائبریری ہے جس میں تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، شروحاتِ حدیث، سیرت، فقہ، اصولِ فقہ اور دیگر اسلامی، دینی اور ادبی موضوعات پر ایک وسیع ذخیرۂ کتب و جرائد موجود ہے۔ سیرت، اقبالیات اور ابوالکلامیات پر جتنا ذخیرہ یہاں یک جا ہے، وہ کہیں اور دستیاب نہیں۔ علاوہ ازیں قلمی قرآن مجید، جن میں بڑے بڑے نادر اور نہایت بیش قیمت نسخے بھی ہیں، یہاں معتدبہ تعداد میں ہیں۔ قلمی نوادر کا ایسا ذخیرہ بھی شاید ہی کسی اور جگہ ہو۔

وہ جب بھی غیر ملکی سفر پر جاتے، بالخصوص سعودی عرب، اور وہ اکثر جاتے رہتے تھے، تو وہاں سے کتابوں کے انبار کے انبار خرید لاتے اور اپنی لائبریری (بیت الحکمت) کی زینت بنا دیتے۔ بھارت بھی دو تین مرتبہ کتابوں کی نمائش میں گئے تو ہر مرتبہ نادر و نایاب کتابیں لائے جو پاکستان میں دستیاب نہیں۔

مرحوم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ سے، جو راقم کے بھی مربیؒ، استاذ اور مخدوم ہیں، غایت درجہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ کتب بینی (مطالعہ) اور کتب اندوزی ان دونوں کے درمیان ایک قدرِ مشترک تھی۔ حضرت الاستاذ المحترمؒ بھی نہایت محدود وسائل کے باوجود کتابیں جمع کرنے کا شوقِ فراواں رکھتے تھے، ان کی عمر بھر کی پونجی ان کی اندوختہ کتب ہی تھیں۔ انہوں نے بھی دارالدعوۃ السّلفیہ کے نام سے ایک ادارہ بنایا اور اس کی ایک منزل لائبریری کے لئے خاص کر کے اس میں اپنی ساری کتابیں وقف کر دیں۔ ان کی وفات کے بعد ایک منزل اور تعمیر ہو گئی ہے۔ اب سلفیہ لائبریری دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ یہ عمارت پانچ مرلوں میں قائم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر صاحب نے بیت الحکمت قائم کرنے کے لئے منصورہ کے بالمقابل حبیب پارک میں 10 مرلوں پر مشتمل پانچ منزلہ عمارت تعمیر کی اور پوری عمارت اور اس کی پانچوں منزلوں کو کتابوں سے مزیّن کر کے اہلِ علم کے لئے وقف کر دیا اور اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ تم اس عمارت اور کتابوں کے وارث نہیں، بلکہ محافظ اور نگران ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی حفاظت و نگرانی کی کما حقہٗ توفیق عطا فرمائے۔

راقم نے تقریباً ربع صدی کا عرصہ حضرت الاستاذ المرحوم کی رفاقت و تربیت میں گزارا ہے، بالخصوص ان کی وفات کے بعد کئی برس تک لائبریری کی حفاظت بھی راقم ہی کی ذمے داری رہی۔ مرحوم شاکر صاحب ان تمام حالات اور لائبریری سے راقم کے خصوصی تعلق سے بخوبی واقف تھے، اس لئے وہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو جو کتابیں وہ ساتھ لاتے، ان میں نادر و نایاب کتابوں کا خصوصی طور پر راقم سے ذکر کرتے۔

یکم، دو اور تین اگست 2009ء کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے آڈیٹوریم میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ سیمینار منعقد ہوا، جس کے منتظمین اور میزبانوں میں پروفیسر صاحب بھی تھے۔ راقم بھی اس سیمینار میں شریک ہوا تھا۔ پرانے تعلق اور خصوصی محبت کی وجہ سے مرحوم نے راقم کی میزبانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ راقم کے کمرے میں رات کو آجاتے اور دیگر باتوں کے علاوہ میزبانی کے حوالے سے بھی پوچھتے کہ کوئی تکلیف تو نہیں یا کوئی ضرورت ہے تو بتلائیں۔ انہی ایام میں انہوں نے بتایا کہ چند دن قبل میں نے انجیو پلاسٹک سرجری کروائی ہے اور ڈاکٹروں نے زیادہ تقریریں کرنے سے روکا ہے، اسی لئے آج کل فیصل مسجد میں جمعہ کا خطبہ بھی نہیں دے رہا۔

وہ جب سے اسلام آباد گئے تھے، فیصل مسجد اسلام آباد کی خطابت کے فرائض بھی وہی انجام دے رہے تھے، ان کو دل کا عارضہ تھا، اس کے لئے چند سال قبل بھی ان کا بائی پاس آپریشن ہوا تھا جو کامیاب رہا تھا۔ اب پھر اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور پچھلے کامیاب تجربے کی روشنی میں انہوں نے دوبارہ بائی پاس کرانے میں زیادہ تشویش محسوس نہیں کی اور اس کیلئے آمادہ ہوگئے۔ لیکن اب ان کی زندگی کے وہ دن پورے ہوگئے تھے جن سے وہ، ان کے معالج، دوست احباب اور اہلِ خانہ تو واقف نہ تھے، لیکن اللہ کے علم میں تھا۔ ابھی اگرچہ اس بیماری کے علاوہ بظاہر پوری طرح صحت مند، چاق و چوبند اور نہایت مستعد تھے، عمر بھی ابھی اتنی زیادہ نہیں تھی، لیکن اللہ نے ان کی عمر اتنی ہی لکھی ہوئی تھی، اس لئے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْساً اِذَا جَاءَ اَجَلُھَا۔ (المنا

کے مطابق اس جہانِ فانی سے اس دارالبقاء کی طرف روانہ ہو گئے

ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس جہانِ باقی ودائمی میں ان کا استقبال اس نو

یٰۤاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ، ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَ

عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (الفجر (89):27-30)

اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس طر

وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا، اور میری جنت

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی وفات سے

☆......علم وادب کی محفلیں سونی ہو گئیں ہیں۔

☆......تقریر وخطابت کا ایک روشن باب بند ہو گیا ہے۔

☆......علمی، قومی اور مذہبی کانفرنسیں ایک ایسے سٹیج سیکرٹری سے محروم ہو گئی ؛

کا تعارف کرانے، حسب حال تبصرہ کرنے اور برجستہ اشعار پڑھنے میں ید طولیٰ ح

☆......ملّتِ اسلامیہ علم وفضل کے ایک پیکرِ جمیل، شرافت ونجابت کے ایک مظہرِ عظیم

یعنی ظاہری وباطنی محاسن سے آراستہ ایک مرقع حسین سے محروم ہو گئی ہے۔ ع

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

اس اعتبار سے ان کی وفات نہایت الم انگیز ہے۔

☆......علم وادب کے لئے۔ ☆......تقریر وخطابت کے لئے۔ ☆......اہلِ مدارس وارباب کا

کے لئے ☆...... مصنفین وناشرین کے لئے۔ ☆......شرافت ونجابت کے لئے۔ ☆......اہلِ علم و

کے لئے۔ ☆......ملک وملت کے لئے۔ ☆......اور علمی ودینی مراکز اور اداروں کے لئے۔

بارِ الٰہا! اپنے اس مخلص بندے اور دین وملت کے سچے خادم کو اپنے عفو وکرم کی برکھا سے ش

کام اور مغفرت ورحمت کی سلسبیل سے سیراب فرما، اس کی قبر کو منور اور فراخ کر کے جنت کا باغیچہ بن

اور روزِ حشر کی ہولناکیوں سے محفوظ فرما۔ آمین۔ اللھم آمین!

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب کہاں لوگ محبت کے نصابوں والے

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم ☆

کچھ چہرے اس طرح دل و دماغ میں رچ بس جاتے ہیں کہ نہ شب کی تاریکی انہیں چھپا سکتی ہے اور نہ تیز دھوپ میں وہ گم ہو سکتے ہیں، بس جب بھی ان کا خیال آ جائے ایک گلاب سا کھل اٹھتا ہے، ایک دیا سا جل جاتا ہے، بھائی جان عبدالجبار شاکر سے ملنا ہمیشہ ہی خوش گوار رہا۔ بچپن سے لے کر اب تک جبکہ بڑھاپے کی دہلیز نظر آنا شروع ہوگئی ہے، جب بھی انہیں دیکھا، ان سے ملا، ان کے بارے میں سنا تو کتاب و حکمت، محنت و جانفشانی، محبت اور قربت ہی موضوعِ سخن رہا۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ سینکڑوں ملاقاتوں میں شاید ایک ملاقات بھی ایسی نہیں تھی جس میں کسی کتاب، مقالے، ریسرچ پیپر، مخطوط، کسی عالم، ولی اللہ، صاحبِ حکمت کے بارے میں بات نہ ہوئی ہو۔ ان سے مل کر ہمیشہ یہ احساس ہوا کہ خلقِ خدا کیلئے، اُمت میں علم و حکمت کی روشنی بانٹنے کے حوالے سے، ملک و ملت کی فلاح کے بہت سے کام کرنا ہیں اور ابھی تک ہم کچھ بھی نہیں کر پا رہے، بالآخر یہ کہنا ہی پڑتا ہے۔

یہ جو سرگشتہ سے پھرتے ہیں کتابوں والے
ان سے مت مل کہ انہیں روگ ہیں خوابوں والے

لیکن کیا نہ ملنے سے ان کے خواب تھم جائیں گے؟ یا ہمارے روگ کم ہو جائیں گے؟ یقیناً نہیں...... حالات اور حالت بدلنے کے لئے تو مخلصانہ کوشش، اَن تھک محنت اور صبر آزما مشقت کی ضرورت رہتی ہے، اور اگر اس محنت و مشقت کے ساتھ اچھی منصوبہ بندی بھی کر لی جائے تو کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ بھائی جان کو اچھے خواب دیکھنے اور دِکھانے کا روگ تھا، جو شخص بھی ان

☆ چیئرمین شعبہ عربی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کے ماموں زاد بھائی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ملتا، چند لمحوں کی ملاقات کے بعد جب وہ اٹھتا تو دامنِ دل بہت سی تمناؤں، کچھ کر گزرنے کی خواہشوں اور منزل پہ پہنچ کر ہی دم لینے کے جذبوں سے بھر چکا ہوتا۔ ان خوش نصیبوں میں سے بہت سوں نے اپنی منزلوں کو پالیا، بہت سے بے کار، بے روزگار۔ کارآمد روزگار کرنے لگے، بہت سے طلبہ نے اپنے تعلیمی مراحل کو کامیابی سے طے کرلیا اور اپنے ماں باپ کی آسودگی کا سامان بن گئے۔

میں جب بھی ان کے پاس گیا ہمیشہ ڈاکٹریٹ کے لئے حوصلہ بڑھایا۔ کسی نہ کسی موضوع، کتاب، مخطوط کے حوالے سے اصرار کیا کہ میں یہ کام کر گزروں۔ ایک بار دیوان زمخشری کا مخطوط حوالے کر دیا۔ میں اس کا مطالعہ کرتا رہا لیکن جب قاہرہ جانے کا اتفاق ہوا تو جامعہ قاہرہ کی ریسرچ لائبریری میں گیا، وہاں پتا چلا کہ ایک اور صاحب اس کام کو مکمل کرنے والے ہیں۔ پھر مختلف موضوعات کے حوالے سے کتابیں اور معلومات فراہم کرتے رہے بالآخر اقبال اور یمنی شاعر عبدالرحیم البرعی کی روحانی اور صوفیانہ شاعری کے تقابلی مطالعے پر بات مکمل ہوگئی، اور جب ترکی، مصر، سوڈان، یمن، سعودی عرب، کویت اور دیگر عالمی اداروں کی لائبریریوں سے تصدیق ہوگئی کہ اس طرح کا کام کہیں نہیں ہو رہا تو بھائی جان نے کہا: اب یہ کام پورا ہو جانا چاہیے، جو اللہ رب العزت کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

بھائی جان کی صفاتِ حسنہ میں سے دوسروں کا حوصلہ بڑھانے، ان کی تھوڑی سی خوبی کو بامِ عروج پہ پہنچانے والی صفت سب سے نمایاں اور اچھی تھی۔ یہ خوبی بہت کم لوگوں میں ہوتی ہے، ہمارے معاشرے میں اکثر لوگ خود پرستی، حسد، تنگ دلی کے مرضوں میں مبتلا ملیں گے، ایسے لوگ کسی بھی طریقے سے کوئی منصب حاصل کر لیتے ہیں اور پھر دوسروں کے حوصلے پست کرنے، ان کی ترقی کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی خطا میں عمر گزار دیتے ہیں، لیکن بھائی جان نے اپنا علم، اپنی کتابیں اور وقت طالبانِ علم کے لئے وقف کر رکھا تھا جو یقیناً ان کی طرف سے صدقہ جاریہ ہوگا۔ لیکن ایسا جذبہ اور ایسا دل رکھنے والے لوگ اب اربابِ دانش میں بھی کم ہوگئے ہیں۔

اب تو سب دشنہ و خنجر کی زباں بولتے ہیں
اب کہاں لوگ محبت کے نصابوں والے

بھائی جان کا مسکراتا، کھلتا ہوا روشن چہرا، محبت و چاہت سے بھری کشادہ آنکھیں، نور اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جمالیاتی ذوق میں گندھی ہوئی داڑھی اور اس پر بڑی بے تکلفی سے میر و غالب کا سا انداز رکھنے والی گفتگو، سننے والے کو اس طرح اپنی گرفت میں لے لیتی کہ اس کے سحر سے نکلنا مشکل ہو جاتا، ان کی علم و ادب سے مرصّع گفتگو مخالفین کو بھی اکثر اوقات ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور کر دیتی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ کسی شخص نے غیض و غضب سے بھرپور جارحانہ انداز میں گفتگو کی لیکن جواب میں بھائی جان نے مسکراتے ہوئے انتہائی لطیف انداز میں ان صاحب کی تعریف کر دی، اور اس کی بات کے کسی ایک جزو کو بنیاد بنا کر ایسا جملہ کہہ دیا کہ آتش بداماں شخص پر اوس پڑ جاتی۔

ملاقات، بات چیت، اور گفتگو کا یہ سلیقہ بہت کم لوگوں میں ملتا ہے، یہی وجہ تھی کہ ان کے پاس جانے کی خواہش اور ان کے آنے کی چاہت رہتی، ان کی بعض باتوں سے اتفاق نہ کرتے ہوئے بھی شوقِ ملاقات کم نہیں ہوتا تھا۔

وہ جو آ جاتے تھے آنکھوں میں ستارے لے کر
جانے کس دیس گئے خواب ہمارے لے کر

ہمارا خاندان، علماء، حکیموں، اساتذہ اور قلم و قرطاس سے وابستہ لوگوں کا خاندان ہے، اور اس کی بناء، ہمارے دادا جو اللہ کے ولیوں میں ایک ولی تھے، نے رکھی تھی، پھر ہماری پھوپھی جو عالم، طبیبہ اور معلّمہ تھیں، پھر والد صاحب اور والدہ محترمہ (اللہ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے) بھائی جان کے والد گرامی اور بہت سے لوگ جو تقویٰ کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ خاندان راجپوت، تیموری مغل، اعوان، آرائیں، جاٹ، شیخ سب پر مشتمل ہے۔ شب زندہ داری تو اکثر افراد کی بنیادی صفت رہی ہے، اور بھائی جان کی کتاب دوستی اور علم آشنائی کا چرچا ہر جگہ رہتا تھا، کسی بھی شخص نے تعلیمی حوالے سے اپنے بچے یا بچی کے بارے میں مشورہ کرنا ہوتا تو بھائی جان مرکزِ نگاہ ہوا کرتے، کتنے ہی افراد ایسے ہوں گے جو ان کے صحیح اور بروقت مشوروں کی وجہ سے کامیاب انسان بن گئے ہیں اور یہی ہر صاحبِ علم کا طریقہ ہونا چاہیے۔

دنیا میں لوگ یا تو اپنی ذہانت سے ترقی پاتے ہیں یا سخت محنت اور مسلسل جدوجہد انہیں کامیاب کرتی ہے، بھائی جان میں یہ دونوں خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ بلا کا حافظہ، فہم و فراست سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مزیّن اور بے تکان کام کرنے والی شخصیت، دنیا کی زندگی کی آخری شب بھی ایسے گزاری جیسے شبِ قدر گزاری جاتی ہے، مطالعہ، غور وفکر، تحریر وتبصرہ، وعظ ونصیحت اور اللہ سے مناجات، یہ تھا ان کی آخری شب کا منظر، جسے ایسی شب میسر آجائے اس کی سحر تو کسی اور ہی دنیا میں ہونی چاہیے، ان کا مَن کب چاہے گا کہ وہ پھر اسی فریبی، ظالم، فتنوں، آزمائشوں سے بھری ہوئی دنیائے فانی میں سانس لے۔

محنت ومشقت کی صورت یہ کہ سالہا سال تک ہر روز شیخوپورہ سے لاہور، ویگن پر سوار ہو کر آتے اور لاہور کے مختلف علمی مراکز، لائبریریوں کا دورہ، انتظامی، علمی، ثقافتی اور تحقیقی سرگرمیوں میں بھرپور انداز میں شرکت کر کے شام ڈھلے شیخوپورہ پہنچتے، پھر لوگوں سے ملاقاتیں، دعوتی، تعلیمی پروگراموں کا لامتناہی سلسلہ...... پھر جب پنجاب پبلک لائبریری کی ذمہ داری ختم ہوئی اور اسلامی یونیورسٹی میں آ گئے تو اب ہر ہفتے اسلام آباد سے لاہور، شیخوپورہ کا سفر شروع ہو گیا۔ گھر کے تمام معاملات کو باحسن پورا کرنے کے باوجود ان کی حالت کچھ ایسی ہی رہی۔

ہماری در بدری کا یہ ماجرا ہے کہ ہم
مسافروں کی طرح اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

لیکن سفر میں مطالعہ اور حضر میں تحریر وتقریر کبھی نہ چھوٹی، اس لئے کہ ایک باشعور مسلمان، صاحبِ بصیرت شخص دعوت وتبلیغ اور خیر وفلاح کے کاموں میں شرکت سے کسی لمحے بھی بیگانہ نہیں ہوسکتا، لیکن ایسے لوگ بہت تیزی سے رختِ سفر باندھ رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ دنیا کے حوالے سے کسی بڑے فیصلے کا وقت قریب آن پہنچا ہے۔

اب مہ و سال کی مہلت نہیں ملنے والی
آچکے اب تو شب و روز عذابوں والے

دنیا میں ہر بشر خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہوتا ہے، لیکن بہتر اور اچھا انسان یقیناً وہ ہے جس کی خوبیاں زیادہ ہوں، اللہ نے بھی خامیوں سے پاک انسان کے لئے جنت کا وعدہ نہیں کیا بلکہ فرمایا ہے "فَأَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ" جس کی اچھائیاں میزان میں بھاری ہوں گی وہ رضاء وسعادت والی زندگی گزارے گا، اور اس بات پر سب گواہی دیتے ہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھائی جان شاکر میں اچھائیاں اور خوبیاں زیادہ تھیں، شاید یہی وجہ تھی کہ وہ ہر شخص، ہر گروہ اور ہر بات کے مثبت پہلو کو بنیاد بنا کر تعریف سے آغاز کرتے، اکثر تائیدی انداز اپناتے، بعض اوقات دیکھنے سننے والوں کو (مجھ سمیت) یہ بُرا لگتا، ہم ناگواری کا اظہار کرتے، لیکن مزید گہرائی سے غور کرنے پر اندازہ ہوا کہ اپنی بات کو جزوی یا کلی طور پر منوانے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔ نفی، انکار، اور تنقید سے آغاز کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ شاید اس کی وجہ حوصلہ، صبر، ضبطِ نفس اور برداشت میں کمی ہے اور اس کا اثر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اپنی مرضی کے خلاف انتہائی معمولی سی بات بھی برداشت سے باہر ہو جاتی ہے اور باہمی اختلاف بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ شاید بعض لوگ اس انداز کو مداہنت اور کمزوری سے تعبیر کرتے ہوں، لیکن آپ زاویہ نظر بدل کے دیکھیں تو ایک الگ انداز کی دنیا نظر آئے گی، اور خاص طور پر جب معاملہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کا ہو اور حرام و حلال کا نہ ہو تو پھر قوتِ برداشت کو ضرور آزمانا چاہیے۔

سادہ زندگی، قلندرانہ مزاج رکھنے والے بھائی جان کو کتاب اور اصحابِ کتاب سے ملنے کا جنون تھا۔ ان کا لباس اور کھانا خوش ذوقی کا مظہر ضرور ہوتا لیکن ان دونوں چیزوں کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ خوردن برائے زیستن کے قائل تھے، زیستن برائے خوردن کے قائل نہیں تھے۔

ایسے لوگ بہت سکھی رہتے ہیں۔ دنیا میں ان نعمتوں سے بقدر ضرورت استفادہ کرنے والے لوگ آخرت میں اعلیٰ ترین نعمتوں سے استفادے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ لیکن نعمتوں کے بارے میں ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مختلف صلاحیتوں اور علم و بصیرت کی صورت میں جو نعمتیں اللہ رب العزت نے عطا کر رکھی ہیں، ان کا بھرپور استعمال کرنا لازمی ہے، اور اس میں کوتاہی قابلِ گرفت ہوگی۔ ہمیں اللہ سے پوری امید ہے کہ اس معاملے میں وہ بھائی جان کو محبت کی نگاہ سے ضرور دیکھیں گے۔

کہا جاتا ہے کہ کنواں کھود کر پانی کا بندوبست کرنا صدقہ جاریہ ہے، جب تک اللہ کی مخلوق اس کنویں سے سیراب ہوگی، اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کا چشمہ جاری رہے گا، اور کتاب و حکمت سے بہتر سیرابی اور آبیاری اور کیا ہو سکتی ہے، اس حوضِ کوثر کو بنانے میں بھائی جان نے اپنی زندگی کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک لمحہ صرف کر دیا۔ اب دیکھتے ہیں کہ اس کے ساقیان ''پسران شاکر'' پیاسوں کی پیاس کس طرح بجھاتے ہیں، ان پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ قوی امید ہے کہ بھائی جان کی آنکھیں اپنے بچوں کے طرز عمل سے ٹھنڈی رہیں گی اور وہ کوثر و تسنیم کے کناروں پر ٹہلتے ہوئے انہیں یاد کر کے تبسم کریں گے اور اپنے رب سے ان کے لئے رحمت کی دعا کریں گے۔

بھائی جان کے ساتھ گزارے ہوئے شب و روز، سفر و حضر کے سبھی لمحے، بات چیت اور معاملات کی تمام ساعتیں خوش گوار، لذّت آمیز، سود مند اور دل میں سمائی رہنے والی تھیں۔ مجھے ایسی کوئی ملاقات یاد نہیں کہ جس کے بعد دل میں خیال آیا ہو کہ یہ ملاقات اچھی نہیں تھی۔ یا یہ کہ خواہ مخواہ وقت ضائع کیا۔ بلکہ اگلی ملاقات کی خواہش پر ہی الوداع کہا۔ اور اب خواہش ہے کہ جنت کے وسیع و عریض بیتِ حکمت میں ان سے ملاقات ہو اور وہ مجھے دور سے دیکھتے ہی اسی والہانہ انداز میں پکاریں...... آیئے۔ آیئے۔ حبیب بھائی! بہت اچھا کیا آپ آ گئے، یہاں تو بہت مزے ہیں، اللہ کے دوست، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے والے، دانشور، حکیم، فقہاء، محدثین، مفسرین کی جگہ جگہ مجالس سجی ہوئی ہیں۔ اللہ کی عظمتوں کا ذکر، اس کی کرم فرمائیوں پر شکر، اس کی قدرتوں پر غور و فکر، ایک سے بڑھ کر ایک محفل ہے، اور اپنا یہ حال ہے کہ کبھی اِن سے بات کرنا، کبھی اُن سے حال کہنا۔ اور ابھی تو میں سید مودودیؒ، اقبالؒ، جمال الدین افغانیؒ، شاہ ولی اللہؒ، مجدد الف ثانیؒ، ابن تیمیہؒ اور ان کے خوشہ چینوں کی مجالس سے ہی فارغ نہیں ہوا۔

سعادت کا عظیم الشان لمحہ تو اس وقت آئے گا کہ جب میں محدثین، فقہاء، تبع تابعین، تابعین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پُر نور اور ایمان افروز مجلسوں سے ہوتا ہوا حبیبِ رب، مصطفیٰ علیہ السلام کے دربار ذی احتشام میں قدم بوسی کو جاؤں گا۔

آپ نے بہت اچھا کیا۔ آ گئے، مل کے سیر کرنے میں زیادہ لطف آئے گا۔ لیکن

شبِ ہجراں بھی روزِ بد کی طرح
کٹ تو جاتی ہے پر گزرتی نہیں

☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقبولِ خدا و خلق

عبداللہ طارق سہیل ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر جن کو مرحوم لکھتے ہوئے ابھی تک یقین نہیں آتا ہے، ایسے سکالر اور عالم تھے جن کے لئے محبت صرف خاص لوگوں ہی نہیں، عام لوگوں کے دل میں بھی تھی۔ وہ جب کالج میں پڑھاتے تھے تو اپنے اسلوب، توجہ اور علمی دسترس کی وجہ سے طلبہ کے دلوں میں گھر کر جاتے۔ اس کے بعد وہ جب پبلک لائبریریز کے محکمے میں اہم ذمہ داری پر فائز ہوئے تو بہت جلد ان کی شہرت اور مقبولیت علمی حلقوں میں پھیل گئی۔ وہ منتخب مقامات پر پروگراموں میں خطاب کرتے اور اس طرح ان کی شہرت بڑھتی گئی اور ساتھ ہی محبوبیت بھی، لیکن اصل محبت اور شہرت انہیں تب ملی جب انہوں نے منبر رسولؐ سنبھالا اور شیخوپورہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں خطبہ جمعہ دینے لگے۔ وہ کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں تھے لیکن علم حاصل کرنے اور ہر وقت مطالعہ کرتے رہنے کی عادت (یہ بات بتانے کی شاید ضرورت نہیں کہ وہ ہمیشہ منتخب اور اعلیٰ پائے کی کتاب ہی پڑھتے تھے۔ متوسط طبقے کی کتاب کو سرسری نظر ڈال کر چھوڑ دیتے تھے لیکن اسے دیکھتے ضرور کہ اس میں بھی کام کی بات اکثر مل جایا کرتی ہے) اور بے مثال حافظے کی بدولت انہوں نے دین کے علم پر حیرت انگیز گرفت حاصل کر لی تھی۔ عربی عبارات انہیں اس طرح یاد تھیں کہ کوئی مان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ مدرسے کے پڑھے ہوئے نہیں ہیں یا یہ کہ انہوں نے کسی عرب ملک سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ فارسی اشعار اور عبارات تو ان کے ایم اے اردو ادبیات ہونے کے نتیجے میں ضمنی دلچسپی کا حصہ تھیں۔

شیخوپورہ کی اس مسجد میں انہوں نے کئی برس خطبہ جمعہ دیا اور آہستہ آہستہ صورت حال یہ ہوگئی کہ لوگ دور دراز سے اس چھوٹی سی مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لئے آنے لگے۔ حسنِ اخلاق،

☆ نامور صحافی و قلم کار، روزنامہ ایکسپریس لاہور۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمۃ کے برادرِ نسبتی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب لوگوں سے برابری کی سطح پر محبت آمیز توجہ سے میل ملاقات اور دلوں کو چھو لینے والے اندازِ تکلّم کی وجہ سے انہیں لوگوں کی محبت صرف قریبی رشتہ داروں، احباب اور محلے کی سطح پر ہی مل سکتی تھی۔ لیکن اس چھوٹی سی مسجد نے ان کی اور ان سے محبت کا دائرہ ملک گیر کر دیا۔ پھر فیصل مسجد میں خطابات نے ان کی شہرت عالمگیر کر دی۔ یہاں ضمناً یہ بتا دینا بھی غیر مناسب نہیں ہوگا کہ ان کا حلقہ احباب غیر ممالک میں بھی کافی وسیع تھا، خاص طور سے سعودی عرب اور ایران۔ ان دونوں ممالک میں وہ سرکاری سطح پر دورے کرتے رہے اور انہوں نے ان دوروں کو اہلِ علم اصحاب سے کسبِ فیض کے ساتھ ساتھ ان سے تعلقات استوار کرنے کے لئے بھی استعمال کیا۔

میرے وہ عزیز ہی نہیں، استاد بھی تھے۔ فرسٹ اور سیکنڈ ایئر میں، مَیں نے ان سے اردو کی کلاسیں ہی نہیں، گھر میں انگریزی بھی پڑھی۔ اس گھریلو انگریزی کلاس میں میرے ہم جماعت مرحوم کے چھوٹے بھائی عبدالقیوم ہوتے تھے۔ وہ صرف ٹرانسلیشن اور ری ٹرانسلیشن پر ہی زور نہیں دیتے تھے بلکہ الفاظ کے ہجے اور لہجے پر بھی توجہ دیتے تھے۔ بہر حال، یہ ایک مختصر دور تھا جو بہت جلد گزر گیا۔ اس کے بعد ان کا تبادلہ ہو گیا اور میں بھی والد مرحوم کی وفات کے بعد پہلے پتوکی اور پھر لاہور میں مقیم رہا، اس لئے ملاقاتوں کا سلسلہ باقاعدہ نہ رہ سکا، جو میری بڑی بدقسمتی تھی۔ پھر بھی خاندان میں شادی بیاہ، کسی کے سفرِ آخرت، عید بقر عید پر قدرے تفصیلی ملاقات ہو جاتی اور میں اس ملاقات کے بعد یہ اندازہ لگاتا رہ جاتا کہ انہوں نے اس دوران علم و عرفان کی کتنی منزلیں اور طے کر لی ہیں اور ساتھ ہی اپنی محرومی کا پچھتاوا بھی مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتا کہ میں کتنا پیچھے رہ گیا۔ میری ملازمت کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ چاہے نہ چاہے سیاسی بحثوں میں بے تحاشا وقت ضائع کرنا پڑتا ہے۔ شاید یہ بھی قسمت کا لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اور فلاں اور فلاں اپنا وقت بے کار بحثوں میں ضائع کریں گے۔ اور یہ بھی قسمت کا لکھا ہے کہ ان بحثوں کے بے فائدہ ہونے کا احساس ہونے کے باوجود آدمی کو ان کی علت لگ جاتی ہے۔ یہ بحثیں آدمی کو خدا سے دور لے جاتی ہیں اور علم سے لاتعلقی بڑھا دیتی ہیں۔

میں نے انہیں پہلی بار تب دیکھا جب وہ شاید ایم اے میں پڑھتے تھے۔ ایک دبلے پتلے نوجوان کے روپ میں ان کی پہلی تصویر آج تک میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ میری ماں نے مجھے ایک دن بتایا کہ تمہاری بہن کا رشتہ جس لڑکے سے ہوا ہے، اس کے ذہین ہونے کی دھوم مچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے، اور وہ بہت زیادہ کتابیں پڑھتا ہے۔ مجھے اس فقرے پر تعجب ہوا۔ ہمارے گھر کا ماحول علمی تھا اور ہر چھوٹا بڑا فارغ وقت میں کتابیں پڑھتا نظر آتا تھا۔ مجھے حیرت تھی وہ لڑکا کیسا ہوگا، جس کے پڑھنے کی دھوم ہمارے گھر میں بھی مچی ہوئی ہے۔ شادی کی تقریب میں ہم سب گھر والے مورو (اس وقت ضلع نواب شاہ، اب نوشہرو فیروز) سے پنجاب آئے۔ واں رادھا رام میں شادی ہونی تھی اور بارات حسین خاں والا گاؤں سے آنی تھی۔ ہم بارات میں پہنچے اور وہاں اس نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ ہلکے زردی مائل رنگ کا سوٹ پہنے وہ تیزی کے ساتھ اِدھر سے اُدھر آجا رہے تھے۔ اور لگتا ہی نہیں تھا کہ شادی خود انہی کی ہے۔ وہ کام کاج میں اس طرح تن دہی سے لگے ہوئے تھے گویا ان کے بھائی یا کسی قریبی دوست کی شادی ہے، جس کے کام کاج کی ذمہ داری انہی کے سر ہے۔ حسین خان والہ گاؤں کی اس صبح کی تصویر آج بھی پہلے دن کی طرح تازہ ہے۔

انہی دنوں میں انہوں نے مجھے سیارہ ڈائجسٹ کا ایک پرچہ تحفے میں دیا۔ یہ شمارہ آج تک میرے پاس موجود ہے لیکن اس کے آگے پیچھے کے صفحات گردشِ زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ یہ 64، 65ء کی بات ہے، مَیں اس وقت پرائمری سکول میں پڑھتا تھا، لیکن میرے پاس کہانیوں اور معلوماتِ عامہ کی کتابوں کی ایک مختصر مگر اچھی خاصی لائبریری تھی، میٹرک تک پہنچتے پہنچتے یہ لائبریری خاصی وسیع ہوگئی تھی۔

1969ء میں، مَیں نے مرحوم کی لائبریری دیکھی تو معلوم ہوا کہ میری لائبریری ان کے ذخیرہ کتب کے مقابلے میں محض مرغی کا ایک بچہ ہے۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا، ان کی لائبریری کا حجم بڑھتا ہی چلا گیا۔ گاہے بگاہے شیخوپورہ جانا ہوتا، جہاں انہوں نے اپنا ذاتی دو منزلہ مکان تعمیر کر لیا تھا۔ اس کے کمرے ایک کے بعد ایک کتابوں سے بھرتے چلے گئے، یہاں تک کہ ان میں مزید جگہ نہ رہی۔ پھر انہوں نے لاہور میں بیت الحکمت کے نام سے ایک پانچ منزلہ عمارت بنائی اور ساری لائبریری شیخوپورہ سے اس میں منتقل کر دی۔ کئی ممتاز ادیبوں اور شخصیات نے اس دوران وصیت کی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی کتابیں بیت الحکمت میں دے دی جائیں۔ اس طرح اس لائبریری میں کتب کی تعداد مزید بڑھ گئی۔ ہر غیر ملکی دورے کے بعد وہ اپنے ساتھ کتابوں کی ایک کھیپ لاتے۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت اس لائبریری میں کتب، رسائل اور مخطوطات کی تعداد کا اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ کا ہے۔

کتابیں انہیں بہت پیاری تھیں لیکن انسانوں سے زیادہ نہیں۔ وہ انسانوں سے تعلقات کو جتنی اہمیت دیتے تھے بہت کم لوگ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ خصوصاً رشتہ داروں اور شاگردوں کے بارے میں ان کا حسنِ معاملت ایک مثال تھا۔ حافظے کی خداداد اور حیرت انگیز صلاحیت کی بدولت وہ ہر ملنے والے سے ملاقات کے موقع پر سلسلہ وہیں سے شروع کر دیتے جہاں سے پچھلی ملاقات پر ختم ہوا تھا، یعنی فلاں معاملے کا کیا بنا، فلاں الجھن سلجھی کہ نہیں، اور ملنے والا قدرتی طور پر اس اپنائیت کا غلام ہو جاتا۔ ان کا یہ انداز بڑی حد تک میرے ایک رشتے کے ماموں جناب عبید اللہ بھٹی مرحوم میں بھی تھا۔ وہ بھی ہر ملنے والے کے معاملات یاد رکھتے اور ملاقات پر ان کی تفصیل پوچھتے، قدرتی طور پر ملاقاتی ان کے دائرہ قربت میں بندھ کر رہ جاتا۔ خدا ان کی مغفرت کرے، آپ نے 2000ء میں لاہور میں وفات پائی۔

جناب عبد الجبار شاکر کی علمی خدمات پر تبصرہ کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے، البتہ اتنا لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض کتابوں کے مقدمے انہوں نے ایسے لکھے ہیں کہ انہیں بھرپور مقالہ کہا جا سکتا ہے۔ زیادہ تر انہوں نے کتابوں کی تقریظیں اور مقدمے ہی لکھے۔ زندگی کی دوڑ میں وہ اتنے مصروف رہے کہ کہیں جم کر بیٹھنے کی مہلت نہیں ملی، ورنہ شاید ایسی کتابیں ورثے میں چھوڑ جاتے جو تاریخ میں زندہ رہتیں۔

اکثر اصحابِ علم ادھیڑ عمری یا بڑھاپے میں روحانیت کا سفر شروع کر دیتے ہیں۔ شاکر صاحب نے جوانی ہی میں یہ سفر شروع کر دیا تھا اور پھر اس سفر میں ترقی کرتے گئے۔ دل کے پہلے آپریشن سے پہلے انہیں مزید جینے کی تمنا تھی۔ دوسرے آپریشن سے پہلے وہ خود کو مالک کی رضا کے سپرد کر چکے تھے۔ ان کی ساری گفتگو بتا رہی تھی کہ انہیں اپنی وفات کا علم ہو چکا ہے۔ آپریشن تو محض حجت کا فریضہ پورا کرنے کے لئے کرا رہے تھے۔

ان کا جنازہ اس بات کا گواہ ہے کہ وہ خدا اور خلقِ خدا دونوں میں قبولیت رکھتے تھے۔ تا عمر، ان کی یادیں ساتھ رہیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میرے ابّا جان

رفیع الدین حجازی ☆

نام کا کسی کی شخصیت پر بڑا اثر ہوتا ہے۔اس کا سب سے بڑا مشاہدہ میں نے اپنی زندگی میں اپنے ابا جان کی ذات پر کیا ہے۔خاندانی طور پر ان کا نام عبدالجبار خاں تھا اور یہ ان کے مڈل کے سرٹیفکیٹ پر بھی مکتوب ہے،لیکن انہوں نے زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اپنے لئے شاکر کا نام منتخب کیا اوران کی ذات اس اسمِ صفت سے متصف ہوگئی۔

لوگ شاکر صاحب کو مختلف حوالوں سے جانتے ہیں۔کسی کے نزدیک وہ بے مثال مقرر ہیں جو اپنے پسندیدہ موضوعات پر حاضرین کو گھنٹوں اپنی معلومات اور لہجے کے زیر و بم سے مسحور کئے رکھتے ہیں۔کسی کے نزدیک وہ کتابوں کے رسیا ہیں اور انہیں صرف کتابیں جمع کرنے کا شوق ہے۔ایک محدود حلقہ انہیں مخطوطات اور نادر مسلم اشیاء کے پارکھ کی حیثیت سے جانتا ہے۔

ایک قابل ذکر تعداد انہیں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق کی حیثیت سے جانتی ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے سب سے نمایاں ذخیرۂ کتب رکھنے کی شہرت رکھتے ہیں اور فکرِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی کو عام کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت مصروف دکھائی دیتے ہیں۔لیکن ایک حوالہ ایسا بھی ہے جو ان سب حوالوں پر بھاری ہے۔ایک ایسا عشق ہے جو بے مثال ہے اور وہ ہے جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے عشق۔

اغلباً 1986ء میں مرحوم ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں قومی سیرت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور اس سلسلے میں کتب کی نمائش کا اہتمام کیا گیا۔ابا جان کو اس سلسلے میں ملکی سطح پر سب سے بڑا

☆ پروفیسر عبدالجبار شاکر تغمدہ اللہ بغفرانہ کے صاحب زادے۔ادارہ نشریات (لاہور) کے سربراہ، بے شمار کتب کے طابع و ناشر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نجی ذخیرہ جمع کرنے پر 10,000 کے انعام سے نوازا گیا۔انہوں نے اس انعام سے سیرت کی مزید کتابوں کی خریداری کی اور آج سے تقریباً 10 سال قبل 1999ء میں انہوں نے علمی حلقوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ دنیا میں معلوم ومعروف سیرت کے خزائن میں اس فقیر کا مخزونہ سب سے بڑا ہے جس کی تعداد چار ہزار سے متجاوز ہے، انہوں نے اس مخزونۂ سیرت کو تحقیقی مقاصد کی غرض سے عامۃ المسلمین کے لئے وقف فرما دیا۔

سیرت کے حوالے سے جو سعادت انہیں نصیب ہوئی، اس سے انہیں علمی رسوخ کے ساتھ روحانی فوائد بھی میسر آئے۔ایک خاص قسم کی عاجزی اور فقر کی دولت انہیں نصیب ہوئی۔ کسی سے ملتے وقت ان کا چہرہ ہمیشہ متبسم رہتا۔انتہائی کٹھن اور جذباتی مواقع پر بھی ان کے رویے میں درشتی نظر نہ آتی تھی۔ معاشرتی سطح پر معمولی حیثیت کے لوگوں سے ملتے تو ان سے شگفتہ انداز میں بات کرتے ہوئے یہ باور کرواتے کہ اصل میں، مَیں نہایت معمولی آدمی تھا، بس اللہ کے کرم سے یہ عزت میسر آئی ہے، اس میں میرا کوئی کمال اور خوبی نہیں ہے۔

وہ زمانۂ طالب علمی سے بطور مقرر معروف تھے اور اس سلسلے میں انہیں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور سیرت کے حوالے سے مختلف مقامات پر مدعو کیا جاتا تھا۔آخری عمر میں وہ عموماً اپنے مصروف شیڈول کی وجہ سے معذرت کر لیا کرتے تھا۔لیکن جب انہیں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ختمِ بخاری کی تقریب میں بلایا جاتا تو تمام مصروفیات چھوڑ کر ان محافل میں شرکت کرتے اور اسے اپنے لئے توشۂ آخرت سمجھتے تھے۔اس سلسلے میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد، ان کی محبت کا خصوصی مرکز تھا اور ماہ شعبان میں منتظمین کے رابطہ کرنے سے پہلے ہی اپنی ڈائری میں ختمِ بخاری کی تقریب میں شرکت درج کر لیا کرتے تھے۔

بیماری اور تکلیف میں ایک جملہ اکثر ان کی زبان پر جاری رہتا۔اے اللہ! اگر میرے ذمہ دین کا کوئی کام ہے تو اپنی جناب سے صحت عطا فرما۔کسی انسان کے اخلاق کا اندازہ عموماً خوشی اور رنج کے جذبات میں ہوتا ہے۔کسی خاندانی خوشی کی تقریب میں ایک تبسّم ان کے چہرے پر مسلسل جاری رہتا اور ناپسندیدہ صورتِ حال پر خاموشی اختیار کر لیتے اور خود کو ماحول سے لاتعلق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرلیتے۔ میں نے اپنی زندگی میں کسی شخص سے انہیں براہِ راست درشت گفتگو اور شکایت کرتے نہیں سنا، لیکن اپنے اسلوب میں وہ مخاطب کو اس کے رویّے کی بدصورتی کی طرف توجہ ضرور دلاتے اور تنبیہہ بھی کرتے۔

ان کی خواہش تھی کہ اپنے کتب خانہ کو ایک عمارت میں منتقل کرکے اسے صاحبانِ علم و تحقیق کے لئے وقف کردیں اور نجی محافل میں اس خواہش کا اظہار عموماً کرتے۔ 1996ء میں جب انہوں نے عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں پیش رفت کی، تو اکثر قریبی احباب اور اعزاء نے اس پر، ان کی گرفت کی کہ ابھی آپ کے بچے تعلیمی مراحل میں ہیں، آپ اپنی جائیداد اس مقصد کے لئے خرچ کرکے ان کی حق تلفی کررہے ہیں۔ وہ خاموشی سے باتیں سنتے اور بعض اوقات مسکراہٹ سے ٹال دیتے۔ جب اس سلسلے میں کچھ قریبی عزیزوں نے انہیں روکنا چاہا تو فرمایا، میں نے اپنی اولاد کو ممکنہ حد تک بہتر تعلیم دینے کی کوشش کی ہے اگر یہ کسی لائق ہوگئے تو اپنی دنیا خود پیدا کرلیں گے اور اگر یہ نالائق ہوئے تو یہ جائیداد، ان کے کسی کام کی نہیں بلکہ یہ ان کی خرابیوں میں ان کی مدد کرے گی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس جائیداد کا اس سے اچھا کوئی مصرف ہے، اور ہر انسان کو اپنے فہم کے مطابق اپنے فیصلے کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس سلسلے میں قابل ذکر رویّہ ہماری والدہ کا تھا، جو اس فیصلے میں ان کی نہ صرف شریک تھیں بلکہ اس سلسلے میں خرچ ہونے والی رقم کا بڑا حصہ انہوں نے فراہم کیا۔

ابا جان ان کے اس رویّے پر اکثر خاندانی محفلوں میں ان کا برملا شکریہ ادا کرتے۔ ہمارے روایتی معاشرے میں خواتین کے کسی اچھے رویّے کو برملا نہیں سراہا جاتا، لیکن ابا جان، امی جان کے اس ایثار کی بہت زیادہ تحسین فرماتے، سننے والے اکثر حیران ہوتے کہ کوئی آدمی اپنی بیوی کے لئے ایسے شکریہ کے جذبات رکھتا ہے اور اس کا برملا اظہار کرتا ہے۔ ان کا یہ رویّہ اپنی اولاد کے لئے بھی تھا جو اکثر کتابوں کی تنظیم اور صفائی میں ان کی مدد کرتی۔ ہمیں اکثر ان کا یہ رویّہ حیران کرتا لیکن وہ بھی اس سلسلے میں بہت فراخ دل تھے۔

بیت الحکمت کی تعمیر اور مختلف موضوعات پر کتابوں کی تنظیم اور اس میں مسلسل اضافہ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استفادے کی مختلف شکلیں، ان کے پیشِ نظر رہتی تھیں۔اس سلسلے میں اسلامیہ یونی ورسٹی بہاولپور، پنجاب یونی ورسٹی لاہور کے طالب علم بالخصوص اس سے مستفید ہوتے رہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کے شعبۂ عربی کے چند طالب علموں نے بیت الحکمت میں موجود عربی مخطوطات کی فہرست تیار کی۔ اسی طرح شعبۂ اسلامیات کے عبدالغفار صاحب نے سیرت کی اردو کتابوں کی فہرست تیار کی۔تعلیم اور تقابلِ ادیان کی کتابوں کی فہارس بھی تیار کی گئیں۔

ستمبر 2005ء میں وہ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد سے منسلک ہو گئے، جہاں دعوہ اکیڈمی کے ناظم کی حیثیت سے تقریباً چار سال خدمات سرانجام دیتے رہے، آخری چند ماہ وہ نیشنل سیرۃ چیئر سے منسلک رہے۔

اقبالیات کے حوالے سے انہوں نے کتابوں کی ایک فہرست 1982ء میں شائع کی۔ 1985ء میں ملک شیر افگن جو پریذیڈنٹ ہاؤس کے لائبریرین تھے، ان کے پاس آئے اور کہا کہ صدر ضیاء الحق اقبالیات کے حوالے سے صدارتی لائبریری میں ایک حصہ مخصوص کرنا چاہتے ہیں، جہاں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے پاکستان کی سب سے لائبریری قائم کی جائے گی۔اس سلسلے میں اگر آپ اپنی کتابیں دے دیں تو آپ کو خطیر رقم مل سکتی ہے۔انہوں نے مسکرا کر شیر افگن صاحب سے کہا، اگر میں یہ کتابیں آپ کو دے دوں گا تو خود کیا کروں گا۔ مجھے روپوں سے زیادہ کتابوں کی ضرورت ہے۔اس طرح مخطوطات کے سلسلے میں بھی انہیں مختلف جگہوں سے پیش کشیں ہوتی رہیں۔ وہ مسکرا کر جواب دیتے، مَیں سادہ طرزِ زندگی کا عادی ہوں اور مَیں نے اپنی اولاد کی تربیت میں بھی اس بات کی کوشش کی ہے کہ انہیں سادہ طرزِ زندگی اپنانے پر مائل کروں۔

ابا جان کے پاس تفسیر الکواشی کا ایک نہایت نادر اور مکمل نسخہ تھا۔ یہ تفسیر جلالین کا مأخذ ہے اور مخطوطات کی فہارس میں یہ بات مکتوب ہے کہ اس کے ابتدائی پندرہ پارے جامعۃ الازہر میں موجود ہیں، اور دنیا میں یہ نسخہ کہیں مکمل حالت میں موجود نہیں دیکھا گیا۔ کچھ صاحبان کو اس کے متعلق معلوم ہوا تو وہ ابا جان کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں اس کے متعلق پُرکشش پیش کش کرتے رہے۔ وہ مسکرا کر ٹالتے رہے۔ان کے جانے کے بعد میں نے نہایت حیرانی سے والد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب سے پوچھا: ہمارے مالی حالات بہت زیادہ اطمینان بخش نہیں ہیں، آپ نے ان کی پیش کش کو کیوں رد کر دیا۔ نہایت سنجیدگی سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: یہ مخطوطات اور کتابیں ہمارے لئے ذریعۂ افتخار ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہماری ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ ہم لوگوں کا اثاثہ محنت ہے اور ہمیں اسی پر اپنی توجہ مرکوز رکھنا چاہیے۔

وہ عرصہ دراز سے عارضۂ قلب کا شکار تھے لیکن انہوں نے اس عارضہ کو کبھی اپنی مصروفیات میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ وہ بیس سال سے السر اور قلب کی بیماریوں میں مبتلا تھے لیکن اس کا علم ان کے اہلِ خاندان اور چند قریبی دوستوں کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔

12/اکتوبر کو آپریشن سے ایک دن قبل اپنی تمام مصروفیات کو نمٹا کر میرے ساتھ جا کر ہسپتال داخل ہو گئے۔ دورانِ آپریشن ان کے انتقال کی خبر سن کر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ انہیں فیصل مسجد کے احاطے میں غسل دینے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے ان کی نمازِ جنازہ محترم جناب ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمان صدیقی نے پڑھائی، وہاں سے فوراً شیخوپورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ رات عشاء کی نماز کے بعد جب کمپنی باغ میں ان کا جنازہ دوبارہ رکھا گیا تو ان سے محبت کرنے والوں سے وسیع و عریض میدان پُر ہو چکا تھا۔

دل اطمینان سے بھر گیا کہ ان میں اکثریت علماءِ کرام اور دین کے طالب علموں کی ہے جن کی گواہی یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو گی۔ ہم چھ بھائیوں نے جب ابا جان کی میّت کو قبر میں اتارا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا، اب چند لمحے بعد فرشتے ان سے اس مستعار زندگی کا حساب لیں گے تو یقیناً کوتاہیوں پر سختی بھی کی جائے گی۔ اس خیال سے دل بے چین ہو گیا، کبھی خیال آتا کہ شخصیت کے غالب رنگ پر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے۔

اچانک دل میں یہ تصور اُبھرا کہ جب فرشتے سوال پوچھیں گے تو ابا جان کہیں گے کہ میں نے اللہ کے حبیب جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں زندگی گزاری اور ان کا پیغام پھیلانے والوں میں، مَیں بھی شامل تھا تو دل اطمینان سے بھر گیا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پروانے سے اچھا سلوک فرمائیں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب دوستی ان کی ذات کا بنیادی حوالہ تھا، اس سلسلے کا ایک پہلو کتابوں کی اشاعت کا بھی تھا۔ انہیں پرانی اور نایاب کتابیں شائع کرنے کا بھی ذوق تھا۔ اسی سلسلے میں وہ کتاب کا تعارف، موضوع کی تاریخ اور لمحۂ موجود تک اس موضوع پر جو پیش رفت ہوئی، اسے حرفِ اوّل کے عنوان سے کتاب کے مقدمے میں ضرور درج کرتے۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں ان کے خصوصی میدان تھے۔ راقم اور برادرِ گرامی جمال الدین، کتابوں کی اشاعت کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمیں جب وہ بعض کتابوں کی اشاعت کی طرف توجہ دلاتے تو ہم کبھی کبھار یہ موقف اختیار کرتے کہ یہ کاروباری طور پر نفع بخش نہیں ہیں تو ایک گہری مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پر نمودار ہوتی اور فرماتے، اس کا نفع دوگنا بلکہ چوگنا کہیں اور ملے گا۔ اس سلسلے میں ان کی آخری کاوش سیرۃ البخاری کے ایک محقق نسخے کی اشاعت تھی، جو الحمدللہ ان کی زندگی میں ہی تکمیل کو پہنچی۔

ان کی وفات کے بعد ان کے کاغذات میں کسی کا یہ شعر پڑھا، جو اب دل و دماغ پر کندہ ہو چکا ہے:

دیر سے تجھ کو چلے گا یہ پتہ
تو نے کیسے آدمی کو کھو دیا

اسلام کا پیغام اخوت، محبت، ایثار، ہمدردی، احترام، تحمل، برداشت اور رواداری کا حامل ہے۔ جس ملت توحید کے افراد کو اس پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہو اس کے یہ کیسے شایان ہو سکتا ہے کہ اس کی اپنی صفوں کے اندر کوئی فرقہ وارانہ تعصبات موجود ہیں۔ اس سلسلے میں تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام اور خطبائے عظام کی یہ مشترکہ دینی اور شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرۂ عمل اور حلقۂ اثر میں اپنے معتقدین، متعلقین اور منسوبین سے محبت اور رواداری کی روایات کو اختیار کرنے کی تعلیم دیں اور اسی رواداری کے ماحول کے فروغ کے لئے کوشاں رہیں۔ کسی بھی مسلک اور گروہ کے کسی فرد کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ اپنی نادانی اور جہالت سے ملت کے امن پسندانہ ماحول میں کوئی ایسی سرگرمی اور شرارت کرے جس سے ملت کا امن بھسم ہو کر خاکستر بن جائے۔

پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مردِ کتاب آشنا

ڈاکٹر سہیل حسن ☆

شاکر صاحب سے میری پہلی ملاقات غالباً لاہور میں کسی تقریب میں ہوئی تھی، تقریب کے بعد ان کے ہمراہ گاڑی میں تعارف کا موقعہ ملا۔ یہ ایک سرسری ملاقات تھی۔ دوسری ملاقات شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی وفات کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب میں ہوئی، جو اس وقت کے سربراہِ مملکت صدر جسٹس (ر) رفیق تارڑ کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔ جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خان اور دیگر مقتدر شخصیات اس میں جمع تھیں، شاکر صاحب میرِ محفل تھے۔ میرے ذمہ اُردو تقاریر کا عربی ترجمہ اور شیخ ابن باز کے بارے میں کچھ کلمات ادا کرنا تھے، اس لئے کہ سعودی سفیر بھی مہمانِ خصوصی کے طور پر موجود تھے۔ اس محفل میں شاکر صاحب کی طلاقتِ لسانی، فصاحت اور زبان پر عبور کا اندازہ ہوا۔ یہ تقریب ہمارے باہمی تعلقات میں اضافہ کا موجب بنی۔ انہوں نے اپنے بیت الحکمت کا تذکرہ کیا جس میں انہوں نے اپنا مال و متاع اور خونِ جگر صرف کر کے کتابیں جمع کی تھیں۔ بیت الحکمت میں دو مرتبہ جانا ہوا۔ دونوں مرتبہ ان کی کتابوں سے محبت اور لگاؤ دیدنی تھا۔ ایک ایک کتاب بہت محبت اور چاہت سے دکھاتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ سیرتِ نبویؐ اور اقبالیات پر سب سے بڑا ذخیرہ ان کے پاس ہے۔ یہ دیکھ کر بھی تعجب ہوا کہ ایک ہی کتاب کے کئی کئی ایڈیشن ان کے پاس موجود تھے۔ استفسار پر انہوں نے تصدیق کی کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر کتاب کا ہر ایڈیشن، ان کے پاس موجود ہو۔

☆ صدر شعبہ حدیث، ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ نامور محقق و مصنف۔ حضرت مولانا عبدالغفار حسن علیہ الرحمہ کے جلیل القدر صاحبزادے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلی دفعہ جب بیت الحکمت دیکھا تو اس وقت کتابیں مرتب نہیں تھیں اور نچلی منزل میں ایک طرف رسائل اور کتابچوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا اور دوسری طرف کتابوں کے بنڈل رکھے ہوئے تھے۔

دوسری دفعہ جب جانا ہوا تو مکتبہ اپنی اصل شکل میں آ چکا تھا۔ ایک منزل پر سیرت کی کتب، دوسری پر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ذخیرہ اور ایک منزل پر صرف مخطوطات کا انبار تھا، جس سے کتنے ہی طلبہ نے مختلف ڈگریاں حاصل کیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاکر صاحب کی زندگی کا مقصد ہی کتاب اور صرف کتاب تھا اور پھر کتابیں بھی وہ جو کہ اس دین کی اصل بنیادوں سے روشناس کراتی ہوں۔ کتابوں کے حوالے سے ان کا یہ حوالہ بھی قابل ذکر ہے کہ وہ بہت شوق و ذوق سے کتابوں کا دیباچہ لکھا کرتے تھے۔ برادرِ محترم ڈاکٹر صہیب حسن کے سفرنامہ ''ابنِ بطوطہ ہوا کرے کوئی'' کا دیباچہ انہوں نے بہت محبت سے لکھا اور برصغیر کے مؤلفین اور دیگر کے سفرناموں کی تفصیل لکھ دی۔ خود دیباچہ لکھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی راغب کیا کرتے تھے۔ سیرۃ البخاری کی نئی اشاعت بہت شوق و ذوق سے کی۔ اس میں عربی ایڈیشن کے تمام حواشی شامل کیے، اور مجھ سے فرمایا کہ اس کا دیباچہ تم لکھو گے، ان کے حکم کی اطاعت میں کچھ نہ کچھ لکھ دیا جو انہوں نے کتاب کے پچھلے سرورق پر اہتمام سے شائع کیا۔

میں 1990ء سے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی سے منسلک ہوں اور مختلف تحقیقی اور تدریسی ذمہ داریاں ادا کر رہا ہوں۔ کچھ عرصہ کلیہ اصول الدین میں تدریس کا موقعہ ملا، دوبارہ پھر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی منتقل کر دیا گیا۔ اس طرح شاکر صاحب سے ملاقاتوں کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ فیصل مسجد میں جمعہ کے خطبے کے لیے حاضری میں بھی ان سے ملاقات ہوتی تھی، جیسا کہ یہاں کا دستور تھا کہ اردو خطبہ دعوہ اکیڈمی کے مدیر دیا کرتے تھے اور عربی خطبہ اساتذۂ جامعہ کے ذمہ ہوتا تھا، نماز کے بعد ضرور ان سے ملاقات ہوتی اور اپنے کسی منصوبے یا کتاب کا تذکرہ ہوتا۔

۱۴۲۸ھ میں حج کے موقعہ پر بھی ان کی معیت رہی۔ وہاں مناسک کے ساتھ ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابوں کی خرید کا سلسلہ جاری رہا، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنی تنخواہ میں کچھ بچا کر بھی رکھتے ہیں یا سب کتابوں پر ہی صرف کر دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی پوری جائیداد حتیٰ کہ بیوی کا زیور بھی انہی کتب کی نذر کر چکے ہیں۔

۱۳؍اکتوبر ۲۰۰۹ء کو میرے بیٹے عامر نے اطلاع دی کہ شاکر صاحب کا الشفاء انٹرنیشنل میں انتقال ہو چکا ہے۔ دعوہ اکیڈمی کے مدیر، صاحب زادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن اور ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری فوراً ہسپتال پہنچے، ان کے لواحقین کی خواہش تھی کہ فوراً ان کے جسدِ خاکی کو شیخوپورہ لے جایا جائے، لیکن یہاں کے احباب کے شدید اصرار پر راضی ہو گئے کہ ان کا جنازہ فیصل مسجد میں پہلے ادا کیا جائے۔ فوری طور پر اس کے انتظامات کئے گئے۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صاحب نے مجھے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے فون کیا، اور کئی ذریعوں سے یہ تاکید بھی کی کہ میں بروقت مسجد پہنچ جاؤں۔ میں اپنے رفیقِ عمل ڈاکٹر محمد الغزالی کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا۔ جنازہ آنے میں دیر تھی، اس دوران ان کی بھرپور شخصیت کا ہی تذکرہ جاری رہا۔

جنازہ کے آنے کے بعد ڈاکٹر ساجد الرحمٰن نے ایک دفعہ پھر مجھے نماز پڑھانے کے لئے کہا اور خود کچھ تعزیتی کلمات فرمانے لگے۔ بُرا ہو حسد اور انتقامی جذبات کا کہ جامعہ کی ایک مقتدر شخصیت نے مجھے روک کر ڈاکٹر صاحب کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں، میں اپنے دل میں غم اور افسوس کے جذبات لئے پیچھے ہٹ گیا۔

بہر حال یہ امر انتہائی سکون کا باعث ہے کہ اس کے بعد شیخوپورہ میں ان کے شایانِ شان اور سنت کے مطابق نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کو مقام عطا کرے اور ان کے صاحبزدگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علم کی نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ بنائے۔

والحمد لله رب العالمين.

☆☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کثیر الجہات شخصیت

ڈاکٹر حافظ طاہر محمود ☆

کتاب و مکتبہ سے قلبی شغف، قلم و قرطاس سے عمیق تعلق، قرآنیات سے متعلقہ مخطوطات و مطبوعات پر نظرِ ثاقب، سیرتِ نبویؐ سے والہانہ عقیدت و محبت، اقبالیات کے اسرار و رموز سے گہری واقفیت، نظریۂ پاکستان کی ترویج و اشاعت میں مساعیٔ جمیلہ، تقابلِ ادیان پر وسعتِ نظر، اندازِ کلام و بیان میں جدت و ندرت، اسلوبِ خطاب میں جذب و تاثیر، تذکارِ اسلاف میں خزینۂ معلومات، تحقیق و نقد میں اعتدال و توازن، تحریر میں نقلی و عقلی استدلال کی فراوانی، اہلِ علم کا احترام اور اصحابِ دانش و بینش کی قدردانی، علمی، ادبی اور دعوتی کتابوں کے مقدمات و تقاریظ لکھنے کی مہارت، کتابوں کی نشر و اشاعت کا جذبۂ صادق، قومی و بین الاقوامی سطح کی علمی و ادبی کانفرنسز، سیمینارز اور مذاکروں کی روحِ محفل، عقیدۂ توحید میں صلابت، اخلاق و کردار میں پیکرِ تواضع، معاملات میں حسنِ سلوک، طلبۂ علومِ نبوت سے شفقت، میدانِ بحث و تمحیص میں مشغول نوجوانوں کی حوصلہ افزائی، دینی و تعلیمی اداروں سے تعلقِ خاطر، گفتار میں شیرینی، بود و باش میں دل کش سادگی، حصولِ مقصود کے لئے جہدِ مسلسل، منصب و اختیار کی ذمہ داریاں نبھانے میں نظام کی پابندی، علمی تفاخر و ادبی تعلّی سے دُوری، اتحادِ اُمت کی فکر و جستجو، وقت کی حفاظت اور ثمر آور مقاصد میں اس کا استعمال، علمی، دعوتی اور مطالعاتی رحلات و اسفار، اقران و اماثل میں ممتاز، یہ وہ چند موضوعات ہیں جو پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمہ اللہ کی حیات و خدمات کے مرکزی عناوین بن سکتے ہیں۔

محترم شاکر صاحب کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کے باوجود دلِ ناتواں کو ان کی ناگہانی وفات پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ انہیں ''مرحوم'' سننے، کہنے اور لکھنے میں تا دمِ تحریر بڑا تردّد ہے لیکن حقیقت بھی یہ

☆ سابق پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ چیف ایڈیٹر سہ ماہی مجلہ الجامعۃ السلفیۃ، اسلام آباد۔ مدیر الجامعۃ السلفیۃ، اسلام آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس قسم کے دل فگار اور حزن و ملال سے بھرپور حالات میں اللہ رب العزت کی رضا و قدر پر ایمان کی حقیقت آشکار ہوتی ہے سو " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔" "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ، " اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ، " فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ " " كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام " جیسے حقائق و مسلمات کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

نہ گل چمن میں رہیں گے، نہ گل میں بو باقی
فنا ہے سب کو ، اکیلا رہے گا تو باقی

وارد حالت و کیفیت کا عالم یہ ہے کہ " اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا۔ (بلاشبہ آنکھیں اشکبار ہیں، دل غم زدہ ہے اور ہم صرف وہی بات کرتے ہیں جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو) شاکر صاحب کے یومِ وفات پر کئی بزرگ اہلِ علم و فضل حضرات کو اس کیفیت سے دوچار دیکھا اور سنا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج ان کی، کل ہماری باری ہے

دراصل دنیا میں ہر آنے والے کی آمد اس کے جانے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو اپنی حیاتِ مستعار کو اس طرح گزارتے ہیں کہ دنیائے فانی سے حیاتِ جاودانی کا سامان کر جاتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اپنے اعمالِ حسنہ کی وجہ سے دلوں میں تا ابد مدید زندہ رہتے ہیں۔ محترم شاکر صاحب، فرمانِ نبویؐ " اِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوْ لَهٗ ، اَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ " کا بہترین مصداق بن کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

ان کے صدقاتِ جاریہ کی تفصیل بیان کرنے کے لئے کئی اسفار و دفاتر درکار ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ ان کے ساتھ گزری ہوئی علم نواز مجلسوں، فکر انگیز محفلوں، اخلاق افروز رفاقتوں اور دنیائے علم و ادب میں ان کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ کروں، مگر افسوس کہ زندگی کی واجب مصروفیات اور تعلیمی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرائض کی انجام دہی سدِ راہ بن رہی ہے، بہر حال ''مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ جُلُّهٗ '' (أَوْكُلُّهٗ).

پروفیسر شاکر مرحوم کے ساتھ راقم الحروف کے تعلق و رابطے کی داستانِ اخذ و کسب اور قصۂ تعلق و رابطہ تقریباً ربع صدی پر محیط ہے۔ اسے حسنِ اتفاق کہہ لیں کہ پہلی دفعہ ان کے نام و شخصیت سے متعارف ہوا تو وہ ایک تقریری مقابلے میں چیف جج تھے اور موصوف سے آخری مجلسی و منظّم ملاقات ہوئی تو وہ راقم الحروف کی دعوت پر ایک سیمینار کے صدرِ مجلس تھے۔ ان دو محفلوں کے درمیان کا عرصہ چوبیس (24) سال، کئی خوشگوار یادوں سے لبریز ہے۔ تفصیل اس اجمال کی کچھ اس طرح ہے کہ غالباً 1985ء میں شیخوپورہ کی جمعیت طلبہ اہلحدیث کے زیر اہتمام آل پاکستان تقریری مقابلہ منعقد ہوا۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی طرف سے زمیل عبدالخالق (حال مقیم کویت) اور راقم الحروف کو مقابلے میں نمائندگی کا اعزاز حاصل ہوا۔ فیصلہ کمیٹی کے سربراہ محترم شاکر صاحب تھے۔ اس محفل میں پہلی دفعہ محترم شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خوش جمال، محبت آمیز، شفقت نواز متبسم چہرہ اور دل پذیر تقریر سننے کا موقع میسر آیا۔ ایک تو انعام حاصل کرنے کی خوشی تھی، دوسرا شاکر صاحب کی زیارت پر دل شاداں و فرحاں تھا۔ نومبر 1987ء سے لے کر ستمبر 2002ء تک جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم رہنے کی وجہ سے شاکر صاحب کے علم و ادب سے بلاواسطہ مستفید ہونے کے مواقع میسر نہ رہے، تاہم موسمِ گرما کی تعطیلات میں پاکستان ہوتا تو کبھی کبھی ان کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا۔ نیز مرحوم کے فیض یافتہ، محبت و وجاہت سے پیش آنے والے ہمارے ایک دوست جو کہ جدہ میں مقیم ہوتے تھے، ان کے ذریعے شاکر صاحب کے حالات و نشاطات سے واقفیت حاصل ہوتی رہتی تھی، خصوصاً ان کے عدیم المثال مکتبہ کی شہرت اور علم نوازی و علم دوستی کے واقعات کا تذکرۂ جمیل ہمارے درمیان موضوعِ بحث ہوتا تھا۔

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد وطنِ عزیز واپسی ہوئی تو شاکر صاحب سے پہلی ملاقات میری مادرِ علمی جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد کے ایک سالانہ اختتامی پروگرام کے موقع پر ہوئی۔ تقریباً اس سے دو سال بعد مادرِ علمی جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں درجہ تخصص کے اجراء کے حوالے سے ایک مشاورتی اجلاس تھا، اہلِ علم حضرات کے جھرمٹ میں شاکر صاحب کی آراء و تجاویز سننے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موقع ملا۔ میٹنگ کے اختتام پر تمام شرکائے اجلاس کو ایک ہی گاڑی میں بٹھا کر جامعہ کے عظیم الشان نیو کیمپس کا دورہ کروایا گیا۔ دورے کے اختتام پر عمارت کی بیرونی دہلیز پر کھڑے ہو کر شاکر صاحب نے اپنے تازہ سفرِ ہندوستان کی علمی مجلسوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کی خدماتِ حدیث کے تناظر میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا تو خشک دیدوں سے تشکّر و امتنان کے قطرے چھلک پڑے۔

چند سال قبل پروفیسر شاکر صاحب لاہور سے اسلام آباد منتقل ہوئے تو ان سے ملاقاتوں کے سلسلے میں اضافہ ہوا۔ مرحوم بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ذیلی شعبہ، دعوۃ اکیڈمی کے ڈپٹی ڈائریکٹر، پھر ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی و شریعہ اکیڈمی (بیک وقت) اور فیصل مسجد کے خطیب کے طور پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وفات سے چند ماہ پیشتر وہ سیرت سٹڈی سنٹر کے چیئرمین کے منصب پر فائز ہو کر اپنے دل پسند تخصص کی طرف لوٹ آئے تھے۔ ان مناصب کی تفویض کاری کسی سفارش، رشوت، خوشامد، اقربا پروری اور دوست نوازی کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ مرحوم کی خداداد لیاقت و اہلیت اور متنوع صلاحیتوں کی بنا پر تھی۔

ایک مجلس میں یونیورسٹی میں اپنی آمد کے پس منظر کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ یونیورسٹی کی اعلیٰ قیادت نے شعبۂ سیرت کی تعمیر و ترقی کے ضمن میں ان کی ذاتی لائبریری (بیت الحکمت، لاہور) کا دورہ کیا اور سیرتِ نبویؐ کے متعلق گفتگو ہوئی تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مجھے یونیورسٹی میں کام کرنے کی پیشکش کر دی۔ شاکر صاحب کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک نمایاں وصف یہ رہا کہ انہوں نے اپنی ملازمت کے فرائض کو خلوص و امانت اور تفانی فی العمل کی تصویر بن کر سرانجام دیا۔ تفویض کردہ اختیارات کا غلط استعمال اور ذاتی منافع کا حصول تو دور کی بات، حاصل شدہ سہولیات سے بھی انہوں نے بقدرِ ضرورت و کفاف ہی فائدہ اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے منصب کی تجدید کے موقع پر ایک مقتدر شخصیت نے آپ کے بارے مثبت رائے دیتے ہوئے کہا کہ ایسی شخصیت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے جو صبح سے لے کر عشاء تک اپنے دفتر میں بیٹھا رہتا ہے اور اپنے صوابدیدی فنڈز کو بھی بڑا محدود اور محتاط طور پر استعمال کرتا ہے۔ شاکر صاحب کے دفتر کا ماحول بڑا دل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کش اور علم افروز ہوتا تھا۔ ملاقاتیوں سے برتاؤ کے ساتھ ساتھ اپنے سامنے پڑے ہوئے دفتری کاغذات کے پلندوں اور زیرِ طبع کتابوں کے مسودات کو بھی چیک کرتے رہتے۔ کئی مرتبہ ان کی صحبت میں گھنٹوں بیٹھنے کا موقع ملا، مجال ہے کہ اس دوران اکتاہٹ کی کیفیت طاری ہوئی ہو۔ جس موضوع پر بھی بات چیت ہوتی تو معلومات و معارف کے جواہر چھلکنا شروع ہو جاتے۔ اللہ رب العزت نے انہیں ذہنِ رسا، قلمِ سیال، کلامِ لبیب اور نظرِ ثاقب جیسی نعمتوں سے حظِ وافر عطا کیا ہوا تھا۔ ایک ملاقات میں، مَیں نے مرحوم کو اپنی تالیف ''اسباب الخطأ فی التفسیر'' پیش کی۔ بڑی خوشی کے ساتھ کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی اور سفرِ قلم و قرطاس کا راہی بننے کی مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا: ''اس سفر کو ہمت و استقلال سے جاری رکھیں، سعودیہ کے عالمی شہرت یافتہ دار ابن الجوزی جیسے اشاعتی ادارے سے اس کتاب کی طباعت آپ کے لئے ایک بڑا اعزاز ہے۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہیں، بحث و تمحیص میں مشغول نوجوانوں کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے۔'' شاکر صاحب کے ان تشجیعی کلمات سے جہاں ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا، وہاں ان کی اعلیٰ ظرفی اور نوخیز قلم کاروں کے بارے کشادہ دلی کا بھی خوب احساس ہوا۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں دورانِ تدریس ایم فل درجے کے اپنے کئی شاگردوں کو مقالے کے موضوع کے انتخاب میں رہنمائی کے لئے شاکر صاحب کے پاس بھیجا۔ جو طالب علم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا، بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے اور مناسب انداز میں اس کی علمی و فکری رہنمائی کی۔ ایک بار فرمانے لگے کہ آپ کے حوالے سے طلبہ آتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ صحیح بات ہے کہ جن کا دامن علم و حکمت سے لبریز ہو، وہ ان جواہر و دُرر کو بانٹ کر دلی سکون سے مالا مال ہوتے ہیں۔

مختلف مجالس میں متعدد موضوعات پر خطاب کرنے کی دعوت دی تو کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اکثر و بیشتر ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ شروع شروع میں وقت لینے کی خاطر میں ان کے دفتر میں بذاتِ خود حاضر ہوتا تھا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ صرف اس غرض کی خاطر آپ اتنی زحمت نہ اٹھایا کریں، صرف فون پر وقت لے لیا کریں۔ بیرون اسلام آباد کے بعض حضرات بھی میرے توسط سے وقت لینے کے خواہش مند رہتے۔ میں ان کی طرف سے بات کرتا تو بعض دفعہ کمال

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تواضع کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ مجھے آپ سے معذرت کرتے ہوئے بڑی شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ میری مصروفیات کی نوعیت کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ ہفتوں پہلے، میں وعدہ دے کر اس کی مخالفت کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا۔ میرے پاس بیرون اسلام آباد کے لئے صرف اتوار کا دن ہوتا ہے اور وہ مَیں نے بیت الحکمت لاہور اور شیخوپورہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے وقف کیا ہوا ہے۔ پروگرام سے ایک دو دن قبل پوچھ لیا کریں، مجھے آپ کے پروگرام میں شریک ہو کر بڑی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اور عملاً بعض دفعہ ایسے ہوا کہ وہ ایک دو دن کے نوٹس پر بڑی خوشی سے تشریف لائے۔ جامعہ سلفیہ اسلام آباد کی سالانہ تقریب صحیح بخاری اور علم و آگہی سیمینار میں متعدد بار تشریف لا کر حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے خیالات وتجارب سے مستفید کیا۔ 30 جولائی 2009ء کو چوتھا علم و آگہی سیمینار بعنوان ''اسالیبِ دعوت: سیرت نبویؐ کی روشنی میں'' موصوف کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ ان کے فکر انگیز کلیدی خطاب سے جامعہ کے اساتذہ وطلبہ بڑے متاثر ہوئے۔ اس سیمینار کو انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت اور انتظامیہ جامعہ کی فہم وبصیرت کا مظہر قرار دیا۔ جامع مسجد دار اسلام، آئی ٹن ٹو (اسلام آباد) میں بھی متعدد بار عظمتِ قرآن وحدیث کے موضوع پر خطاب فرما کر سامعین کو بڑا محظوظ کیا۔ اپریل 2007ء کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے مرحوم کے ساتھ رفیقِ سفر بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کانفرنس میں ان کا کلیدی خطاب تھا۔ میزبان پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، موصوف کو اپنے ایک مربّی استاذ کا درجہ دینے میں شاداں وفرحاں تھے۔ راقم السطور کے مقالے کا عنوان ''عصرِ حاضر میں سیرت کی نشر واشاعت: عوامل اور اسباب'' تھا۔ اگست 2007ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کانفرنس ہال میں ابوشقہ عبد الحلیم کی کتاب ''تحریر المرأة فی عصر الرسالہ'' کے اردو ترجمہ ''آزادیٔ نسواں، عہدِ رسالت میں'' کی تقریبِ رونمائی کے موقع پر راقم الحروف کو شاکر صاحب کی موجودگی میں کتاب پر تبصرہ کے حوالے سے اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ملا۔ میرے مقالہ پیش کرنے کے بعد ایک روشن خیال مقررہ نے بلاوجہ کانفرنس کے ماحول کو مُکدّر کرنے کی کوشش کی اور کتاب میں مندرج معلومات کا فہم حاصل کئے بغیر اپنے منفی تأثرات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد شاکر صاحب کا خطاب تھا، انہوں نے اپنا مکتوب مقالہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کی بجائے حالات کی مناسبت سے بڑا محاکمانہ اور حکیمانہ خطاب ارشاد فرما کر بعض ذہنوں میں موجود غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ کئی مواقع پر بعض حضرات یہ کہتے ہوئے سنے گئے: ''پروفیسر عبد الجبار شاکر، فنِ کلام و بیان کے بادشاہ ہیں۔''

آہ! جس کی حکمت پر ہر اک اہلِ وطن کو ناز تھا
بجھ گئی وہ شمع جس پر انجمن کو ناز تھا

1428ھ کے حج کے موقع پر خادم الحرمین الشریفین ملک عبداللہ بن عبدالعزیز کی طرف سے پورے پاکستان سے 48 شخصیات کو ضیوف خادم الحرمین کے طور پر دعوت دی گئی۔ بیس سے زائد پی ایچ ڈی سکالرز اور میڈیکل ڈاکٹرز بھی تھے۔ اس قافلۂ علم و ادب کا سالار پروفیسر عبد الجبار شاکر کو بنایا گیا۔ اس رحلۂ سعیدہ میں مرحوم کو قریب سے دیکھنے کا مزید موقع ملا۔ اس مختصر اور مصروف ترین سفر کے دوران بھی انہوں نے مختلف مکتبات اور کُتّاب سے رابطہ رکھا اور کئی کتابوں کی خریداری کی، خصوصاً مکہ مکرمہ میں مقیم ہندی محقق عالم مولانا محمد عزیز شمس کے ساتھ حرمِ مکّی کے بابِ بلال پر ہماری مشترکہ نشست کا مرکز و محور کتاب و مکتبہ ہی رہا۔ طواف و سعی کی تھکاوٹ کے آثار دیکھ کر بعض احباب نے موصوف کی پنڈلیوں کو سہلانا چاہا تو انہوں نے اس کی اجازت نہ دی اور پھر لذت و لطف کے ساتھ مختلف موضوعات پر جدید مطبوعات کا تذکرہ شروع کر دیا۔ ہوٹل میں واپسی پر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر اور راقم الحروف نے ان کے کمرے میں جا کر کچھ دیر ان کو دبانے کی سعادت حاصل کی۔ کبار اہلِ علم و فضل کی صحبت و رفاقت کے باعث یہ سفر جذب و اشتیاق، علمی، معنوی، روحانی اور اخلاقی اقدار و لطائف اخذ کرنے کے لحاظ سے ایک یادگار اور نادر مرحلۂ مبارکہ تھا۔

میں بے ہنر تھا مگر صحبت ہنر میں رہا
شعور بخشا ہے ہمہ رنگ محفلوں نے مجھے

جولائی 2009ء کے اوائل میں جنوبی افریقہ کے دعوتی دورہ پر گئے تھے، واپسی پر رودادِ سفر بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ایک مجلس میں انگریزی میں دو گھنٹے مسلسل خطاب کرنے کا موقع ملا۔ تقریباً بیس ہزار حاضرینِ مجلس تھے۔ جنوبی افریقہ میں بالخصوص اور دیگر افریقی ممالک میں بالخصوص

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عیسائی مشنری کی سرگرمیوں کے حوالے سے بڑے متفکر تھے۔

تقریباً دو سال قبل انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز اسلام آباد میں ایک راؤنڈ ٹیبل سیمینار میں مرحوم نے ''عیسائیت اور مذہبی تعلیم'' کے موضوع پر ایک بڑا پُر مغز لیکچر دیا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر میں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ معلومات ہمیں مدوّن شکل میں دے دیں تو ہم اسے'' مجلة الجامعة السلفية '' کے صفحات کی زینت بنانا چاہتے ہیں۔ کہا کہ تا حال یہ معلومات منتشر ہیں۔ فرصت ملنے پر آپ کی یہ خواہش ان شاء اللہ پوری ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ مرحوم متذکرہ مجلّہ کی مجلسِ مشاورت کے رکنِ رکین بھی تھے۔

ادب واحترام اور شفقت وتکریم سے معمور خوش کن ماحول میں مرحوم سے ایک ملاقات میرے سُسر محترم حافظ محمد یوسف (آف چونیاں، حال مقیم فیصل آباد) کی معیت میں ہوئی۔ مرحوم کا بچپن، لڑکپن، شباب، کہولت اور مرحلۂ واپسی محترم موصوف کے سامنے گزرا۔ اس تناظر میں یہ محفل خوب جمی۔ ماضی کی شیریں یادیں، حال کی پُر امید بہاریں اور مستقبل میں مرحوم کے علمی عزائم کا تذکرہ موضوعِ سخن رہا، خصوصاً مولانا عبد السلام مبارکپوری کی سیرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نئی طباعت واشاعت کا ذکر بڑی محبت وچاہت سے ہوتا رہا۔ سات آٹھ گھنٹے دفتری مشاغل میں صرف کرنے کے باوجود مرحوم بڑے ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔ چند ماہ قبل مرحوم کی انجو پلاسٹی ہوئی تھی، میں عیادت کے لئے حاضر ہوا، فرمانے لگے کہ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ ویسے تو آرام آپ کے نصیب میں نہیں، اسی بہانے آپ ہمارے قابو میں آ گئے ہیں۔ آپ نے ہسپتال میں گزرے ہوئے دنوں کو پنجرے میں قید سے تشبیہ دی۔ عارضۂ قلب میں ایک عرصہ سے مبتلا تھے۔ ان کی معیت میں کئے گئے سفرِ حج کے دوران مکہ المکرّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانگی کے وقت جب میری طبیعت اچانک بگڑ گئی تو میری خبر گیری کرتے ہوئے فرمایا: ''گھبراؤ نہیں! مَیں مریضِ دل ہوں، میرا بائی پاس ہوا ہے، میں اپنے رِستے ہوئے زخم کی خود ہی مرہم پٹی کر لیتا ہوں۔ پھر دورانِ سفر اور مدینہ منورہ پہنچ کر بھی گاہے بگاہے میرا حال معلوم کر کے تسلی وتشفی دیتے رہے۔ شاکر صاحب سے بالمشافہ آخری ملاقات اسلام آباد میں متعیّن سعودی سفیر جناب عبد العزیز بن ابراہیم الغدیر کی طرف سے دیئے گئے افطار ڈنر میں ہوئی۔ ہم نے ایک ہی ٹیبل پہ اکٹھے افطاری کی۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانے کے وقت میں نے عرض کیا کہ آپ اپنی کرسی پہ تشریف رکھیں،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مَیں آپ کے لئے کھانا ڈال لاتا ہوں۔ کہا کہ نہیں! آپ یہ زحمت نہ کریں مَیں خود ہی حسبِ ذوق کچھ لے لیتا ہوں۔ کھانے پینے کے معاملے میں بڑے محتاط رہتے۔ جب بھی کھانے کی دعوت دی تو جواب ملا کہ بھائی میرے کھانے پینے کی فکر نہ کیا کریں، میں دن میں صرف ایک بار ہی کھانا کھاتا ہوں۔

کتاب وسنت کے منہج کے متبعین ودعاۃ اور سلفی العقیدہ حضرات کے ساتھ جو ناروا متعصّبانہ رویّہ اپنایا جاتا ہے، مرحوم کو اس تلخ حقیقت کا بخوبی احساس تھا۔ ایک ملاقات میں بتایا کہ کسی تحقیقی ادارے میں بھرتی کے انٹرویو کے دوران سربراہِ کمیٹی نے ایک اہل امیدوار کے بارے میری رائے پوچھی تو مَیں نے ازراہِ تفنّنِ طبع کہا کہ دیکھیں اس شخص میں مطلوبہ کام کی اہلیت وصلاحیت اور تجربہ تو ہے ہی، لیکن اس کا ایک جرم ہے! تعجب وحیرت سے پوچھا: وہ کیا؟ بتایا کہ وہ اہلحدیث ہے۔ کمیٹی کے سربراہ بڑے محظوظ ہوئے اور ان ریمارکس کا پسِ منظر سمجھتے ہوئے کہا کہ شاکر صاحب! ایسی کوئی بات نہیں، ہم اس کو نامزد کرتے ہیں۔

شاکر صاحب کو جہاں غیروں کے متعصّبانہ اور معاندانہ رویّوں کا ادراک تھا، وہاں اپنوں کی ناقدری اور خشک مزاجی کا بھی شعور تھا۔ ایک ملاقات میں جماعت کی ایک عالم فاضل باعمل شخصیت کا تذکرۂ جمیل ہوا تو فرمانے لگے کہ کراچی کے ایک پروگرام کے موقع پر ایک شیعہ سکالر نے مجھے کہا کہ اگر ایسی شخصیت ہمارے پاس ہو تو ہم اسے سونے میں تولیں۔ امرِ واقع یہی ہے کہ سلفی عوام الناس کی ایک تعداد مسئلہ عدمِ تقلید کو عدمِ اکرامِ اہلِ علم پر محمول کرتے ہوئے کچھ زیادہ ہی ''بے باکی و اخلاقی جرأت'' کی خوش فہمی میں مبتلا ہے۔

ایک ملاقات میں محترم ڈاکٹر حافظ عبدالرشید نے اس حقیقت کو ایک لطیفے کے انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی غیر اہلحدیث شاگرد نے ملاقات کرنی ہو تو قبل از وقت ادب واحترام سے پوچھتا ہے کہ جناب! آپ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوسکتا ہوں؟ کوئی اہلحدیث شاگرد ملنا چاہے تو فون کھڑکاتا ہے کہ استاد جی! آپ گھر میں رہیں، مَیں تشریف لا رہا ہوں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غلو وجفا اور افراط وتفریط سے بچتے بچاتے ہوئے اہلِ علم وفضل حضرات کی ان کی زندگی میں بھی قدر کرکے علم نوازی وعلم دوستی کا ثبوت دیا جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے ساتھ ایک خوبصورت مجلس تقریباً ایک سال قبل اس وقت سجی جب مرکزی جمعیت اہلحدیث اسلام آباد کے زیر اہتمام حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں علماء ودعاۃ کی ذمہ داریوں کے حوالے سے ایک مشاورتی اجلاس منعقد ہوا۔ علامہ عبدالعزیز حنیف صدرِ محفل تھے۔ ان کے دائیں بائیں پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن، ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، فضیلۃ الشیخ محمد خالد سیف اور فضیلۃ الشیخ حافظ مقصود احمد جیسی فاضل شخصیات کا وجود اس مجلس کے روحانی وفکری حُسن کو دوبالا کر رہا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی غالباً بیرون ملک سفر کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے تھے۔ علم وبصیرت کے اس گلدستہ کو شاکر صاحب کی شیرینیٔ گفتار نے بھی معطّر کیا۔ انہوں نے بڑی جامعیت کے ساتھ ادیانِ باطلہ، فرقِ فاسدہ اور فتنۂ قادیانیت کی تردید میں علماءِ اہلحدیث کی کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ افسوس ہے کہ آج ہماری جماعت اس حوالے سے ہراول دستے کا کردار ادا نہیں کر رہی۔ ہمیں مستعد ہو کر ایک بار پھر اس سٹیج کو سجانا ہوگا۔ پروگرام کے اختتام پر دفتر میں بھی شاکر صاحب کے ساتھ نشست رہی اور ان کے پند ونصائح سننے کا مزید موقع میسر آیا۔

بلاشبہ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے دنیائے علم وادب میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ جسے پُر کرنے کے آثار دور دور تک بھی دکھائی نہیں دے رہے۔ ان کی وفات سے فصیلِ مسجد کے منبر ومحراب عالمانہ اور فکر انگیز خطابت سے محروم ہو گئے۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے مراکزِ بحث وتحقیق ایک ایسے مفکّر سے خالی ہو گئے جس کی ساری شعوری زندگی کتاب ومطالعہ سے عبارت تھی۔ بیت الحکمت (لاہور)، خونِ دل سے دبستانِ حکمت وبصیرت کی آبیاری کرنے والے باغبان سے تہی دامن ہو گیا۔ قافلۂ علم وادب کے رفقاء ایک علمی وفکری قائد سے محروم ہو گئے۔ ہم ایسے مکتبِ علم ودانش کے خوشہ چیں اخلاق افروز اور علم نواز صحبتِ صالح کو ترستے رہ گئے۔ مجالسِ سیرت، ایک محبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت گو وسیرت نگار کے دل آویز کلام وبیان سے خالی ہو گئیں، محافلِ اقبالیات ایک مخلص اقبال شناس کے روشن فکر سے بے نور ہو گئیں۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں
ملنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہلِ پاکستان ایک ایسے عظیم دانشور سے محروم ہو گئے جس نے مختلف وسائلِ ابلاغ کے ذریعے ان کے دلوں میں اخلاق، پیار، مودّت اور اتحاد و اتفاق کے جوت جگائے۔ نفرت، تعصب، جہالت، عداوت اور دیگر روحانی و اخلاقی امراض سیئہ کے خلاف جدوجہد کی۔ ملتِ اسلامیہ ایک ایسے گوہرِ شب چراغ سے محروم ہوگئی جس کے نورِ رشد و ہدایت سے ایک جہاں مستنیر ہوا۔

مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ رب العزت نے انہیں مختلف کمالات اور متعدد اعزازات سے نوازا تھا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم۔ وہ کہکشائے علم و فضل کا ایک ایسا نامدار اور تابدار ستارہ تھے جس کی ضوفشانیوں نے جہالت و تاریکی کے تعصب کو کم کیا۔ گلدستۂ حاملینِ علوم کا مہکتا ہوا ایک ایسا پھول تھے جس نے چمنستانِ علم و آگہی کو ایک مدت تک معطر کیے رکھا۔

انہوں نے بطور مربیّ و معلم، نسلِ نو کی کشتِ ویران کو علم و ادب کے آب زر سے زرخیز بنایا۔ بطور خطیب و داعی خوابِ غفلت میں مدہوش لوگوں کو صوتِ ہادی سے بیدار کیا۔ بطور حکیم و دانا، شبابِ اسلام کو جادۂ اعتدال و راہِ توازن سے آگاہ کیا۔ بحیثیت ادیب علمی و فکری مجلسوں اور کتابوں کو اپنے جواہرِ ادب سے مزیّن و مرصّع کیا۔ بحیثیت نقاد، اصولِ تحقیق و اسالیبِ تألیف میں نکھار پیدا کیا۔ بحیثیت منتظم، خلوص، امانت اور فناء فی العمل کی خوبصورت یادگاریں چھوڑیں۔ بحیثیت محبّ رسول ﷺ سیرت نگاروں کو نئے زاویوں سے روشناس کیا اور ایک منفرد اسلوب اختیار کرتے ہوئے جوانانِ ملت کے دلوں میں شمعِ سیرت و سنت کو فروزاں کیا۔ الغرض بہت خوبیاں تھیں جانے والے میں۔ ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں روز بروز پیدا نہیں ہوتیں۔ بقول میرؔ ؎

مت سہل انہیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر نے جہاں علم وادب کی صورت میں قابلِ قدر ملّی میراث چھوڑی ہے، وہاں ''وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَهٗ'' کے مصداق تعلیم یافتہ پسران بھی سوگوار چھوڑ کر گئے ہیں۔ تمام بیٹوں کے ناموں کی نسبت دین کے ساتھ کرنے میں مرحوم کا حبِ دینِ اسلام کا پہلو اجاگر ہوتا ہے۔(محمد صلاح الدین ایوبی، محمد جمال الدین افغانی، محمد رفیع الدین حجازی، محمد کبیر الدین رازی، محمد جلال الدین رومی، محمد نجم الدین فارانی۔)

مرحوم کی یادوں کا تذکرہ ختم کرنے سے پہلے میدانِ نشر واشاعت میں ان کے متحرک بیٹوں کی خدمت میں چند تجاویز پیش کرنا مناسب خیال کرتا ہوں تا کہ مرحوم کے علمی ترکے کا فیض تا مدت مدید جاری وساری رہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ یا بیت الحکمت کے نام سے ٹرسٹ (وقف) کا قیام

اس مجوزہ منصوبے کے درج ذیل مرکزی اغراض ومقاصد اور اہداف متعین کئے جاسکتے ہیں:

☆......بیت الحکمت کے خزانۂ علوم ومعارف کی روشنی عام کرنے کے لئے جذبۂ تحقیق وذوقِ تحقیق سے سرشار نوجوان محققین کی ایک ٹیم تشکیل دی جائے جو اس عظیم مکتبہ کی ترتیب وتنسیق اور قابلِ اشاعت مخطوطات کی تحقیق کے حوالے سے کام کرے۔

☆......بیت الحکمت کی فہارس کے حوالے سے اب تک جو کام ہو چکا ہے اس کی نشر واشاعت۔

☆......شاکر صاحب کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تمام تحریروں کی موضوعی ترتیب کے تحت اشاعت۔(یہ تجاویز میں نے شاکر صاحب کی خدمت میں بھی پیش کی تھیں جسے انہوں نے سراہا۔ تاہم ان کی وسیع الجوانب مصروفیات اور وسائل کی قلت بھی ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے میں رکاوٹ تھی۔)

☆......مختلف مجالس میں کئے گئے مرحوم کے خطابات اور ریڈیائی تقاریر کی جمع وتدوین۔

☆......علم وادب اور بحث وتمحیص سے وابستگی رکھنے والے محققین علماء وطلبہ کے آفاقِ علم ومعرفت میں گیرائی وگہرائی پیدا کرنے کی غرض سے ''بیت الحکمت'' میں کبار اہلِ علم کے متنوع موضوعات پر ماہانہ سلسلہ وار توسیعی محاضرات کا اجراء۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

☆ ...... بیت الحکمت کے اردگرد کے سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں زیرِ تعلیم طلبہ کے لئے آسان فہم دین یا اس جیسے کسی دوسرے نام سے مختصر دورانیہ پر مشتمل ایک کورس کا انعقاد۔ بنیادی عربی گرائمر، ترجمۃ القرآن اور سیرتِ نبویؐ، کورس کے مرکزی موضوع ہوں۔

☆ ...... مرحوم کی مادی میراث سے بمطابق شرعِ مبین ایک متعین حصہ، نیز ادارہ ''کتاب سرائے'' کے وسائلِ آمدنی سے حاصل شدہ مال کی ایک مخصوص مقدار متذکرہ مجوزہ ٹرسٹ کے لئے وقف کرنا۔ (یاد رہے کہ مرحوم نے ساری زندگی اپنے وسائلِ آمدنی کا ایک وافر حصہ کتاب و مکتبہ کی تعمیر و ترقی کے لئے استعمال کیا۔ بنا بریں مرحوم کا طرزِ بود و باش تکلف و تصنع اور خوئے زیست، ظاہری آسائشوں سے پاک ایک فطری سادگی اور قدرتی ذوقِ جمال کا مرقع تھا۔)

مطالعہ و مشاہدہ میں کئی ایک ایسی قلیل الوجود شخصیات کو پڑھنے اور دیکھنے کا موقع ملا ہے جنہوں نے کتاب کی محبت کی سرشاری میں اپنی جائیداد تک فروخت کر دی اور اسبابِ زندگی سے متمتع ہونے کی بجائے کتاب خرید کر ایک متاعِ عزیز کی طرح اس کی حفاظت کی۔ ڈاکٹر شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کی کتاب سے محبت اور کتاب بینی کے ذوق کو ہمارے حلقۂ احباب میں ایک ضرب المثل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ غفور و رحیم، مرحوم کے اعمالِ صالحہ و مساعیٔ جمیلہ کو صدقۂ جاریہ و توشۂ آخرت بنائے، ان کی آخرت دنیا سے بہتر بنائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی بشری کوتاہیوں اور انسانی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

زندگانی تھی تیری مہتاب سے تابندہ تر — خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا — نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا
آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے — سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ رب العزت ہمیں بھی ایسی زندگی گزارنے کی سعادت عطا فرمائے جو اُخروی نجات اور ابدی فوز و فلاح کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

آمین یا رب العالمین و یا ارحم الراحمین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی جوارِ رحمۃِ اللہ

☆ حافظ احمد شاکر

گزشتہ برس ایک بہت بڑا ذاتی...... زیادہ...... جماعتی اور علمی حادثہ ہوا، کہ ہمارے خوش جمال، خوش خصال اور خوش خیال دوست، محترم پروفیسر عبدالجبار شاکر دل کی جراحی کے دوران انتقال کر گئے۔ (انّا للہ و انّا الیہ راجعون)

میانہ قد، کشادہ پیشانی، سدا کا ہنستا مسکراتا چہرہ، متحرک پلکیں، شرم وحیاء سے جھکی ہوئی خوب صورت غزالی آنکھیں، موتیوں جیسے چمکتے دانت، باوقار چال، تمکنت آمیز گفتگو، کچھ کرنے کے لئے بے تاب، اور علم کے لئے ماہیٔ بے آب۔ بڑوں کے لئے مؤدب، چھوٹوں کے لئے شفقت، یہ ان کا سراپا تھا۔

فقط اک ترے نہ ہونے سے اے دوست
گلوں میں رنگ و بُو کہاں، چاند میں چاندنی کہاں

شاکر صاحب 1947ء میں میر محمد ضلع...... اس وقت لاہور، اب...... قصور میں حکیم عبدالعزیز رحمہ اللہ کے گھر پیدا ہوئے۔ والد نے ان کا نام تفاؤلاً امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے نام پر عبدالجبار رکھا۔ ان سے چھوٹے صرف ایک ہی بھائی عبدالقیوم ہیں، جو پتوکی میں کاروبار کرتے ہیں اور ایک ہی ہمشیرہ۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم شام کوٹ، حسین خانوالہ میں حاصل کی پھر گریجوایشن ...... اس وقت کے منٹگمری اور اب...... ساہیوال سے کر کے ایم اے، پنجاب یونیورسٹی سے کیا اور پھر

☆ مدیر مسئول ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور۔ موقر مفکر و دانش ور۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کچھ عرصہ میونسپل کالج میں پڑھاتے رہے۔اس کے بعد ان کی صادق آباد میں پوسٹنگ ہوگئی۔

شاکر صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حوصلہ، ضبط، خود اعتمادی، قوتِ ارادی اور قوتِ فیصلہ کی نعمت سے سرفراز کیا ہوا تھا۔چودہ سال قبل ان کا پہلا بائی پاس ہوا تھا، پھر اس کے بعد ان کی ایک جانب فالج کا شدید حملہ بھی ہوا۔لیکن اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات پر ان کے مؤمنانہ توکّل نے ان کو غیر معمولی قوتِ ارادی سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔اس لئے معالجوں کے جھرمٹ سے نکلتے اور بسترِ علالت کو چھوڑتے ہی انہوں نے تمام معمولات شروع کر دیئے تھے۔بائی پاس کے کچھ ہی دن بعد وہ المکتبۃ السلفیۃ تشریف لائے اور حسبِ معمولی خوش وخرم، چاق وچوبند اور مطمئن تھے، ایسے ہی فالج کے بعد بھی بہت جلد وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے لگے۔وفات سے تقریباً تین ماہ قبل ان کو ایک ایسے غیر معمولی آپریشن سے گزرنا پڑا، جس کا دورانیہ صرف ۱۳ یا ۱۴ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔اس سے قبل پاکستان میں وہ آپریشن صرف بارہ افراد کے ہوئے تھے جن میں زندگی صرف تین کو ملی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا وہ آپریشن بھی کامیاب ہوگیا۔آپریشن کے بعد ان کی بیمار پُرسی کے لئے دعوہ اکیڈمی میں ملاقات ہوئی تو وہی اطمینان، سدا کا ہنستا مسکراتا چہرہ اور بارگاہِ ربِّ قدیر میں ان کو سراپا تشکّر پایا۔آہ ؎

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو
ان کے لہجہ میں ادب کے تیور

اب بائی پاس کا ان کا یہ دوسرا آپریشن تھا جو پہلے آپریشن سے زیادہ نازک نہ تھا۔ آپریشن کے لئے ہسپتال آنے کے دن رات ڈیڑھ بجے تک مختلف کتابوں کے مقدمات وغیرہ لکھتے رہے، پھر تہجد پڑھی اور معمولات ادا کئے اور ہسپتال آ گئے۔اس آپریشن کے بارے میں وہ بھی فکر مند نہیں تھے اور ان کے معالجین بھی پُر امید تھے لیکن دورانِ آپریشن ہی وہ خالقِ حقیقی سے جا ملے۔(انّا للہ وانّا الیہ راجعون)

ویراں ہے میکدہ، خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کا مطالعہ کثیر الجہات تھا۔ قرآن، حدیث، سیرت، ادب، اقبالیات اور اس کے علاوہ مشہور شعراء کا کلام ان کی نظر میں تھا۔ مختلف موضوعات پر ان کا خطاب اپنے موضوع کا مکمل احاطہ کئے ہوئے ہوتا تھا۔ ہمارے علم کی حد تک وہ اردو زبان کی کامیاب خطابت کے علاوہ عربی، اردو اور فارسی میں بھی اظہارِ خیال کی قدرت رکھتے تھے۔ وہ ایک بہترین اور موضوع کا حق ادا کرنے والے مقرر تھے، جو ان کو ایک بار سنتا، دوبارہ سننے کا شوقِ فراواں لے کر جاتا۔ چناں چہ ملک و بیرون ملک سو سے زائد مرتبہ انہوں نے سیرت النبیؐ پر خطاب کی سعادت حاصل کی اور ایسے ہی سو سے زائد مقامات پر اقبالیات کے موضوع پر مقالے پڑھ کر اپنی اقبال شناسی متعارف کروائی۔

کچھ عرصہ قبل دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے وہ اسلام آباد تشریف لے گئے تھے۔ اب حکومت اسلام آباد میں ایک قومی سیرت لائبریری قائم کرنا چاہتی تھی جس کے لئے حکومت کی نظرِ انتخاب ان پر تھی کہ وہ سیرت چیئر کے چیئرمین تو تھے ہی لیکن ع

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

ان کا اصل تعلق کتاب سے تھا اور کتابوں پر ان کی نظر بھی خوب تھی۔ ایک طویل عرصہ وہ پنجاب کی پبلک لائبریریز کے ڈائریکٹر رہے۔ آج کل پنجاب حکومت کے قائم کردہ قرآن بورڈ کے ممبر بھی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کتابوں کی عالمی نمائشوں میں شرکت کرنے کے علاوہ وہاں سے کتابیں خرید کرلاتے جس سے وہ اس لائبریری کو مزین کرتے رہتے۔

ان کی یادگار یا ان کا کارنامہ بیت الحکمت کی نام سے موسوم وہ لائبریری ہے جو بلاشبہ منفرد ہے کہ

☆......یہ لائبریری کتبِ احادیث کے وسیع ذخیرہ کے علاوہ سیرت النبیؐ کے موضوع پر ۱۸ زبانوں میں چار ہزار سے زائد کتب سے منور ہے، اس تعداد میں کتبِ سیرت کا کسی ایک مقام پر یہ ذخیرہ منفرد ہے۔

☆......اسی طرح اقبالیات پر یہ لائبریری ۴۰ زبانوں میں چار ہزار پانچ صد کتابوں سے مزین ہے۔

☆......اس لائبریری میں ایک لاکھ کے قریب مطبوعہ کتب و رسائل موجود ہیں۔

☆......۱۹۸۶ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم نے کتبِ سیرت کے گراں قدر ذخیرے کی بنا پر ان کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاص ایوارڈ بھی دیا تھا۔

☆...... ایسے ہی حکومتِ ایران نے ایران میں منعقدہ مخطوطات کی عالمی نمائش میں ان کو تیسرا انعام دیا تھا۔

☆......۲۰۰۵ء میں فیصل مسجد کے احاطہ میں خطی قرآنِ مجید کی نمائش میں بھی انہوں نے حصہ لیا تھا، جس کا افتتاح صدر پرویز مشرف نے کیا تھا۔ اس لائبریری کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں کے طلبہ نے صرف اس لائبریری کی فہرست پر سات مقالہ جات لکھے ہیں۔

ان کے صاجزادگان ! صلاح الدین ایوبی (لیکچرار)، جمال الدین افغانی، رفیع الدین حجازی (تاجرانِ کتب)، کبیرالدین رازی (سرکاری ملازم)، جلال الدین رومی، نجم الدین فارانی (طالب علم)، اس لائبریری کو علم کا چشمۂ فیض اور نشر کتب ان کے لئے صدقۂ جاریہ بنانے کے جذباتِ خیر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ ادارہ الاعتصام کے کارکنان، ان کے پسماندگان بھائی، بہن، بیوہ اور بیٹیوں سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرما کر، ان کی حسنات قبول فرما کر ان کی بلندئ درجات کا سبب بنائے۔ آمین!

اسلامی تہذیب حجاز سے باہر نکلی تو اس کو محض سیاسی غلبہ ہی نصیب نہیں ہوا بلکہ اس نے ان کی ثقافتی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے۔ اسلامی ثقافت کا عالمی تار و پود مقامی عرف کے ساتھ مل کر ایک ایسے آہنگ میں ڈھل گیا کہ عالمی تہذیب کے ساتھ ایک عالمی ثقافت کا پہلا نقشہ اسلام کے تصورِ حیات نے پیدا کیا۔ ایران، افغانستان، ترکی اور وسط ایشیا کی ریاستوں میں اسلامی ثقافت کا جو بھرپور اظہار ہوا، اس کے آثار و علائم مغرب کی تمام تر چیرہ دستیوں کے باوجود برقرار ہیں۔ روس کا ستر سالہ آہنی اقتدار بھی ان ثقافتی اقدار کو ان سے جدا نہیں کرسکا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم دوست و علم پرور

ڈاکٹر نثار احمد ☆

میری، ان کی ملاقات بہت پرانی نہیں تھی۔ مگر چند سالوں کا عرصہ ہی تعلق خاطر کی ایک دنیا بسا گیا۔ وہ شکل وصورت، وضع قطع، حلیہ، لباس ہر لحاظ سے ایک سچے پکے مسلمان لگتے تھے۔ اپنے طرزِ زندگی اور مشاغل میں بھی وہ ایسے ہی تھے۔ پہلی ملاقات، ان کے بقول ''سید صاحب'' کے ساتھ ہوئی، کلینک کے اوقات میں۔ کم وبیش ایک گھنٹہ کی ملاقات میں سب سے زیادہ ذکر ''سیرتِ رسولؐ'' کا رہا۔ گفتگو سادگی، بے تکلفی، بے غرضی کا نمونہ تھی۔ سیرت پر لکھنے پڑھنے والوں کی تلاش، ان کی حوصلہ افزائی، ان کے لئے آسانیاں بہم پہنچانے کی کوشش، خاکسار سے ملاقات بھی اسی قبیل سے تھی۔ انہیں معلوم ہوا تھا کہ خطبۂ حجۃ الوداع کی جمع و تدوینِ نو اور بطور منشورِ انسانیت اس کی پیشکش، راقم کے پیشِ نظر ہے۔ وہ بلا تأمل میرے پاس تشریف لے آئے اور پھر اس کے بندوبست میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ اسے کتابی صورت میں لانے میں سب سے زیادہ دخل انہی کی کوششوں کا تھا۔ منظرِ عام پر آنے کے بعد مذکورہ کتاب ''خطبۂ حجۃ الوداع'' کو دنیائے علم ودانش نے پذیرائی بخشی اور پھر ''مقابلۂ کتبِ سیرت'' کے سلسلہ میں وزارتِ اُمورِ مذہبی، حکومتِ پاکستان کی طرف سے 2005ء میں اسے ''اوّل انعام'' کا مستحق قرار دیا گیا۔ اس پر وہ اور بھی خوش ہوئے اور بطورِ خاص مبارکباد دینے کے لئے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ ان کا محبت آمیز مصافحہ، معانقہ دل بر ما گیا۔

☆ معروف مصنف ومحقق، ریٹائرڈ پروفیسر کراچی یونیورسٹی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان سے ملاقاتیں بھی بہت زیادہ نہیں ہوئیں، ایک تو وہ بہت مصروف آدمی تھے، وہ خود اسلام آباد میں تعینات تھے جبکہ گھر بار شیخوپورہ میں، ایک گھر نما لائبریری، بیت الحکمت لاہور میں، فرضِ منصبی کی ادائیگی، مختلف کاموں کی دیکھ بھال، نگرانی، اہلِ علم سے ملاقاتیں، ان کی کتابوں کی طباعت واشاعت کے انتظامات، آئے دن سفر کے لئے پا بہ رکاب، کہیں لیکچر دینا ہے، کسی سیمینار میں شرکت کرنی ہے، ملک اور بیرون ملک کانفرنسوں کے دعوت ناموں کی تعمیل، کسی کتاب کی رونمائی، کسی تقریب کی صدارت، الدعوہ اکیڈمی کے انتظامات، لیکچرز، پروگراموں کی ترتیب و تدوین، ائمہ، خطباء ومقررین، علماء فضلاء کی مہمانی، میزبانی، کبھی سفرِ حرمین درپیش ہے اور ملاقاتیوں کو باب عبدالعزیز سے متصل جگہ کا پتہ دیتے ہیں، پھر سلسلہ درسلسلہ کراچی بھی تشریف لے آتے، ملاقات ہو جاتی، کبھی ماحضر تناول بھی فرما لیتے اور کبھی سلام دعا ہی پر اکتفا، بہر حال ملاقات کی شرط ہو یا نہ ہو، رابطہ میں ضرور رہے۔ جب چاہتے دفتری ٹیلیفون سے یاد کر لیتے اور جب چاہتے موبائل فون کو حرکت میں لے آتے۔

ان کی یادوں کا ایک نقش اُبھر آیا ہے۔ اس خاکسار راقم الحروف کی ایک اور کتاب ''عہدِ نبویؐ میں ریاست کا نشوو ارتقاء'' جو عرصہ دراز سے منتظرِ اشاعت تھی، پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحبؒ کی پیہم کوششوں سے منصۂ شہود پر آسکی۔ اس کے لئے انہوں نے خاصا اہتمام برتا، کمپوزنگ کی پروف ریڈنگ ایک مرتبہ خود کی، اس کا اشاریہ خود مرتب کیا اور مقدمہ بھی خود لکھا، تاکہ ایک عملی معیاری پیشکش بن سکے۔ جبار و غفار اللہ اپنے صابر وشاکر بندے کی علمی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی آرام گاہ کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دے، (آمین)۔

پروفیسر صاحب موصوف کو اس کتاب سے، اس کتاب کے موضوع، مواد اور لوازمہ سے حد درجہ اُنسیت ومحبت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ پہنچایا جائے اور اس کی قدر وقیمت کو اُجاگر کیا جائے۔ اس غرض سے وہ اس کتاب کی ایک تقریبِ تعارف جلد سے جلد رکھنا چاہتے تھے اور وہ بھی کراچی میں، تاکہ یہ خاکسار بھی اس میں شریک ہو سکے۔ اور آخر کار انہوں نے ایک ''تقریبِ تعارف کتاب'' کا بندوبست یکم ذوالحجہ 1429ھ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بمطابق 30 نومبر 2008ء کو کر ہی ڈالا۔

تقریب کے صدر نشین خود مولانا عبدالجبار شاکر صاحب تھے۔ جن دنوں یہ تقریب ہوئی، کراچی کے حالات بہت مخدوش تھے، شہر میں جگہ جگہ ہنگامے، گھیراؤ جلاؤ کا سلسلہ جاری تھا، یہ توقع بھی مشکل تھی کہ تقریب منعقد بھی ہو سکے گی یا نہیں؟ اور اس دن پروفیسر صاحب کو حیدر آباد میں صبح ایک تقریب میں شرکت کے بعد براستہ سڑک کراچی پہنچنا تھا اور تقریب کی صدارت کرنی تھی۔ لیکن یہ شاید ان کی نیک نیتی اور خلوص کی برکت تھی کہ تقریب میں شرکاء معمول سے زیادہ آئے۔ ادارہ کا ہال، کمرہ، کوریڈور اور باہر کا صحن، مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ تقریب بخیر و خوبی اختتام کو پہنچی اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جنابِ عبدالجبار شاکر صاحب کا خطبۂ صدارت محفل کی جان تھا۔

پروفیسر صاحب خود بھی صاحبِ علم و دانش تھے لیکن اس سے زیادہ علم کے رسیا، علم دوست، علم پرور شخص تھے۔ وہ ساری زندگی پڑھتے پڑھاتے رہے، کتاب ان کی زندگی تھی اور تحصیلِ علم ان کے لئے آبِ حیات۔ ان کی اپنی ذاتی اور خاندانی لائبریری میں ایک لاکھ سے زائد کتابیں اور ر ئل ہیں۔ چار پانچ منزلہ عمارت، تہہ خانے سے اوپر تک اس میں کتابیں ہی کتابیں ہیں اور بطور خاص سیرت پر ذخیرہ ہزاروں سے متجاوز ہے۔ وہ خود ایک جیّد عالمِ دین، خطیب اور ماہر تعلیم تھے۔ وہ یوں تو کسی موضوع، کسی مضمون میں بند نہیں تھے۔ تفسیر، حدیث، کلام، تاریخ، ادبیات، اقبالیات (اس میں انہوں نے ایم فل بھی کیا)، فلسفہ، سیاسیات، سماجیات اور اسلامیات غرضیکہ وہ ہر موضوع پر بولتے اور بے تکان بولتے۔ زبان و بیان دونوں خوبصورت، ملکی ٹی وی چینلز پر ان کے کتنے ہی مذاکرے، مباحثے محفوظ ہوں گے جو ان کی حاضر بیانی، طلاقتِ لسانی اور دلائل و تفصیلات کی روانی پر دلیل ہیں۔ ان سب کے باوجود میرا ذاتی تاثر یہی ہے کہ ان کی دلچسپی کا اصل میدان سیرتِ نبیؐ تھا۔ حدیث سے عشق تو شاید بربنائے اہلِ حدیث تھا لیکن سیرت میں اختصاص بربنائے مطالعہ و تحقیق تھا۔ وہ جتنا اچھا بولتے تھے ویسا ہی لکھتے بھی تھے، بہت خوب لکھتے۔ کمیّت و کیفیت دونوں اعتبار سے مضمون، موادِ تحریر بھاری بھرکم ہوتا، مثلاً السیرہ عالمی میں ان کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مضمون ''منظوم سیرت نگاری'' ایک علمی و تحقیقی جائزہ، شمارہ 19 مارچ 2008ء میں شائع ہوا۔ اس میں عہدِ رسالت سے لے کر آج تک جو کچھ منظوم صورت میں لکھا گیا، عربی، فارسی، اردو وغیرہ میں، جہاں جہاں نمائندہ تحریریں ہیں، ان کا احاطہ، نمونہ کلام، فہرستِ کتب، شعراء و شاعرات کے تعارف کے ساتھ نمونہ کلام اور عہد بہ عہد ہونے والا کام، اس کی قدر و قیمت اور مختصر تعارف پر ایک بھرپور مقالہ 25 سطری باریک فونٹ کے 38 صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس کو پڑھنے کے بعد قاری، ناظر کو کسی قسم کی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ موصوف نے اس سلسلہ میں جن کتابوں کے نام گنائے ہیں، صرف ان کی تعداد ہی سینکڑوں سے متجاوز ہوگی۔

قبلہ پروفیسر شاکر صاحب اگرچہ جگہ جگہ گھومے پھرے، کام کرتے رہے، لیکن آخر میں وہیں پہنچے ''جہاں کا خمیر تھا''، چنانچہ وفات کے وقت وہ سیرت چیئر اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ڈائریکٹر کے منصب پر فائز تھے۔ وہاں تقرر کو ابھی زیادہ مدت نہیں گزری تھی، یعنی چند ماہ ہی ہوئے تھے، لیکن ان کے ارادے مضبوط، عزائم بلند اور منصوبہ بندی بہت کچھ کر چکے تھے۔ خاکسار کی ایک پرانی کتاب ''نقشِ سیرت'' کے بارے میں بھی ایک منصوبہ ان کے ذہن میں تھا جس پر کئی بار مختصر زبانی گفتگو ہوئی، تفصیل بعد کے مراحل میں طے ہونا تھی جو شاید اب کبھی نہ ہو سکے۔ ان کی ذہنی، جسمانی مصروفیات، سفر، بے آرامی، نئے منصب کے تقاضے اور پھر منصوبوں پر فکر و تعمق، اندر ہی اندر اعضاء و جوارح کو متاثر کرتا رہا۔ دل، دماغ، دونوں کے پردے اور شریانیں پروفیسر صاحب کے رفتارِ کار کا مقابلہ نہیں کر سکیں۔ تصلب نے ان کی لچک کو متاثر کیا، اس کا نتیجہ خون کی روانی میں خلل تھا۔ پچھلے سال الشفاء میں داخل رہے، کئی دماغی شریانیں بند تھیں، جنہیں کھولا گیا اور کئی دن قومے میں رہے۔ اب پھر الشفا میں بائی پاس کے لئے داخل ہوئے لیکن اصل آپریشن شروع ہونے سے پہلے ہی حملہ قلب نے وہ گنجِ گرانمایہ ہم سے چھین لیا، وہ بھی کس عمر میں! صرف 63 سال کے سفر کے بعد۔ سیرت سید الرسل اور ان کی عمر کی یاد پھر آ گئی...... اللہ مغفرت فرمائے، غریقِ رحمت کرے۔

☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جفاکش و سخت کوش

☆ سید عزیز الرحمن

روشن چہرہ، خوش نما داڑھی، اُجلا لباس، قراقلی ٹوپی، وجیہہ شخصیت اور مرصّع گفتگو، یہ مختصر خاکہ ہے ہمارے پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کا، جو اچانک رخصت ہوئے۔ کسی بھی قریبی شخصیت کے یوں رخصت ہونے پر یقین مشکل سے ہی آتا ہے، شاکر صاحب کی وفات پر بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ اس کا انکار کرنے والا دنیا میں کوئی شخص نہیں ملے گا، اس کے باوجود انسان خود فریبیوں کا اس قدر عادی ہو چکا ہے کہ سامنے نظر آنے والی اس قدر واضح حقیقت سے بھی نظر چُرانے کی کوشش کرتا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر سے راقم کا تعلق خاصا پرانا تھا۔ سب سے پہلے ان کا ذکر اپنے نانا محترم پروفیسر سید محمد سلیم رحمہ اللہ سے سنا، پھر ان کی قائم کردہ لائبریری کی تعریف اور شہرت کانوں میں پڑنے لگی، مگر ملاقات کا موقعہ خاصے عرصے بعد ملا۔ السیرۃ کے اجرا کے بعد کسی شمارے کی تلاش میں آپ ہمارے ہاں گھر پر تشریف لائے۔ برادرم محمد جمال الدین افغانی بھی ہم راہ تھے۔ اس کے بعد لاہور جانا ہوا تو بیت الحکمت میں حاضری دی، نوادرات سے حظ اٹھایا اور بہت سی ایسی کتابوں کی زیارت نصیب ہوئی، جن کا پہلے نام ہی سنا تھا۔ اس کے بعد تعلقات کا وہ دور شروع ہوا کہ تقریباً روز ہی رابطہ ہونے لگا۔

گزشتہ سال (2009) اپریل کے مہینے میں جب راقم کا ریجنل دعوہ سینٹر کراچی میں تقرر ہوا تو یہ رابطہ دفتری روابط کی وجہ سے مزید مضبوط ہو گیا، کیوں کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر دعوہ اکیڈمی کے

☆ ریجنل انچارج دعوہ سنٹر، کراچی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈائریکٹر تھے، مگر انہوں نے اس تعلق کو اس پرانے تعلق پر حاوی نہیں ہونے دیا اور ان کے رویّے میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کو اللہ تعالیٰ نے عمدہ اور مسجّع و مقفّیٰ گفتگو کی خصوصیت سے خوب نوازا تھا، وہ اپنے ملکۂ تکلم کے ذریعے مشکل معاملات سے آسانی کے ساتھ نمٹ لیا کرتے تھے اور پہاڑ جیسی ضخامت رکھنے والے مسائل کو بھی چٹکیوں میں حل کر لیا کرتے تھے۔ پروفیسر صاحب کی گفتگو کے یہ مظاہر بار ہا دیکھنے کو ملے۔ دسیوں واقعات ذہن کی لوح پر دستک دیتے رہتے ہیں، اور درجنوں یادیں آنکھوں کے سامنے آ رہی ہیں۔

گذشتہ سال برادرم حافظ محمد عارف گھانچی، مدیر جہانِ سیرت کے ہم راہ پروفیسر صاحب کو لے کر کراچی کے قدیم ترین بک سینٹر عباسی کتب خانہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ماحول دیکھ کر پروفیسر صاحب نے اپنے سفرِ ایران کی یادیں کچھ اس انداز سے بیان کیں اور ایران کے تاریخی مقامات اور مشہور شخصیات کے حوالے سے اپنی یادوں کا نقشہ اس طرح کھینچا کہ کتب خانے کے مالک حبیب صاحب ان کے معتقد ہو گئے، اور پھر انہوں نے جس قدر بھی کتب پسند فرمائیں وہ انہیں حبیب صاحب نے ہدیتاً عنایت فرما دیں اور ان کی رقم لینے، بل کہ بتانے سے سختی سے انکار کر دیا، بالآخر ہدیئے کے نام پر پروفیسر صاحب نے کچھ رقم عطا کی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر ان بڑوں میں سے تھے جو چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کو اپنا فریضہ تصور کرتے ہیں اور انہیں اس قدر شوق دلاتے ہیں کہ ان میں اپنے کچھ ہونے کا احساس ہونے لگتا ہے۔ راقم نے اس خوبی کا بار ہا عملی مشاہدہ کیا۔ پھر ان کا یہ بڑا پن تھا کہ وہ اپنے اسلوب پر قائم رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ کئی برس قبل سخت سردی کے موسم میں برادرم ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری کے ہم راہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب اس وقت تک لاہور میں قیام پذیر تھے، ان کے ہاں بھی حاضری ہوئی۔ فون پر وقت طے تھا مگر پروفیسر صاحب کہیں مصروف ہو گئے اور بروقت بیت الحکمت نہ آ سکے۔ انہوں نے فون کر کے وہاں موجود اپنے ایک صاحب زادے کو ہمارے متعلق بتا دیا، پھر وقتاً فوقتاً فون پر وہ اپنی تاخیر کی بابت بتاتے رہے اور ہمیں رُکنے کی تاکید کرتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہے، بالآخر رات کو کافی تاخیر سے تشریف لائے، ہم تھک چکے تھے۔ برادرم ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ویسے بھی ان معاملات میں نازک مزاج ہیں، جبھی تو ہم واپسی کے لئے تیار تھے، مگر انہوں نے آتے ہی کچھ اس انداز سے معذرت اور تاخیر کی وجوہات بیان کیں کہ انتظار کی تمام تر کوفت، مسرت و راحت میں بدل گئی اور ان کے آتے ہی ساری تھکاوٹ دُور ہوگئی۔ پھر ہم نے مزید کئی گھنٹے پروفیسر صاحب کی گفتگو اور بیت الحکمت کی کتابوں کی معیت میں گزارے۔

بیت الحکمت آپ کا ایسا صدقۂ جاریہ ہے، جس کا اجر اور ان کی محنت کی داد انہیں تادیر ملتی رہے گی، اور تشنگانِ علم و فن اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

بیت الحکمت کی ایک بڑی خوبی سیرت پر اس کا ذخیرہ ہے جو ملک کے بڑے ذخائرِ سیرت میں سے ایک ہے۔ سیرتِ طیبہ سے انہیں خاص شغف تھا، جس کا اظہار ان کی تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ ان کے اس ذخیرۂ علم و اَدب سے بھی ہوتا تھا، جسے انہوں نے بیت الحکمت کا بجا طور پر نہایت مناسب نام دیا تھا۔ اس ذخیرے کو بلا خوفِ تردید اسمِ بامسمّٰی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس ذخیرے میں خصوصاً سیرتِ طیبہ پر عربی، اردو، انگریزی کے ساتھ ساتھ دنیا کی مزید اٹھارہ بیس زبانوں میں کتب موجود ہیں جن کی کل تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ سیرتِ طیبہ سے آپ کی خاص دلچسپی تھی۔ مختلف ممالک کے اسفار کا موقع ملتا تھا، آپ ان مواقع کو غنیمت تصوّر کر کے انہیں یوں قیمتی بناتے تھے کہ جگہ جگہ سیرت پر کتب تلاش کرتے اور انہیں خرید کر اپنے اس ذخیرے کی زینت بناتے۔

گزشتہ سال تاجکستان، اغلباً پہلی بار، جانے کا موقع ملا تو تاجک زبان کی ایک مختصر کتاب سیرتِ طیبہ پر لے کر آئے، جو قیمت کے لحاظ سے کافی مہنگی پڑی مگر فخر و انبساط کے ساتھ وہ دکھاتے اور اس کا تذکرہ کرتے۔ آپ کے ذخیرے میں مجموعی طور پر موجود کتب و رسائل کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ اس ذخیرۂ علم و اَدب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں 5 ہزار سے زائد مخطوطات بھی موجود ہیں، جن میں ایک ہزار مخطوطات صرف قرآن مجید کے مختلف نسخوں پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح قرآنِ حکیم کے سو سے زائد تراجم بھی آپ کے ذخیرے کا حصہ ہیں۔ اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاوہ اقبالیات، طبِ مشرق، اَدب و تاریخ، فنِ تعلیم اور خطاطی پر بھی بیش بہا ذخیرہ اس عظیم کتب خانے کی زینت ہے۔

کتب کی خریداری میں بھی آپ کسی بخیلی کا مظاہرہ نہ کرتے، مہنگی سے مہنگی کتاب بھی جب سامنے آتی تو بلا تامل خرید لیتے، اس مقصد کے لئے ان کے پاس رقم علیحدہ سے محفوظ ہوتی تھی۔ عرصے تک تو یہ معمول تھا کہ خریدی ہوئی کتب خود ساتھ لے کر لاہور آتے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ کراچی میں خریداری کے وقت راقم عموماً ساتھ ہوتا، ہمیشہ کتابیں خرید کر بندھواتے اور ساتھ لے جانے پر اصرار کرتے، میں کہتا کہ بلٹی کروا دیتے ہیں، لاہور میں وصول فرما لیجئے گا، مگر نہ مانتے۔ یہی کہتے کہ مجھے اطمینان اسی صورت میں ہوگا کہ کتاب ساتھ لے جاؤں، البتہ آخری سال ڈیڑھ سال سے کم از کم کراچی کی حد تک یہ معمول ہو گیا تھا کہ بڑی تعداد میں خریدی ہوئی کتب لاہور بذریعہ بلٹی روانہ فرما دیتے، آٹھ دس بلکہ پندرہ بیس کلو تک کا وزن ہوتا تو ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اپنی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے بھی اس افسوس کا اظہار کرتے کہ ڈاکٹر نے وزن اٹھانے سے منع کیا ہے، یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ اب کتابوں کے معاملے میں جبر کرنا پڑتا ہے۔

اسی ذخیرے کا نتیجہ تھا کہ خصوصاً اردو کتبِ سیرت کا مطالعہ وسیع تھا۔ عربی اور انگریزی کی چیزوں سے بھی واقفیت تھی۔ آخری آٹھ دس برسوں میں لکھا بھی خوب، خصوصاً جب سے ان کے صاحب زادے برادرم محمد جمال الدین افغانی نے کتاب سرائے اور دوسرے صاحب زادے برادرم رفیع الدین حجازی نے نشریات کے نام سے کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا تو کتب کے فلیپ، دیباچے اور مقدمے خوب لکھے۔ زیادہ تر ''حرفِ اوّل'' کے زیرِ عنوان لکھتے اور ''حرفِ اوّل'' کو خلاصۂ کتاب بنا دیتے۔ حرفِ اوّل کے مطالعے سے نہ صرف کتاب کا موضوع اور بحث سامنے آ جاتے، بل کہ اس موضوع کی نئی جہتیں اور آئندہ کے لئے اس موضوع پر کام کی امکانی حدود بھی متعین ہو جاتیں۔

آپ کی آخری تحریروں میں شاہ مصباح الدین شکیل کی کتاب ''نشاناتِ ارضِ قرآنی'' کے نئے ایڈیشن کے لئے حرفِ اوّل کے ساتھ ساتھ راقم کی مرتب کردہ کتاب صراطِ مستقیم پر تبصرہ اور جناب حافظ محمد ثانی کی تازہ کتاب کا مقدمہ شامل ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجھے وہ دن نہیں بھولتا جب ان کی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل، میں دفتر سے گھر آ کر بیٹھا ہی تھا کہ شاکر صاحب کا فون آ گیا۔ اس روز خلافِ معمول لہجہ گھمبیر تھا، سلام دعا کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ تجویز ہو رہا ہے کہ میں سیرۃ اسٹڈی سینٹر سنبھال لوں، تمہاری کیا رائے ہے؟ میں کیا عرض کرتا؟ یہی عرض کیا کہ سیرت طیبہ کے حوالے سے آپ کا ذوق بھی ہے اور معلومات بھی، اس لئے مناسب سمجھتے ہیں تو بسم اللہ کیجئے۔ ایک دو روز بعد اطلاع آ گئی کہ پروفیسر عبد الجبار شاکر سیرۃ اسٹڈی سینٹر کے ڈائریکٹر مقرر ہو گئے ہیں۔ میں نے فون کیا تو انتہائی بشاشت کے عالم میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے من کی مراد عطا کر دی، پھر علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کا ذکر کیا اور ان کے مشہور اشعار پڑھے، جن میں انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب سیرت النبیؐ کی تالیف اور اس حوالے سے اپنی سعادتوں کا بہ نازو افتخار تذکرہ کیا تھا۔

عجم کی مدح کی عباسیوں کی داستان لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبرِ خاتم
خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

پھر فرمایا کہ یہ تو بابِ سعادت مجھ پر، وا ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے کچھ کرنے کا موقع ملا ہے، پھر اس کے بعد جب بھی بات ہوئی، یہ ہی موضوعِ سخن رہا۔ سیرت سینٹر کے اغراض و مقاصد، کام کرنے والوں کی ٹیم، ممکنہ موضوعات، متعلقہ کتب، اس مقصد کے لئے عظیم کتب خانۂ سیرت کی تشکیل، نئی کتب کی نشان دہی، دنیا بھر میں سیرتِ طیبہ پر کام کرنے والوں سے آگہی، دعوتی نقطۂ نظر سے سیرتی مواد کی تشکیل، بین الاقوامی زبانوں میں سیرت پر ہونے والے کام کا جائزہ اور ان زبانوں میں نئے کام کی گنجائش اور ضرورت، سیرت سینٹر کے آئندہ منصوبے، ان منصوبوں کے سلسلے میں ورکنگ پیپر کی تیاری، ترجیحات کا تعین اور سینٹر کے لئے مشاہیر اہلِ علم پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی کی تشکیل، آخری ڈیڑھ دو ماہ پروفیسر عبد الجبار شاکر کے ان ہی موضوعات میں بسر ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راقم کی اس دوران ان سے دوتین ملاقاتیں ہوئیں جبکہ فون پر تو ہر روز یا دوسرے روز رابطہ ہوتا۔ پروفیسر صاحب اپنے مطالعے، مشاہدے، نئی ذمے داریوں کے حوالے سے غور و فکر کے نتائج اور اس سلسلے میں ممکنہ منصوبوں سے آگاہ کرتے اور راقم اپنی فہم کے مطابق اس میں شریک رہنے کی کوشش کرتا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی طرح پروفیسر صاحب کا سیرت سٹڈی سینٹر سے وابستہ ہونا ان کے خاتمہ بالخیر ہونے کا استعارہ تھا۔ قدرت نے اس طرح اپنے انعامات کی جھلک دنیا ہی میں دکھا دی کہ ایک محبِّ صادق کی خواہش اس کے لئے اعزاز بنا کر پوری کر دی گئی۔

....

پروفیسر صاحب مسلکاً ''اہلِ حدیث'' تھے، مگر ان کی وسعتِ فکر و نظر نے انہیں مسلکی حد بندیوں سے بلند کر دیا تھا، یہی سبب ہے کہ ان کا حلقۂ احباب و متعلقین بلا تفریقِ مسلک بڑا وسیع تھا۔ ایک بار امام شافعیؒ کے مشہور واقعے سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام شافعیؒ جب ایک بار امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر گئے اور وہاں موجود مسجد میں نماز عشا ادا کی تو وتر حنفی انداز میں ادا کئے، کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہوئے صاحبِ مزار سے شرم آتی ہے۔ پھر فرمایا کہ میرا معمول بھی یہی ہے کہ کسی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے امام کے مسلک کی رعایت رکھتا ہوں، اگر امام حنفی ہو تو اس کے پیچھے مَیں حنفی طریقے سے نماز ادا کرتا ہوں، کیوں کہ اس کے برخلاف کرنے کو میں اقتداء کے تقاضوں کے منافی سمجھتا ہوں۔ مَیں نے یہ بات ان سے ایک سے زائد بار سُنی اور کبھی اس پر زیادہ توجہ نہیں دی، مگر جب کئی بار ایسی صورت حال پیش آئی کہ ان کے ساتھ اکٹھے ایک امام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ پروفیسر صاحب کا وہ محض بیان ہی نہیں تھا، عمل بھی اس کے مطابق تھا۔ اس طرح ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ محض گفتار کے غازی نہ تھے، کردار بھی ان کی گفتار کا ہم نوا تھا۔ یہی سبب تھا کہ ان خالص مسلکی مباحث پر بھی پروفیسر صاحب سے گفتگو کسی تکلّف و تردّد کے بغیر کی جا سکتی تھی جن پر عام حالات میں لب کشائی خاصی جرأت کی بات تصور ہوتی ہے۔ یہ پہلو، خاص طور پر موجودہ حالات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں، پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی شخصیت کا امتیازی پہلو تھا، اور اس حوالے سے ان کے رخصت ہونے سے پیدا ہونے والا خلاء قحط الرجال کے اس دور میں بڑا غیر معمولی محسوس ہوتا ہے۔

....

محنت، سخت کوشی و سخت جانی میں بھی وہ ممتاز و فائق مقام رکھتے تھے۔ طویل اسفار اور طویل طویل نشستیں، علمی و مطالعاتی رت جگے اور طویل دورانیئے پر مشتمل خطابت، یہ سب امور ان کی شخصیت کا جزوِ لاینفک تھے۔ ان کے بغیر ان کی شخصیت ہی مکمل نہ ہوتی تھی۔ یہ معمولات آخری سانس تک ایک ہی آب و تاب کے ساتھ جاری رہے، ان میں کبھی کسی قسم کا کوئی فرق دیکھنے میں نہیں آیا۔

دعوہ اکیڈمی کے پروگراموں کے سلسلے میں اندرونِ سندھ دور دراز کا سفر کرتے، اور معمول یہ ہوتا کہ عموماً ایئرپورٹ سے سیدھے اندرون سندھ سفر پر روانہ ہو جاتے۔ گاڑی بھی کبھی آرام دہ اختیار نہیں کی، اور منزل پہ پہنچتے ہی اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ کام سے فراغت کے بعد فوراً واپسی کا سفر اختیار کر لیتے، راستے میں آرام، کھانے اور چائے وغیرہ کے لئے نہ خود رُکتے، نہ ساتھ والوں کو رُکنے دیتے۔ یہ معمول ہمیشہ رہا۔

انتقال سے ڈیڑھ دو ماہ پہلے ایک بڑے آپریشن کے مرحلے سے گزرے، کوئی چھ آٹھ روز آئی سی یو میں رہے، وہاں انسانوں کا بھی داخلہ ممنوع تھا، مگر کتابیں اس وقت بھی ساتھ رہیں، بل کہ ان کے بستر کا حصہ تھیں۔ آپریشن کے تقریباً دو ہفتے بعد کراچی آنا ہوا، چہرے سے اضمحلال نمایاں تھا، دو روز قیام رہا مگر معمول وہی سابقہ، جس میں آرام کا کوئی خانہ نہ تھا۔

آپریشن کے بعد آئی سی یو سے جب واپس آئے تب بھی سیدھے ایک پروگرام میں پہنچے۔ وہاں سے فارغ ہو کر اپنے دفتر آئے، ضروری کام نمٹا کر کہیں اپنی آرام گاہ لوٹے۔

ایسے جفاکش اور سخت کوش فدائی اب صفِ اسلام میں کم ہی نظر آتے ہیں، اس لئے جانے والوں کی یاد اور زیادہ لو دینے لگتی ہے۔ یہی دعا کی جا سکتی ہے کہ:

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درویش منش بادشاہ

☆ مولانا حافظ فضل الرحیم

حقیقت یہ ہے جن شخصیات کی وفات کو دل نہیں چاہتا، ان کے مرنے کا یقین بھی نہیں آتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحبؒ آ رہے ہیں، گفتگو کر رہے ہیں، مسکرا رہے ہیں۔ خداوندِ کریم، پروفیسر صاحب کی قبر کو جنت کا باغ بنائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے (آمین)۔

موصوف عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کے ساتھ ہمیشہ سرپرستی اور ہم لوگوں سے شفقت کا معاملہ فرماتے رہے، عالمی رابطہ ادب اسلامی کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ، احباب نے ان کا انتخاب مجلسِ منتظمہ کے لئے بھی کیا، تو موصوف نے نہ صرف یہ کہ اسے قبول کیا بلکہ صحیح معنی میں اس کا حق بھی ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑے اوصاف سے نوازا تھا۔ موصوف اعلیٰ علمی حلقوں میں ایسے درویش صفت انسان تھے کہ جن کی زندگی کا ہر پہلو اسلامی نقطۂ نظر سے قابلِ رشک تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں بارہا ان کی تشریف آوری ہوئی اور احقر نے ایک مرتبہ دورۂ حدیث کے طلبہ سے خطاب کی دعوت بھی دی۔

اللہ کریم نے انہیں ہر میدان میں عجیب اوصاف سے نوازا تھا۔ علم و فضل اور سیرت کے اعتبار سے انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا۔ سادگی، ملنساری، خوش گفتاری، دین سے محبت اور اس کے لئے دردمندی کا پیکرِ مجسم تھے۔ وہ اُمتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کے معاملات میں بڑا درد رکھتے تھے۔ حدیث، سیرت، اقبالیات اور تاریخ کے موضوعات پر انہوں نے بہت علمی کام کئے۔ قابلِ رشک بات جس کا احقر نے خود مشاہدہ کیا، وہ ان کی وہ عظیم و خوبصورت لائبریری ہے جس میں

☆ نائب مہتمم و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، لاہور۔ صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی، پاکستان۔ عظیم دینی و روحانی شخصیت۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخطوطات کا ایک عظیم ذخیرہ دیکھنے میں آیا۔ اس ذخیرے میں بہت سے قدیم نسخے بھی شامل ہیں۔ اس لائبریری میں تاریخ واحادیث کی قدیم کتب موجود تھیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ چند ماہ ان کی لائبریری میں گزارنے کے بعد بھی ان کے جمع کردہ مخطوطات کا مطالعہ مکمل نہ ہو سکے۔ میں کتابوں کو دیکھتا جاتا اور موصوف ان کا مکمل تعارف کرواتے چلے جاتے۔ وہ تفصیل سے بتلاتے کہ انہیں، بالخصوص مخطوطات کو کہاں کہاں سے کتنی خطیر رقم خرچ کر کے جمع کیا گیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے بعد میرے دل میں ان کی قدر و منزلت کئی گنا بڑھ گئی۔ بلاشبہ وہ انتہائی درویش منش بادشاہ تھے جنہیں اللہ رب العزت نے مخطوطات کا اتنا بڑا عظیم خزانہ عطا فرمایا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کو اللہ نے بڑی خوبیوں سے نوازا۔ جب کبھی اسلام پر کسی طرف سے بھی کوئی حملہ ہوا، انہوں نے علمی طور پر مدلل انداز میں اس کا خوب جواب دیا۔ خداوندِ کریم نے انہیں تمام مسالک میں مقبولیت سے نوازا تھا۔ ان کا ہنستا مسکراتا چہرہ، ہر وقت نگاہوں کے سامنے ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت موصوف کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

شریعت مسلمانوں کی انفرادی زندگی، معاشرے کی اجتماعی زندگی اور ریاست کے جملہ اداروں کے لئے ایسے رہنما اصول متعین کرتی ہے کہ وقت اور تمدن کے بدلتے احوال میں ان سے اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ یہ نفسِ انسانی کی اصلاح کی مؤثر تعلیم پیش کرتی ہے۔ خاندانی نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرتی ہے اور معاشرتی تشکیل کے لئے حقوق و فرائض کا ایک واضح لائحہ عمل پیش کرتی ہے۔ ریاست کے تمام ممکنہ اداروں کے لئے رفاہ عامہ، خدمتِ خلق، دعوتِ دین اور عدل و انصاف کا پیغام دیتی ہے۔ یہ راعی اور رعایا دونوں کو ایک ضابطے میں پرو دیتی ہے اور ریاستی اقتدار کو ذاتی شوکت اور وجاہت کا سامان بنانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے اقتدارِ اعلیٰ کا ترجمان بناتی ہے۔ یوں شریعت دنیا کو دین، معاش کو معاد اور مادیت کو روحانیت سے ہم آہنگ کر دیتی ہے۔

مقاصدِ شریعت اور ہماری ذمہ داریاں — پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ کا مقالہ برائے ایم فل

اقبال کی غیر مدوّن نثر

ایک مطالعہ

ڈاکٹر خالد ندیم ☆

پروفیسر عبد الجبار شاکر کا نام آتے ہی ایک طرف خوش اخلاقی، وضع داری، ادب و احترام، تہذیب و شائستگی اور مودّت و محبت کی خوشبو بکھرنے لگتی ہے تو دوسری جانب مخطوطات کی جمع آوری کے ساتھ ساتھ، سیرۃ النبیؐ اور اقبالیات پر دنیا جہان کی کتب سے مزین، ان کی زندگی بھر کی جستجو کے نتیجے میں قائم ہونے والے ''بیت الحکمت'' کے تصور سے قلب و نظر جگمگا اُٹھتے ہیں۔

اقبالیات سے انہیں طبعی مناسبت تھی اور اس کے لئے وہ اپنی محدود آمدنی کے باوجود اقبالیات پر کتب جمع کرتے رہے، نتیجتاً اردو سمیت، دنیا کی چالیس سے زائد زبانوں میں لکھا جانے والا اقبالیاتی ادب ان کے ہاں محفوظ ہو گیا۔

علم و ادب اور بالخصوص اقبالیات سے ان کے شغف کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ گھریلو، سماجی، دینی اور منصبی ذمہ داریوں کی بطریق احسن انجام دہی کے ساتھ ساتھ، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے ڈاکٹر رحیم بخش شاہین کی نگرانی میں اقبال کی غیر مدوّن نثر (حواشی و تعلیقات) کے موضوع پر مقالہ تحریر کیا، جس پر 1995ء میں انہیں ایم فل کی ڈگری تفوض کی گئی۔

مقالہ نگار نے اپنی یہ کاوش اپنے مرحوم والد (حکیم عبد العزیز) اور والدہ مرحومہ (ہاجرہ بیگم) کے نام معنون کی ہے۔ چار سو چون صفحات پر محیط اس مقالے کی کتابت مقالہ نگار کی دست نوشت ہے، جس سے بقول مقالہ نگار: ''خوش نویسی کا اہتمام تو شاید معیاری نہ ہو مگر اس سے متن کی ثقاہت واضح ہو جاتی ہے۔''

☆ پروفیسر شعبہ اردو۔ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، سرگودھا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دیباچے میں محقق نے اقبالؒ کی نظم و نثر کے امتیازات پر بحث کرتے ہوئے اُن کے نثری سرمائے سے بالعموم بے اعتنائی کا ذکر کیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اقبال کے فکر و فلسفہ کا سب سے مؤثر اور منضبط اظہار شعر میں ہوا ہے، مگر اس نظامِ فکر کی تفہیم و تشریح ان کے نثری کاموں کو جانے بغیر ممکن نہیں۔

اسلوبیاتی اعتبار سے اقبالؒ کی نثر کے مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے مختصر، مگر جامع گفتگو کی ہے۔ ان کے نزدیک: ''نثر میں اقبالؒ کا کوئی ایک خاص طرزِ نگارش نہیں ہے، بلکہ مختلف مواقع پر موضوعات کی نوعیت کے اعتبار سے اسالیب بھی بدلتے رہے۔'' محقق کا یہ کہنا ان کی بالغ نظری کا ثبوت ہے کہ اقبالؒ نے عبارت آرائی کے لوازم کو کہیں بھی شعوری طور پر استعمال نہیں کیا۔ وہ اگر ایسی توجہ صرف کرتے تو ان کے ذہن اور قلم میں ایک بہتر ادبی اسلوب کے تمام تر امکانات موجود تھے۔

اقبالؒ کی نثر کے مآخذ اور بعد ازاں جن مجموعوں میں ان تحریروں کو شامل کیا گیا، ان سب کے بارے میں پوری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اصولِ تحقیق و تدوین، حواشی و تعلیقات اور علمی و فکری نتائج کے استخراج کے حوالے سے اقبالؒ کی نثری تحریروں پر مبنی مختلف مطبوعہ مجموعوں کے معیار پر مقالہ نگار نے افسوس کا اظہار کیا ہے۔ مقالہ نگار نے اردو زبان میں تدوینِ متون کے غیر منظّم طریقِ کار، املائی نظام کے انتشار، اعراب میں عدمِ یکسانیت، توقیف نگاری کی بے قاعدگیوں، فارسی زبان کی املا میں برصغیر اور جدید ایرانی طرزِ املا کے اختلافات اور تبادلۂ حروف کی مختلف صورتوں کی موجودگی میں نثر اقبالؒ کی تدوین میں حائل مشکلات کا بھی ذکر کیا ہے۔

دیباچے کے آخر میں پروفیسر صاحب نے حواشی و تعلیقات کے ضمن میں اپنی بعض مجبوریوں کا ذکر کرنے کے بعد تحقیق، تسوید اور تکمیل تک مختلف مراحل میں سرپرستی و تعاون کرنے والے اداروں اور احباب کا شکریہ ادا کیا ہے۔

1902ء سے **1938**ء پر محیط اقبالؒ کے نثری کارناموں میں باقاعدہ تصنیف علم الاقتصاد کے علاوہ مکاتیب، خطبات، مقالات، مضامین، دیباچے، تقاریظ، تقاریر، تبصرے، مصاحبے، بیانات، شذرات، ملفوظات، پیغامات اور توصیفی اسناد شامل ہیں، تاہم شاکر صاحب نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صرف ان تحریروں کو اپنے مقالے کے لئے منتخب کیا، جو اقبالؒ نے خود اردو زبان میں لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے مخزن میں مطبوعہ تین مضامین، مثنوی اسرارِ خودی پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات میں ان کے چار مضامین/ مراسلات (مطبوعہ اخبار وکیل امرتسر) اور اسرارِ خودی (دونوں اشاعتوں)، رموزِ بے خودی اور پیامِ مشرق کے چار دیباچوں اور اقبالؒ کی وفات سے محض تینتالیس روز قبل چھپنے والے مضمون: ''جغرافیائی حدود اور مسلمان'' کے مختصر حواشی اور مفصل تعلیقات کا اہتمام کیا ہے۔ ان تحریروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱	بچوں کی تعلیم و تربیت	مخزن لاہور	جنوری ۱۹۰۲ء	ص:۲۲-۳۰
۲	اردو زبان: پنجاب میں	مخزن لاہور	اکتوبر ۱۹۰۳ء	ص:۲۵-۴۰
۳	قومی زندگی	مخزن لاہور	اکتوبر ۱۹۰۴ء	ص:۲۳-۳۲
			مارچ ۱۹۰۵ء	ص:۳۵-۴۵
۴	دیباچہ مثنوی اسرارِ خودی	طبع اوّل	ستمبر ۱۹۱۵ء	ص:الف-ل
۵	اسرارِ خودی اور تصوف	وکیل امرتسر	۱۵/جنوری ۱۹۱۶ء	ص:۱۶۰-۱۷۰
۶	سر اسرارِ خودی	وکیل امرتسر	۹/فروری ۱۹۱۶ء	ص:نامعلوم
۷	علمِ ظاہر و علمِ باطن	وکیل امرتسر	۲۸/جون ۱۹۱۶ء	ص:۲۶۸-۲۷۷
۸	تصوفِ وجودیہ	وکیل امرتسر	۱۳/دسمبر ۱۹۱۶ء	ص:۵۶-۶۰
۹	دیباچہ مثنوی رموزِ بے خودی	طبعِ اوّل	اپریل ۱۹۱۸ء	دو صفحات
۱۰	دیباچہ مثنوی اسرارِ خودی	طبعِ دوم	نصف آخر ۱۹۱۸ء	ایک صفحہ
۱۱	دیباچہ پیامِ مشرق	طبعِ اوّل	مئی ۱۹۲۳ء	ص:الف-ح
۱۲	جغرافیائی حدود اور مسلمان	احسان لاہور	۹/مارچ ۱۹۳۸ء	ص:نامعلوم

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ چھٹی تحریر بعنوان: ''سرِ اسرارِ خودی'' کی اوّلین اشاعت وکیل امرتسر میں ہوئی، لیکن یہ اشاعت کم یاب ہی نہیں، نایاب بھی ہے، چنانچہ مقالہ نگار نے اس کے عکس کے لئے مضمون کی دوسری اشاعت: آگرہ اخبار، ۷ مارچ ۱۹۱۶ء (ص:۷-۹) سے استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح بارہویں تحریر: ''جغرافیائی حدود اور مسلمان'' کی اوّلین اشاعت روزنامہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

احسان لاہور میں ہوئی، لیکن اس شمارے کی عدمِ دستیابی کی وجہ سے مقالہ نگار نے اس کا عکس تصدق حسین تاج کے مرتبہ مضامینِ اقبال (ص:۱۸۰-۱۹۶) سے حاصل کیا ہے۔ اس مضمون کی تاریخ اشاعت کے بارے میں یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ شجاعت علی اسد نے علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے ایم فل کے لئے لکھے گئے اپنے مقالے علامہ اقبال اور روزنامہ احسان کے صفحہ ۵۲ پر تحریر کیا ہے: علامہ اقبالؒ کی یہ تحریر (جغرافیائی حدود اور مسلمان) حرفِ اقبال (مرتبہ: لطیف احمد شروانی) سے حاصل کی گئی ہے، جس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ تحریر ۹ رمئی ۱۹۳۸ء کو احسان میں شائع ہوئی تھی۔

فاضل مقالہ نگار نے ممکن حد تک اقبال کی تحریروں کی اوّلین اشاعتوں کو بنیادی متن کے طور پر قبول کیا ہے۔ ہر تحریر کے مکمل عکس کے بعد مختصر حواشی اور مفصل تعلیقات دیئے گئے ہیں۔ آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی اور اشعار کی تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے۔ حواشی و تعلیقات کے ساتھ مطلوبہ حوالے درج کر دیئے گئے ہیں اور بعض مقامات پر مزید مطالعے کے لئے بعض کتب کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ ابتدائی اور بعد کی اشاعتوں میں در آنے والے اختلافِ نسخ و املا کا صفحہ و سطر کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ حواشی و تعلیقات اور اختلافِ نسخ و املا کے بعد اقبالؒ کی زیرِ بحث تحریر سے متعلق بعض ضمیموں کا اہتمام بجائے خود مقالہ نگار کے اعلیٰ تحقیقی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

حواشی و تعلیقات کے ضمن میں فاضل محقق نے تفہیمی و تشریحی پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ سب سے پہلے متعلقہ مضمون کی تمام اشاعتوں کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عکس کے لئے کون سی اشاعت دستیاب ہو سکی ہے۔ مختلف اشاعتوں کی تفصیل کے بعد متعلقہ مجلّے کا تعارف، اختلافِ متن اور اختلافِ املا کی بابت معلومات، مجلّے سے اقبال کے تعلق کی نوعیت اور مدیرِ مجلّہ کا تعارف پیش کیا گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس تفصیل کو بھی بے مزہ نہیں ہونے دیا گیا۔ مثال کے طور پر پہلے مضمون کی اشاعتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ علامہ اقبالؒ کا اردو میں پہلا مضمون ہے، جو پہلے مخزن کی جلد ۲، نمبر ۴ میں جنوری ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔ پھر یہی مضمون ایک نئی کتابت کے ساتھ مخزن ہی کی جلد ۳۴، نمبر ۷ میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کو شائع ہوا۔ مقالات اقبال مرتبہ سید عبد الواحد معینی، طبع اوّل مئی ۱۹۶۳ء میں اسے پہلے مضمون کے طور پر شامل کیا گیا۔ ان دونوں اشاعتوں میں ۶۴ جگہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متن کے اختلافات اور ۳۲ مقامات پر املا میں اختلافات ہیں۔

علامہ اقبالؒ کی نظم و نثر میں بہت سی نگارشات رسالہ مخزن میں شائع ہوئیں۔ مخزن شیخ عبدالقادر (۱۸۷۴ء-۱۹۵۰ء) کی ادارت میں اپریل ۱۹۰۱ء میں شروع ہوا۔ مدیر مخزن اردو زبان و ادب کو اسی شاہراہ پر چلتے دیکھنا چاہتے تھے، جس پر خود انگریزی علم و ادب نے سفر اختیار کیا تھا۔ وہ اردو ادب کو عالمی ادبیات کے زمرے میں شامل کرنے کے مشتاق تھے۔ اس ضمن میں مخزن کے پہلے شمارے کا اداریہ لائقِ توجہ ہے۔ مخزن نے اپنے عہد کے تمام ادیبوں کو متاثر کیا۔ اردو ادب کے مشاہیر نے بھی مخزن کے ساتھ قلمی معاونت کی۔ ان میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے، جن کی مشہور نظم ''ہمالہ'' اس کے پہلے شمارے میں شائع ہوئی اور بعدازاں متعدد مضامین، تراجم اور شعری کاوشیں شائع ہوتی رہیں۔''

مقالات کے پس منظر پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، مثلاً ''اسرارِ خودی اور تصوف'' کے سلسلے میں ساڑھے تین صفحات (۱۸۴-۱۸۷) پر گفتگو کی گئی، ''سرِ اسرارِ خودی'' کا پس منظر بھی چار صفحات (۲۲۸-۲۳۱) کو محیط ہے، ''دیباچہ پیامِ مشرق'' کے لئے بھی چار صفحات (۳۵۲-۳۵۵) مختص ہیں، جب کہ ''تصوفِ وجودیہ'' کے پس منظر میں سات صفحات (۲۹۷-۳۰۳) صرف ہوئے ہیں، اسی طرح ''جغرافیائی حدود اور مسلمان'' کے پس منظر کے لئے بھی سات صفحات (۴۱۶-۴۲۲) پر گفتگو کی گئی ہے۔

جہاں کسی شخصیت کے تعارف کی ضرورت محسوس ہوئی، شاکر صاحب نے مصنف کی علمی کاوشوں سمیت مکمل معلومات فراہم کر دیں، تاکہ قاری کو کسی قسم کی تشنگی نہ رہے۔ اگر شخصیت کے بارے میں التباس پایا گیا تو محقق نے اس نام/تخلص کی تمام شخصیات کا تعارف کرانے کے بعد اصل کسی نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، مثلاً اپنے مضمون ''اردو زبان پنجاب میں'' کے اس فقرے......''اور برقؔ مرحوم فرماتے ہیں''......کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''برقؔ تخلص رکھنے والے اردو میں دو شعراء معروف ہیں۔ ایک جوالا پرشاد برقؔ ہیں، جو ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی شاعری کے بہترین نمونے مثنویِ بہار اور معشوقۂ فرنگ (جو رومیو اینڈ جولیٹ کا ترجمہ ہے) ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں ان کا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انتقال لکھنؤ میں ہوا۔ ان کی مذکورہ شعری تالیفات میں یہ اشعار موجود نہیں ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اس مضمون میں جس برقؔ کے اشعار سے استناد کیا ہے، وہ فتح الدولہ، بخشی الملک مرزا محمد رضا برقؔ ہیں، جو مرزا کاظم علی خاں کے بیٹے اور واجد علی شاہ، تاجدارِ اودھ کے مصاحبِ خاص اور استاد تھے۔ بادشاہ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ زوالِ سلطنت پر بادشاہ کلکتہ گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ تھے، جہاں ۱۸۵۷ء میں انتقال کیا۔ اپنے استاد: ناسخ کے متبع تھے۔ مولوی محمد حسین چڑیا کوٹی لکھتے ہیں کہ برقؔ کا دیوان اب کمیاب، بلکہ نایاب ہے۔

"دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال نے "برقؔ مرحوم" لکھا ہے، جس سے عیاں ہے کہ مذکورہ برقؔ ایک مسلمان شخصیت ہے، ورنہ اقبال ان نام کے ساتھ "مرحوم" کے بجائے "آنجہانی" کا لفظ استعمال کرتے۔"

جن شخصیات کے حالات و واقعات دستیاب نہیں ہو سکے، محقق نے علمی دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے نارسائی کا اظہار کر دیا، مثلاً: مولانا عبدالرحمٰن جامی کے شاگرد مولانا عطاء اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے حالات ہنوز تحقیق طلب ہیں۔ (ص مقالہ: ۶۲)

اقبال نے اپنی تحریروں میں جن آیات و احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، فاضل محقق نے ان کی تخریج کرتے ہوئے متن و ترجمہ اور حوالہ درج کیا ہے، جس سے قاری اقبال کے اصل مفہوم سے بخوبی شناسا ہو جاتا ہے۔ اقبال نے "سرِ اسرارِ خودی" میں ایک آیت اس طرح درج کی: لَا تَنسَ نَصِيبَكَ فِي الدِّيْنِ۔ پروفیسر صاحب نے اس سورۃ و آیت (القصص: ۷۷) کا تعین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیت کا صحیح متن یوں ہے: وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا۔

اشعار کی نسبت معلوم کرنے کے لئے انہوں نے کس قدر کدو کاوش کی، اس کا اندازہ درج ذیل شعر کے حاشیے سے کیا جا سکتا ہے:

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اس فارسی شعر کے متعلق مشہور ہے کہ یہ شیخ سعدی یا مولانا روم کا ہے، مگر گلستانِ سعدی بہ کوشش نور اللہ ایزد پرست، دانش، چہارمین چاپ ۱۳۶۷ ھ سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطی اور دس چاپی نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا گیا، اس کے اشاریے میں یہ شعر موجود نہیں۔ اسی طرح بوستانِ سعدی محمد علی فروغی، انتشارات ققنوس، چاپ اوّل، زمستان ۶۴ کے اشاریے میں بھی یہ شعر موجود نہیں ہے۔ کلیاتِ سعدی مرتبہ محمد علی فروغی از انتشارات کتاب فروشی (ایران) میں بھی اس کا تذکرہ نہیں۔ از دریا به دریا، کشف الابیاتِ مثنوی، استاد محمد تقی جعفری، چاپ اوّل ۱۳۰۴ میں بھی اس شعر کا حوالہ نہیں ملتا۔

''عوامی گیتوں کی طرح اس کے شاعر کا ہمیں علم نہیں۔ یہ فارسی میں تمثل یا تمثیل کے بطور مشہور ہے، البتہ بعض ایرانی اور دوسرے فارسی گو اس کا ایک متن یوں بھی استعمال کرتے ہیں:

خشتِ اوّل را نہد استاد کج
تا ثریا می رود دیوار کج''

اسی طرح کتب کے بارے میں انہوں نے نہایت جامع بحث کی ہے۔ اقبال نے جس کتاب کا ذکر کیا، مقالہ نگار نے نہ صرف کتاب کے مصنف کا نام بتایا، بلکہ اس کی جملہ اشاعتوں، ان کے معیار، اس سے متعلق دیگر تشریحات وتفہیمات کا تذکرہ بھی کیا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس خاص ایڈیشن کی نشاندہی کی، جس سے اقبال مستفیض ہوئے۔ ''اردو زبان پنجاب میں'' کے ایک اقتباس کی وضاحت کے لئے محقق نے تحریر کیا ہے:

''اقبالؒ نے یہ عبارت حدائق البلاغت سے نقل کی ہے، جو مولانا شمس الدین فقیر کی تصنیف ہے، جس میں علمِ بیان، بدیع وعروض، تقطیع اور قافیہ کی تفصیلات فراہم کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ ۱۸۴۲ء میں امام بخش صہبائی نے کیا، جو مطبع نامی، منشی نولکشور، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں محمد ادریس، پرنسپل: ادارۂ شرقیہ، دہلی نے اس کا ایک اور ترجمہ کیا، جس میں مولوی ذوالفقار علی کی تذکرة البلاغت کے مضامین کو بھی شامل کر کے مفید بنایا۔ اسی کتاب کا ایک تیسرا ترجمہ سهل حدائق البلاغت کے نام سے خدیجہ شجاعت علی نے کیا، جو مطبع مکتبہ جدید پریس، لاہور سے دوسری مرتبہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ علامہ اقبالؒ نے حدائق البلاغت کے چوتھے دربارۂ علم قافیہ سے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔''

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار نے اقبال کی تحریروں کو تحقیقی نگاہ سے دیکھا ہے۔ "سرِ اسرارِ خودی" میں اقبالؒ نے لکھا: "مسلمانوں کو تو یہ حکم ہے کہ علم اگر چین میں بھی ملے تو اس کو حاصل کرو۔" محقق نے اس پر جو حاشیہ تحریر کیا ہے، وہ ان کی تحقیقی شان کا مظہر ہے:

> اپنے مفہوم اور مطلب کے لحاظ سے یہ حکم بہت جاذب اور عمدہ ہے، مگر اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْكَانَ بِالصِّيْنِ کے الفاظ قرآن اور حدیث میں کہیں مرقوم نہیں ہیں۔ المعجم المفهرس لالفاظ الحديث النبوی کی متعلقہ چوتھی جلد میں اس حدیث کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ البتہ ابن الجوزی نے کتاب الموضوعات کے "الجزء الاوّل" کے "باب طلب العلم ولو بالصين" میں اس حدیث کی اسناد پر بحث کرتے ہوئے اسے موضوع قرار دیا ہے۔"

فاضل محقق کی تحقیقی لگن کا اندازہ ان کی کتابیات سے ہوتا ہے۔ مقالہ نگار نے دوسو اکسٹھ صفحات پر پھیلے ہوئے چار سو بیاسی حواشی و تعلیقات کشید کرنے کے لئے ایک سو پچاس اردو، تین پنجابی، پندرہ عربی، تینتیس فارسی اور بائیس انگریز کتب، نو مسوداتِ اقبال و کتبِ اقبال (مملوکہ: علامہ اقبال میوزیم)، آٹھ رسائل و جرائد کے مختلف شماروں کی دشت نوردی کی۔

اپنے اعلیٰ تحقیقی و تدوینی معیار اور موضوع کی سنجیدگی کے باوجود اپنے شگفتہ اسلوب کی بنا پر یہ مقالہ نہ صرف علمی حلقوں کی توجہ کا مستحق ہے، بلکہ تدریسی ضروریات کے اعتبار سے بھی ایک خاص مقام کا حامل ہے۔

اگرچہ اقبال کی غیر مدوّن نثر کی تسوید (۱۹۹۵ء) کے بعد اقبال کی مزید نثری تحریری دریافت ہو چکی ہیں، تاہم تحقیقی و تدوینی اعتبار سے اپنے اعلیٰ معیار کی وجہ سے پروفیسر عبد الجبار شاکر کا یہ مقالہ نہ صرف قابلِ تحسین ہے، بلکہ اقبال کی باقی نثری کاوشوں کو بھی اسی محبت اور خلوص سے مدوّن کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ امید ہے کہ محبانِ اقبال اور ماہرینِ اقبالیات پروفیسر صاحب کے فرزندوں اور عقیدت مندوں کو اس وقیع علمی سرمائے کی اشاعت کے لئے توجہ دلاتے رہیں گے۔

راقم کے خیال میں پروفیسر عبد الجبار شاکر کی علمی و ادبی اور تعلیمی و دینی خدمات کے اعتراف کا سب سے احسن طریقہ یہ ہے کہ مرحوم کی جملہ تحریروں کو سلیقے سے مرتب کر دیا جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افکارِ شاکرؒ

پروفیسر رانا تنویر قاسم ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ ایک مہکتے ہوئے پھول کا نام تھا جو ہر دم چمنستانِ دہر میں اپنی خوشبو بکھیرتا رہا۔ وہ قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے افکار کے امین تھے۔ پاکستان کی فکری وثقافتی شناخت کا مسئلہ ہو یا عالمِ اسلام کے خلاف ہنود و یہود اور صلیبی یلغار کی فضا ہو، وہ اپنی علمی بصیرت سے ان کا حل اور تدابیر بڑے خوبصورت طریقے سے بیان کرتے۔ وہ 13 اکتوبر 2009ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنے پیچھے حسین یادیں چھوڑ گئے۔ ان کے مداحین کی تعداد لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ضرور ہے۔ 62 سال کی زندگی میں ان کے پچاس سال تعلیم وتعلّم، درس وتدریس اور کتابوں کے پڑھنے اور ان کے سمجھنے کے عمل میں صرف ہوئے۔ وہ اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ انہوں نے ایسے گھر میں آنکھ کھولی، کتاب وعلم کا ذوق جس کی زینت تھا۔ ادبی وتعلیمی فضا اور سلفی تعلیم وتربیت انہیں اپنے خانوادہ سے ملی اور عہدِ طفولیت میں ہی اسلامی ودینی اور علمی وادبی محافل میں شرکت کا بھرپور موقع نصیب ہوا۔ یکم جنوری 1947ء کو میر محمد ضلع قصور میں حکیم عبدالعزیزؒ کے گھر پیدا ہونے والے اس رجلِ عظیم کا نام، مولانا عبدالجبار غزنویؒ کی نسبت اور تعلق سے عبدالجبار رکھا گیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامع مسجد محمدیہ، پرانا لاری اڈہ شیخوپورہ میں خطبۂ جمعہ کی سعادت ان کے حصے میں آئی اور پھر اپنی دانشورانہ صلاحیتوں اور زبان وادب پر مہارت کی بنیاد پر ترقی کا یہ سفر ڈائریکٹر پنجاب لائبریریز سے الدعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل اور فیصل مسجد کی خطابت تک جاری رہا۔ تحریر وتقریر میں انہیں کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ وہ بولتے تو الفاظ کے موتی

☆ لیکچرار انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادب کی چاشنی سے لبریز دکھائی دیتے۔

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو
ان کے لہجہ میں ادب کے تیور

ان کی برجستہ اور فی البدیہہ گفتگو، ہر ایک کو ان کا گرویدہ بنا دیتی تھی۔ ان کے لفظوں میں ایک معجزاتی تاثیر پائی جاتی تھی۔ زبان سے ادا کیا ہوا ان کا ہر لفظ باطن کا مظہر اور عکاس ہوتا تھا۔ ذخیرۂ الفاظ کے استعمال پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ہر لفظ کے پیچھے ان کی شخصیت، تجربات ومحسوسات، اقدار ونظریات کا ایک بحرِ بیکراں ہوتا تھا۔ ان کا لباس پہننے کا اسلوب بڑا سادہ اور شائستگی سے آراستہ ہوتا تھا۔ ان کا اندازِ گفتگو، اُٹھنے بیٹھنے کے قاعدے اور ان کا ذوقِ مطالعہ، طلبہ اور ہر علم دوست کے دل پر آج بھی نقش ہے۔ ان کے ساتھ علمی بیٹھک اور صحبتیں مجھے متعدد بار میسر آئیں۔ ان کی وفات سے قبل راقم کو اپنے (پی ایچ ڈی) مقالے کے سلسلے میں ''بیت الحکمت'' میں ان سے پاکستان اور عالمِ اسلام کے مسائل پر تفصیلی انٹرویو کرنے کا موقع ملا، جس میں انہوں نے بڑی پُر مغز باتیں کیں، جن سے ان کے فکر وفلسفہ اور ان کے خیالات کو جانا جا سکتا ہے۔ ذیل میں انٹرویو کے کچھ اقتباسات پیشِ خدمت ہیں، جو اپنے اندر بہت سارے پیغامات لئے ہوئے ہیں۔ عالمِ اسلام کو درپیش چیلنجز کے تناظر میں انہوں نے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''مغلوبیت سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنا وقت کی ضرورت ہے، تاہم اس سے زیادہ ان محرکات کا پتہ چلانا ضروری ہے جن کے باعث عالمِ اسلام مسائل کا شکار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ ایک عقیدے اور تمدن کا نام ہے اور وہ عقیدہ ثقافتی مظاہر چاہتا ہے، جو تمدنی اعضاء میں ڈھلنا چاہتا ہے، جو معاشرتی وریاستی تعمیر اپنے اندر چاہتا ہے اور جو ملت کی کردار سازی چاہتا ہے۔ یہ وہ خصائص ہیں جو ملتِ اسلامیہ کی انفرادیت کے حامل ہیں۔ اس طریقے سے ہر وہ فرد جو اسلام کے عقیدے سے وابستہ ہے، وہ دراصل ملتِ اسلامیہ کی ایک اکائی ہے اور یہ اکائیاں اگر کہیں وحدت کی شکل میں موجود ہیں تو وہ ایک ملک بن گیا ہے اور کہیں یہ اکائیاں اتنی تھوڑی تعداد میں ہیں کہ وہ غیر مسلموں کے ہاں اقلیتوں کی صورت میں موجود ہیں، لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس وقت دنیا کی چھ ارب آبادی میں سے ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ ملتِ اسلامیہ کا یہ اعزاز ذرا ایک اور پہلو سے دیکھئے کہ دنیا میں آج ملّتِ اسلامیہ کے علاوہ جتنی اقوام وملل ہیں، ان کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ کا تعلق تصادم یا تخالف یا معرکہ آرائی کا نہیں ہے اور نہ ہی حسد یا حریف ہونے کا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی حیثیت سے اگر ہم مخلص اور سچے ہیں تو ہمیں دعوت کا کام کرنا چاہیے جو بالآخر انسانیت کے مستقبل کی حفاظت کرسکتی ہے۔ اغیار کے ہاں امن وسلامتی کے جذبات پیدا کرسکتی ہے۔ اگر کائنات کے اندر مساوات، اخوت اور محبت کا درس کسی تہذیب میں موجود ہے اور مستقبل کے اندران اقدار اور روایات کو اپنے ہاں جگہ دے سکتی ہے تو وہ اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کے علاوہ کوئی اور قوم نہیں ہے۔ دنیا کے گلوب کو اگر آپ توجہ سے دیکھیں، اس میں ایک طرف قطب شمالی ہے اور دوسری طرف قطب جنوبی ہے، اس کے مابین اور اردگرد پائے جانے والے علاقے زندگی کی بنیادی ضروریات سے خالی ہیں۔ ملّتِ اسلامیہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کچھ ایسے خطِ استواء میں موجود ہے کہ جس میں زندگی کی بڑی بنیادی ضرورتیں پائی جاتی ہیں۔ کسی تہذیب کے مستقبل کی نشوونما کے جو بنیادی عوامل ہوسکتے ہیں یا کسی تمدن کی پائیداری میں اہم ہوسکتے ہیں، وہ سارے کے سارے عالمِ اسلام کے پاس موجود ہیں۔ ہیومن ریسورسز کو دیکھ لیں، مسلمان اپنی صلاحیت کے اعتبار سے دنیا کی کسی بھی قوم سے پیچھے نہیں ہیں۔ جہاں تک قدرتی وسائل کا تعلق ہے، اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو عالمِ اسلام کے خطوں میں قدرتی وسائل کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ان وسائل کو ایک خام مال کی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک خریدتے ہیں اور اُمتِ مسلمہ ان سے وہ کام لینے کی بجائے محض خام مال کے طور پر بیچ دیتی ہے جو ہماری معاشی ترقی کے راستے میں رکاوٹ ہے۔

''ان حالات میں، مَیں یہ بات سمجھتا ہوں کہ ملّتِ اسلامیہ کو تین سطحوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک تو ملّتِ اسلامیہ اپنے اندر ایک صالح لیڈر آگے لائے جو ان کے مقاصد و اہداف کے مطابق قوم کو آگے لے جانے کی کوشش کرے، جو اخلاقی اور روحانی رفعت سے وابستہ ہو جس کا وہ تحفظ کرے۔ مسلمانوں کی ثقافت اور ان جیسا تمدن اس کے پاس موجود ہو اور عالمِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے اندر وہ ایک وحدت کے تصور کے ساتھ آگے آئے۔اس سے زیادہ اہم دوسرا پہلو ہے اور وہ یہ کہ ملّتِ اسلامیہ اپنے ہاں ایکسپرٹ سینٹر قائم کرے، اور میں اس پر اس لئے توجہ دلوانا چاہوں گا کہ ان ایکسپرٹ سینٹرز سے مراد یہ ہے کہ زندگی کے جتنے سائنسی ادارے ہیں خواہ وہ بائیولوجیکل سائنس یا ذوالوجیکل سائنس سے وابستہ ہوں یا سوشیالوجی سے وابستہ ہوں یا زرعی وسائل کے ساتھ ہوں، خواہ وہ میڈیکل سائنسز ہوں یا سپیس سائنسز ہوں یا علیٰ ہذا القیاس کسی بھی شعبے سے وابستہ ہوں، ملّتِ اسلامیہ کو، سائنس کے جتنے آفاق ہیں، ان میں سے ہر ایک افق پر ایک الگ شہر قائم کرنا چاہیے اور اس شہر کے اندر علم کے جتنے چوٹی کے ماہرین ہیں وہ مل بیٹھیں اور وہ دیکھیں کہ خصوصی علوم کے تمام شعبوں میں ملّتِ اسلامیہ کو دوسری اقوام سے آگے لے جانے کی کوشش کس طرح کی جاسکتی ہے۔ایسے ہی ماہرینِ اقتصادیات (Economists) کا شہر بسنا چاہیے، ڈاکٹرز کا شہر بسنا چاہیے۔انجینئرنگ کے مختلف ڈسپلن کے شہر بسنے چاہئیں، ہر ہر پہلو پر ایسے ایکسپرٹ سینٹر بنانے کے ساتھ جوہری توانائی پر سٹی بننا چاہیے۔سپیس سائنس پر ایک سٹی بننا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک دعوت پر بھی ایکسپرٹ سٹی بننا چاہیے کہ ہماری وہ دعوت کہ جس کا مزاج ہی آفاقی ہے، اس کو ہم کیوں لوکل رکھیں۔دعوت کی خوشبو کو کیوں نہ عالمی سطح پر پھیلائیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلامی تہذیب کے اندر وہ استعداد (Potential) موجود ہے کہ آفاقی تہذیبوں کے جو مقاصد ہوسکتے ہیں یا ان کے جو اہداف ہوسکتے ہیں یا ان کی جو ضرورتیں ہوسکتی ہیں، ہر سطح پر یہ تہذیب اس کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔عالمِ اسلام میں مختلف میدانوں کے ایسے ماہرین موجود ہیں جن کے الگ سے شہر بسائے جائیں جو پورے عالمِ اسلام کے لئے اس قسم کی پالیسی وضع کریں، تحقیقات کو اس طریقے سے چینلائز کریں کہ اسلام کے قدرتی وسائل کی مدد سے بہت بڑا اقتصادی، سائنسی، تکنیکی انقلاب لایا جاسکے اور یہ جو بظاہر مغرب کی برتری نظر آتی ہے وہ صرف ہماری غفلت کی وجہ سے ہے، کہ ہم اپنے قدرتی وسائل کو اور ماہرین کو موٹی ویٹ (Motivate) نہیں کرسکے، ان سے مطلوبہ کام نہیں لے سکے۔عالمِ اسلام کو ایک فکری اور ثقافتی وحدت کے اندر پرونا چاہیے۔اگرچہ ناممکن ہے کہ عالمِ اسلام ایک ہی وحدت میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورے کا پورا ڈھل جائے لیکن اپنے اپنے جغرافیائی حدود کے اندر کچھ ایسے مشترک مقاصد ہو سکتے ہیں کہ جن کے لئے پورا عالمِ اسلام ایک دکھائی دے۔ باقی جہاں تک ان کے اپنے اقتصادی معاملات ہیں تو انہیں کم از کم ویزے کی حد تک، پاسپورٹ کی حد تک، سفارتی آداب ورسوم کی حد تک ایک دوسرے کے قریب ہونا چاہیے۔

''ہمارے طلبہ و ریسرچ سکالر کو، اہلِ علم اور اہلِ ہنر کو اتنی کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ آنا چاہیے کہ ایک عقیدے کے لوگ ایک سانچے کے اندر ڈھلے ہوئے نظر آئیں۔ علاقائی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے بھی عالمِ اسلام کی وحدت میں پروئے ہوئے دکھائی دیں۔''

ان مقاصد کے حصول کے لئے ان سے جب سوال کیا گیا کہ اسلامی دنیا میں کون سے ممالک قائدانہ کردار ادا کر سکتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا:

''چار ممالک یہ رول ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلا ملک ملائیشیا دکھائی دیتا ہے، وہ مسلم تشخص اور کلچر کے حوالے سے ایک اقتصادی جائنٹ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ایک دفعہ تو اس نے عالمی اقتصادی دنیا کو کرائسز میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام کے پاس قیادت موجود ہے لیکن ان کو مواقع نہیں ملے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جدید عصری شعور کے حوالے سے ایک بہت بڑی فکری وحدت پیدا کرنے میں ملائیشیا اہم رول ادا کر سکتا ہے۔

''دوسرا میں سوڈان کو دیکھتا ہوں۔ اگرچہ ان کے حالات و واقعات ہمارے پاس اس طرح نہیں پہنچتے، انہیں مسلم عیسائی علاقائی مسئلے میں اُلجھایا جا رہا ہے۔ اگر سوڈان کو اسی طرح سے مزید وقت مل گیا تو وہ قوم جو افریقہ کے بطن میں پل رہی ہے، وہ اسلام کے فکری اور ثقافتی ورثے کی حفاظت کے لئے بڑا کام کر سکتی ہے۔

''سعودی عرب میرے نزدیک تیسرا ملک ہے جہاں عالمی سطح پر پڑنے والے سارے دباؤ کے باوجود، اس کے ادارے جن میں رابطہ عالمِ اسلامی، ادارہ تنظیم المساجد اور ان کے علاوہ اور بہت سارے سماجی اور ثقافتی ادارے شامل ہیں، وہ اسلامی شعور اور خدمات سے اسلامی فکر اور وسائل

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو عام کرنے کے لئے بہت بڑی قربانی دے رہے ہیں۔ سعودی عرب سے بہتر عالمِ اسلام میں ویلفیئر سٹیٹ کوئی نہیں ہے۔ اس ملک کو بین الاقوامی سطح پر کون کون سی آزمائشوں کا سامنا ہے اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے، لیکن عربوں میں ایسی بصیرت بہر صورت موجود ہے کہ انہیں مستقبل میں اپنے آپ کو کیسے ڈھالنا ہے۔ وہاں وسیع تر پارلیمانی اور شورائی مزاج موجود ہے جس کا انہوں نے بڑا اچھا آغاز کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عالمی سطح پر آزمائش اور فتنہ پیدا کرنے کی جو بھی کوشش ہو سکتی ہے اس کا انہیں ادراک ہے۔

''ایران بھی ایسی ریاست ہے۔ اسلامی کلچر اور معارف کے فروغ کے لئے ایران کا کردار کسی بھی اسلامی ملک سے کم نہیں ہے۔ وہ ایک ایسا برادر اسلامی ملک ہے جس کو ماضی میں استعماری قوتوں نے بڑی اُلجھنوں میں پھنسائے رکھا، لیکن انہوں نے شاہ ایران کی معزولی اور انقلاب کے بعد جس راستے کو اختیار کیا ہے، اس سے وہ ایک قوم کی حیثیت سے اُبھرے ہیں۔

''اس کے علاوہ بعض ممالک جہاں اسلامیت اور سیکولرازم کے درمیان کشمکش بڑے عروج پر ہے جیسا کہ ترکی، جہاں پر ایک طرف سیکولر مزاج ہے اور ساتھ وہاں پر ایمانی اور روحانی قوت کا حامل طبقہ بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، بڑی رکاوٹیں ہیں ان کے راستے میں، وہاں اسلامی کلچر کا اظہار کرنے پر بھی بڑی پابندیاں ہیں لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ترکی کا معاشرہ احیاءِ دین کے لئے ایک نئے طریقے سے اُبھرے گا۔ ایسے ہی عالمِ اسلام کے سارے خطوں میں ایسے اشخاص موجود ہیں کہ جن کی موجودگی مستقبل میں اسلام اور سیکولرازم کے درمیان کشمکش میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

''غیر اسلامی ممالک کے اندر مسلم ایکسپریس کا کردار بھی موجود ہے۔ امریکہ میں کون سا ایسا ادارہ ہے کہ جہاں مسلمان ان کے ساتھ قدم بہ قدم خدمات انجام نہیں دے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلم دنیا کی بانجھ سیاسی قیادت کے باعث، اور عصری تقاضوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اور ملتِ اسلامیہ کے ادراک اور احساس نہ رکھنے کی وجہ سے وہ ایک ایسی دفع الوقتی میں مبتلا ہیں کہ بڑی طاقتوں کی ظاہری خوشنودی انہیں مقصود ہے۔

''اب ملتِ اسلامیہ بڑے عرصے کے بعد خوابِ غفلت سے بیدار ہوئی ہے، اس سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مجھے ترقی کا سفر روشن دکھائی دیتا ہے اور ملّتِ اسلامیہ کی نوجوان نسل میں جتنی صلاحیت اور شعور ہے، جتنی صدائے احتجاج آج محسوس کرتا ہوں، کئی صدیوں کے اندر مجھے ایسی فضاء نظر نہیں آئی۔ دنیا کی کوئی قوت ملّتِ اسلامیہ کے نوجوانوں کے فکری انقلاب کا راستہ نہیں روک سکتی۔''

انہوں نے کہا: ''مذہب کے اندر سلامتی پائی جاتی ہے۔ ہم تو سلامتی کے تصور کے حامل ہیں اور یہ ہماری ایمانی ذمہ داری ہے کہ دنیا کے امن کو قائم رکھنے کا فریضہ انجام دیا جائے۔ مسلمانوں نے نظامِ خلافت کو جہاں کہیں بھی متعارف کرایا اس کے نتیجے میں بدامنی ختم ہوئی، ہمارے بنیادی داعیہ میں امن کی خوشبو آتی ہے۔ یہ بڑی ہی بدنصیبی کی بات ہے کہ مسلمان اُمت کو ایک طرف دیوار سے لگایا جاتا ہے، ان کے حقوق کو اجتماعی طور پر پامال کیا جا رہا ہے۔ انہیں اپنی سرزمین کے اندر اجنبی بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود انہیں دہشت گرد اور انتہا پسند کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے الزامات ان پر عائد کئے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے جن ممالک کو سائنسی فوقیت حاصل ہے ان طاقتوں کو سوچنا چاہیے کہ مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کی مستقل آویزش، کیا ان قوموں کے حق میں بہتر ہو سکتی ہے؟ یہ مغربی اقوام اور سپر طاقتوں کا اندھا پن ہے، وہ اپنی ان حرکتوں سے آنے والی نسلوں میں ایک ایسی مستقل آویزش کو جاری رکھنا چاہتے ہیں جو انسانیت کے لئے کسی طور پر بھی مثبت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بین المذاہب مکالمہ کا اہتمام ہونا چاہیے۔ مختلف تہذیبوں اور اَدیان کے درمیان جان پہچان ہونی چاہیے۔ دوسرے ادیان کے پیرو کاروں پر یہ واضح کیا جانا چاہیے کہ مسلمان اپنے عقیدے اور ایمان کے لحاظ سے نہ تو دہشت گرد ہیں، نہ وہ انتہا پسند ہیں اور نہ ان پر دقیانوسی کی کوئی پھبتی کَسی جا سکتی ہے۔ مسلمان ایک ایسی فکر اور عقیدے کے حامل ہیں کہ جن کے ہاں دوسروں کے لئے محبت اور سلامتی کا پروگرام ہے۔

''تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہود کو دنیا میں جب کہیں پناہ نہیں ملی تھی تو مسلمانوں کی ریاستوں میں انہیں پناہ ملی۔ بدقسمتی کی بات ہے، کل تلک جن کو وہ پناہ دینے والا سائبان سمجھتے تھے، آج ان کی نسلوں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ جرمنی کے اندر مسلمانوں نے تو ان سے انتقام نہیں لیا، لیکن ان کے ساتھ جو ظلم پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے درمیان ہوا اس ظلم کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبب مسلمان نہیں تھے۔ بدلہ ان سے لینے کی بجائے ہم سے کیوں لینا چاہتے ہیں۔ کتنی بڑی بے انصافی اور اندھا پن ہے اور پھر اسرائیل جو ناجائز سیاسی بچہ ہے مغربی قوتوں کا، انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ پورے عالم کو وہ کن نتائج سے دو چار کرنا چاہتے ہیں، اور پھر ان کے پاس بدترین قسم کا آتشیں اسلحہ اور جوہری ہتھیار ہیں لیکن وہاں فلسطینیوں کے جذبوں کو وہ آج تک کچل نہیں سکے اور نہ کچل سکیں گے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اقوامِ عالم کی عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سیاسی جدوجہد اور مکالمے کا تصور پیدا کریں، ورنہ جس قسم کے راستے کو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے، نہ صرف ان کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہلاکت کا راستہ ہے۔ مسلمان کل بھی امن پسند تھے اور آج بھی امن پسند ہیں اور آئندہ بھی امن پسند رہیں گے۔ نہ ہم کسی کی آزادی کو چھینتے ہیں اور نہ اپنی آزادی کو چھیننے دیں گے۔ اگر مسلمانوں کو دیوار کے ساتھ لگانے کا یہ طرزِ عمل جاری رہا تو مستقبل میں کوئی بھی بڑا حادثہ پیش آسکتا ہے۔ جب آپ کسی کو اس درجہ مجبور اور بے کس کر دیں کہ زندگی کا حق بھی چھین لیں تو وہ اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی بھی قدم اٹھا سکتا ہے۔

”آج کل امریکہ، مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے، دراصل وہ ایک عرصے سے اس خوف کے اندر مبتلا ہے کہ کوئی مسلمان ملک ایسی قوت کا حامل نہ بن جائے جو کل کو اسرائیل کی ریاست کے لئے مشکلات پیدا کر سکے۔ اس خوف نے اسے ایک منفی منصوبہ بندی پر مجبور کیا ہوا ہے۔ میں امریکیوں سے پوچھتا ہوں کہ عالمِ اسلام کا کون سا ایسا ملک ہے جو اپنی جغرافیائی حدوں سے باہر نکل کر کسی کے لئے تکلیف پیدا کر رہا ہے؟؟ یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ کیا دنیا کے کسی دوسرے ملک کو بھی امریکہ اجازت دے گا کہ اگر ان کے ملک کے اندر حقوق کا مسئلہ ہو تو دوسرے ممالک اس سے پوچھیں کہ یہ تمہارے اندر کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیسا دوہرا معیار ہے کہ جو بات امریکہ اپنے ملک کے لئے پسند نہیں کرتا تو وہ کسی دوسرے ملک کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ اسے یہ لائسنس کس نے دیا ہے کہ وہ دنیا کے کسی ملک کی آزادی کو پامال کرتا چلا جائے پھر وہ عالمی حقوق کا چیمپئن اور ٹھیکیدار بھی کہلائے۔ اس کی یہ دھونس اور دھاندلی زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ شعور کی آنکھ کھلی ہوئی ہے، میڈیا ترقی کر چکا ہے، اب کسی قوم کا کسی دوسری قوم کو نگلنا اتنا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آسان نہیں ہے۔

’’ہمیں احساس ہے کہ ہماری اقتصادی صورت حال نے ہماری سیاسی آزادی کو مشکوک بنا رکھا ہے۔ اس میں بھی عالمی قوتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور اب وہ اس قسم کے بین الاقوامی تجارتی معاہدے کر رہے ہیں کہ جن کے ذریعے عالمِ اسلام کو مستقبل میں زیادہ سے زیادہ غلامی کے اندر رکھا جاسکے۔ بدقسمتی سے عالمِ اسلام کی بونی قیادت کے اندر بھی یہ احساس نہیں ہے کہ وہ کس طرح عالمِ اسلام کے قدرتی وسائل کو مسلمانوں کے لئے محفوظ اور کارآمد بنا سکے۔ اس وقت عالمی انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تمام قومیں اپنے طرزِ عمل پر پھر سے نظرثانی کریں اور مستقبل کے امنِ عالم کے لئے اقدامات کریں۔ موجودہ صورت حال مستقبل کے عالمی امن کے لئے خطرے کی مستقل گھنٹی ہے۔ ملّتِ اسلامیہ اپنی تمام تر مظلومیت کے باوجود وہ کردار ادا کرنے کے قابل ہے جو عالمی امن کی ضمانت فراہم کرسکتی ہے۔ مختلف خطوں میں، مسلمانوں کی جانب سے جس ردِعمل کا اظہار ہوتا ہے یہ فطری ردِعمل ہے۔ اگر آپ مستضعفين في الارض کو دیواروں سے لگانے کی پالیسی جاری رکھیں گے تو ردِعمل تو ہوگا۔ اگر آپ کسی کو دبائیں گے تو فریاد کرنے کا حق تو انہیں ہے۔

’’مسلمانوں اور ان کے حقوق کو جس طرح پامال کیا جارہا ہے یہ طرزِ عمل زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ عالمی قوتوں کو ہم سنجیدگی سے یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی صورت حال، لائحہ عمل اور حکمتِ عملی پر نظرثانی کریں، یہ کھیل خود ان کے مستقبل کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنے گا۔‘‘

شدت پسند تنظیموں کے طرزِ عمل کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:

’’میرے نزدیک جب ردِعمل ہوتا ہے تو ردِعمل میں بعض اوقات ایسے افراد شامل ہو جاتے ہیں جو فطری کی بجائے غیر فطری انداز اختیار کرتے ہیں۔ مجھے اس سے اتفاق ہے، لیکن اس صورتِ حال کے محرکات پر غور کرنا چاہیے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب تک مغرب اور یورپ کو روس کے اشتراکی نظام کے سامنے حد بندی کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ان لوگوں کو مجاہد قرار دیتا رہا، اسلحہ اور وسائل دیتا رہا اور جب وہ مقاصد پورے ہو گئے تو انہیں آج ایک نئے انداز کے ساتھ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ یہ بڑی بدعہدی اور بے وفائی کی داستان ہے جو ان کے ساتھ اختیار کی

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

جا رہی ہے۔ ہم کسی ایسے مسلم گروہ کی حمایت نہیں کرتے جو امن کی بجائے فساد اور شقاوت پیدا کرتا ہے لیکن یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ اس صورت حال پر لوگوں کو آمادہ کرنے میں مغرب کا طرزِ عمل بھی ہے جو انہیں ایسا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ مسلمانوں کو امن کی اپنی بنیادی تعلیم کو عام کرنا چاہیے، دوسری طرف عالمی قوتوں کو بھی اس درجہ بہیمانہ کارروائیاں نہیں کرنی چاہئیں جن سے اس قسم کے بدنما حادثات پیدا ہوں۔"

نظامِ تعلیم کے حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:

"اسلام ایک ثقافتی عمل ہے، اس لئے اسے مٹانے کے لئے کسی قسم کی منصوبہ بندی کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ اس ملک پر 1857ء سے لے کر 1947ء تک انگریز نے بڑی قوت کے ساتھ حکومت کی ہے لیکن وہ دو قومی نظریے اور اسلامی ثقافت کو ختم نہیں کر سکا۔ اس فکر کی بنیاد پر یہ ملک معرض وجود میں آیا۔ اگر اتنی بڑی مجبوریوں میں ایک صدی کے اندر وہ اس بنیاد کو ختم نہیں کر سکے، اور اب تو ہم آزاد ہیں اور ہمارا آئین ہمارے نظریے اور عقیدہ کا محافظ ہے۔ ہمیں احساس ہے کہ بعض بین الاقوامی قوتیں اس طریقے سے مداخلت کر رہی ہیں کہ جس سے ہماری سیاسی آزادی مجروح ہو رہی ہے، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے ملک میں وہ اتنا بڑا فیصلہ کریں کہ جس سے ہماری آزادی اور تشخص کے لئے کوئی مسئلہ بن جائے۔ نہ ایسا ہے اور نہ ایسا ہو گا۔ ہمارے اداروں میں ایسی حب الوطنی اور اسلام پسندی موجود ہے کہ کوئی آسانی سے وار نہیں کر سکتا۔ مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔"

میرا علامہ اقبالؒ کی طرح نظریہ ہے کہ اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کو پناہ دی ہے اور اسلام مسلمانوں کا محتاج نہیں ہے بلکہ مسلمان اسلام کے محتاج ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کے تمام بحران اسلام کی آفاقی قدروں کی بحالی سے ہو سکتے ہیں اور ماشاء اللہ احیائے اسلام کی تحریکیں مثبت طور پر آگے بڑھ رہی ہیں اور اسلامی تصورات کے ساتھ یہاں ہمیں بہتر مستقبل دکھائی دیتا ہے۔ یہ ملک بیسویں صدی کا سب سے بڑا سیاسی معجزہ ہے۔ اسے قضاء وقدر کی قوتوں نے بڑے عجیب طریقے سے پیدا کیا ہے اور وہ قوتیں آج بھی اس کے ساتھ رواں دواں ہیں، کوئی ایسی کوشش جو اس ملک کے کلچر کو لادینیت میں بدل سکے، کامیاب نہیں ہو گی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اس وقت جو حالات ہیں اس میں مسلمانوں کی مغلوبیت تو ہو سکتی ہے لیکن اسلام کے غلبے کو کوئی نہیں روک سکتا ہے۔ مسلمانوں کی مغلوبیت کے کچھ اسباب ہیں۔ وہ اگر رفع ہو جائیں تو سربلند ہوتے جائیں گے۔ یہ کشمکش ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گی۔ ہمارے عقیدے اور پیغام کے اندر ایک فطری قوت ہے اور اخلاقی برتری موجود ہے۔''

ایک سوال کہ آج اگر علامہ اقبالؒ زندہ ہوتے تو اپنے ملک کو درپیش مسائل کے تناظر میں وہ کون سی راہ اختیار کرتے، کے جواب میں انہوں نے کہا:

''اقبالؒ چونکہ اسلامی فکر کے نمائندے ہیں اور اقبالؒ نے بڑے واضح طور پر کہا ہے کہ آنے والے زمانے کی مسلمان ریاستوں کی روح جمہوریت اور مزاج کی آئینہ دار ان کی پارلیمنٹ ہے، وہ آمریت کی بجائے جمہوریت کی روشنی میں آگے بڑھیں گے اور نظریاتی قوت کو ایک دفاع کے طور پر اپنے ساتھ رکھیں گے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اقبالؒ شاعر اور پیامبر تھے۔ آج کے حالات میں وہ مایوس ہونے کی بجائے وہ راہنما اصول پیش کرتے جو قوموں کی زندگی اور ان کے وقار کے ضامن بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے آج اگرچہ اقبالؒ موجود نہیں مگر ان کی فکر ہمارے پاس موجود ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکرِ اقبالؒ کی بنیاد پر دو قومی نظریہ سامنے آیا۔ مسلمانوں کا ایک سیاسی کلچر ہے، وہ کمزور نہیں ہے۔ وہ اگر کل کے بدترین حالات کے اندر مملکت کو جنم دے سکتا ہے، جو ایک مملکت بن چکی ہے، اس کو عظیم تر مملکت بنانے کے لئے کیوں نہیں کام کر سکتا۔ ہمارے ملک کے اندر وقفے وقفے سے سیاسی عمل میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ اب ہمارے تمام طبقات کو یہ احساس ہے کہ اس قسم کے تغیرات کی وجہ سے ہمارے ملک کو فائدے کی بجائے نقصان ہو رہا ہے۔ آج فکر و عمل کا جو توازن پیدا ہو رہا ہے یہ بھی فکر اقبالؒ کی وجہ سے ہے''۔

کتاب شناسی اور کتاب بینی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کا مطالعہ کثیر الجہت تھا۔ اگرچہ ان کی خطابت اردو زبان میں ہوتی تھی لیکن عربی، فارسی اور انگریزی میں بھی اظہارِ خیال پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ اقبالؒ شناسی اور سیرت النبیؐ پر ان کے خطابات کو اگر مدوّن کیا جائے تو یقیناً ایک ضخیم ذخیرہ معرضِ وجود میں آ سکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پبلک لائبریریز کی نظامت سے وابستگی ان کا شوقِ مطالعہ اور کتب و رسائل سے محبت کے سبب تھی۔ اس کے علاوہ قرآن بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ کتب کی عالمی نمائشوں میں نہ صرف شرکت فرماتے بلکہ وہاں سے قیمتی مطبوعات خرید کر اپنی ذاتی لائبریری بیت الحکمت کو مزین کرتے تھے۔ راقم کی نظر میں ان کا سب سے بڑا یادگار اور منفرد کارنامہ اسی بیت الحکمت کا قیام ہے۔ یہ لائبریری، احادیث اور سیرت کے موضوع پر 18 زبانوں میں چار ہزار سے زائد کتب پر مشتمل ہے۔ چالیس زبانوں میں چار ہزار پانچ سو کتب و مقالات اقبالیات کے موضوع پر اس لائبریری کی زینت ہیں۔ بیت الحکمت میں مطبوعہ کتب و رسائل کی تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے۔ 1986ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے اسی بیت الحکمت کے گراں قدر اور وسیع ذخیرے کی بناء پر انہیں سیرت کا خاص ایوارڈ دیا۔ حکومتِ ایران نے مخطوطات کی عالمی نمائش کے موقع پر انہیں عالمی سطح کا تیسرا انعام دیا۔ 2005ء کو فیصل مسجد میں قرآن مجید کی خطی نمائش منعقد کی گئی جس کا افتتاح اس وقت کے صدر جنرل پرویز مشرف نے کیا۔ اس لائبریری کے ذخیرہ کی فہرست سازی، جامعات پاکستان کے مختلف طلبہ نے سات مقالات کی صورت میں مکمل کی۔ یہی بیت الحکمت علم کا چشمہ فیض اور عقبیٰ میں ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ محققین خواہ وہ دینی اداروں سے تعلق رکھتے ہوں یا جامعاتِ پاکستان سے، سبھی ان کے ذخیرہ کتب سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اولادِ صالح بھی (صدقۂ جاریہ اور) اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہے تاہم بیت الحکمت ان کے کارِ خیر میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

ویراں ہے مے کدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

پاکستان خدا کے فضل و کرم سے ایک توانا قوم اور موزوں وسائلِ معیشت کا ملک ہے، جس میں ترقی و تعمیر کے تمام تر امکانات موجود ہیں۔ اس ملک کی جغرافیائی صورتِ حال پر توجہ کریں تو جابجا قدرت کی فیاضیاں دکھائی دیں گی۔ قومی اور ملّی قیادت کا بحران اگر ختم ہو جائے تو ہم اپنے وسائل پر زندہ رہنے کی مکمل اور بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جوان فکر و بلند حوصلہ

عبدالوارث ساجد ☆

انسان قدرت کے سامنے ہار جانے پر مجبور ہے، ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے ہمارا یہ ایمان بھی ہے اور پورا ادراک بھی۔ لیکن انسان جب اپنی خواہشات کو دم توڑتے دیکھتا ہے تو اس کی بے بسی اس کے ایمان میں پختگی اور خدا کی ذات پر توکل اور بڑھا دیتی ہے۔ 13 اکتوبر کی صبح تھی جب ہمارے سیل فون کی بیل نے شور مچایا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے میں گہری نیند سویا ہوا تھا۔ شور مچاتے سیل فون کی طرف ہاتھ بڑھا اور میں نے غنودگی میں ہی بن دیکھے بٹن دبا کر فون کان کی طرف بڑھایا، غم اور دکھ میں ڈوبی آواز میں حافظ آصف صاحب نے بس اتنا کہا کہ ''پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب وفات پا گئے ہیں۔'' مجھے نہیں پتہ کہ اس جملے کی ادائیگی نے چند سیکنڈ میں کب ہوش اُڑا دیئے اور میں حواس باختہ شخص کی طرح بیٹھ گیا۔ پانچ سال پہلے 2004ء میں انہوں نے مجھے بیت الحکمت میں بیٹھ کر ایک راہ دکھائی تھی اور کہا تھا کہ اس پر چلتے چلے جانا۔ ایک دن ضرور منزل پہ پہنچ جاؤ گے۔ میں نے تب ایک ''صبح روشن'' کے انتظار میں سفر شروع کیا۔ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی انسان ہونے کے ناطے میری طبیعت کا بھی حصہ ہے۔ میں اس راستے پر چلنا نہیں دوڑنا چاہتا ہوں اور جتنی ہمت تھی دوڑ رہا تھا۔ میں نے اس راستے کے کئی سنگ میل عبور کر لئے، منزل بھی اب قریب ہی تھی اور وہ ''صبح روشن'' ابھی طلوع ہونے والی ہے کہ وہ راہنما چلا گیا جس نے مجھ میں سحر کی امید جگائی تھی۔ وہ ہادی چلا گیا جس نے مجھے یہ راستہ دکھایا تھا، وہ راہبر رخصت ہو گیا جس نے مجھے یہ راہ دکھائی تھی، الفاظ کے نگینوں سے مرقع، شگفتہ مضامین کے ذریعے دلوں کے تار چھیڑنے والا ادیب چلا گیا، خیال کی مسکراتی صورت گری کرنے والا، خیالات کو لفظوں

☆ نامور قلم کار، صحافی اور ادیب۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے پیرہن دے کر دل کش سراپے میں ڈھالنے والا اور ان کہی کو زبان دینے والا چلا گیا۔ آرزو کی تشنگی مٹانے والا، بنجر آنکھوں میں شاداب مناظر کے خواب سجانے والا وہ شخص ہمیشہ کے لئے چلا گیا جو اردو کا بلند پایہ ادیب، عظیم سکالر، ماہر اقبالیات، سیرت النبیؐ کا انسائیکلو پیڈیا تھا۔ وہ بلاشبہ غلبۂ اسلام اور روشن پاکستان کی نوید تھے۔ احساس کو اظہار کے سانچے میں ڈھال کر آرزو کو لفظ کا پیکر عطا کرنے والے، دکھوں کو فریاد کی لے، بنجر ذہنوں کو شادابیٔ فکر اور جذبوں کو آنچ دینے والے، نوجوانوں میں جذبۂ جہاد بیدار کرنے کے خوگر اور نسلِ نو کو اقبال کا شاہین دیکھنے کے متمنی، خیال کی صورت گری کرنے والے وہ خوش نوا، الفاظ کے ساحر، علم و ادب کے ماہر اور شیریں لب و لہجے کے حامل، عظیم شخصیت تھے جو 13 اکتوبر کی صبح اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علم و ادب کی دنیا میں نصف صدی سے زائد عرصہ اپنا سکہ جما کر وہ وہاں چلے گئے، جہاں سے کوئی انسان پلٹ کر نہیں آتا۔ میں اپنی کامیابی کی کچھ کہانیاں انہیں سنانا چاہتا تھا، وہ سنگ میل جو اس راہ میں عبور کئے تھے انہیں دکھانا چاہتا تھا، مگر فطرت کے آگے ہار گیا۔ پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے گنے چنے ان دانشوروں میں سے ایک تھے جو بیک وقت اسلام، قرآن، سیرت النبیؐ، اقبالیات اور نظریۂ پاکستان پر گہری نظر رکھتے تھے، انہوں نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک تحریر و تقریر کے میدان میں اپنا سکہ جمائے رکھا۔ بلاشبہ ایسے نابغہ روزگار لوگ اب خال خال ہی نظر آتے ہیں جو نصف صدی سے علم و ادب اور صحافت و خطابت کے میدانوں میں سرگرم عمل رہے ہوں اور اپنے روزِ اوّل کی طرح تازہ دم بھی ہوں۔ نہ ان کے ذہنِ رسا کی پرواز میں کوئی کمی واقع ہو اور نہ ان کا قلم کبھی تھکن کا شکار نظر آئے۔ پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی جوان فکر اور بلند حوصلہ انسان تھے۔

2004ء کے اوائل میں ہم نے بچوں کے میگزین ''ننھے مجاہد'' کے لئے ان کا انٹرویو کیا۔ وہ بیت الحکمت کے سیرت سیکشن میں بیٹھے تھے۔ جب ہم طویل سیڑھیاں چڑھ کر پہنچے تو پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کرسی پر براجمان تھے، ایک لمبی چوڑی میز ان کے سامنے تھی جس پر مختلف کتابوں کا ڈھیر لگا تھا۔ وہ بڑے تپاک سے ملے، چہرے پر سفید اور سیاسی مائل داڑھی، ناک پر عینک اور عینک کے پیچھے مسکراتی ہوئی آنکھیں ان کی ذہانت ظاہر کر رہی تھیں۔ وہ باری باری سب سے گلے ملے اور پھر ہاتھ سے، سامنے لگے صوفہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے: ''آیئے! تشریف رکھیے''۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ سامنے کے سنگل صوفے پر تشریف فرما ہو گئے، ان کے سامنے حافظ عتیق الرحمٰن، محمد طاہر نقاش اور ہم بیٹھ گئے اور بغلی نشست پر حافظ محمد آصف، انہوں نے فرداً فرداً سب کی خیریت دریافت کی اور پھر باتوں کا سلسلہ کتب، اداروں، ناشروں اور پبلشروں کے گرد گھومتا رہا۔ ملازم تب تک چائے لے آیا، چائے کا دور چلا تو بھی موضوع گفتگو کوئی کتاب یا صاحب کتاب ہی رہا، چائے کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف آئے اور انٹرویو کے آغاز کے لئے ٹیپ ریکارڈر، ان کے سامنے پڑی میز پر رکھ دیا۔ ''اس عمر میں بچپن کی یادیں کیوں تازہ کروار ہے ہو؟'' انہوں نے گویا راہِ فرار کی کوشش کی۔

''یہ یادیں بچوں کے لئے رہنما ثابت ہوں گی، بچوں کو ایک کامیاب شخص کا بچپن ملے گا جس سے انہیں کم عمری میں ہی اپنی زندگی کے مقصد کے تعین کا سبق ملے گا۔''

طاہر نقاش صاحب نے اصرار کے ساتھ یہ کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولے، آپ کہاں معاف کرنے والے ہیں، چلئے پوچھیے، کیا پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟

تب انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے حالات پر روشنی ڈالی۔ ان کے اجداد سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ساتھی تھے اور جہاد میں شامل رہے تھے۔ ان میں حافظ عبداللہ صاحب ایسی شخصیت تھے جو قصور میں آکر آباد ہوئے تھے۔ یہیں ان کا خاندان آگے بڑھتا رہا۔ یکم جنوری **1947** کو ان دنوں جب تحریکِ پاکستان عروج پر تھی، ان کی ولادت قصور کے نواحی گاؤں حسین خانوالہ میں ہوئی۔ ان کے والد عبدالعزیز اور دادا عبدالقادر بہت بڑے عالم تھے۔ ان کے دادا عبدالقادر نے ان کا نام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص محبت کی وجہ سے ''عبدالجبار'' رکھا۔

ان کے دادا عبدالقادر زمیندار تھے اور علم کے شیدائی۔ کتابوں سے ان کی محبت بلا کی تھی۔ یہی چیز ان کے بیٹے اور پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خون میں بھی شامل تھی۔ علمی خانوادے میں پیدائش نے آنکھ کھولتے ہی انہیں ایسا ماحول دیا کہ وہ بچپن سے ہی کتاب سے محبت اور علم کا شوق لئے اسکول جانے لگے تھے۔ اپنی ابتدائی عمر سے لے کر دمِ آخر تک وہ جس درس گاہ میں بھی گئے، اپنی حیثیت منوا کر رہے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز حسین خانوالہ سے ہی کیا۔ میٹرک کا امتحان **1962**ء میں پتوکی سے پاس کیا۔ ایف اے اور بی اے کی ڈگریاں گورنمنٹ کالج ساہیوال سے حاصل کیں۔ یہی وہ دور تھا جب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آپ منوانے کا موقع ملا۔

اپنی پہلی تقریر تو انہوں نے مسجد میں جا کر، اپنے والد صاحب کی پگڑی سر پر پہن کر، چھڑی ہاتھ میں لے کر، مسجد میں اس وقت کی جب مسجد میں ان کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ پرائمری کا زمانہ تھا۔ تقریر کیا ہونا تھی، اس جذبے کا اظہار تھا جو ان کے دل میں مچلتا تھا۔ مڈل میں تھے، جب انہوں نے سکول میں تقریری مقابلے میں حصہ لیا اور اوّل نمبر پر رہے۔

انٹرویو کے بعد انہوں نے ہمیں لائبریری کا دورہ کروایا اور ''بیت الحکمت'' کا وہ خاص حصہ جہاں قرآن کریم کے قدیم اور قیمتی مخطوطے تھے، دکھایا۔ انہیں کیسے اور کہاں سے خریدا، وہ بڑی خوشی سے بتاتے رہے۔ بیت الحکمت میں علم کے کئی نادر و نایاب موتی پڑے ہیں۔ وہ ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے اخبار اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے صحیفہ اہلحدیث کی کاپیاں خود نکال کر لائے، کہنے لگے: حضرت! یہ دیکھیے اپنے آباء کے کارنامے۔ سیرت کے علاوہ قرآن مجید اور اقبالیات پر ان کے پاس سب سے زیادہ کتب تھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں کتب موضوعات کے مطابق بڑے سلیقے سے لگی تھیں۔ پروفیسر صاحب کو کتاب سے شدید محبت تھی، وہ کتاب دوست انسان تھے اور کتاب کو خوبصورت سے خوبصورت انداز میں دیکھنے کے خواہاں۔ ان کے والد عبدالعزیز اور دادا عبدالقادر کو بھی کتابوں سے خاص محبت تھی۔

یہ وراثتی محبت انہیں بھی تیسری کلاس سے ہی پیدا ہوگئی۔ ان دنوں جب اپنے دادا عبدالقادر کو اکثر مطالعہ میں مگن پاتے، کتابوں میں لگی ان کی نشانیاں اور نوٹ دیکھتے تو ان کے دل میں کتاب کی محبت بڑھ جاتی، یوں وہ بھی آہستہ آہستہ کتاب دوست بننے لگے۔ ان کے والد کے مطب میں بھی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ عبدالجبار بچپن میں سکول سے واپس آتے تو مطب پر چلے جاتے، جہاں وہ والد کی کتب کو درست کرتے، ان سے گردوغبار ہٹاتے اور انہیں ترتیب دیتے۔ باپ دادا کو کتابوں میں مگن دیکھ کر وہ بھی کتاب پڑھنے لگے اور بچپن میں ہی یہ عادت بنالی کہ ایک روز میں پانچ سو صفحات کا مطالعہ کرتے۔ ان میں اردو کتب بھی شامل تھیں اور فارسی بھی۔ اسی مطالعہ اور کتاب دوستی نے انہیں گزرتی عمر کے ساتھ ساتھ دنیائے علم و دانش کا ایک ہمہ جہت سکالر بنا دیا۔ وہ ایک کہنہ مشق محقق، دانشور اور قرآن مجید کا فہم رکھنے والے صاحبِ علم تھے۔ علم و حکمت کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میدان میں ان کا کام، ان کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھے گا۔

ان کی قابلِ ذکر تصانیف میں قاموس اقبال رحمۃ اللہ علیہ، سیرت النبیؐ کے امتیازات، ہاف آف دی گلوریس قرآن، انتھالوجی آف اقبال رحمۃ اللہ علیہ (بارہ جلدیں)، چلڈرن ان اسلام (اردو ترجمہ) شامل ہیں۔اس کے علاوہ ان کے تحقیقی مضامین اور اردو پنجابی شاعری ملک کے بیشتر علمی و ادبی رسائل میں شائع ہوتی رہتی تھی۔1986ء میں حکومت پاکستان نے ان کی ذاتی لائبریری کو پاکستان میں شریعت پر کتابوں کی بہترین لائبریری قرار دیا۔ان کے کتب خانے کو اسلامی علوم کی بڑی فیملی لائبریری ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔اس لائبریری میں مختلف علومِ اسلامی، تاریخی، علمی اور ادبی موضوعات پر ہزاروں نادر و نایاب کتب و رسائل کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔

بلاشبہ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی پہچان کتاب دوستی تھی۔کتاب سے ان کی محبت بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپے اور موت کے آخری لمحات تک رہی۔وہ جہاں بھی جاتے کتب ان کے ساتھ ہوتیں۔کسی بھی سفر میں کتاب ساتھ لے کے جاتے اور جہاں بھی جاتے، وہاں کتاب ہی تلاش کرتے۔کسی ملک کے دورے پر جاتے تو وہاں کے مکتبہ جات اور لائبریریوں کا دورہ اوّل وقت میں کرتے اور اپنی پسند کی کتاب کی خریداری میں ذرا دیر نہ کرتے۔اسی کتاب دوستی سے پاکستان میں غیر سرکاری طور پر سیرت النبیؐ اور اقبالیات پر مشتمل کتب کی سب سے بڑی لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔ملتان روڈ میں منصورہ کے سامنے آبادی میں بیت الحکمت کے نام سے یہ لائبریری تشنگانِ علم کی پیاس بجھا رہی ہے۔

آج سے 32 سال پہلے کی بات ہے انہیں ساہیوال جانا پڑا۔لاہور سے وہ گاڑی میں سوار ہوئے۔کتاب ہاتھ میں لئے وہ اپنی سیٹ پر آئے تو ساتھ والی سیٹ پر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھوں میں کتاب، چہرے کے سامنے تھی اور وہ آس پاس سے بے خبر انہماک سے مطالعہ میں مصروف تھا۔ شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو دل خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔ان کے من میں تو یہ خواہش ہمیشہ سے مچلتی تھی کہ اس قوم کا بچہ بچہ کتاب دوست بن جائے۔وہ سیٹ پر بیٹھتے ہی مسرت بھرے لہجے میں بولے:

''نوجوان! آپ کا نام؟''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''گلزار''

اس نے کتاب سے چہرہ ہٹاتے ہوئے کہا۔

''کیا کرتے ہو؟''

''پادری ہوں۔ گرجا گھر جا رہا ہوں، لیکچر تھا، اس لئے موضوع کی تیاری میں ورق گردانی کرر ہا ہوں۔''

پادری کے لفظ نے ان کے چہرے پر حیرت کے آثار پھیلا دیئے۔ انہیں اس بات پر خوشی تھی کہ نوجوان کتاب دوست ہے۔ وہ عقیدتاً عیسائی ہی نہیں بلکہ پادری بھی ہے، اس پر انہیں وقتی حیرت ہوئی مگر اس لمحے انہوں نے بے سود حیرت کو ختم کیا اور گلزار صاحب سے عیسائیت، اسلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ، تورات، قرآن مجید، ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو کی۔ باتیں چلیں تو چلتی چلی گئیں۔ گاڑی ساہیوال پہنچ گئی۔ گلزار پادری ان کی گفتگو اور شخصیت سے اس قدر متاثر ہوا کہ ان سے پتہ لے کر سلام کر کے اتر گیا، مگر اسلام اور قرآن پر بہت سے تشنہ سوالات کا جواب پا گیا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے علم، مطالعہ، فہم اور گفتگو نے گلزار صاحب پر اس قدر اثر کیا کہ وہ اگلے جمعے کے روز ہی لاہور سے شیخوپورہ جا پہنچے۔ پروفیسر صاحب شیخوپورہ میں دارالعلوم محمدیہ میں خطبۂ جمعہ دیا کرتے تھے۔ جہاں انہوں نے 20 سال تک بغیر معاوضے کے جمعہ پڑھایا۔ ان کا معمول تھا کہ وہ خطبۂ جمعہ کے بعد تادیر محراب کے پاس بیٹھے رہتے۔ ان سے عقیدت رکھنے والے اصحاب کا حلقہ وسیع تھا، احباب خیریت دریافت کرتے، مسائل پوچھتے، اکیلے شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ درجنوں احباب میں گھرے رہتے۔ اس روز وہ معمول کے مطابق بیٹھے مسائل بتاتے رہے۔ مسجد سے گھر چلے گئے، گھر میں پادری صاحب ان کے انتظار میں تھے۔ شاکر صاحب نے دیکھا تو نہال ہو گئے۔ وہاں کئی گھنٹے گفتگو چلی۔ پادری صاحب گئے تو ساتھ میں ڈھیروں کتابیں بھی تحفہ لے کر گئے۔ فاروق آباد میں مشن عیسائی سکول میں ان کا اکثر آنا جانا تھا۔ وہ جب بھی جاتے راستے میں شیخوپورہ اتر کر پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتے، تبادلہ خیال ہوتا۔ اشکالات پر بات ہوتی اور دونوں طرف سے تحفتاً کتب دی جاتیں۔ ان ملاقاتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ گلزار پادری کے اسلام کے متعلق اشکالات رفتہ رفتہ ختم ہو کر اس کی جگہ دلچسپی جنم لینے لگی۔ یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ 1982ء کی بات ہے، پنجاب یونیورسٹی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں جلسہ تقسیم اسناد وانعامات منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی صدر پاکستان ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ تھے اور سٹیج سیکرٹری پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ۔ ڈگری حاصل کرنے والے طالب علم کا نام بطور اسٹیج سیکرٹری شاکر صاحب پکارتے، وہ سٹیج پر آتا اور صدر پاکستان ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ سے میڈل وصول کرتا۔ ایم اے اسلامیات میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والے طالب علم کا نام گلزار احمد تھا۔ ان کا نام پکارنے سے پہلے پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے یونیورسٹی سے فارغ التحصیل گلزار احمد کے بارے میں حاضرین کو بتایا کہ ایم اے اسلامیات میں گولڈ میڈل حاصل کرنے والا طالب علم گلزار پادری ہے۔ اس انکشاف پر اسٹیج پر بیٹھے جنرل ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ، یونیورسٹی کے اساتذہ اور ہال میں بیٹھے طالب علم حیران رہ گئے۔ پادری اور ایم اے اسلامیات......!!!! سب حیران تھے، سوائے پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے، کیونکہ پادری کے ذہن میں اسلام کا بیج بونے والے ہی وہ تھے۔

یونیورسٹی کے طالب علم، پروفیسرز نے ان کو دادِ تحسین دی۔ صدر جنرل ضیاء الحق رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا تو گلزار پادری کو بھی خراج تحسین پیش کیا جو باقاعدہ پادری ہوتے ہوئے بھی ایم اے اسلامیات کی طرف آیا۔

بھری محفل میں یہ صرف پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ ہی جانتے ہیں کہ ایک پادری کے دل میں اسلام کی محبت کس طرح اور کیوں پیدا ہوئی مگر وہ اپنی عظیم نیکی کا اجر، ریاکاری سے ضائع نہیں کر سکتے تھے۔ آج عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ اس فانی دنیا میں نہیں ہیں۔ جناب گلزار پادری زندہ ہیں اور الحمد للہ نہ صرف انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے بلکہ چار سو کی تعداد میں غیر مسلموں کو اسلام کی ابدی تعلیمات سے روشناس کروا چکے ہیں۔ یقیناً ان سب افراد کے اسلام قبول کرنے کا اجر شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچتا ہوگا، جنہوں نے گلزار صاحب کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے کوششیں کیں۔

آپ 2006ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی تھے۔ دعوۃ اکیڈمی کا یہ اعزاز ہے کہ وہاں قائم شعبہ ''بچوں کا ادب'' ہر سال ماہ دسمبر میں بچوں کے رسائل کے لئے کسی خاص نمبر پر ''اشاعتِ خاص'' کا اعلان کرتا ہے اور پھر بہترین رسائل کو خصوصی انعامات جبکہ لکھاریوں کو اعزازی اسناد اور انعامی رقوم بھی دی جاتی ہیں۔ دسمبر 2006ء کو دعوۃ اکیڈمی کی طرف سے ''عالم اسلام نمبر'' کا اعلان ہوا تو پروفیسر عبدالجبار شاکر نے ایک خط ''ننھے مجاہد'' کے مدیر کے طور پر مجھے ارسال کیا۔ خط پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے دستخط بھی تھے۔ انہوں نے لکھا:

’’یہ کائنات جس کا تین چوتھائی حصہ بحری اور صرف ایک حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔ اس خشک حصے پر سات براعظموں میں دوسو کے قریب ملکوں میں ساڑھے چھ ارب انسان بستے ہیں۔ ان ممالک میں اٹھاون ملک اور ریاستیں ہیں جن میں ڈیڑھ ارب کے قریب فرزندانِ توحید ہیں اور ان خطوں اور آبادیوں کو عالمِ اسلام کہتے ہیں۔

’’مراکش سے ملائشیا تک پھیلے ہوئے اس عالمِ اسلام کے پاس اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اپنی مکمل شکل اور کامل نقوش کے ساتھ موجود ہے۔ اس وقت پوری دنیا جس سیاسی انتشار، اقتصادی لوٹ کھسوٹ اور ثقافتی ابتری کی دلدل میں اتری ہوئی ہے۔ اس سے نکلنے کی واحد تدبیر اسلامی عقیدہ وعمل اور فکر ونظر پر پوری قوت اور شعور کے ساتھ عملدر آمد میں مضمر ہے۔

’’پاکستان دنیا کے نقشے پر بیسوی صدی کا سب سے بڑا سیاسی معجزہ ہے جسے پوری انسانیت کے لئے بالعموم اور عالمِ اسلام کے لئے بالخصوص ایک ماڈل کے بطور حاصل کیا گیا۔ اس ملک کے بچوں اور نوجوانوں کو عالمِ اسلام کی موجودہ جغرافیائی، تمدنی، ثقافتی، سائنسی، علمی، معدنی اور زرعی صورت حال اور وسائل کا علم چاہیے۔ اگر ہم کتاب وسنت کے حقیقی پیغام کو سمجھ لیں اور اس کے مطابق بچوں کی اعلیٰ تعلیم اور صالح تربیت کر دیں تو عالمِ اسلام اس دنیا کی کھوئی ہوئی قیادت اور امامت کو ایک دفعہ پھر حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں مسلسل محنت کرتے ہوئے تسخیر کائنات کا کام کرنا ہے۔ اپنے تعلیمی نظام کو اعلیٰ تحقیقی مزاج عطا کرنا ہے۔ اگر ہم ایمان وعمل کے جذبے کے ساتھ تعلیم وتحقیق کے میدان میں ذوق وشوق سے آگے بڑھیں گے تو عالمِ اسلام کو اپنا کھویا ہوا مقام ان شاء اللہ جلد واپس مل جائے گا۔ بچوں کے رسائل کے ’’عالمِ اسلام نمبر‘‘ کی اشاعت کا مقصد اسی پیغام کی روشنی کو عام کرنا ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر‘‘

بچوں سے انہیں خاص محبت تھی اور ان کی راہنمائی کے لئے وہ ہمیشہ تڑپ رکھتے تھے۔ بچوں اور نوجوان طالب علموں کو کتب فراہم کرنے کے لئے وہ ہمیشہ کوشاں رہے۔ بچوں کے

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

لئے انہوں نے کتابیں بھی لکھیں۔

نوجوانوں میں جذبۂ جہاد کو بیدار کرنے اور انہیں اقبال کا شاہین بنانا چاہتے تھے جس کی صفات انہیں اقبال کی شاعری میں نظر آتی تھیں، وہ جوانوں کے لئے تن آسانی کے قائل نہ تھے۔ ان کی یہی خواہش انہیں مجاہدین کے اجتماعات اور جلسوں میں کھینچ لاتی تھی۔ جماعۃ الدعوۃ کے تحت ہونے والے مرکزی اجتماعات اور کارکنان کی تربیتی ورکشاپ میں وہ بطور خاص آیا کرتے تھے اور انہیں اپنی نصیحتوں سے نوازتے تھے۔ پتوکی میں ایک طویل وقفے کے بعد اجتماع ہوا تو کارکنان کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ یہ اجتماع تبدیلی جگہ کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا تھا۔ جماعت پر تب آزمائش کا کڑا دور تھا۔ بے جا پابندیوں، امریکہ و بھارت کو خوش کرنے کے لئے کارکنان کی قید وبند اور جماعۃ الدعوۃ کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کی نظر بندیوں کے علاوہ جہاد کے خلاف ملک بھر میں یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ چل رہا تھا کہ دہشت گردی اور جہاد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس اجتماع سے چند روز قبل ''جہاد اور فتنہ قادیانیت'' پر انہوں نے شیخوپورہ میں ایک خطاب کیا تھا۔ وہ خطاب موضوع کے لحاظ سے بہت پسند کیا گیا۔ شاکر صاحب نے اس خطاب میں جہاد کی تنسیخ کے فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے دلائل اور حقائق کے ساتھ جب قادیانیت کا رَدّ کیا، جہاد کی ابدیت کی تاریخ بیان کی اور دلائل پیش کئے تو سامعین انگشت بدنداں تھے۔ کچھ ہی دنوں بعد محترم حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کا شیخوپورہ آنا ہوا۔ ہمارے دوست حافظ محمد آصف نے پروفیسر شاکر صاحب کے اس خطاب کی بات کی۔ شیخوپورہ میں اس خطاب کی کیسٹ بہت عام ہو چکی تھی۔ محترم حافظ محمد سعید نے محترم عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کو پتوکی اجتماع میں خطاب کی دعوت دی۔ شاکر صاحب بخوشی اجتماع میں آئے اور خطاب کیا۔ تب جہاد کے نام لیواؤں کے لئے حالات ٹھیک نہ تھے۔ پھر بھی عوام کی اس اجتماع میں شرکت اس قدر زیادہ تھی کہ گزشتہ سالوں کے اجتماعات سے بازی لے گئی۔ نماز عشاء کے بعد پروفیسر صاحب خطاب کے لئے پنڈال میں آئے تو ان کا مسکراتا دمکتا چہرہ اور بھی تروتازہ تھا۔ نوجوانوں میں جہاد کی وہ روح جو وہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شاہین کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے، انہیں ہر طرف دکھائی دیتی تھی، نوجوانوں کا جم غفیر تھا۔ ہم نے دیکھا وہ اپنے مخصوص سٹائل میں عینک کے اوپری حصہ سے مجمع کو دیکھتے تو ان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی۔ وہ بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے جب اپنے دھیمے لہجے میں خطاب شروع کیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ لاکھوں افراد کا مجمع گویا سانس لینا بھول گیا۔ الفاظ تو گویا ان کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے ہوتے تھے۔ ان کے لہجے کی روانی اور آواز کی شیرینی نے سب کو ساکت کر دیا تھا۔ انہوں نے پون گھنٹہ خطاب کیا۔ جماعت کے حلقوں میں ان کا خطاب بہت پسندیدگی سے سنا جاتا تھا۔ تاریخ کی وہ شخصیات جنہوں نے اپنی زندگیاں جہاد کے میدانوں میں گزاریں اور اسلام کی سربلندی کے لئے شجاعانہ زندگی اور شہادت کی موت پائی، ان کی پسندیدہ شخصیات ہوتی تھیں، جن کے تذکرے ان کے خطابات میں بھی نمایاں ہوتے تھے۔ ان کے بچوں کے نام صلاح الدین ایوبی، جمال الدین افغانی، جلال الدین رومی بھی، ان شخصیات سے ان کی محبت کے غماز ہیں۔

14 اکتوبر کی صبح شاکر صاحب کی وفات کی خبر ملی تو میں سن ہو کر رہ گیا۔ حیات انسانی کا اختتام سب کو معلوم ہے لیکن ان کی علم وادب اور دین سے بھرپور زندگی کا اختتام یقیناً ہزاروں دلوں کو غم سے دوچار کر گیا ہوگا۔ ان کی شیریں زبان، ادبی لب ولہجہ اور اردو دانی نے پاکستان سمیت دنیا بھر میں مداح پیدا کر دیئے تھے اور میری طرح اس خبر نے ہر مداح دل کو مغموم کیا ہوگا۔ میں نے اس خبر کے بعد کئی چہروں کو اداس دیکھا اور شیخوپورہ کمپنی باغ جہاں اس عظیم شخصیت کا جنازہ اور آخری دیدار تھا، وہاں تو بہت سے میری طرح کے اور بھی ایسے تھے جنہیں اس شخص نے اپنی جدائی کے درد سے دوچار کر دیا تھا۔ ہر مکتب فکر اور ہر حلقے کا آدمی ان کیلئے دعائے خیر کے لئے آن موجود ہوا تھا، رات کی تاریکی اور وقت کی تاخیر کسی کی راہ میں حائل نہ ہو سکی۔ پروفیسر، خطیب، ادیب، استاذ، طالب علم ہر طبقے کا آدمی جسے علم سے چاہت اور محبت تھی وہ پاکستان کے دور دراز علاقوں سے آیا تھا۔ عوام کا بڑھتا ہجوم تھا۔ جماعۃ الدعوۃ کے شاہین صفت نوجوان کنٹرول کرنے میں مصروف تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ رات ساڑھے نو بجے حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے پڑھائی اور رات گیارہ بجے علم وادب کے اس عظیم سکالر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

یہ اجنبی سی منزلیں اور رفتگاں کی یاد
تنہائیوں کا زہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
آنکھوں میں اُڑ رہی ہے لٹی محفلوں کی دھول
عبرت سرائے دہر ہے اور ہم ہیں دوستو!

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کچھ یادیں

سعد خان ☆

نئی بات آج تک اے شاد، دیکھی کچھ نہ عالم میں
وہی گھٹتی ہوئی عمریں، وہی مٹتی ہوئی دنیا

گزشتہ دنوں اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (آئی آر آئی) کے اسسٹنٹ پروفیسر عبدالرحمٰن صالح کے دفتر میں گفتگو گرم ہو چکی تھی۔ مَیں نے برجستہ کہا کہ چلیے عبدالجبار شاکر صاحب سے رائے طلب کر لیتے ہیں، جیسا وہ کہیں وہی حتمی فیصلہ ہوگا۔ صالح صاحب نے میری طرف غیر یقینی نگاہوں سے دیکھا اور بولے: ''کیا آپ کو واقعی معلوم نہیں کہ شاکر صاحب دو ماہ قبل دارِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں''؟ مجھے اپنے آپ پر شرمندگی ہونے لگی کہ کیسے کیسے گنج ہائے گرانمایہ، حیاتِ فانی سے پردہ کر جاتے ہیں اور ہم ہیں کہ غم روزگار اور آج کی مصروف زندگی کی کشمکش میں اتنے مگن کہ محسنوں کے انتقال تک سے بے خبر ہیں۔

آئی آر آئی فیصل مسجد کی پُرشکوہ عمارت کے نیچے واقع ہے۔ مجھے عبدالجبار شاکر مرحوم ہمیشہ فیصل مسجد کے چاروں میناروں سے زیادہ بلند دِکھتے تھے۔ میں سیرت النبیؐ پر ان کی کتابوں کے ذخیرے کا مداح رہا ہوں اور اقبالیات پر ان کی Collection کا معترف بھی۔ آجکل جبکہ بہتر غذا، بہتر سہولیاتِ صحت کی فراہمی اور اصول ہائے صحت سے بہتر آگاہی کی وجہ سے ترقی یافتہ ممالک میں تو اوسط عمریں 80 سال سے تجاوز کر چکی ہیں، شاکر صاحب کی وفات، اس تناظر

☆ ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل (پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ، وفاقی وزارتِ صحت، اسلام آباد۔) چیئرمین فنانس کمیٹی، قومی طبی کونسل، اسلام آباد۔ علمی وادبی شخصیت اور مصنف۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں، شاید کچھ جلدی ہی ہوگئی ہے۔ یہ ان جیسے افراد کی گھٹتی عمروں کا نتیجہ ہے کہ دنیا کچھ ویران ہونے کی طرف مائل ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ عبدالجبار شاکر صاحب کو وہ شہرت و مقام نہیں ملا جس کے وہ مستحق تھے۔ ان جیسے دنیا میں کم ہی آتے ہیں۔ ان کی وفات پر شاد عظیم آبادی کے یہ اشعار برملا یاد آتے ہیں۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم
لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں، منزل پر پہنچتے ہیں دو اک
اے اہلِ زمانہ قدر کرو، نایاب نہیں کم یاب ہیں ہم

مجھے آج بھی ان سے پہلی ملاقات یاد ہے، میں ڈی ایم جی افسر کے طور پر سول سروسز اکیڈمی لاہور میں زیر تربیت تھا۔ ہمیں دورانِ تربیت ایک مختصر مدت کے لئے کسی سرکاری محکمے سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔ کتابوں اور سبزہ سے والہانہ اُنسیت کی بنا پر میں نے استدعا کی تھی کہ میری وابستگی (Attachment) یا تو محکمہ کتب خانہ جات (Directorate of Libraries)، یا محکمہ جنگلات کے (Directorate of Parks & Horticulture) نظامتِ باغات وگل بانی سے کی جائے۔ اوّل الذکر میں رپورٹ کرنے کا پروانہ ہاتھ میں تھمایا گیا۔ جب معلوم ہوا کہ نظامتِ کتب خانہ جات کا دفتر قائداعظم لائبریری، باغِ جناح کے احاطہ میں موجود ہے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ مجھے باغ اور کتب خانہ دونوں مل گئے۔ باغِ جناح سے خوبصورت باغ مَیں نے لاہور میں کوئی نہیں پایا، حتیٰ کہ شالامار باغ بھی اس کے آگے مدہم ہے۔ (قارئین سے کیا پردہ، اپنے پہلے عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں پہلی دعا، مَیں نے جنت الفردوس کی تو مانگی ہی تھی، لیکن ساتھ ہی بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض داشت بھی کر بیٹھا تھا کہ میرے مولیٰ! مجھے جنت میں محل، جنت کی سنٹرل لائبریری کے قریب ہی عطا کیجیو۔)

ہاں تو بات ہو رہی تھی، سونے پہ سہاگہ، یعنی باغ کے اندر لائبریری، اس کے اوپر ایک مزید کرم کہ عبدالجبار شاکر صاحب جیسا شفیق انسان میرا افسر ہوگا، میرے گمان میں بھی نہ تھا۔ شاکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب، جو اس وقت ڈائریکٹر لائبریریز پنجاب تھے، مجھے ڈائریکٹر جنرل صاحب سے ملوانے لے گئے۔ میں شاکر صاحب کے اخلاق سے اتنا مرعوب ہو چکا تھا کہ ڈی جی صاحب نے کیا کہا کیا نہیں کہا، میں صحیح طور اپنے ذہن پر نقش ہی نہ کر سکا۔

ڈی ایم جی کیمپس میں گھڑسواری لازمی تھی اور صبح کا معمول بھی۔ افسروں سے رابطہ بھی بہت ہوتا تھا۔ اصول یہ تھا کہ گھوڑوں کی پچھاڑی اور افسروں کی اگاڑی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ یعنی کہ بلاوجہ اپنے افسر کے سامنے اور گھوڑے کے پیچھے کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے یہ عرض کرنے میں عار نہیں ہے کہ اس ضمن میں گھوڑوں کا ریکارڈ عمومی طور پر افسروں سے بہتر ہوتا ہے، یعنی گھوڑے کے پیچھے کھڑے ہونے کی نسبت افسر کے آگے کھڑے ہونے پر لات پڑنے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ یہاں پر یہ وضاحت قرینِ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ میں اپنا یہ تعارف کروا دوں کہ راقم وزارتِ صحت میں سرکاری افسر تعینات ہے، گھوڑوں کی اس حمایت کی وجہ سے راقم کو افسر کے بجائے گھوڑا امت سمجھا جائے۔

ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ تمام افسر ایک سے نہیں ہوتے۔ شاکر صاحب مرحوم میں تکبر نام کو نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی کے گراں قدر عہدہ پر فائز تھے تب بھی ان کی ملنساری میں ایک آنچ کی نہ آئی، لہٰذا شاکر صاحب کی عاجزی و انکساری کی وجہ سے درج بالا اصول کا حصہ اوّل، فوراً ہی غیر ضروری **Irrelevant** ہو گیا۔ میں نے اس وقت تک اتنی انکساری والا افسر تو کیا، انسان بھی نہ دیکھا تھا، اور نہ اس کے بعد آج تک کبھی دیکھا ہے۔ لہٰذا شروع دن سے ہی ان سے بے تکلفی ہو گئی۔

میری یہ خواہش تھی کہ اکیڈمی کے بارے میں اپنی مجوزہ کتاب ''ہم چلے افسر بننے!'' میں شاکر صاحب کی مثال پر روشنی ڈالوں، تاہم بوجوہ میری وہ کتاب نہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکی، نہ شائع ہو سکی۔ زاہد اشرف صاحب کے اس حکم پر کہ میں رسالہ ہذا کے عبد الجبار شاکر نمبر کے لئے کچھ تحریر کروں، مجھے لگا کہ گویا مجھے شاکر صاحب مرحوم کا ایک قرض، جو مجھ پر واجب تھا، کی جزوی ادائیگی کا موقع مل رہا ہے۔ لیکن ان کے بارے میں مزید لکھنے میں یہی امر مانع ہے کہ میں ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحبت کا کبھی خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا۔ ان کی حوصلہ افزائی کے باوجود ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کماحقہ فیض یاب نہ ہو سکا۔ علم تو ایک ایسی چیز ہے کہ

یہ بزمِ مئے ہے، یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں، مینا اُسی کا ہے

اس مضمون کا اختتام ایک تذکرے سے کروں گا جو مرحوم کی معاملہ شناسی و علم دوستی کا مظہر ہے۔ قائداعظم لائبریری کے سبزہ زار میں ایک بحث کے دوران ہمارے ایک ساتھی افسر نے کہا: مسلمان قوم کیسے ترقی کرے گی کہ قرطبہ شہر میں قرونِ وسطی میں 70 ☆ لائبریریاں تھیں اور آج لاہور شہر میں ایک ہی ہے (قائداعظم لائبریری)۔ شاکر صاحب فرمانے لگے: لاہور شہر میں بھی پوری 70 لائبریریاں ہیں جن میں سے 42 تو اسی مال روڈ (شاہراہِ قائداعظم) پر واقع ہیں پھر انہوں نے گورنمنٹ کالج لائبریری، میونسپل لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لائبریری سمیت پوری 42 گنوا دیں۔ تب حاضرینِ محفل ان کے علم و یادداشت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ کاش کہ پنجاب حکومت میونسپل لائبریری کو ان کے نام سے موسوم کر دے۔ مرحوم خوش اخلاقی و خوش گفتاری کا مرقع اور علم دوستی کی ایک شمع تھے۔ اللہ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین

☆70 کا یہ عدد محاورۃً بھی ہو سکتا ہے اور واقعاتی اعتبار سے بھی۔ محاورۃً ہو تو اس سے مراد کثرتِ تعداد ہوگی۔ پروفیسر عبد الجبار شاکر مرحوم نے بھی جب جواباً ستر کا عدد دہرایا تو اس سے تعداد کی کثرت بھی مراد لی جا سکتی ہے اور واقعاتی عدد بھی۔

خالق اور مخلوق میں بہت فرق ہے۔ مخلوق اپنی زندگی کے ہر پہلو اور ہر ضرورت کے لئے خالق کی محتاج ہے مگر خالق کسی معاملے میں بھی کسی کا محتاج نہیں۔ اسی طرح ہم سب اسباب کے محتاج ہیں مگر خالق جو خود اسباب کو پیدا کرتا ہے، وہ اپنے پیدا کئے ہوئے اسباب کا بھی محتاج نہیں۔ وہ ذات تو ہر چیز پر ہر وقت قدرت رکھتی ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت یا بغاوت نہیں کر سکتی۔ ہاں، البتہ جب اللہ چاہے تو عام قاعدے سے ہٹ کر بھی اپنی کوئی نشانی دکھا سکتا ہے۔

قصہ غار والوں کا　　پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مفکّر و مدبّر

☆ مولانا محمد یوسف انور

پچھلے برس مجلسِ احرار کی آخری نشانی، مولانا مجاہد الحسینی نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی جانے والی اپنی تازہ تالیف کی تقریبِ رونمائی یہاں ایک ہوٹل میں منعقد کی، جس کے مہمان خصوصی ہمارے فاضل دوست پروفیسر عبدالجبار شاکر تھے۔ اس خوبصورت تقریب میں ہر طبقہ سے اہلِ علم اور ممتاز حضرات مدعو تھے۔ پروفیسر صاحب تشریف لائے اور سیرت پر اپنے مخصوص اسلوبِ خطابت سے محظوظ فرمایا۔ ان کے حکمت و دانش بھرے جملے آج بھی کانوں میں رَس گھول رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک کامل و مکمل معلّم کے لئے درج ذیل معیاروں پر اُترنا ضروری ہے:

☆......اس کی زندگی کا کوئی پہلو پردہ میں نہ ہو۔

☆......اس کی ہر زبانی تعلیم کے مطابق اس کی عملی مثال بھی سامنے ہو۔

☆......اس کی اخلاقی زندگی میں یہ جامعیت ہو کہ وہ انسانوں کے ہر کارآمد گروہ کے لئے اپنے اندر اتباع و پیروی کا سامان رکھتی ہو۔

انہوں نے کہا کہ تنقید کے ان معیاروں پر اگر ہم سارے انبیاء اور مذاہب کے بانیوں کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان میں سے کسی کی زندگی بھی پیغمبر اسلام کی حیاتِ مبارکہ کے برابر جامع کمالات نہیں۔ کوئی پیغمبر یا بانیٔ مذہب ایسا نہیں ہے جس کی زندگی کا ہر پہلو اس طرح ہمارے سامنے بے نقاب ہو کہ گویا وہ خود ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک، توریت کے ایک ایک ورق پر نگاہ ڈالتے جاؤ، ان کی معصوم زندگی کے حالات کی کتنی سطریں تمہارے سامنے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تینتیس (33) برس کی زندگی میں سے صرف تین برسوں کے کچھ احوال ہمارے علم میں ہیں۔ ان تین

☆ معروف دینی قائد اور خطیب۔ نائب صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔ خطیب مرکزی مسجد اہلحدیث، فیصل آباد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برسوں کے حالات میں سے بھی معجزات وخوارق کے سوا کم ہی معلومات دستیاب ہیں۔ان انبیاء کے علاوہ ہندوستان، ایران اور چین کے بانیانِ مذاہب کی اخلاقی زندگیوں کا جائزہ لیں، تو معلوم ہوگا کہ ہمیں تو اس حوالے سے بھی تاریخ میں کچھ بھی میسر نہیں ہے، کیونکہ ان کی اخلاقی زندگی کے ہر پہلو پر، ناواقفیت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔صرف اور صرف اسلام ہی کے معلّم کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ اور سب کو معلوم ہے اور بقول باسورتھ سمتھ کے، کہ ''یہاں (سیرت محمدیؐ) پورے دن کی روشنی ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے۔آنحضرت کا یہ حکم کہ میرے ہر قول اور عمل کو ایک دوسرے تک پہنچاؤ، محرمانِ راز کو اجازت تھی کہ جو مجھے خلوت میں بھی کرتے دیکھو، اس کو جلوت میں برملا بیان کرو۔جو حجرہ میں کہتے سنو، اس کو چھتوں پر چڑھ کر پکارو(اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ).

غرضیکہ پروفیسر صاحب سیرت النبیؐ کی حیثیت وعظمت پر فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے چلے جارہے تھے۔تقریب کے اختتام پر ہم نے اکٹھے کھانا کھایا اور کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی، لیکن کیا معلوم تھا کہ یہ نشست ان سے آخری ملاقات ثابت ہوگی۔پروفیسر صاحب نے بارہا مرتبہ فیصل آباد میں علمی وادبی محفلوں سے خطاب کیا جن میں سے زیادہ تر میں، ان سطور کے راقم کی درخواست وفرمائش پر وہ تشریف لائے۔مدتِ مدید سے ان سے شناسائی اب خاصی دوستی میں تبدیل ہوچکی تھی، فرمایا کرتے کہ مصروفیات کے باوجود میں آپ کو انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ آپ ہمارے اکابر کی روایات کے امین ہیں۔پروفیسر صاحب بفضلہٖ تعالیٰ جدید وقدیم علوم کے ماہر اور ایک مفکر ومدبّر کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔عصرِ حاضر کے تقاضوں اور نت نئے مسائل کا حل وہ قرآن وسنت کی صافی تعلیمات سے واضح فرماتے۔علومِ قرآنیہ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوعات پر ان کا گہرا مطالعہ تھا، جو ان کی تحریروں، علمی کتب پر تقریظوں اور حاشیوں سے نمایاں ہوتا ہے۔ان کے منفرد لہجہ اور طلسماتی مسکراہٹ وخطابت سے سامعین پر سحر سا طاری ہوجاتا۔یہ کوئی مبالغہ نہیں، بلکہ حقیقت ہے کہ ان کے بیان وکلام میں ذخیرۂ الفاظ کی ایسی فراوانی ہوتی کہ حاضرین عَش عَش کر اٹھتے اور بے پناہ داد دیتے۔

اقبالیات کے موضوع پر وہ اہلِ فکر ودانش میں ایک اتھارٹی سمجھے جاتے۔آغا شورش کاشمیریؒ بعد مجلسِ اقبالؒ کے روحِ رواں ہمارے ممدوح پروفیسر عبد الجبار شاکر ہی ہوتے۔علامہ اقبالؒ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاعری وفلسفہ اور فکری آگہی پر ملک اور بیرون ملک منعقد ہونے والی مجالس میں ان کی شرکت رہتی۔ عالمی سطح کے سیمینارز اور مذاکروں میں انہیں ایک منجھے ہوئے، معتدل عالمِ دین اور سکالر و دانشور کے طور پر مدعو کیا جاتا۔ ان تمام اوصاف وفضائل کے باوجود، ان کی طبیعت میں تواضع، انکساری اور سادگی تھی۔ وہ بیحد ملنسار اور اسلامی اخلاق و اقدار کے لحاظ سے اُجلی سیرت وصورت کے مالک تھے۔ عالی منصب اور بلند مرتبت ہوتے ہوئے بھی ان کی شخصیت میں کسی قسم کا تصنّع اور تکلف نہیں پایا جاتا تھا۔ عام بسوں، تانگوں یا رکشوں میں آنے جانے کو عار نہ سمجھتے۔ ان کے ایک بیرون ملک کے سفر کا احوال ان کے ہم سفر جناب رانا محمد شفیق خاں پسروری نے روزنامہ ''پاکستان'' میں 15 اکتوبر کے اپنے کالم میں خوب ذکر کیا ہے: ''وہ ایک مردِ درویش اور علم وکتاب کے عاشق زار تھے۔ منکسر المزاج، عبادت گزار اور نیک خو انسان تھے۔ مرنجاں مرنج اور خوش گفتار ایسے کہ ان کی تقاریر وخطبات، واقعتاً دل کو کھینچنے اور دماغ میں جگہ بنانے والے ہوتے''۔ میرے خیال و وجدان میں بلاشبہ وہ ایک ایسی عالمی شخصیت بن چکے تھے جس پر ہم فخر کرسکتے ہیں۔

پروفیسر صاحب نے جامعہ سلفیہ میں تقریبِ بخاری کے دو تین مواقع پر حجیت حدیث اور محدثین وسلف صالحین کی خدمات پر جو تقاریر کی ہیں، اگر ان کا ریکارڈ ہو، تو ان کی اشاعت سے علماء و اساتذہ اور طلبہ کی معلومات میں اضافہ ہوسکتا ہے، نیز ایک تاریخی وعلمی دستاویز تیار ہوسکتی ہے۔

پروفیسر صاحب کا اچانک سانحۂ ارتحال ملک کے دینی حلقوں میں بجلی بن کر گرا۔ جامعہ سلفیہ سے پرنسپل جناب محمد یٰسین ظفر نے جب ان کی وفات کی غمناک خبر سنائی تو چند لمحات سکتہ میں گزرے۔ ماضیٔ قریب میں یکے بعد دیگرے جو علماء وفضلاء رحلت کر گئے تھے، ابھی تو ہم ان کی جدائیوں کے زخم سہلا رہے تھے۔ بہر حال ہم رب العالمین کی رضا پر راضی ہیں۔ اس کے ہر امر میں حکمتیں کارفرما ہیں۔ شیخوپورہ میں مرحوم کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، نمازِ جنازہ میں ملکی وملّی قائدین، دینی وسیاسی جماعتوں کے سربراہ، وکلاء، ہائی کورٹس کے جج حضرات اور علماء وصحافی دیکھنے میں آئے۔ تمام طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ ہزاروں کی تعداد میں شامل تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھرپور دینی وملّی خدمات کو قبول ومنظور فرما کر ان کی مغفرت فرمائے۔ ان کے خاندان و حلقۂ احباب کو صبر وحوصلہ کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں فرشتے کہ دل آویز ہے مومن

☆ پروفیسر محمد نعیم اختر

اسلامی جمہوریۂ پاکستان کے منصۂ مشہود پر آنے سے تقریباً ساڑھے آٹھ ماہ قبل یکم جنوری **1947**ء کو حکیم عبدالعزیز کے گھر ایک بچے نے جنم لیا۔ حکیم صاحب نے ایک درویش اور ولیٔ کامل مولانا عبدالجبار غزنویؒ کے نام کی مناسبت سے نومولود کا نام عبدالجبار رکھا۔ بچہ ایک پارسا ماں کی آغوش میں، ایک عالمِ دین باپ کے زیرِ سایہ اور انتہائی پاکیزہ ماحول میں زندگی کی بہاروں میں شگفتہ پھول کی طرح مہکنے لگا۔

ضلع قصور کے ایک قریبی گاؤں ''میر محمد'' کے قریبی دیہات سے پرائمری پاس کی، میٹرک کے لئے پتوکی اور ایف اے، بی اے کے لئے ساہیوال کی سرزمین کو رونق بخشی۔ اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے اُردو اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ آپ نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ دین کی طرف رغبت موروثی تھی۔ اپنی ذاتی کاوش سے تفسیر، فقہ، منطق، کلام، ادب اور فلسفہ کے موضوعات پر خوب مطالعہ کیا۔ ان کی گفتگو اور لیکچر کے دوران مُسکت دلائل کی کاٹ سے کسی کو یہ شک بھی نہیں گزرتا تھا کہ آپ نے دین کی باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ دینی تعلیم کی کوئی مستند، سند ان کے پاس نہ تھی۔ مگر جید علماء کرام کے ساتھ کسی فقہی، معاشرتی، معاشی، سیاسی یا اقتصادی موضوع پر گفتگو فرماتے تو سب کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے۔

آپ نے ملازمت کے لئے پیشۂ تدریس منتخب فرمایا۔ **1969**ء میں گورنمنٹ کالج پتوکی میں بطورِ لیکچرر جوائن کیا۔ تقریباً چار سال گورنمنٹ کالج لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں میں لیکچرر رہے

☆۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج، ننکانہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور 1976ء کے اوائل ہی میں گورنمنٹ ڈگری کالج شیخوپورہ تشریف لے آئے۔ آپ اُردو کے بہترین استاد تھے۔ طلبہ کے ساتھ آپ کی شفقت، ساتھی اساتذہ کے ساتھ ملنساری، نان ٹیچنگ سٹاف کے ساتھ ان کی فیاضی اور کالج انتظامیہ کے ساتھ ان کا تعاون اپنی مثال آپ تھا۔

اساتذہ ان سے مل کر خوش ہوتے اور طلبہ ان کے پیریڈ کے منتظر رہتے۔ بعض اساتذہ بھی ان کا لیکچر سننے کے متمنی ہوتے۔ سامعین چاہتے کہ شاکر صاحب بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ اپنے لیکچر میں معلومات کا خزانہ لُٹاتے نظر آتے۔ الفاظ تو جیسے ہاتھ باندھے شاکر صاحب کی خدمت میں کھڑے ہیں کہ جہاں مناسب جانو ہمیں انگوٹھی میں نگینے کی طرح سجا دو۔ تنقیدی فقرات کے لئے بھی الفاظ کا انتخاب ان کا کمال تھا۔ عموماً فرماتے، بھائی! آپ نے اپنے خیال میں جو درست سمجھا، کہا۔ لیکن ذرا معاملے کے دوسرے رُخ پر بھی توجہ فرمایئے، مجھے امید ہے آپ جیسا عقل مند شخص خوش دلی سے اس رُخ میں بہت سی خوبیاں پائے گا۔ اس انداز کے آگے سر اُٹھانے کی سکت ہی کہاں باقی رہتی ہے۔

سعید احمد زاہد صاحب کی وساطت سے میرا اُن سے رابطہ ہوا۔ پہلی ملاقات ہی یادگار تھی۔ بس انہیں دیکھتا رہا اور سنتا رہا۔ نہ بحث نہ تبصرہ۔ خاموش بت کی طرح گم سم بیٹھا رہا۔ اور اگلی ملاقات کے تجسس میں چلا آیا۔ تعلقات میں گہرائی آ گئی اور ملاقاتوں میں تسلسل۔ انہی دنوں پروفیسر عبدالجبار شاکر ''تنظیمِ اساتذہ پاکستان ضلع شیخوپورہ'' کے صدر اور میں جنرل سیکرٹری منتخب ہوا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اُن کی رفاقت میں بات کہنے اور دوسروں کی تحمل سے سننے کا راز جانا۔ اس اعتبار سے میں اُن کا شاگرد بھی ہوں۔

جب میرے دوست افضل قاضی صاحب نے ان کو یہ اطلاع دی کہ نعیم صاحب لیکچرر بن گئے ہیں تو فرمانے لگے: مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی اس لئے کہ انہیں تو بہت پہلے لیکچرر، بن جانا چاہیے تھا۔ میں اُن کے تبصرے میں چھپی محبت اور اخلاص سے آج تک حظ اٹھا رہا ہوں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کا لباس، ان کی طبیعت کی طرح سادہ اور متانت کا آئینہ دار تھا۔ تواضع، انکساری اور ملنساری ان کا طرۂ امتیاز تھی۔ اُن کی شُستہ اور دلائل بھری گفتگو پر بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقریر کا گمان ہوتا اور ان کے خطاب اور لیکچر پر گفتگو کا گمان گزرتا۔ ایک ایک لفظ، جچے تلے انداز اور صحیح تلفظ سے ادا کرتے۔ ''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' کا صدفی صد مصداق تھے۔

مذہب میں اعتدال اور رواداری کے قائل تھے۔ شدت پسندی، ان کی طبیعت سے لگا ہی نہیں کھاتی تھی۔ دعوتِ دین میں قرآنی اسلوبِ حکمت، موعظت اور جدلِ حسن کا پورا لحاظ رکھتے۔ حق کو ناحق انداز میں بیان کرنا، اُن کے مزاج کے ہی خلاف تھا۔ سچ کو محبت، دردِ دل، دلائل اور مخاطب کی ذہنی سطح ملحوظ رکھ کر پیش کرنا کوئی اُن سے سیکھتا۔

ایک دفعہ کراچی سے فتنۂ تکفیر کی آواز بلند ہوئی۔ ڈاکٹر عثمانی صاحب سے بھی یہ لوگ چند ہاتھ آگے ہی تھے۔ عمل اور گناہ کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ لگاتے اور بڑے دھڑلے سے سادہ مسلمانوں کو خارج از اسلام قرار دے دیتے۔ مجھ اور میرے چند دوستوں تک ان کے دلائل پہنچے تو بظاہر ان دلائل میں وزن نظر آ رہا تھا۔ خارجیوں کی طرح الفاظ، دلائل کی بھٹی سے کندن بنا کر لاتے اور اپنا اثر دکھاتے۔ میں نے ان کے دلائل چند علمائے کرام کے سامنے رکھے تو وہ خفا ہونے لگے اور ان کے غیض وغضب سے بچنا ہی جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گیا۔ اسی سلسلے میں ایک روز ہم جناب شاکر سے ملے اور یہ نشست رات گئے تک ان کے دولت خانے پر ہی رہی، فرمانے لگے: نعیم صاحب! گناہ، گناہ ہوتا ہے کفر نہیں۔ ہمیشہ گناہ اور شرک میں فرق کرو۔ اور ہمیشہ محسنِ انسانیتؐ کا وہ فرمانِ اقدس ذہن میں تازہ رکھو کہ ''اگر تم نے کسی مسلمان کو کافر کہہ دیا تو یہ فتویٰ پلٹ کر تم کو ہی تباہ کر دے گا۔''

مزید فرمانے لگے: فتوؤں کی یہ وادی بڑی پُرخار ہے، یہاں احتیاط کا دامن سنبھال کے رکھنا، پُل صراط پر چلنا ہے اور یہ منصب ہر ایک کا نہیں ہے۔ کاہل، غافل، بے عمل اور گناہ گار مسلمانوں پر ترس کھائیے، انہیں عمل پر اُبھاریئے۔ محبت کی جوت جگائیے اور نفرت کے کانٹے کبھی پلکوں سے چننے پڑ جائیں تو سعادت سمجھئے۔ اور نعیم صاحب! اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے کیجئے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کے پودے دل میں اُگائیے اور پھر اہل خانہ، احبابِ شہر وملک، دنیا کے لوگوں میں یہی پیغامِ محبت پہنچانے کی فکر کیجئے۔ احسان، ایثار، عفو، عدل، احسان، صلہ رحمی، باہمی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تعاون، ایفائے عہد اور دیگر اخلاقِ حسنہ کی چھاپ اپنی ذات پر گہری سے گہری تر کیجئے۔ اور جھوٹ، غیبت، حسد، ریاکاری، ظلم و زیادتی جیسے رذائلِ اخلاق سے اپنے دامن کو تار تار ہونے سے بچائیے۔ یہ کہتے کہتے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ ہمیں سارے دلائل کا جواب مل چکا تھا۔ پروفیسر شاکر صاحب سے مل کر ان دلائل کا جواب مل سکے گا، یہ راہنمائی ہمارے پیارے دوست، حکیم منصور العزیز کی تھی۔ اُن کا ہم پر یہ احسانِ عظیم تھا۔

ایسا نابغہ روزگار، محبتیں بانٹنے والا، شُستہ کلام، علم و ادب کا پیکر، خوبصورت، وجاہت کا مرقع، ذہانت کی دولت سے معمور، جسے دیکھیں تو رحمان یاد آ جائے، جس سے معاملہ کریں تو رحمۃ للعالمینؐ یاد آ جائیں، اور جن کی گفتگو دامن میں علم کے موتی بھر دے، ۱۳ / اکتوبر 2009ء بروز منگل علی الصبح اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں دل کے آپریشن کے دوران انتقال کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علمی و ادبی حلقوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ سب ہی سکتے میں آ گئے، کوئی کچھ نہ کر سکا، کوئی کچھ نہ کہہ سکا، ضبط کے آنسو چھلک پڑے۔ دلوں کو زندگی بخشنے والا ابدی نیند سو گیا۔ لوگ کہتے ہیں، شاکر صاحب اب دنیا میں کبھی واپس نہیں آئیں گے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں سے کبھی نہیں جائیں گے۔ اپنی خوبصورت آواز اور انداز سے ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

رب ذوالجلال انہیں کروٹ کروٹ اپنی بے بہا نعمتوں سے مالا مال کرے، جنت الفردوس ان کا مقدر کر دے اور ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

کہتے ہیں فرشتے دل آویز ہے مومن
حوروں کو شکایت ہے، کم آمیز ہے مومن

آیئے! ربیع الاوّل میں میلاد النبیؐ کا استقبال اتباعِ رسالت اور اتباعِ سنت کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کے شعور کے ساتھ کریں۔ پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میرا بھائی پروفیسر عبدالجبار شاکر

پروفیسر شیخ ظفر اقبال احمد ☆

علم سے تھا عشق تجھ کو، علم تیری کائنات
علم چشمِ کبریا ہے، علم ہے رازِ حیات

پروفیسر عبدالجبار شاکر فوت ہو گئے، یقین نہیں آتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان سے پہلا تعارف کب ہوا؟ حتمی طور پر کچھ یاد نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کوئی ازلی ابدی قسم کا تعارف ہے۔ میں اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور کے کریسنٹ ہاسٹل میں رہتا تھا کہ اچانک ایک دوپہر ان سے ملاقات ہو گئی۔ کھانے کی دعوت دی گئی جو بغیر تکلف کے قبول کر لی گئی۔ وہ کوئی بدھ تھا، جس روز ہاسٹل کا قدرے پُر تکلف کھانا، چاول مع شامی کباب اور دہی، ملا کرتا تھا۔ کھانے کے دوران گھریلو نوعیت کے امور کے علاوہ جمعیت کے حوالے سے بھی خوب باتیں ہوئیں۔ انہوں نے انارکلی، کتابوں کے سٹالز پر ضرور جانا ہوتا تھا...... ان دنوں لاہور جمعیت کے ناظم حمید اللہ خان (بعد میں اسلامیات کے پروفیسر) ہوا کرتے تھے۔ نیا مدرسہ اچھرہ (لاہور) میں چار روزہ تربیت گاہ تھی۔ اس میں ایک ادبی محفل بھی برپا ہوئی۔ لڑکپن میں جیسے اشعار یاد ہوتے ہیں، پڑھے جا رہے تھے۔

سمندِ باد پر کافر، اڑائے بال جاتے ہیں
اڑے کیوں کر نہ مرغِ دل، لگائے جال جاتے ہیں

دیکھا یہ گیا کہ ایک ساتھی پاؤں زور زور سے پٹختے ہوئے سٹیج کی جانب جا رہے ہیں۔ انور گوندل بھائی کی آواز آئی: ”شاکر صاحب ناراض ہو کر آ رہے ہیں“...... بڑے ہی خفا تھے کہ ”یہ اسلامی

☆ سابق ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو۔ سابق سینئر نائب صدر پنجاب لیکچررز ایسوسی ایشن۔ سابق سینٹر پنجاب یونیورسٹی۔ مرکزی قائد تنظیم اساتذہ پاکستان۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

جمعیت طلبہ کا پروگرام ہے؟ ہم اس میں تربیت حاصل کرنے آئے ہیں مگر توبہ! اتنے غیر معیاری اشعار سننے میں آ رہے ہیں''۔ یہ شاکر صاحب کا پہلا خطاب تھا جو سننے میں آیا...... میرا ایم اے اردو میں داخلہ ہو گیا اور میں وولنر ہاسٹل میں رہتا تھا۔ ایک دن شاکر صاحب تشریف لائے۔ اب اردو، ان کا پسندیدہ موضوع، زیر بحث تھا۔ مجھے ہر پرچے کا ایک اندازۂ سوالات ایسا مرتب کر کے دیا کہ پروفیسر حضرات کا اندازہ بھی ان سے کوئی خاص مختلف نہ تھا...... خود شاکر صاحب نے بالیقین کہا کہ پرچے انہی میں سے آئیں گے...... اللہ اللہ

یقیں مثلِ خلیل آتش نشینی
یقیں اللہ مستی خود گزینی
سن اے تہذیبِ حاضر کے گرفتار
غلامی سے بتر ہے بے یقینی

اب شاکر صاحب پتوکی کالج میں وزیٹنگ پروفیسر تھے۔ ان کا گاؤں حسین والا قریب تھا، مگر وہ واں رادھارام سے روزانہ آتے جاتے تھے...... میں اپنی زندگی کے پہلے تحریکی دورہ پر تھا، جو ناظم علاقہ ساہی وال جناب نصیرالدین ہمایوں، کے ایما پر ان دنوں ہوا جب سعید منزل، انار کلی، لاہور میں جمعیت کا دفتر تھا۔ تب غالباً جمعیت ہی کا یومِ تاسیس تھا۔ حافظ وحید اللہ آتے آتے لیٹ ہو گئے...... وقت گذارنے کے لئے مجھے حکم دیا گیا کہ تقریر کروں۔ میں نے دورِ جاہلیت کی ایک رٹی ہوئی تقریر پورے جاہ وجلال سے کر ڈالی۔ بعد میں نسیم انصاری بھائی کہنے لگے: میرا جسم ابھی تک کپکپا رہا ہے۔ مگر ہمایوں صاحب بڑے متاثر ہوئے اور مجھے کہنے لگے تم نے ایک دورہ کے لئے جانا ہے۔ مَیں نے حامی بھر لی۔ یوں مجھے تن تنہا...... اوکاڑہ، حویلی لکھا، بہاول نگر، فورٹ عباس، چشتیاں کے دورے پر بھیج دیا گیا۔ واپسی پر پتوکی میں عبدالجبار شاکر صاحب سے ملتے ہوئے لاہور آنا تھا...... یہ دورہ ڈھاکہ کے عبدالمالک شہید کے خونِ ناحق کے حوالے سے تھا۔ ہمایوں بھائی نے سینے پر آویزاں کرنے کے لئے سرخ کارڈ اور دیگر لٹریچر میرے ہمراہ کیا۔ واپسی پر اس دورہ کی نہایت تفصیلی رپورٹ ہمایوں بھائی کو ''ستلج کے اس پار'' کے عنوان سے ارسال کر دی جس سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمایوں صاحب خوش ہو گئے۔ جب پتوکی چوک سے مَیں کالج کی طرف رواں دواں تھا تو شاکر صاحب کالج بھگتا کر واپس آ رہے تھے۔ راستے ہی میں ان سے ملاقات ہو گئی اور ہم واں رادھا رام چلے گئے۔ شاکر صاحب کی لائبریری کا سمندر دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ عشاء کے بعد سو گئے۔ صبح شاکر صاحب نے اپنے ابو، جو انہیں طوطا کہا کرتے تھے، کا لکھا ہوا ایک کتابچہ عنایت کیا۔ یوں یہ یادگار دورہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

پبلک سروس کمیشن سے انتخاب کے بعد شاکر صاحب اردو کے لیکچرر کی حیثیت سے لیاقت پور چلے گئے۔ پھر 1975ء میں ٹرانسفر کروا کر وہ شیخوپورہ تشریف لا رہے تھے کہ گھر کا سامان لادتے ہوئے مزدور شاکر صاحب کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ ''صوفی صاحب! کوئی منجھی پیڑھی وی بنائی جے کہ رڈی ای لدّی جانی اے''۔ یہ واقعہ ہنس ہنس کر شاکر صاحب نے بارہا سنایا۔ جس زمانے میں شاکر صاحب شیخوپورہ پہنچے، میری پہلی تقرری گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ ہو گئی۔ شاکر صاحب تنظیمِ اساتذہ پاکستان کے حوالے سے، میری رہائش 103/E سیٹلائٹ ٹاؤن تشریف لے آئے۔ ہم چار حضرات وہاں رہتے تھے۔ شاکر صاحب، پیغامِ محبت ہے جہاں تک پہنچے، کے اصول پر ساری عمر عمل پیرا رہے۔ ان سے ملاقات اتنی خوش گوار رہتی تھی کہ ہمیشہ دل باغ باغ ہو جاتا۔ ڈاکٹر شیخ سرفراز احمد بتاتے ہیں کہ شاکر صاحب زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ یہ تأثر ان کے پہلے ہی لیکچر سے قائم ہو گیا تھا۔ دوسرا یہ کہ طالب علم جیسا بھی ہو، اسے عزت واحترام سے بلاتے تھے۔ میں نے یہ بات شان احمد صاحب کو سنائی تو وہ کہنے لگے کہ طالب علم تو ایک طرف، وہ تو درجہ چہارم کے ملازم اور خاکروب کو بھی احترام سے بلاتے تھے۔ میں نے یہ نظارہ شیخوپورہ جا کر دیکھا کہ جب افضل علوی مرحوم، صدر PLA، نے کاوش کر کے مجھے جی سی شیخوپورہ میں بھجوا دیا، تو وہاں ایک مرتبہ شعبۂ انگریزی کے لیکچرر، احمد میاں صدیقی کو میں نے شاکر صاحب پر بے طرح بگڑتے پایا۔ خیال تھا کہ شاکر بھائی، جوابِ آں غزل کی مانند، ترکی بہ ترکی جواب دیں گے۔ مگر شاکر صاحب نے کمال حوصلے کا ثبوت دیتے ہوئے کہا کہ یہ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں، اور یہ جملہ دو مرتبہ کہا جس سے ہم سب ٹھنڈے ہو گئے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اب شاکر صاحب ڈائریکٹر لائبریریز پنجاب ہو کر لاہور جا رہے تھے۔ یہ ان کی کتابوں سے محبت کا ثمر تھا کہ ایئر کموڈور انعام الحق صاحب، جو ضیاء الحق مرحوم کے استاد بھی تھے، وہ شاکر صاحب کی صلاحیتوں کو بھانپ گئے اور اپنے پاس لاہور لے گئے۔ مگر جانے سے پہلے پرنسپل چودھری محمد نواز کی خواہش پر، شاکر بھائی نے ایک کارنامہ یہ کیا کہ ظفر علی خانؒ نمبر چھاپ دیا۔ میرے بھی چند مضامین اس میں چھپ گئے۔ والدِ محترم شیخ حاجی مہتاب دین مرحوم کو ظفر علی خانؒ سے بڑی عقیدت تھی اور ان کی نعتیں گنگناتے رہتے تھے۔ خود شاکر نے جہاں جہاں ممکن ہوا مختلف بزرگوں سے انٹرویو لئے، اور یوں ان کا سینہ ٹھنڈا کر دیا، ورنہ یہ یادیں ان بزرگوں کے ساتھ ہی قبر میں چلی جاتیں۔ شاکر صاحب لاہور جا رہے تھے تو ان کے نام کالج لائبریری کی بہت سی کتب تھیں۔ شاکر صاحب نے مجھے حکم دیا کہ یہ کتب اپنے نام منتقل کروالو۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔ غالب نامہ اس زمانے میں ایک ہزار روپے کی کتاب تھی۔ اس کتاب نے بعد میں مجھے پریشان کر دیا، چنانچہ مجھے شاکر صاحب کے پاس پہنچ کر یہ کہنا پڑا کہ حضور! اس کا کچھ کیجئے...... پہلے تو خبر ملی کہ کسی دوسرے شخص نے اسے گم کر دیا ہے مگر نہ جانے، کہاں سے شاکر نے یہ کتاب پیدا کی اور مجھے واپس کر دی جس کی مجھے بہت خوشی ہوئی اور شاکر کے لئے بہت سی دعائیں دل سے نکلیں...... شاکر صاحب نیک لوگوں کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ڈائریکٹر جنرل ایئر کموڈور انعام الحق کی بہت قدر کرتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہ وقت کے بڑے پابند ہیں۔ ایک شخص پانچ منٹ لیٹ آیا، پوچھنے پر اس نے ہائی کورٹ کا حوالہ دے دیا تو کموڈور صاحب فضائیہ کے افسر ہونے کے ناطے کہنے لگے: ”بھائی! ہمارے ہاں تو پانچ منٹ کے بعد کچھ بھی باقی نہیں بچتا، اس لئے وقت پر آنا ضروری ہے۔“

پنجاب لیکچررز ایسوسی ایشن سے شاکر صاحب بے پایاں محبت کرتے تھے۔ پہلے ہی الیکشن میں مرحوم افضل علوی کے ساتھ عبدالجبار شاکر سینئر نائب صدر منتخب ہوئے، جنہیں علوی محبت سے مائی سینئر موسٹ وائس پریذیڈنٹ کہا کرتے تھے۔ وہ شاکر کے اندازِ خطابت کی خوب نقل اتارا کرتے تھے۔ مگر شاکر بھائی اس کا بُرا نہ مانتے تھے۔ اگلی مرتبہ رانا اصغر علی پی ایل اے کے صدر منتخب ہو گئے۔ اب ایک بڑے کی حیثیت سے شاکر بھائی ہدایات دے رہے ہیں کہ ”اپنے مطالبات کی لمبی فہرست

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مت بنائیے۔ مختصر سے مطالبات ہوں۔ انہی پر اپنی کوششیں مرتکز کیجئے“.....وہ صرف اچھی باتیں ہی نہیں بتایا کرتے تھے بلکہ جب انہیں دورہ کرنے کے لئے کہا جاتا، تو فوراً تیار ہو جاتے۔ خود میرے ساتھ انہوں نے جی سی راوی روڈ اور پھر راولپنڈی کے دورے کئے۔ کیا مجال جو کبھی راستے میں خفا ہوئے ہوں۔ ناراض ہونا تو انہیں آتا ہی نہ تھا۔

میں فیصل آباد آ گیا۔ یہاں کے لوگ انہیں محبت سے بلاتے تو وہ اپنے پروگراموں میں مجھے بھی یاد فرماتے۔ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد کا دعوت نامہ خود انہوں نے ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم کو دیا کہ ظفر اقبال کو پہنچائیے اور انہوں نے پوری ذمہ داری سے مجھ تک پہنچایا۔ جماعتِ اسلامی کے اجتماعات میں نہ صرف خود تشریف لاتے بلکہ اپنے بیوی بچوں کو بھی لاتے۔

قدرت نے ان کا مقام عوام وخواص، ہر دو کے دلوں میں بہت بڑھا دیا تھا۔ خواہ شیخوپورہ میں چودھری نذیر ورک کا الیکشن ہو، اور خواہ لاہور میں مرکزیہ مجلسِ اقبال کہ جہاں آغا شورش کاشمیری، مجید نظامی اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس شرکت کرتے ہیں اور سٹیج پر رونق افروز ہوتے ہیں، وہاں پروفیسر عبدالجبار شاکر کو بلوانا بھی ایک اعزاز سمجھا جانے لگا۔

ایک ہمالہ جس کے قد سے پوری دنیا آشنا
اک سمندر اپنی گہرائی سے خود نا آشنا

اور بقول اقبالؒ

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
راز داں پھر نہ کرے گی کوئی پیدا ایسا

اُمت مسلمہ کا ہر فرد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار دکھائی دیتا ہے۔ وہ آپ کی عزت و حرمت پر مر مٹنے کا عملی داعیہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے مگر اتباعِ رسالت کے حوالے سے بہت سی کمزوریاں اس اُمت میں در آئی ہیں جن کے ازالے کی شدید ضرورت ہے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا عملی نقشہ وہ تصویر پیش نہیں کرتا جس کے آب و رنگ اور خدوخال مصطفویؐ ثقافت میں ڈھلے ہوئے ہوں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

شاکر جو سراپا تشکّر تھے

حافظ احمد شاکر ☆

مختلف احادیثِ مبارکہ میں وارد بعض دعاؤں میں بندے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عمر بڑھنے کی بعض دعاؤں کا ذکر جب پڑھنے میں آیا تو اپنے اساتذہ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے تقدیر کے متعلق سوال کیا کہ عمر وغیرہ تو لوحِ محفوظ میں لکھی جا چکی ہے تو پھر برکت کی یہ دعا کیسی؟ اساتذہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ انسان کی لکھی ہوئی عمر میں بایں انداز برکت ہو جائے کہ وہ اپنی عمرِ طبعی میں زیادہ سے زیادہ اُمورِ خیر سرانجام دینے کی توفیق سے بہرہ یاب ہو جائے۔ اس حدیثِ پاک کے مفہوم کی روشنی میں محترم پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو واقعتاً ان کی زندگی بہت بابرکت تھی۔ راقم کو کم وبیش ربع صدی، یعنی 25 سال سے ان کا نیاز حاصل تھا۔ اس عرصہ میں ان کو کبھی فارغ بیٹھے، دوسروں پر تبصرے کرتے یعنی غیبت کرتے، گپیں ہانکتے، اظہارِ تعلّی کرتے، لطیفہ بازی کرتے اور لایعنی گفتگو کرتے نہیں دیکھا۔ اس وقت بھی اندازہ ہوتا تھا، لیکن اب ان کے حالات وواقعات پڑھ کر اس کی تصدیق ہوگئی کہ انہیں ذکر واذکار سے طبعی شغف اور علم سے عشق تھا۔ اخذ وضبط کا حصہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو وافر عطا کیا ہوا تھا۔

اس کا ذکر تو خیر، ان کے مزاج ہی کے خلاف تھا لیکن ان کی محتاط گفتگو سے مترشّح ہوتا تھا اور اب ان کی شب وروز کی مصروفیات پریس میں آ جانے نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ وہ شب زندہ دار بھی تھے۔ شب زندہ داری اللہ تعالیٰ کی اپنے خاص بندوں پر خاص ہی عطا ہوتی ہے۔ اور کسی کے بارے میں علم نہیں، لیکن ہمارے ممدوح اور محبوبِ جہانِ علم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

☆ مدیر مسئول ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور۔ نامور مفکر ودانش ور۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی اس نعمت سے بتوفیقہ تعالیٰ سرفراز ہیں۔ یہ یقیناً آخری پہر کی برکات ہیں کہ پروفیسر شاکر مرحوم اس مختصر سی زندگی میں اپنے بچوں اور بچیوں کی دینی، علمی اور اخلاقی تربیت بھی کرتے رہے، سرکاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ بھی ہوتے رہے اور غیر ممالک کے علمی دورے بھی کرتے رہے۔ وہ ملک و بیرون ملک ادبی، علمی، اقبالیات اور سیرتِ مبارکہ کے موضوعات پر خطبات دیتے اور مقالات پڑھتے رہے، اور ان ممالک سے اپنے پسندیدہ موضوعات کی کتب خرید کر توشۂ بیت الحکمت بھی بڑھاتے رہے۔

اب کئی سال سے وہ خالص علمی و مسلکی تقریبات میں شرکت بھی کرتے، اپنے بھرپور علمی و ادبی خطاب سے ان مجالس کے حسن و وقار میں اضافہ فرماتے اور زبان وادب کی لطافتوں سے سامعین کو مستفید بھی فرماتے۔

ایسے ہی کئی سال پہلے ایک مجلس میں انہوں نے ذاتی، یعنی گھریلو اخراجات کی تفصیلات بتا کر حیران کر دیا کہ وہ کس طرح احتیاط، جُز رسی اور وقار کے ساتھ ایامِ حیات گزارتے رہے۔ حیاتِ مستعار کے دن گزارتے تو سب ہی ہیں، لیکن ان حالات پر مطمئن ہونا اور مطمئن رہنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا، اللہ اللہ بقولِ جگر ع

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

ایسے ہی ان کا لباس ہمیشہ اُجلا، یکساں اور باوقار دیکھا۔ میرے علم کی حد تک سفر وغیرہ میں بھی ان میں نہ افسرانہ تمکنت ہوتی تھی اور نہ ہی زندگی میں ان کی کسی کے ساتھ معاصرانہ چشمک۔ کھانے پینے میں انہیں جو پیش کیا جاتا وہ شوق، خندہ روئی اور بصد تشکر و امتنان قبول فرماتے۔ ان کے بچے جب زیرِ تعلیم تھے تو ایک دن فرمانے لگے کہ میں نے اپنے بچوں کے نام مشاہیرِ اسلام پر رکھے ہیں اور ان سے کہوں گا کہ وہ اپنے اپنے نام کی لاج کم از کم اتنی ضرور رکھیں کہ نام رکھی ہوئی شخصیت کی تصنیفات جمع بھی کریں اور پڑھیں بھی۔

ایسے ہی ایک دن فرمانے لگے کہ میری بچیاں کالج پڑھنے جاتی ہیں تو دوسری بچیوں کو پردہ کی تبلیغ کرتی ہیں اور جب کوئی بچی پردہ کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس بچی کے لئے برقعہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتی ہیں۔

اہلِ علم سے ان کی والہانہ و نیاز مندانہ عقیدت اور طلبۂ علم و تحقیق سے ان کی شفقت کے واقعات تو بہت سے احاطۂ تحریر میں آ چکے ہیں اور ابھی مزید آئیں گے، لیکن ان کی عبادت و ریاضت، قناعت و توکل، ذہانت و فطانت، فہم و ذکاء، گھریلو و حکومتی ذمہ داری اور وعدے کی پاس داری، ایسی صفات ہیں جن کا انہوں نے کبھی اظہار تک نہیں کیا تھا۔

المکتبۃ السلفیۃ، ہفت روزہ الاعتصام اور دارالدعوۃ السّلفیہ سے ان کا تعلق غیر معمولی تھا کیوں کہ انہیں ادارہ کے مؤسس مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے والہانہ عقیدت تھی اور ان کے ہی حوالے سے وہ راقم الحروف سے بہت ہی شفقت اور مروّت کا سلوک فرماتے تھے۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ ہمارے خاندان کے بعض حضرات کے استاذ ہیں اور میری نیاز مندی کا حوالہ خاندانی تلمذ ہی کا تعلق ہے۔ لیکن افسوس اس کی تفصیلات نہ کبھی وہ بتا سکے اور نہ ہی اس کی تفصیلات پوچھنے کا اپنے دل میں خیال آیا۔

المکتبۃ السّلفیہ، الاعتصام اور دارالدعوۃ السّلفیہ میں جب کبھی یاد کیا تو انہوں نے بصد خوشی شرکت کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور محفل کو رونق بخشی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ طلبہ، ہم عصر علماء اور اپنے ہم عمر اہلِ علم سے ان کا تعلق تنقید و تعریض اور تنقیص کی بجائے شفقت اور حوصلہ افزائی کا ہوتا، جو بہت ہی کم اہلِ علم حضرات کے حصہ میں آتا ہے۔

بیت الحکمت ابھی ابتدائی مرحلے میں ہی تھا تو فرماتے تھے کہ بیت الحکمت میں دنیا بھر سے کتبِ حدیث کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ اصل دین، حدیثِ مبارک ہی سے سمجھ آتا ہے اور یہ خدمت کسی اہلِ حدیث ہی کو کرنی چاہیے۔ بعض دیگر بیوروکریٹس کی طرح انہوں نے اپنے مسلک و عقیدہ کو چھپایا نہیں اور نہ کبھی معذرت خواہانہ انداز اپنایا۔ ہاں البتہ مسلک پر اپنی رائے سلیقہ و طریقہ اور یقین و دلیل کے ساتھ بیان کر کے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کا انداز اختیار فرماتے۔ علم، عقیدہ کے بارے میں ان کی رائے پختہ اور مضبوط ہوتی تھی لیکن اظہار اس کا ہمیشہ نرم، شیریں اور بغیر کسی ادّعا کے فرمایا کرتے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالمِ باعمل

عبدالرشید عراقی ☆

13 اکتوبر 2009ء ساڑھے 12 بجے دوپہر، برادرم حکیم راحت نسیم صاحب کو ایک ضروری کام کے سلسلہ میں ٹیلیفون کیا تو انہوں نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

آہ! کس طرح انہیں مرحوم لکھوں۔ وہ تو زندگی سے بھرپور تھے، جنہوں نے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ شاکر صاحب سے میرا تعارف تقریباً 2005ء سے تھا۔ ان کی زندگی گوناگوں مشاغل سے منوّر تھی۔ ان کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جو اپنے علم وفضل اور کتاب دوستی کی وجہ سے اہلِ علم واہلِ قلم کے حلقہ میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ وہ بڑے خوش بیان مقرر تھے۔ علومِ اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث اور تاریخ پر، ان کی گہری نظر تھی۔ سیاستِ حاضرہ پر بڑے مثبت انداز میں تبصرہ فرماتے تھے۔ وہ خود تو کسی کتاب کے مصنف نہیں تھے، مگر انہوں نے سینکڑوں کتابوں پر مقدمات، تعارف اور تقریظات لکھیں، ان کی ان تحریروں سے ان کے ذوقِ مطالعہ، وسعتِ معلومات اور تبحرِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کی ذات تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک عہد تھے۔ ان کی ذات میں پورے ایک عہد کا خلاصہ جمع ہوگیا۔ ان کی شخصیت بڑی متوازن تھی۔ ان کی رائے بڑی وقیع اور مدلّل ہوا کرتی تھی۔ شاکر صاحب کی شخصیت کے اتنے پہلو ہیں کہ ان سب کو اجاگر کرنا ایک مستقل کتاب کا موضوع ہوسکتا ہے۔ وہ ایک عالمِ دین، مفکر اور ایک دانشور خطیب ومقرر ہونے کی حیثیت سے ایک پوری دنیا اپنے اندر بسائے ہوئے تھے۔ ان کی ایک عجیب ادا، ان کی بے انتہا تواضع تھی۔ ان کی شخصیت کا بڑا کمال یہ تھا کہ ان کے یہاں اپنے اور غیر کا کوئی مسئلہ

☆ دینی وقومی جرائد ومجلات کے نامور مضمون نگار۔ ممتاز مصنف۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی نہیں تھا، ساری دنیا ان کی اپنی تھی، پرایا کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جتنا زرخیز دماغ، دور اندیشی وحکمت، بولنے اور لکھنے کی صلاحیت اور لوگوں میں جس طرح کی مقبولیت دی تھی، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ پروفیسر صاحب خداداد ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔ طبیعت میں اعتدال، رائے میں توازن، فکر میں گہرائی اور معاملات میں دور اندیشی آپ کا طرۂ امتیاز تھی۔ پروفیسر صاحب اپنی وضع کے پابند، اخلاق وشرافت کا مجسمہ اور علم وعمل کا پیکر تھے۔ ان کی وفات سے دینی قیادت اور خاص کر جماعت اہلحدیث کو جو عظیم زخم لگا ہے اور عظیم خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔ ایسی ہی عظیم المرتبت شخصیتوں کے بارے میں شاعرِ مشرق نے فرمایا ہے۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

پروفیسر حکیم راحت نسیم نے جب راقم کو ان کی وفات کی خبر سنائی تو کہا:

''عراقی صاحب! پروفیسر عبدالجبار شاکر کی شخصیت اس قدر ہمہ گیر اور ہمہ صفت ہے جس کی مثال شاید اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ ایک شب زندہ دار بزرگ بھی تھے اور عالم باعمل بھی۔ آپ ایک سحر بیان مقرر بھی تھے اور بے مثال اہلِ قلم بھی، آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی دینی فہم بھی عطا کیا تھا اور دنیاوی شعور بھی، آپ پاکیزہ اخلاق کا مجسمہ تھے۔ تواضع اور مہمان نوازی میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ جب بھی ان سے ملاقات کے لئے ان کی رہائش بیت الحکمت (ملتان روڈ، لاہور) حاضر ہوتا تو بڑی محبت سے ملتے۔ تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے، مختلف موضوعات پر ان سے گفتگو ہوتی۔ حالاتِ حاضرہ پر بڑے مثبت انداز میں تبصرہ فرماتے۔ کتاب دوستی میں ان کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ ان کی لائبریری میں ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ سیرۃ نبوی ﷺ پر ان کی لائبریری میں چار ہزار سے متجاوز کتابیں ہیں۔''

ان کے علمی تبحر، ذوقِ مطالعہ اور وسعتِ معلومات کا یہ حال تھا کہ راقم ایک دن ان سے ملاقات کے لئے بیت الحکمت میں حاضر ہوا تو دورانِ گفتگو راقم نے مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (والد ماجد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب یادِ ایّام کا ذکر کیا تو پروفیسر صاحب نے مجھ سے فرمایا:

''عراقی صاحب! یاد ایام کے نام سے ۱۵ کتابیں لکھی گئی ہیں جس میں دس کتابیں میری لائبریری میں موجود ہیں اور پانچ کی تلاش جاری ہے۔'' اور اسی وقت پروفیسر صاحب نے دس کی دس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابیں لاکر راقم کو دکھائیں۔ پروفیسر صاحب میں سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اہلِ علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بڑی فراخ دلی سے ان کے علم و فضل کا اعتراف کرتے تھے۔ راقم نے ایک ملاقات میں ان سے علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا تو پروفیسر صاحب نے فرمایا:

''عراقی صاحب! سیّد کو دیکھا نہیں، پڑھا ضرور ہے۔ ان کے علمی تبحر، ذوقِ مطالعہ اور وسعتِ معلومات سے انکار نہیں۔ وہ ایک بلند پایہ محقق، مؤرخ، ادیب، نقاد اور مبصر تھے۔ ان کی تصانیف میں سیرۃ النبیؐ، خطباتِ مدراس اور سیرت عائشہؓ بڑی معرکۃ الآراء کتابیں ہیں۔''

ایک ملاقات میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا تو پروفیسر صاحب نے فرمایا: ''عراقی صاحب! مولانا عطاء اللہ حنیف جیسا محقق اور صاحبِ بصیرت عالم جماعت اہلِ حدیث میں پیدا نہیں ہوا، آپ علومِ اسلامیہ کے متبحر عالم تھے۔ حدیث اور متعلقاتِ حدیث پر آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کے بہت شیدائی تھے، مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ کتاب دوستی میں ان کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ ان کی لائبریری میں نایاب کتب کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ اخلاق و عادات کے اعتبار سے اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔''

پروفیسر عبدالجبار شاکر قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ وہ ذہین و فطین تو تھے ہی، ان کا قوتِ حافظہ بھی قوی تھا، ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا، تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ ملکی سیاسیات سے نہ صرف یہ کہ باخبر تھے بلکہ اس پر اپنی ناقدانہ رائے بھی رکھتے تھے۔ برصغیر کی دینی، علمی، قومی و ملّی اور سیاسی تحریکات کے قیام کے پس منظر سے بخوبی واقف تھے۔

پروفیسر مرحوم اب وہاں ہیں جہاں ایک روز سب کو جانا ہے۔ مگر جن لوگوں کو ان کے ساتھ کام کرنے یا ان سے ملنے جلنے کا موقع ملا، وہ ان کی شرافت، مرنجاں مرنج اندازِ طبع، اختلاف کے موقع پر شریفانہ برتاؤ دیکھ کر دل سے دعائیں کریں گے کہ ان کی زندگی کے روشن کارنامے ان کے لئے توشۂ آخرت بنیں اور وہ بارگاہِ الٰہی میں کہہ رہے ہوں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب دوست ادیب و خطیب

حکیم راحت نسیم سوہدروی ☆

موت سے کس کو رستگاری ہے۔ اسے اپنے وقت پر آنا ہے۔ جوان ہو یا بوڑھا، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔ 13 اکتوبر 2009ء کی صبح پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ بھی وہاں چلے گئے، جہاں ہم سب کو ایک روز جانا ہے۔ ان کے انتقال کی خبر، دل کو ہلا دینے والی تھی کہ ابھی عید سے ایک روز قبل ان سے ٹیلی فون پر تفصیلی بات ہوئی تھی اور پروگرام یہ طے پایا تھا کہ عید کے چند روز بعد لاہور میں ملاقات ہوگی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ قدرت نے انہیں بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت اچھے خطیب تھے اور ادیب بھی۔ ایسے بہت کم لوگ دیکھنے میں آئے ہیں جو تقریر اور تحریر دونوں پر عبور رکھتے ہوں۔ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ بھی انہی عظیم المرتبت افراد میں سے ایک تھے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ سے تعلقات کا علاقہ گزشتہ چودہ، پندرہ سال سے تھا۔ وہ میرے والد مرحوم حکیم عنایت اللہ نسیمؒ کے دوستوں میں سے تھے، بلکہ ان کے والد حکیم عبدالعزیزؒ سے بھی میرے والد مرحوم کے تعلقات تھے جو بعد میں پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ سے بھی استوار ہو گئے۔ 1994ء میں دسمبر کی وہ سرد شام تھی جب وہ میرے والد کے انتقال پر تشریف لائے اور بتایا کہ وہ کئی بار سوہدرہ آ چکے ہیں۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ اس ملاقات کے چند روز بعد میں نے انہیں ٹیلی فون کیا اور والد مرحوم کے بارے اپنے تاثرات تحریر کرنے کی درخواست کی۔ وہ ان دنوں گورنمنٹ کالج شیخوپورہ سے ڈائریکٹر لائبریریز کی حیثیت میں چلڈرن کمپلیکس، لاہور میں ذمہ داریاں سرانجام دے

☆ رکن قومی طبی کونسل، اسلام آباد و معالج، قومی جرائد و مجلات کے معروف قلم کار اور مصنف۔

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے۔انہوں نے بتایا کہ میں یہ مضمون لکھ چکا ہوں اور کل آپ کو پہنچادوں گا۔اگلے روز وہ میرے مطب میں تشریف لائے اور مضمون میرے حوالہ کیا جو بعد میں "حیاتِ نسیم، ذرِ حدیثِ دیگراں" میں شائع ہوا۔اس کے بعد ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جو مختلف تقاریب میں ہوتیں۔کبھی وہ میرے مطب پر بھی تشریف لے آتے۔

لاہور آنے کے بعد وہ یہاں کی تقریبات کی جان بن چکے تھے۔مرکزیہ مجلس اقبال کے زیرِ اہتمام یومِ اقبالؒ کی تقریبات میں، مرزا محمد منور مرحوم کے بعد، وہ مرکزی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔جن لوگوں نے الحمرا ہال میں یوم اقبالؒ کی تقریبات میں شرکت کرکے ان کے خیالات سنے ہیں،انہیں ان کی خطابت کی چاشنی آج بھی یاد آتی ہے۔وہ اقبالؒ کے شیدائی تھے۔پروفیسر منور مرزا مرحوم کے بعد ان کے خیالات کو بڑے شوق سے سنا جاتا، بلکہ اکثر ان تقریبات کی نظامت ان کے سپرد رہی۔پھر نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام اکابرینِ جدوجہدِ آزادی کے حوالے سے ان کے خطابات بھی یادگار حیثیت کے حامل ہیں۔شہید حکیم محمد سعید نے انہیں ہمدرد تھنکر ز فورم (شوریٰ ہمدرد) کا، رکن بنایا۔وہ ان تقریبات میں ہمیشہ وقت پر آتے اور موضوع کے بارے خیالات کا اظہار کرتے۔اپنے زورِ خطابت اور فاضلانہ خیالات کے حوالے سے وہ لاہور کی ہر اہم تقریب میں مدعو کیے جاتے۔کوئی دینی یا قومی تقریب ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتی تھی،اس طرح ان کی شہرت ملک کی سرحدوں سے نکل کر بیرون ملک تک پہنچ گئی تھی۔اس دوران کبھی وہ مجھ سے طبّی مشورہ کی غرض سے بھی تشریف لاتے۔ایک روز مجھے فرمانے لگے: کل اتوار کو کیا پروگرام ہے؟ میں نے کہا فارغ ہوں، کہنے لگے کل میرے ہاں آیئے۔میں اتوار کے روز اپنے ایک دوست ملک امتیاز احمد کے ہمراہ ان کی اقامت گاہ، منصورہ کے بالمقابل حبیب پارک، جو میری رہائش گاہ سے تقریباً ایک فرلانگ اور پانچ منٹ کی مسافت پر ہے، پہنچ گیا۔خوبصورت ٹائلوں سے مزین شاندار عمارت تھی۔پروفیسر صاحب بتا رہے تھے کہ یہ زمین انہوں نے کئی سال قبل خریدی تھی۔اب کچھ آبائی زمین فروخت کر کے یہ شاندار عمارت تعمیر کرائی ہے اور اس کا ڈیزائن بھی لائبریری کے مطابق بنایا گیا ہے۔چار منزلہ اس عمارت میں لاہور کی قدیم ثقافت سے روشنی لی گئی ہے۔پانچوں منزلوں پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوبصورت، دیدہ زیب الماریاں ہیں اور ان میں انتہائی سلیقہ سے کتابیں ترتیب دی گئی ہیں۔ بالائی منزل پر رہائش کے لئے عارضی کمرے اور استراحت کی تمام سہولتیں ہیں، جہاں اس لائبریری سے استفادہ کے لئے بیرونی سکالر حضرات عارضی قیام کر سکتے ہیں۔ اس لائبریری کا نام انہوں نے بیت الحکمت رکھا۔ انہوں نے بتایا اس کے قیام کا مقصد دورِ اسلامی کے احیاء کی کاوش ہے۔ بالائی منزل پر قرآن مجید کے نادر نمونے ہیں جو کئی ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اس سے نیچے والی منزل پر ان کا دفتر ہے جہاں بیٹھ کر وہ اپنا کام کرتے اور احباب سے ملاقاتیں کرتے۔ اسی منزل پر قرآن مجید، اسلام اور سیرت پر کتابوں کا گراں قدر ذخیرہ ہے۔ اس سے نیچے والی منزل میں تاریخ، علم وادب اور دوسرے موضوعات پر مشتمل کتابوں کے علاوہ ایک چھوٹی سی نشست گاہ ہے جہاں اہلِ علم مل کر تحقیقی نشستیں کرتے ہیں۔ نیچے تہہ خانے میں رسائل کا ایک وسیع ذخیرہ۔ یہ شاندار لائبریری پاکستان کی چند ذاتی اور بڑی لائبریریوں میں منفرد حیثیت کی حامل اور پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی کتاب دوستی اور علم وادب سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے اس کے قیام کے لئے اس مالی بار کا بھی ذکر کیا جو انہیں اُٹھانا پڑا۔ اس موقع پر ان سے طویل نشست ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے بیٹے جمال الدین افغانی اور رفیع الدین حجازی، کتب کی اشاعت کا کام شروع کر رہے ہیں۔ انہوں نے راقم سے کہا کہ آپ کا تعلق طب وصحت کے شعبے سے ہے۔ آپ ان موضوعات پر لکھیں، میں شائع کروں گا۔ ان کی تحریک پر میں نے ایک کتاب ''قدرتی خزانوں سے علاج'' کے عنوان سے ترتیب دی جو انہوں نے اپنے خوبصورت پیش لفظ کے ساتھ شائع کی۔ بعدازاں میں نے ''بیماریوں کا آسان علاج معالجہ'' اور ''طبی مشورے'' لکھے، وہ بھی انہوں نے شائع کئے۔ الغرض ان کی اس لائبریری کی شہرت دنوں میں ہی ملک بھر کے اہلِ علم وقلم میں پھیل گئی اور اتوار، چھٹی کے روز ان کے ہاں اہلِ دانش کا اچھا خاصا اکٹھ ہو جاتا۔ ایک مرتبہ وہ ہندوستان جا رہے تھے۔ میں نے بتایا کہ وہاں طب پر بہت اچھی کتابیں شائع ہوتی ہیں اور حکیم سید ظل الرحمان، جو ہندوستان کی ممتاز طبی وعلمی شخصیت ہیں اور ان کا کتب خانہ بڑی شہرت کا حامل ہے، ضرور دیکھئے گا۔ وہ دہلی سے بھیس بدل کر علی گڑھ پہنچ گئے کیونکہ ان کے پاس علی گڑھ جانے کا اجازت نامہ نہ تھا۔ حکیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید ظل الرحمان سے ملے، ان کا کتب خانہ دیکھا، واپسی پر علمی، دینی کتابوں کے ساتھ ساتھ طبی کتابوں کا بڑا ذخیرہ لے آئے۔ میں نے دیکھا تو کہا کہ آپ نے یہ کیا کرنا ہے، کہنے لگے میرے والد حکیم تھے، مجھے طب سے محبت ہے اور یہ اسلامی علوم وفنون کا اہم حصہ ہے۔ یہ ان کی علم وادب کے ساتھ ساتھ کتاب دوستی کا ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے رفیع الدین حجازی کو بلایا اور کہنے لگے کہ دیکھو! راحت نسیم کے والد اور تمہارے دادا حکیم عبدالعزیز دوست تھے، اب میں اور راحت نسیم دوست ہیں۔ اب یہ تعلق تمہارے ذریعے تیسری نسل میں منتقل ہو رہا ہے، اس کو نبھانا ہے اور قائم رکھنا ہے۔ ایسے ہی ادارہ الاعتصام نے مولانا محمد اسحاق بھٹی کی علمی خدمات کی پذیرائی کے لئے ایک تقریب ہمدرد مرکز، لاہور میں منعقد کی۔ علماءِ اہلحدیث کے علاوہ دو بڑے مکاتیبِ فکر کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ شاکر صاحبؒ نے اپنے خوبصورت خطاب سے محفل کو لوٹ لیا۔ بعد میں جب وہ مولانا عبدالقادر ندوی آف ماموں کانجن اور مولانا مجاہد الحسینی کے ساتھ بیٹھ کر چائے پی رہے تھے تو مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ساتھ لے کر، بیٹھ کر ان سے میرا تعارف کرایا جو میرے لئے یقیناً ایک اعزاز ہے۔ یہ ان کی علم دوستی، وضع داری کے ساتھ ساتھ بڑے ہونے کی نشانی بھی تھی۔ اسی دوران ان کا تبادلہ لاہور سے اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ہو گیا تو ان کا معمول ہو گیا کہ وہ عموماً جمعہ کی شب شیخوپورہ سے ہوتے ہوئے ہفتہ کو لاہور آ جاتے۔ اتوار کو بیت الحکمت میں تشریف رکھتے یا مختلف تقریبات میں شرکت کرتے۔

لاہور میں قیام کے دوران وہ شیخوپورہ میں باقاعدہ نمازِ جمعہ کا خطبہ و امامت بھی کراتے، مگر اسلام آباد میں ان کی ذمہ داریوں میں ایک، فیصل مسجد میں خطبہ اور امامت بھی تھی۔ راقم نے 2004ء میں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خانؒ کے حوالے سے ان کی رہائش گاہ، کرم آباد میں نومبر کی ایک سہ پہر تقریب میں شرکت کے لئے کہا تو فوراً تیار ہو گئے۔ وہ محترم ڈاکٹر انور سدید اور محترم حکیم ارشد فارانی کے ہمراہ تشریف لائے اور جذبۂ ایمانی سے بھرپور خطاب فرمایا۔

اس خطاب کو سنتے ہوئے یوں لگا جیسے وہ ظفر علی خانؒ کی زندگی کے اوراق پلٹتے ہوئے ایک منضبط عبارت پڑھتے جا رہے ہیں۔ ان کی تقریر اور حکیم ارشد فارانی کی نظم سب سے زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پسند کی گئی۔ انہوں نے اپنی تقریر کے آغاز میں کہا: ''کرم آباد اور اس کے گردونواح کی سرزمین بہت زرخیز ہے۔ اس نے ظفر علی خانؒ کے علاوہ مولانا عبدالمنان محدثؒ، امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہیؒ اور حکیم عنایت اللہ نسیمؒ جیسے حریت پسند پیدا کیے۔ ظفر علی خان اوّل و آخر مسلمان تھے۔ جس سرگرمی یا تحریک میں حصہ لیا، اس کا اول و آخر مقصد اسلام کی سربلندی و سرفرازی تھا۔ دشمنانِ اسلام کے لئے ان کا قلم تلوار تھا۔ اسلامی شعائر و روایات کی توہین کبھی برداشت نہ کرتے۔''

حکیم سید ظل الرحمان پاکستان تشریف لائے تو میں نے ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ میں نے پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کو اطلاع کی تو انہوں نے ان کے بارے ایک خوبصورت تحریر پیش کی۔ ساتھ ہی رات کو انہیں بیت الحکمہ میں مدعو کیا جہاں دیر تک علمی و ادبی نشست رہی، جس کی یادوں کی چاندنی آج بھی میرے حافظے میں محفوظ ہے۔ انہوں نے زندگی میں بے شمار کتابوں پر پیش لفظ اور دیباچے لکھے۔ ٹی وی مذاکروں اور کانفرنسوں سے خطاب کیا، مگر مجلّہ دعوۃ جب ان کی زیرِ ادارت شائع ہونے لگا تو اس میں ان کی اہم تحریریں پڑھنے کے مواقع زیادہ ملنے لگے۔ یوں محسوس ہوا کہ وہ اب تصنیف و تالیف کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں کہ ان کا سفرِ حیات ختم ہو گیا۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آمین

مغرب کی خواہش ہے کہ گلوبلائزیشن کے ذریعے سے ایک ایسا عالم گیر معاشرہ قائم کر دیا جائے جہاں کسی قسم کی اخلاقی اور شرعی حدود و قیود موجود نہ ہوں۔ شرعی اقدار پر یقین رکھنے والے لوگ دقیانوس، رجعت پسند، بنیاد پرست، انتہا پسند اور بعض حالات میں دہشت گرد جیسی اصطلاحات سے منسوب کیے جا رہے ہیں۔ اسلامی ممالک اور معاشروں میں شریعت کے حامیوں کو داخلی اور خارجی تنقید کا سامنا ہے۔ میڈیا نے اس مبحث کو ایک تیز زبان عطا کر دی ہے اور اب صورتِ حال یہ ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

مقاصد شریعت اور ہماری ذمہ داریاں — پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک روشن دماغ تھا، نہ رہا

رانا محمد شفیق خاں پسروری ☆

خوب صورت چہرے اور خوب سیرت زندگی والے پروفیسر عبدالجبار شاکر بھی دل کے ہاتھوں بے بس ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیه راجعون)

نمازِ جنازہ میں حاضری دی تو پتہ چلا کہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہزار ہا لوگ ان کی خوش اخلاقی وخوش اطواری کے گرویدہ اور اسیر تھے۔ ہر ایک کی زبان پر ان کے لئے تعریفی کلمات اور ان کے اوصافِ حمیدہ کی مدحت کے الفاظ ہی تھے۔ زیادہ تر لوگ ان کے اپنے ساتھ بیتے لحات کے حوالے سے ہی رطب اللّسان تھے۔ محض سنی سنائی باتوں پر تعریف نہ کر رہے تھے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی وفات پر ان کے خاندان و پسماندگان کو بہت دکھ ہوا ہوگا، مگر ان سے استفادہ اور اکتسابِ فیض کرنے والوں کا دکھ سب سے سوا ہے کہ پروفیسر صاحبؒ کسی بھی موضوع پر بات کرتے تو ان کا انداز ولہجہ، اخلاص وعملیت سے معمور اور اپنائیت سے بھر پور ہوتا تھا۔ الفاظ کا چناؤ خوب اور برمحل کرتے اور پھر جب ان بہترین الفاظ کو ادا کرتے، تو سننے والا واری وقربان ہو ہو جاتا۔ وہ حقیقتاً علوم کا مخزن اور چلتے پھرتے معلم تھے۔ چہرے کی خوبصورتی، گورے پن اور براؤن آنکھوں تک محدود نہ تھی، ان کے اُجلے اندرون نے ان کے گرد نورانیت کا ایک ہالہ سا قائم کر رکھا تھا۔ وہ کہیں چلے آتے تو دیکھنے والے صرف دیکھتے ہی احترام پر مجبور ہو جاتے تھے اور پھر جب گفتگو چلتی تو یہ احترام میں کھڑے ہونے والے، گرویدہ ہوتے چلے جاتے۔

کہتے ہیں، ''یاراہ پیا جانے یا واہ پیا جانے'' (یعنی کسی کے اصل حالات اور فطرت و

☆ ممتاز صحافی اور مصنف۔ کالم نگار روزنامہ پاکستان۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے مرکزی قائد۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عادات کا پتہ اس کو چلتا ہے جو اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے یا کسی سفر میں ساتھی ہو) مجھے ان کے ساتھ ایک طویل سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں نے ان کی خلوت و جلوت کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا۔ وہ اوّل و آخر ایک مردِ درویش اور علم و کتاب کے عاشق تھے۔

انہیں سیر و سیاحت میں بھی شور و ہنگامہ اور محض نظارہ و دید سے دلچسپی نہ تھی، وہ علمی شخصیات سے ملاقاتوں اور تاریخی مقامات دیکھنے کے شوقین تھے۔ کتب خانوں خصوصاً نوادرِ کتب کی طرف ان کا دل کھنچ کھنچ جاتا تھا۔ ان کا اپنا کتب خانہ جسے انہوں نے ''بیت الحکمت'' کا نام دے رکھا تھا، ایک خاصے کی شے ہے۔ اس کتب خانے میں کتابوں کی تعداد ہی حیران کن نہیں، بلکہ ان کی حیثیت واہمیت بھی قابلِ تعریف ہے۔ انہیں قرآن پاک، سیرت النبی ﷺ اور اقبالیات سے خصوصی تعلقِ خاطر تھا۔ چنانچہ ان موضوعات پر ان کے پاس وافر ذخیرہ تھا۔ بعض اوقات وہ فخر اور تحدیثِ نعمت کے طور پر کہا کرتے تھے کہ ''سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبالیات پر جتنا ذخیرہ میرے پاس ہے، اتنا کسی اور کے ہاں نہیں۔''

کتابوں کو جمع کرنے میں انہوں نے جنون و مشقت کی کئی داستانیں رقم کی ہوں گی۔ ان کا کتب و علوم سے لگاؤ والہانہ اور جنون کی حد تک تھا۔ وہ سب کچھ ہاتھ سے دے کر بھی اپنے شوق کی تکمیل کو تیار رہتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ تن تنہا اتنی بڑی اور نادر کتب پر مشتمل لائبریری قائم کر دکھائی۔

غیر ملکی سفر کے دوران بھی وہ اپنے شوق کے ہاتھوں کوئی بھی رسک لینے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ میرا، ان کا ساتھ بھارت کے سفر میں رہا۔ وہاں ہم دونوں مولانا عبدالوہاب خلجی کے ذاتی مہمان تھے۔ ایک ہی کمرے میں سکونت تھی اور اکٹھے ہی گھومتے پھرتے اور ملاقاتیں کرتے رہے۔ اس سفر میں کئی شہروں اور شخصیات کی زیارت کی اور کئی کتب خانوں کی گرد بھی سمیٹی۔ وہ نادر کتب کو کسی بھی قیمت پر خریدتے رہے اور جو کتب مل نہ پائیں، ان کی فوٹوسٹیٹ حاصل کرتے رہے۔ واپسی پر ان کے سامان کا وزن بہت زیادہ ہو گیا۔ وہ اپنا ذاتی استعمال کا سامان چھوڑ آئے، مگر کتابوں کو نہ چھوڑا۔ جیب میں جتنی رقم تھی، زیادہ وزن کی مد میں ادا کر دی، پھر بھی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بہت زیادہ کتب ان کے آنے کے بعد مولانا خلجی نے کسی اور طریقے سے ارسال کیں۔

اس سفر میں ان کی زندگی کے کئی خوش کن پہلو (پہلی بار میرے سامنے) آشکار ہوئے۔ وہ نہایت عبادت گزار اور نیک خُو تھے۔ ''زاہدِ خشک'' نہ تھے۔ وہ نہایت منکسر مزاج بھی تھے اور سچائی پر ڈٹ جانے والے بھی، ان کو بات کرنے کا ڈھنگ خوب آتا تھا، تلخ بات کو بھی خوش گوار انداز میں مسکراتے ہوئے کہہ جاتے تھے۔ اکثر گفتگو کرتے ہوئے مسکراہٹ ان کے چہرے پر کھیلتی رہتی، جو خوبصورت چہرے کو اور زیادہ حسن عطا کر دیتی۔ وہ نہ صرف شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے بلکہ کبھی کبھار خود بھی شاعری فرما لیتے تھے۔ دہلی کی ایک دو مجلسوں میں انہوں نے اپنی شاعری کا کمال بھی دکھایا تھا۔ ان کی مجلسی گفتگو قہقہہ بار ہوتی۔ وہ ہنستے کھیلتے دقیق مسائل کو آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے۔ نہ تنگ نظر تھے، نہ کڑوے کسیلے، مرنجان مرنج اور خوش گو تھے۔ ان کی مجالس، ان کی تقاریر و خطابات واقعتاً دل کو کھینچنے اور دماغ میں جگہ بنانے والے ہوتے۔

وہ وقت سے فائدہ اٹھانا جانتے تھے، انہوں نے محض اپنی صلاحیتوں اور اپنے ذاتی تعلقات کے حوالے سے اونچا مقام اور لوگوں کے دلوں میں جگہ حاصل کی۔ وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو دنیا کی (رقبے کے لحاظ سے) سب سے بڑی مسجد (فیصل مسجد اسلام آباد) کے خطیب، الدعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر، مانے ہوئے ماہرِ اقبالیات اور ممتاز مذہبی سکالر کی حیثیت سے رخصت ہوئے۔

ان کا جنازہ ان کی عظمت کی گواہی دے رہا تھا اور ہزاروں افراد (جو دور دراز علاقوں سے) عقیدت و محبت کا نذرانہ لے کر آئے تھے، تو صرف ان کی ذاتی صلاحیت، ان کی خدمات، علوم میں ان کی پختگی اور مذہبی موضوعات پر ان کے ادراک و بیان کے گرویدہ ہو کر آئے تھے۔ وہ واقعتاً موجودہ دور کی چنیدہ شخصیات میں سے ایک تھے کہ ان جیسے کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں۔ اور جب دنیا سے جاتے ہیں تو ان گنت نشانات و اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ وہ بھی اپنے جانے کے بعد اور زیادہ یاد کیے جائیں گے۔ وہ محض ذرائع ابلاغ کے سہارے زندہ نہیں رہیں گے، وہ خود ایک ''پیکرِ حیات'' بن چکے ہیں کہ جن کے بارے میں برملا کہا جا سکتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

اگر چہ ان کی کوئی کتاب مطبوعہ نہیں، مگر کئی کتب ان کے دفاتر میں تحریر کی صورت میں موجود ہیں اور پھر سینکڑوں تقاریظ، پیش لفظ اور مقدمہ ہائے کتب، کہ جن کی وجہ سے متعلقہ مصنّفین اور تصانیف کو رسوخ ملا، (اگر ان کو یکجا کر دیا جائے تو کئی جلدوں کی مبسوط کتاب تیار ہو جائے)، ان کے اثرات کو قیامت تک قائم رکھنے کا باعث ہوں گے۔

دلوں میں بکھری یادیں، ان کی خوش گوار باتیں بھی عرصہ دراز تک محفلوں کو مہکاتی اور مرحوم کے لئے دعائیہ ہاتھ اُٹھواتی رہیں گی۔ ؎

آندھی گئی چھوڑ کانٹے
پھول اچھے گئی لے

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کے والد مولانا حکیم عبدالعزیز بھی ماہرِ علوم وفنون تھے، جنہوں نے وقت کے بڑے مدارس دینیہ (مرکز اسلام لکھو کے اور مدرسہ سعیدیہ، دہلی) سے اکتساب و استفادہ کیا۔ اپنی زندگی میں چلنے والی تمام ملّی وسیاسی تحریکات میں حصہ لیا۔ آزادی کی جنگ میں باقاعدہ شریک رہے۔ سید احمد بریلویؒ وشاہ اسماعیل شہیدؒ کی جماعتِ مجاہدین سے خصوصی تعلق رہا۔ قیامِ پاکستان کے بعد حج کے لئے گئے تو واپسی پر عربی زبان میں مختلف علوم وفنون کی بے شمار کتب ساتھ لے آئے۔ خود بھی تحریر وتقریر سے خاصا ربط تھا اور ان فنون کے ماہرین سے تعلق بھی۔ ایک اچھی خاصی لائبریری قائم کر دکھائی۔ یہی لائبریری ان کے صاحبزادے اور ہمارے ممدوح حضرت عبدالجبار شاکرؒ لاہور لے آئے اور ''بیت الحکمت'' کے نام سے اس کو وسعت دے کر کمال تک پہنچا دیا۔ اس وقت بلاشبہ اس کا شمار ملک کی چند بڑی (ذاتی) لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ خصوصاً سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اقبالیات اور علوم القرآن میں یہ اپنی مثال آپ ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ نے ابتدائی دینی کتب اپنے والد گرامی حکیم عبدالعزیز سے ہی پڑھیں۔ پھر ایک سال (77-1976ء) مدرسہ رحمانیہ، شیخوپورہ میں کسبِ فیض کیا، جبکہ 1968ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں انہوں نے اردو میں ایم اے کیا۔ 1978ء میں لاء میں ڈگری حاصل کی اور 1995ء میں اقبالیات میں ایم فل کی ڈگری لی۔ پی ایچ ڈی کے لئے دیر سے تیار ہوئے۔ اس کا مقالہ آخری مراحل میں تھا کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ بطور استاد پڑھاتے رہے۔ بائیس سال پبلک لائبریریز، پنجاب کے ڈائریکٹر رہے۔ پھر اسلام آباد میں الدعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے منتقل ہو گئے اور یہیں فیصل مسجد کی خطابت سے سرفراز ہوئے۔ 2004ء میں بھارت کے سفر کے دوران جناب عطاء الحق قاسمی بھی موجود تھے، گاہ بگاہ ان کی اور پروفیسر صاحب کی دوستانہ چونچ لڑ جاتی۔ قاسمی صاحب نے مجھے مخاطب کر کے کہا: ''آپ محسوس نہ کریں، ہم کلاس فیلو رہے ہیں، اس لئے ایسی دوستانہ بے تکلفی برت لیتے ہیں۔''

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کو، کتب (خصوصاً نادر کتب) سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا۔ (ڈاکٹر عبدالغفور راشد نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الابرار'' میں لکھا ہے کہ) ''پروفیسر عبدالجبار شاکر جب اپنے ذخیرۂ کتب میں داخل ہوتے ہیں تو ان کا انہماک اور وارفتگی دیدنی ہوتی ہے، بالخصوص کسی زائر یا مہمان کو اپنی جمع کردہ کتب کا تعارف کرواتے ہیں تو اس وقت ان کے جذبات واحساسات ایسے ہوتے ہیں جنہیں الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ وہ اپنا نسبی وخاندانی اور اپنی اولاد کا تعارف تو سرسری کرواتے ہیں لیکن جب کسی کتاب یا مخطوطے کا ذکر آجائے تو صاف نظر آتا ہے، یہ ان کو اپنے خاندان اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے۔''

بھارت میں بھی وہ جہاں جاتے اپنی لائبریری اور اس میں موجود کتب کا ذکر کرتے تو ان کی آنکھوں میں ایک خاص تفاخر در آتا۔ وہاں جسے بھی ملتے، اسے دعوت دیتے کہ وہ پاکستان آئے اور ان کی لائبریری دیکھے۔ بلکہ پیشکش کرتے کہ اس کا قیام ہی ''بیت الحکمت'' میں ہونا چاہیے۔ مولانا عبدالوہاب خلجی جب لاہور آئے تو ایک ایک کتاب کھول کر اس کے بارے میں بتاتے رہے۔ بعض قیمتی کتب کو محفوظ کر کے رکھا ہوا تھا، ان کو تالے سے نکال کر ان کی تاریخی حیثیت سے آگاہ کرتے رہے۔ اس وقت ان کی حالت فخر وانبساط سے ایسی تھی کہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ میرا ان سے ایک خاص تعلق خاطر قائم ہو چکا تھا، انہوں نے میری ایک کتاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''خطبات پسروری'' کا مقدمہ بھی تحریر کیا۔ گاہ بگاہ میں ان کی اس لائبریری میں بھی جاتا اور کتب سے آگاہی حاصل کرتا رہا مگر مولانا خلجی والی ملاقات میں ان کا فخر اور لہجہ حیران کر رہا تھا۔

مولانا عبدالوہاب خلجی بھارت (دہلی) میں میرے اور ان کے میزبان تھے۔ میں پہلے سے وہاں تھا (جب بھی جاؤں مولانا خلجی کے ہاں ہی شفقت و محبت کا سزاوار ہوتا ہوں) جبکہ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ وہاں کتب کی نمائش میں اپنے مکتبہ ''کتاب سرائے'' کے مالک کی حیثیت سے گئے تھے۔ انہوں نے اپنا قیام مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، انڈیا کے دفتر نزد جامع مسجد دہلی میں کیا تھا۔ وہاں ان کی پہلے سے ذاتی واقفیت نہ تھی، لاہور کے ایک مکتبہ والے کا تعارفی خط لے کر گئے۔ انہوں نے ان کو مہمان خانے کے ایک کمرے میں ڈال دیا، رات بارش ہوئی تو چھت اگلے روز (دن میں بھی) ٹپکتی رہی۔ میں گھومتے گھماتے وہاں چلا گیا تو ایک ملازم سے پتہ چلا ''پاکستان کے ایک بزرگ بھی وہاں ٹھہرے ہیں۔''

پاکستان کا نام سن کر کمرے کی طرف چلا گیا، دیکھا تو پروفیسر صاحب تھے۔ حال احوال پوچھا تو مسکرا کر کہنے لگے ''دیکھ لیں، کیا حال ہے!'' میں نے ان کا سامان اٹھایا، ان کو ساتھ لیا اور مولانا عبدالوہاب خلجی کے ہاں لے گیا۔ پھر جتنے دن رہے، وہیں میرے ساتھ انہی کے ہاں رہے۔ میں چونکہ پہلے بھی کئی بار بھارت جا چکا تھا، اس لئے اکثر مقامات کی سیر کرواتا اور ان کے بارے میں بتاتا رہا۔ پروفیسر صاحبؒ پورے سفر میں جہاں جاتے وہاں کے بارے میں لکھتے رہے۔ اچھی خاصی یادداشتیں اور تاریخی معلومات نوٹ کر لیں۔ میں پوچھتا ''حضرت! ان یادداشتوں کا حال بھی دیگر تحریرات کی طرح کا ہی ہوگا؟'' مسکرا کر فرماتے نہیں، بھارت کا سفرنامہ تو جاتے ہی چھپوا لوں گا۔''

وہاں کئی ایک یادگاری فوٹو بھی بنے مگر وہ کہیں ان کے مسودات اور کتب کی تہوں میں ہی گم ہو چکے ہیں۔ پاکستان آ کر بھی اس حوالے سے کئی بار بات چلی مگر وہ ''جلد'' نہ آ پایا، جس کا وہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔

دہلی میں انہیں اپنے والد گرامی کے مدرسہ سعیدیہ، دارالحدیث رحمانیہ، میاں نذیر حسین

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دہلوی کے مدرسہ (حبش خان پھاٹک) اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے متعلقات سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کئی ایک علمی شخصیات سے مولانا خلجی نے بھی ملوایا۔ ایک دو مشاعروں میں بھی گئے، وہاں کلام بھی سنایا۔ مولانا خلجی نے ان کے اور میرے اعزاز میں انڈیا انٹرنیشنل دہلی، جیسی وقیع جگہ پر استقبالیہ بھی دیا، جس میں تمام مسلم تنظیموں کے سربراہان اور حکومت کے بعض زعماء بھی مدعو تھے۔ ایک وفاقی وزیر سپوت کانٹ سہائے اور دہلی اسمبلی کے اسپیکر شعیب صدیقی اور اس وقت کے پاکستانی ہائی کمشنر منور سعد بھٹی نے تو باقاعدہ پاک بھارت تعلقات پر تقاریر بھی کی تھیں۔ اس استقبالیہ میں انہیں اور مجھے یادگاری شیلڈز بھی دی گئیں۔

میں آگرہ جارہا تھا تو وہ بھی میرے ساتھ گئے۔ آگرہ ایک لحاظ سے میرا ''ننھیال'' بھی ہے۔ وہ وہاں بھی میرے ساتھ میرے ماموں کے ہاں ٹھہرے۔ گھر والوں کو تو ایک بزرگ مل گئے تھے۔ وہ جی بھر کے ان کی خدمت کرنے لگے۔ ان کا بھی گھر کے بچوں سے شفقت بھرا پیار ایسا رہا کہ وہاں سے جب کبھی فون آتا، یا بات ہوتی تو وہ اپنے ''باباجی'' کے بارے ضرور پوچھتے۔ میں نے انہیں ان کی وفات کی خبر دی تو وہ اس طرح رونے لگے جس طرح واقعتاً ان کا کوئی خاندانی بزرگ فوت ہو گیا ہو۔

پروفیسر صاحب کو آگرہ میں بھی کئی علمی شخصیات سے ملوایا گیا، وہاں کی تاریخی عمارات کی سیر کروائی گئی۔ اس دوران میں ایک لطیفہ بھی ہوا۔ تاج محل اور شاہی قلعہ میں داخلے کے لئے ٹکٹ لگی ہے جو بھارتی لوگوں کے لئے دس روپے میں ملتی ہے جبکہ غیر ملکیوں کو 20 ڈالر کی ملتی ہے۔ ہم اگر پاکستانی کی حیثیت سے ٹکٹ لیتے تو وہ بہت مہنگی تھی، اس کا حل یہ نکالا گیا کہ وہاں میرے ایک کزن نے اپنے حساب میں ٹکٹ حاصل کر لئے اور پروفیسر صاحب سے کہنے لگا: آپ اپنی واسکٹ اور ٹوپی اتار لیں، کیونکہ اس سے پتہ چل جائے گا کہ ''آپ پاکستانی ہیں''۔ پروفیسر صاحب نے نوجوان کی بات مان لی۔ ''تاج محل'' کے اندر ایک ''عجائب گھر'' بنا ہوا ہے۔ جب وہاں گئے تو وہ اپنے وقت کے مطابق بند ہو رہا تھا، پروفیسر صاحب تاریخی نوادرات دیکھتے اور ان کے بارے میں لکھتے جارہے تھے، وقت زیادہ لگ رہا تھا۔ ''عجائب گھر'' کے ملازموں نے کہا: ''بابا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جی! باہر چلیں وقت ختم ہو گیا ہے۔''

یہ اس بات کو بھول گئے کہ یہاں واسکٹ اتار کر آئے ہیں۔ جلالی انداز میں بولے: ''میں بھی ایک میوزیم کا ذمہ دار ہوں، تم مجھے کام کرنے دو'' ملازم جواباً تلخی میں آنے لگے تو میں نے اور میرے کزنوں نے آگے بڑھ کر بات سنبھالی۔ ان کو بتایا گیا کہ آپ کس حیثیت میں داخل ہوئے ہیں اور انہیں کہا کہ ''یہ بزرگ بہت اونچے تعلقات والے ہیں، ان کو کام کرنے دو، پندرہ، بیس منٹ دے دو''، ساتھ ہی ان کی مٹھی گرم کر دی اور وہ چپ ہو گئے۔ شاہی قلعہ میں میرے ایک ماموں زاد کی واقفیت کام آ گئی۔ وہاں کوئی بدمزگی نہ ہوئی۔

آگرہ سے واپسی پر پروفیسر صاحب کا اصرار بڑھا کہ وہ علی گڑھ دیکھنا چاہتے ہیں، وہاں کا ویزہ نہ تھا۔ وہاں کے لئے خصوصی طور پر انہیں کرتا پاجامہ لے کر دیا گیا اور ایک خاندان کے ساتھ روانہ کیا، وہاں انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی گھوم پھر کر دیکھی۔ وہاں کی عظیم لائبریری ان کا خاص ہدف تھا، وہاں کتب کا مشاہدہ کرتے رہے، مجوزہ وقت سے بہت زیادہ صرف کر بیٹھے۔ طے شدہ وقت پر دہلی نہ پہنچے تو ہمیں فکر ہوئی، مگر ان کو پرواہ نہ تھی۔

علی گڑھ یونیورسٹی میں ''باقاعدہ'' لیکچر دیتے اور شخصیات سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ حکیم سید ظل الرحمان کے گھر میں بھی ایک شاندار لائبریری اور میوزیم ہے، وہ بھلا دیکھے بغیر کس طرح آگے بڑھتے۔ بعد میں جب دہلی پہنچے تو میں نے کہا۔ ''آپ نے بہت بڑا رسک لیا۔''

کہنے لگے: ''زندگی کا کیا پتہ ہے، اب یہاں آ کر محروم چلا جاؤں، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔''

دہلی میں ان کی یادگار ملاقاتوں میں سے ڈاکٹر عبدالودود اظہر (جو صدر میں قیام پذیر ہیں) جماعت اسلامی ہند کے مرکزی دفتر (اوکھلا) میں جماعت کے بھارتی امیر سے خاصے کی چیز تھی۔

جہاں بھی گئے داستان چھوڑ آئے

☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بچپن کے اجالے

عبدالوارث ساجد ☆

پرانی طرز کی بنی ہوئی ایک قدیم حویلی کے صحن میں چار پائیاں بچھی ہوئی تھیں اور اس پر بیٹھے احباب باتوں میں مصروف تھے۔ رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ فیروزی آسمان پر ستارے چمکنے لگے تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد ان احباب کا نمازِ عشاء تک بیٹھنا روز کا معمول تھا۔ اس پرانی حویلی کا مالک تو نہ معلوم کون تھا اور کب سے یہ قائم تھی، البتہ اس خاندان کا جو پہلا فرد، اس حویلی میں آباد ہوا وہ حافظ عبداللہ تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریکِ جہاد عروج پر تھی، انگریز اور سکھوں کے خلاف جہاد کے نعرے بلند ہوتے تھے۔ ان دنوں حافظ عبداللہ پنڈی بھٹیاں میں رہتے تھے۔ وہاں سے وہ ضلع قصور منتقل ہو گئے۔ قصور آ کر وہ اس حویلی میں آباد ہو گئے۔ حافظ عبداللہ خود تو حافظ تھے ہی، لیکن کمال یہ بھی تھا کہ ان کی ہونے والی اولاد اور اس کے بعد پھر ان کی اولادیں بھی حافظِ قرآن تھیں۔

حافظ عبداللہ، سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریکِ مجاہدین کے سرگرم کارکن تھے۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ اور ان کے ساتھی مجاہدین کا شہرہ برصغیر پاک و ہند میں ہر جگہ تھا۔ لوگ ان سے محبت رکھتے تھے۔ ان کی سوچ اور فکر کو پسند کرتے تھے۔ انگریزوں اور سکھوں کے خلاف ہونے والے جہاد کی وجہ سے ان کے دیدار کے لئے ہر وقت بے چین رہتے تھے۔ یہی حال حافظ عبداللہ کا تھا۔ وہ کٹر حنفی تھے اور حنفیت ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی ذات سے متاثر ہو کر، ان کی زبان سے بتائی ہوئی صحیح اور سچی اسلامی تعلیم سن کر بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کو سنوارا، سچے اور کھرے اسلام کی پہچان کی۔ ایسے ہی حافظ عبداللہ نے بھی حنفیت کو چھوڑ کر سلفی مسلک اپنایا۔ یوں اس خاندان میں وہ پہلے شخص تھے جو صحیح العقیدہ سلفی بنے۔

حافظ عبداللہ کا خاندان پنڈی بھٹیاں سے قصور آ کر پلتا اور بڑھتا رہا۔ حافظ عبداللہ کے

☆ دینی اور قومی رسائل وجرائد کے معروف قلم کار۔ مشہور صحافی اور ادیب۔ بچوں کے ادب کے تخلیق کار۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد اس خاندان میں ان کے چشم و چراغ حافظ قطب الدین سر براہ رہے، پھر ان کے بیٹے حاجی ولی محمد کے بیٹے حاجی قادر بخش کا زمانہ آ گیا۔ 1911ء عیسوی کی بات ہے، حاجی قادر بخش کے گھر ایک بچے کی ولادت ہوئی جس کا نام عبدالعزیز رکھا گیا۔

عبدالعزیز ابھی کم سن ہی تھا کہ ایک روز شام کے وقت خاندان کے سارے افراد ایک جگہ جمع تھے۔ حویلی میں محفل خوب گرم تھی کہ اچانک کسی نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم میں سے ہر فرد، اپنے اپنے بیٹے کو دینِ اسلام کے لئے وقف کرے۔ ان دنوں بھلا زمانہ تھا۔ لوگ اچھے، سوچ مثبت اور دینی ہوتی تھی۔ خاندان کے ہر فرد نے تجویز دینے والے کی تعریف کی اور یہ طے پایا کہ ہر فرد اپنا ایک بیٹا اسلام کے لئے وقف کرے گا۔ یوں مجلس ختم ہوئی۔ حاجی قادر بخش گھر واپس آئے تو آتے ہی انہوں نے اپنے بیٹوں کے ناموں پر قرعہ اندازی کی کہ کس بیٹے کو اسلام کے لئے وقف کیا جائے۔ یوں قرعہ میں عبدالعزیز کا نام نکل آیا۔ حاجی صاحب نے عبدالعزیز کو اسلام کے لئے پیش کر دیا۔ حاجی قادر بخش کی طرح ان کے چچازاد بھائیوں نے بھی اپنی اولاد میں سے ایک ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔

اگرچہ اس زمانے میں سکول بھی ہوتے تھے اور بچوں کو دنیاوی تعلیم دلانے کا رجحان بھی تھا لیکن چونکہ وقف ہونے والے یہ بچے اسلام اور اس کے احیاء کے لئے اللہ کے ہاں پیش کئے گئے تھے، اس لئے انہیں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کروا دیا گیا۔ ان دنوں قصور شہر میں ''مدرسہ فریدیہ'' کا بڑا نام تھا۔ لوگ دُور دُور سے اپنے بچے وہاں پڑھانے کے لئے داخل کرواتے تھے جو دن رات قرآن و حدیث کی تعلیم سے اپنے دلوں کو منوّر کر کے لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔ جب اسلام کے لئے وقف کئے گئے عبدالعزیز کو مدرسہ فریدیہ داخل کروایا گیا تو اس کی عمر لگ بھگ پندرہ سولہ سال تھی، وہ سکول میں آٹھ کلاس پڑھ چکے تھے اور اب ''وقف للہ'' ہونے کی وجہ سے دنیاوی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم حاصل کرنے لگے تھے۔ عبدالعزیز جامعہ فریدیہ کے بعد ''لکھوکے'' میں قائم مرکزِ اسلام میں مولانا عطاء اللہ لکھوی کے پاس زیرِ تعلیم رہے۔ حافظ عطاء اللہ لکھوی اس زمانے میں ''صرف ونحو'' کے بہت بڑے ماہر تھے، یوں عربی قواعد وضوابط میں عبدالعزیز نے ان سے کمال حاصل کیا۔

اسلام کے نام پر وقف ہونے والے خاندان کے یہ لڑکے جو آپس میں چچازاد بھائی تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ان دنوں مختلف دینی درس گاہوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، جب کبھی مل بیٹھتے تو اسلام اور اس کے احکامات پر خوب بحث ومباحثہ کرتے۔ مدرسے سے واپس آ کر کبھی گھر اکٹھے ہوتے تو ان کی مجلسیں خوب رنگ جماتیں۔ مدرسے کے اساتذہ کے احوال اور ان کی باتیں، وہاں پڑھائی جانے والی نصابی کتب اور گزرنے والے دنوں پر خوب باتیں ہوتیں۔

ایک روز شام کے وقت ''وقف للہ'' یہ لڑکے، اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے کہ کسی نے اچانک تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم سب اکٹھے ہو کر دہلی جائیں اور وہاں تعلیم حاصل کریں۔

مشورہ دینے والا لڑکا عبدالرحیم تھا۔ چچازاد بھائیوں نے بیک وقت عبدالرحیم کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تجویز اچھی تھی، لہٰذا کسی کو بھی اختلاف نہ ہوا اور وہ چاروں راضی ہو گئے۔ دہلی اگرچہ قصور سے دُور تو تھا لیکن علم کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس زمانے میں دہلی میں بڑے بڑے مدرسے تھے جن میں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ پڑھتے تھے اور اپنے دور کے نامور شیوخ اور علماء ان مدرسوں میں پڑھاتے تھے۔ یوں چاروں چچازاد بھائی قصور سے چلے اور دہلی جا پہنچے۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ دہلی میں کس مدرسے میں داخلہ لیا جائے، دہلی میں قائم تمام مدارس ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ لہٰذا جب فیصلہ کرنے میں دشواری ہوئی تو یہ طے پایا کہ ایک ہی مدرسے میں داخل ہونے کی بجائے ہر کوئی الگ الگ مدرسے میں داخل ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک استاد کی بجائے کئی استاد ملیں گے اور پھر ہم سب مل کر ایک دوسروں سے دَور کر لیا کریں گے۔ یوں وہ چاروں چچازاد بھائی دہلی کے مختلف مدارس میں داخل ہو گئے۔

اپنے چچازاد بھائیوں کی طرح عبدالعزیز نے بھی دہلی میں ہی درسِ نظامی کا کورس مکمل کیا۔ دورانِ تعلیم ہی اسے ''طب'' سے لگاؤ ہو گیا اور اس نے ''طب'' کا بھی علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ یوں جب وہ دہلی سے فارغ ہو کر قصور واپس آئے تو ایک عالم کے ساتھ ساتھ اچھے طبیب بھی تھے۔

عبدالعزیز گھر واپس آئے تو ان کی عمر اکیس سال ہو چکی تھی۔ آتے ہی ان کی شادی کر دی گئی۔

قصور کے پاس ایک قصبہ ''کھڈیاں'' ہے جہاں حکیم عبدالعزیز نے قرآن وسنت کی تعلیم دینا شروع کی۔ وہ چودہ سال تک تبلیغِ دین میں مصروف رہے۔ کھڈیاں اب شہر کا رُوپ دھار چکا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہاں زندگی کی چہل پہل ہے۔ اس وقت یہ شہر ایک قصبے کی مانند تھا۔ ان دنوں کھڈیاں کی جامع مسجد جو اب محکمہ اوقاف کی زیرِ نگرانی ہے، وہ مولانا عبدالعزیز نے اپنے ہاتھوں سے بنوائی اور بڑی لگن سے اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

مولانا عبدالعزیز عالم ہونے کے ساتھ اچھے طبیب، بہترین خطیب اور خوش نویس بھی تھے۔ وہ خطاب کرنے بیٹھتے تو چار چار گھنٹے تک بولتے چلے جاتے۔ ایک دفعہ انہوں نے نمازِ عشاء کے بعد تقریر شروع کی اور صبح کی اذانوں پر جا ختم کی۔ وہ جب لکھتے تو آدمی ان کی خوش نویسی کی تعریف کیے بغیر نہ رہتا۔ اسی طرح شاعری بھی بڑی کمال کی کرتے تھے۔ پنجابی میں انہوں نے کئی نظمیں لکھیں اور منظوم سفرنامۂ حج بھی لکھا۔

یکم جنوری **1947**ء کو مولانا عبدالعزیز کے ہاں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ یہ حکیم عبدالعزیز کا پہلا بیٹا تھا۔ حکیم عبدالعزیز کو سب سے زیادہ خوشی تھی، ایسے ہی پورے گھرانے کو بھی تھی۔ لیکن ان سب سے زیادہ خوش حاجی قادر بخش تھا۔ پوتے کی پیدائش کی خبر جب سے اس نے سنی تھی، مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

حاجی قادر بخش کو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت تھی، وہ انہیں دل و جان سے چاہتے تھے۔ لہٰذا جب گھر میں پوتے کا نام رکھنے کی بات چلی تو انہوں نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے محبت کے پیش نظر اپنے پوتے کا نام ''عبدالجبار'' رکھ دیا۔

عبدالجبار ذرا بڑا ہوا تو اسے پہلا سبق ہی لا الٰہ الاّ اللہ پڑھایا گیا۔ خاندان علمی تھا اور گھر میں علم و ادب کا بسیرا تھا۔ یوں عبدالجبار نے آنکھ ہی علم کے مرکز میں کھولی تھی۔

پیدا ہونے والے بچے نے جونہی توتلی زبان میں بولنا شروع کیا تو اسے قاعدہ ''یسرنا القرآن'' دے دیا گیا۔ اس زمانے میں مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ عبدالجبار نے ''یسرنا القرآن'' کا پہلا سبق ان سے پڑھا۔ ''یسرنا القرآن'' سے پھر قرآن مجید، اور پھر جوں جوں روانی ہوتی گئی، وہ عمر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

گاؤں کی فضا تو پہلے ہی دینی رنگ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہاں سینکڑوں خاندان بستے تھے لیکن خلافِ شرع کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ خوشی کی تقریبات بالخصوص شادی بیاہ کے مواقع پر بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی ایسا کام نہ ہوتا تھا جس میں اسلام کے احکامات کی خلاف ورزی ہو، شادی کی رسومات پر "سہرابندی" اور اس طرح کی دیگر رسمیں کبھی نہ کسی نے کی تھیں اور نہ سنی تھیں۔ یہی حال غمی کے مواقع پر تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں پورے گاؤں کے قبرستان میں ایک بھی قبر پکی نہ ہوتی تھی۔ قبر کا پکا ہونا تو کجا، لوگ اس پر پختہ اینٹ بھی نہیں رکھتے تھے۔

عبدالجبار نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں ہی حاصل کی۔ پہلی دو کلاسیں وہ اپنے والدین سے پڑھ چکا تھا اور جب سکول گیا تو پہلی کی بجائے تیسری کلاس میں داخل ہو گیا۔ ذہین اور فطین تو تھا ہی، پھر اللہ نے حافظہ بھی خوب دیا تھا جو والدین کی تعلیم و تربیت سے اور بھی بڑھ گیا۔ یوں عبدالجبار نے بچپن سے ہی "کرشمے" دکھانے شروع کر دیئے۔

عبدالجبار کی عمر ابھی چار سال کی تھی کہ اس پر گاؤں کے ماحول اور گھر میں ہونے والی دینی تربیت نے رنگ دکھانا شروع کر دیا۔ عبدالجبار گھر میں امی کے پاس رہنے کی بجائے مسجد میں چلا جاتا، جہاں کئی کئی گھنٹے گزار دیتا۔ ایک روز سردی کے موسم میں عجیب واقعہ ہوا۔ عبدالجبار گھر سے کافی دیر سے غائب تھا۔ ماں کو پریشانی ہوئی کہ عبدالجبار کہاں ہے؟ لیکن باوجود تلاش کے بھی عبدالجبار نہ ملا۔ تلاش کرتے کرتے مسجد میں گئے تو عبدالجبار اپنے اوپر صف لپیٹے مسجد میں پڑا تھا۔ مسجد میں اس کے بڑے عجیب مشاغل تھے۔ عبدالجبار کے والد حکیم عبدالعزیز کی تحریکِ مجاہدین سے قلبی وابستگی تھی۔ جہاد سے محبت تھی کہ انہوں نے جہاد کے ہتھیار گھر میں رکھے ہوئے تھے جن میں ایک تلوار بھی شامل تھی۔ عبدالجبار وہ تلوار تھام کر مسجد میں چلا جاتا، تلوار تھامے منبر پر چڑھتا اور تلوار کو اپنے ساتھ کھڑا کر لیتا۔ تلوار اس کے قد سے بھی بلند ہوتی تھی۔ وہ کچھ دیر تک والد صاحب کی طرح خطبہ پڑھتا اور پھر تقریر شروع کر دیتا۔ تقریر اسے آتی نہ تھی۔ نہ ابھی یہ سمجھ تھی کہ تقریر میں کیا کہا جاتا ہے۔ بس انداز دیکھا تھا اور وہی انداز اپناتے ہوئے وہ منبر پر کھڑا ہو جاتا اور اپنے والد کی نقل اُتارتا رہتا۔

گاؤں میں بکریاں اور بھینسیں تو عام ہوتی ہیں۔ عبدالجبار پانچ سال کا تھا کہ اسے بکری پالنے کا شوق ہو گیا، بھینسیں تو گھر میں موجود تھیں...... نہ تھی تو صرف بکری۔ ایک روز حکیم عبدالعزیز صاحب گھر آئے تو عبدالجبار نے بکری کی فرمائش کر دی۔ اگلے دن ہی عبدالجبار کے لئے ایک خوب صورت بکری حویلی میں آ گئی، اب عبدالجبار کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ بکری کو شوق سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چَراتا، اس کی دیکھ بھال کرتا، یوں جب کچھ مہینوں بعد بکری نے بچے پیدا کیے، تو ننھے منے اٹھکیلیاں کرتے بچے دیکھ کر عبدالجبار خوشی سے لوٹ پوٹ ہو جاتا۔ وہ بکری کے بچوں کو اٹھاتا، انہیں گود میں بٹھاتا اور ان سے پیار کرتا رہتا۔ حویلی میں بھینسیں بھی تھیں لیکن اسے صرف بکری سے اُنس تھا۔ ہاں! ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بیٹھے بٹھائے نہ جانے اسے کیا سوجھی...... اس نے حویلی کی ایک طاقت ور مگر شریف طبیعت کی بھینس کا انتخاب کیا اور اپنی چھوٹی چار پائی اس کے اوپر چڑھا دی اور بھینس پر چڑھ کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ گھر کی سواری تھی اور طریقہ انوکھا۔ جب تک جی نہ بھرا خوب سواری کی۔ البتہ یہ ہوا کہ نہ صرف حویلی میں بلکہ گاؤں بھر میں اس انوکھی سواری کا تذکرہ پھیل گیا۔

یوں زندگی کی گاڑی کا پہیہ چلتا رہا اور عبدالجبار وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ پھر جوں جوں بڑا ہوتا گیا، توں توں اس کا شعور بھی بڑھتا چلا گیا۔ والدین تعلیم یافتہ تھے۔ عبدالجبار کے دادا حاجی قادر بخش کو بھی مطالعہ کا بہت شوق تھا اور شوق کی تکمیل کے لئے انہوں نے بہت سی کتب جمع کر رکھی تھیں۔

عبدالجبار کبھی کبھار دادا کے کمرہ میں جاتا تو انہیں مطالعہ میں مگن پاتا۔ دادا ابو کے پاس چھوٹی بڑی کتابیں پڑی ہوتی تھیں، ان کے مضمون کے درمیان نشانی لگی ہوتی اور نوٹ لکھے ہوتے تھے۔ وہ عجب نظروں سے کبھی اپنے دادا اور پھر کتابوں کو دیکھتا رہتا تھا۔ شام کو جب دادا کے پاس گاؤں کے بڑے بڑے لوگ آتے اور مختلف موضوعات پر بحث مباحثہ ہوتا تو وہ اپنے ننھے ذہن سے سوچتا کہ ''جو لوگ کتابیں پڑھتے ہیں، وہ لوگوں کی نظروں میں معزز ہوتے ہیں'' اور لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اور ان کے پاس بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔

پھر یہی حال ان کے ابو کا تھا۔ سو اس سوچ نے اسے بھی کتابوں سے محبت کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ دادا ابو کے کمرہ میں آتا یا پھر ابو کے مطب پر جاتا، اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے کتابیں اٹھاتا۔ ان پر جمی ہوئی گرد و غبار اُتارتا۔ کپڑے سے صاف کرتا اور ان کو ترتیب سے رکھتا۔ بالخصوص چھوٹی چھوٹی کتابیں اس کی خاص پسند تھیں، وہ ان کو جمع کرتا اور پھر بڑی کے پیچھے چھوٹی کی قطار لگاتا چلا جاتا۔ جب حکیم عبدالعزیز دہلی سے پڑھ کر واپس آئے تھے تو حاجی قادر بخش کے چھوٹے سے کتب خانے میں مزید کتب کا اضافہ ہو چکا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دادا، باپ اور ماں کو کتب پڑھتے دیکھ کر عبدالجبار میں بھی اس شوق نے جنم لیا۔ لہٰذا اس نے بچپن میں ہی مطالعہ شروع کر دیا۔ اس زمانے میں ''احوالِ آخرت''، ''عمدۃ الاحکام'' اور مولانا عبدالستار کی شاعری کی کتب بڑی مشہور تھیں۔ وہ اور اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کتابیں اس کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ یوں عبدالجبار کے بچپن کا مطالعہ اور اسلامی ماحول بہت کارگر ثابت ہوا، اور وہ اس وقت سے ہی مسجد اور اسلام کا ہو گیا۔ اس پر دین کا رنگ چڑھ گیا۔ حکیم عبدالعزیز نے عبدالجبار کو ان دنوں میں ہی ترجمۂ قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ وہ ''صرف و نحو'' کے قواعد پڑھاتے۔ باپ کی طرح ماں بھی پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ عبدالجبار بچپن میں ہی والدہ سے ''فارسی'' پڑھتا رہا۔ بچپن میں اسے جس طرح اردو سے لگاؤ تھا ایسے ہی فارسی ادب سے بھی دلچسپی تھی۔ فارسی کے مشہور مصنف شیخ سعدی کی معروف کتب ''گلستان''، ''بوستان'' اور ''ہندنامہ'' اس نے بچپن سے ہی پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ والدہ نے اس کی تربیت اور اسلامی ماحول میں ڈھلنے اور اچھی سوچ و فکر پیدا کرنے میں بہت تگ و دَو کی۔ مطالعہ کا شوق گویا کہ عبدالجبار کو وراثت میں ہی مل گیا۔

عبدالجبار تیسری کلاس میں تھا کہ اس نے اپنے ابو سے کتابوں کی فرمائش شروع کر دی۔ عام بچے بچپن کے ان ایام میں والدین سے کھانے پینے کی اشیاء لانے کی فرمائش کرتے ہیں، لیکن عبدالجبار اپنے ابو سے اپنی من پسند کتب کی فرمائش کیا کرتا تھا۔ یوں جب اس کی منگوائی ہوئی کتب گھر آنا شروع ہوئیں تو گویا وہ دادا اور ابو کے کتب خانے کا ''پارٹنر'' بن گیا۔ عبدالجبار نے تیسری کلاس سے مطالعہ شروع کیا تو مڈل پاس کرنے تک وہ سینکڑوں کتابیں پڑھ چکا تھا۔ یوں تو وہ آٹھویں کلاس کا طالب علم تھا لیکن اپنے حافظے اور علم کے لحاظ سے وہ کسی کالج کا طالب علم لگتا تھا۔ فارسی کتب کا مطالعہ وہ کسی دقت کے بغیر کر لیا کرتا تھا، بلکہ فارسی بول چال میں اسے کمال مہارت حاصل ہو گئی تھی۔

عبدالجبار کے دادا اور اس کے ابو شاعری بھی کرتے تھے۔ دیکھا دیکھی یہ شوق عبدالجبار کو بھی ہوا تو اس نے شاعروں کی طرح اپنے نام کے ساتھ ''شاکر'' تخلص رکھ لیا۔ جس بچے کا نام حاجی قادر بخش نے عبدالجبار رکھا تھا وہ اب عبدالجبار شاکر ہو گیا۔ عبدالجبار شاکر کے مطالعہ کے شوق کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو اکثر آدھی آدھی رات تک پڑھتا رہتا۔ سکول کے زمانے میں استاد نے لڑکوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کئی ٹولیاں بنا رکھی تھیں جن میں ایک لڑکا سینئر (مسئول) ہوتا تھا جو اس ٹولی میں شامل لڑکوں کو پڑھاتا تھا۔ کلاس کی ایک ٹولی کا نگران عبدالجبار بھی تھا۔ یوں عبدالجبار اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑھنے بیٹھتا تو پھر کئی گھنٹے گزر جاتے لیکن دل تھا کہ بھرنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اس کا عام معمول یہی تھا کہ ایک دن میں پانچ سو صفحے ضرور پڑھنے ہیں۔

اس زمانے میں نہ ہی تو کوئی گھڑی تھی اور نہ ہی بجلی کا نام ونشان۔ لیکن وہ پھر بھی کسی نہ کسی طرح دونوں کا کام بھی لے لیتا تھا۔ اوّل تو اس زمانے میں نظر بہت تیز ہوا کرتی تھی۔ خود عبدالجبار شاکر کا یہ حال تھا کہ چاند کی روشنی میں موٹی لکھائی والی کتاب آسانی سے پڑھ لیتا تھا۔ یہی حال باقی دوستوں کا تھا، تاہم پھر بھی وہ رات کو دیے کی روشنی میں کئی کئی گھنٹے پڑھتا رہتا اور جب آدھی رات سے اوپر کا وقت ہوتا تو گھر جانے کی تیاری شروع ہو جاتی۔ وقت معلوم کرنے کے لئے گھڑی کا کام وہ ستاروں سے لیتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کون سا ستارہ کہاں پہنچ جائے تو کتنا ٹائم ہوتا ہے۔ گویا کہ ستارہ جب اس جگہ پر پہنچ جاتا تو اس کی چھٹی کا ٹائم ہو جاتا اور وہ گھر واپس چلا آتا۔

1960ء کی بات ہے، عبدالجبار مڈل کر کے فارغ ہوا تو اس نے اپنے ہم کلاس اور چند محلے کے دوستوں کے ساتھ مل کر دعوتِ دین کا کام کرنے کے لئے ایک تنظیم بنائی۔ دوستوں کی تعداد کوئی پانچ کے قریب ہوگی۔ جماعت کا نام انہوں نے ''اصلاحی جماعت'' رکھا۔ اصلاحی جماعت میں جو لڑکے شامل تھے ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ گاؤں کے بازاروں کا چکر لگاتے۔ دکانداروں کے پاس جاتے اور انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرتے۔ نماز پڑھنے کی تلقین کرتے۔ ''اصلاحی جماعت'' اگرچہ چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی جماعت تھی، لیکن اس کے مقاصد بہت بڑے تھے۔ اصلاحی جماعت کا کام آہستہ آہستہ بڑھنے لگا تھا۔ پہلے پہل لڑکوں نے اپنے گاؤں کو ہدفِ تبلیغ بنایا۔ پھر گاؤں سے باہر کھیتوں میں کاشتکاروں کے ڈیروں پر چلے جاتے اور کسانوں میں تبلیغ کرتے۔ اپنے گاؤں کے بعد وہ آس پاس کے دیہات، ان کے بازاروں اور منڈیوں میں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اصلاحی جماعت کے سارے رکن پہلے سکول جاتے اور سکول سے واپس آنے کے بعد اپنے ذمے لگے گھریلو کام سرانجام دیتے۔ خود عبدالجبار بھی گھر کے کام دلچسپی سے کرتا تھا۔ وہ باپ کے مطب پر بلاناغہ تو جاتا ہی تھا، وہاں پر والد صاحب کی کتابوں کو درست کرتا، ادویات کو سنبھالتا، عرق نکالتا، شربت بناتا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گولیاں تیار کرتا، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے بہت سے نسخے یاد ہو گئے۔ساتھ ہی وہ بھینسوں کے لئے چارہ بھی تیار کر دیتا۔گاؤں میں بھینسوں کو ''ونڈ'' ڈالی جاتی ہے، اس کی تیاری میں گندم کا بھوسہ جسے پنجابی میں ''توڑی'' کہا جاتا ہے، اس میں کھل اور دانہ ملا کر بھینس کو کھلایا جاتا ہے تاکہ بھینس نہ صرف طاقتور ہو بلکہ دودھ بھی زیادہ دے۔

عبدالجبار شاکر سکول سے واپس آنے کے بعد یہ کام بھی کرتا اور پھر دوسرے لڑکوں کے ساتھ تبلیغ کے لئے نکل جاتا۔ یہ کام چوں کہ اسلام کی اشاعت کا ذریعہ تھا لہٰذا گھر والوں کی طرف سے بجائے روک ٹوک کے، حوصلہ افزائی ہوئی۔اس نیک کام کی گھر میں عزت ہوئی تو باہر سے بھی تکریم ملی۔عبدالجبار اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب تبلیغ کے لئے نکلتا تو کبھی کبھار بڑے عجیب واقعات ہوتے۔وہ کسی دکان پر جاتے اور دکان پر بیٹھے آدمی کو چاچا یا لالہ کہہ کر تبلیغ شروع کرتے تو وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی باتیں سن کر فرطِ جذبات سے سینہ سے لگا لیتے اور نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کرتے بلکہ انہیں تھپکی دے کر اپنی دکان سے کھانے کی اشیاء فراہم کرتے۔

''اصلاحی جماعت'' کا تبلیغ کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ مناظرے کرنا تھا۔عبدالجبار شاکر مناظرین میں پیش پیش تھا۔اصلاحی جماعت کے زیادہ تر مناظرے ''قادیانیوں'' سے ہوتے تھے اور مناظرہ خود عبدالجبار شاکر، کیا کرتا تھا۔اس کے لئے اس نے بھرپور تیار کر رکھی ہوتی تھی۔خاص طور پر قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی کتب کا مطالعہ کیا جاتا اور قادیانیوں کے ردّ میں لکھی گئی مشہور کتاب ''محمدیہ پاکٹ بک'' سے خاص خاص راز کی باتیں نوٹ کرتا اور خود کو مناظرے کے لئے پہلے سے تیار کر لیتا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ دیکھا دیکھی گاؤں کے چند بڑے آدمیوں نے قادیانیوں کو مناظرے کا چیلنج کر دیا، جو قادیانیوں نے بغیر حیل و حجت کے قبول کر لیا۔اب گاؤں والوں کے لئے پریشانی بن گئی۔کیوں کہ کوئی بڑا عالمِ دین ذوان کی نظر میں نہ تھا جو مناظرے کے لئے قادیانیوں کے خلاف لایا جاتا۔سو جب کوئی بھی نام سامنے نہ آیا تو کسی نے ''ننھے مناظر'' کا مشورہ دیا۔مشورہ کی تائید ہوئی کہ جب عبدالجبار ہے تو پھر کسی دوسرے کی کیا ضرورت؟ یوں آٹھویں جماعت کے طالب علم عبدالجبار شاکر کو مناظرے کے لئے تیار کر لیا گیا اور گاؤں کے چھوٹے بڑے سبھی مل کر مقررہ دن مناظرے کے لئے چل پڑے۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عبدالجبار شاکر نے مناظرے کا میدان مار

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لیا۔ قادیانی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو مارے خوشی کے گاؤں والوں نے عبدالجبار شاکر کو کندھوں پر اٹھالیا۔ یوں کندھوں پر سوار، نعروں کی گونج میں جب عبدالجبار شاکر گاؤں میں داخل ہوا تو عجب سماں تھا، گاؤں کے سبھی بڑے، کم سن عبدالجبار شاکر کو کندھوں پر اٹھائے سیدھے حکیم عبدالعزیز کے پاس گئے۔ انہیں خوش خبری سنائی کہ آج آپ کے بیٹے نے قادیانیوں کو دندان شکن شکست دی ہے اور تمہارا بیٹا کامیاب مناظر کے طور پر لوٹا ہے۔ پھر کیا تھا، عبدالجبار کی شہرت کا ڈھنڈورا گاؤں تو کیا آس پاس کے گاؤں میں بھی پیٹا جانے لگا اور اصلاحی جماعت کی سرگرمیوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ نہ صرف عبدالجبار شاکر بلکہ اصلاحی جماعت کے باقی ننھے مبلغین جس طرف بھی جاتے، لوگ عزت واحترام کی وجہ سے انہیں آنکھوں پر بٹھاتے۔

اسی دور میں جب کہ عبدالجبار مڈل میں تھا، اس نے اپنے والد گرامی سے قرآنِ مجید کا ترجمہ بھی مکمل کرلیا۔ اصلاحی جماعت اور مناظروں میں دلچسپی کی بڑی وجہ عبدالجبار کا مذہبی جلسوں میں شوق سے جانا تھا۔ کہیں جلسہ ہوتا، وہ اپنے ابو سے کہتا اور یوں حکیم عبدالعزیز بیٹے سمیت جلسے والی جگہ پر جا پہنچتے۔ مولانا اسماعیل روپڑی، شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہا اللہ کی جوانی کا عالم تھا، ان کی تقریریں دلوں میں اُتر جاتی تھیں۔ اس لئے جب بھی کہیں قرب وجوار میں ان بزرگوں کا کوئی پروگرام ہوتا تو عبدالجبار خاص طور پر اس میں شرکت کرتا۔

انہی دنوں کی بات ہے جب عبدالجبار شاکر آٹھویں کلاس میں تھا ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ مڈل کا امتحان دے کر وہ فارغ ہوا ہی تھا کہ کٹائی کا موسم شروع ہوگیا۔ حکیم عبدالعزیز کے پاس کچھ زمین کاشتکاری کے لئے تھی۔ اس فصل کی کٹائی کا وقت آیا تو سب مل جل کر کٹائی کی تیاری کرنے لگے۔ عبدالجبار شاکر نے چچاؤں کو زوروشور سے تیاری کرتے دیکھا تو کہا، ابو! کٹائی کے لئے میں بھی جاؤں گا۔ حکیم صاحب نے بیٹے کا شوق دیکھا تو گاؤں کے لوہار کے پاس گئے اور اسے ایک چھوٹی درانتی تیار کرنے کیلئے کہا۔ درانتی تیار ہوگئی تو عبدالجبار کو لا کردی۔ بولے بیٹا! لو تم بھی کٹائی میں حصہ لے لینا۔

یوں عبدالجبار بھی خاندان کے سارے افراد کے ساتھ پہلی مرتبہ کٹائی کے لئے گیا۔ کھیت کی تقسیم ہوئی اور کٹائی کے لئے حصے مقرر ہوگئے، یوں کٹائی شروع ہوگئی۔ صبح سے دوپہر ہوئی تو دھوپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیز ہوگئی اور سورج کی تپش میں اضافہ ہوگیا، پھر کھیت میں کام اور وہ بھی بچپن میں۔ گرمی میں حد سے زیادہ اضافہ ہوگیا۔ حکیم عبدالعزیز عبدالجبار کے پاس آئے دیکھا کہ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ انہوں نے گرمی کی وجہ سے پسینے میں شرابور بیٹے کو دیکھا تو پھر ایک نظر کھیت کے اس حصے پر ڈالی جہاں عبدالجبار کٹائی کر رہا تھا، ابھی تک عبدالجبار نے صبح سے دو مرلے سے زیادہ جگہ کی کٹائی نہ کی تھی لیکن حکیم صاحب نے عبدالجبار کی پیٹھ تھپکائی اور انہیں خوب داد دی۔

بولے عبدالجبار! مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم نے کتنی فصل، کتنے ٹائم میں کاٹی ہے، میں تو خوش اس لئے ہوں کہ محنت اسلامی شعائر میں سے ہے اور تم اس میں اتنی محنت سے کام لے رہے ہو۔ محنت کی یہ عادت عبدالجبار کے بچپن کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی۔ وہ کھیت سے چارہ لاتا، بھینسوں کو ڈالتا اور حویلی میں آنے والے مہمانوں کی دیکھ بھال کرتا۔ اسے کئی کاموں میں دلچسپی ہوتی تھی۔ حویلی میں کبھی کبھار بہت سے دلچسپ واقعات رونما ہوتے۔ عبدالجبار جب کبھی شرارت کے موڈ میں ہوتا، اپنے والد کے کمرے میں جاتا، ان کی پگڑی سر پر پہنتا۔ ایک ہاتھ میں چھڑی اور دوسرے میں کتاب تھامتا اور حویلی کے وسط میں چارپائی بچھا کر بیٹھ جاتا۔ پھر اعلان ہوتا کہ حویلی والے سارے جمع ہو جائیں۔

یوں عبدالجبار کی والدہ، بہنیں، بھائی، خالائیں اور پھوپھیاں جمع ہو جاتیں اور وہ چھوٹا ''شیخ الاسلام'' بن کر ان کو وعظ شروع کر دیتا۔ بچپن میں کہنا کہلانا کیا تھا، عبدالجبار اپنے ابو کی نقل اتارتا تو سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ تب خالائیں اور پھوپھیاں اسے انعام سے نوازتیں اور اسے ایک یا دو آنے انعام کے طور پر دیے جاتے۔ اس دور میں ایک آنے کی بھی بڑی وقعت تھی۔ ایک آنے سے انڈا آسانی سے خریدا جا سکتا تھا، لیکن عبدالجبار ان پیسوں کو بھی نہ خرچ کرتا بلکہ ایک ایک آنہ جمع کرتا رہتا اور جب کئی روپے اکٹھے ہو جاتے تو اس کی کتب خرید لیتا۔

عبدالجبار کو یوں شرارت کا یہ فائدہ تو ہوتا ہی تھا کہ پیسے اکٹھے ہو جاتے لیکن گھر سے باہر سکول میں اس کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ ہوا یوں کہ مڈل میں دورانِ تعلیم ہی ایک مرتبہ صدر ایوب قصور کے دورے پر آنے والے تھے اور قصور میں مثالی گاؤں کے طور پر اس گاؤں کو دکھانے کا فیصلہ ہوا۔ صدر ایوب نے اس گاؤں کے مڈل سکول میں بھی جانا تھا اور مسئلہ یہ تھا کہ اس سکول میں کوئی ایسا ہونہار طالب علم نہ تھا جو صدر ایوب سے ہاتھ ملاتا اور اس کے پوچھے ہوئے سوالات کے جواب دیتا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالآخر ''جاگووالا'' سکول کے اساتذہ عبدالجبار کے گاؤں آئے اور وہاں سے کچھ لڑکوں کا انتخاب کر کے لے گئے کہ وہ ایوب خان کی سکول آمد پر پی ٹی شو کریں گے۔ لیکن مسئلہ پھر بھی یہ تھا کہ صدر ایوب سے کون سا بچہ ہاتھ ملائے گا۔ سوچ بچار کے بعد بالآخر یہی فیصلہ ہوا کہ اس لائق صرف ایک ہی لڑکا ہے اور وہ ہے حکیم عبدالعزیز کا بیٹا عبدالجبار شاکر۔ طے شدہ پروگرام کے تحت صدر ایوب اس گاؤں آئے اور عبدالجبار شاکر نے نہ صرف ان سے مصافحہ کیا بلکہ ان کے پوچھے ہوئے سوالوں کا ترکی بہ ترکی جواب بھی دیا۔ اس کے بعد ایسا سلسلہ چلا کہ میٹرک تک قائم رہا۔ سکول میں جب بھی کوئی انسپکٹر آتا اور بچوں کو تقریر کے لئے پیش کیا جاتا تو ان میں عبدالجبار سرِ فہرست ہوتا۔

گھر میں مولانا عبدالعزیز صاحب بیٹے کو پڑھاتے۔ جب 1960ء کا زمانہ آیا تب تک عبدالجبار مڈل کر چکا تھا۔ دو سال بعد میٹرک کیا اور میٹرک کے بعد کالج میں داخل ہو گئے۔ کالج کی تعلیم کے لئے انہیں قصور سے ساہیوال جانا پڑا، جہاں وہ گورنمنٹ کالج ساہیوال میں چار سال تک پڑھتے رہے۔ کالج سے فارغ ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی داخل ہو گئے، جہاں دو سال کے عرصہ کے بعد ایم اے امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔ یہ 1968ء کی بات ہے جب وہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو میونسپل کالج پتوکی میں لیکچرار مقرر ہو گئے۔ تب سے اب تک کا سفر لگ بھگ 35 سال کا ہو چکا تھا، اور وہ پنجاب کے مختلف تعلیمی اداروں میں خدمات سرانجام دے چکے تھے۔

1982ء کی بات ہے وہ گورنمنٹ کالج شیخوپورہ میں پروفیسر تھے کہ اس زمانے میں حکومت پاکستان نے ایک نیا محکمہ بنایا جس میں پبلک لائبریریز کا ایک ڈائریکٹر بنانا تھا اور اس کے لئے ایسے آدمی کی تلاش تھی جو کتابوں سے جنون کی حد تک ذہنی مناسبت رکھتا ہو، اور عبدالجبار شاکر ان دنوں کتابوں کے حوالے سے بہت مشہور ہو چکے تھے۔ کتابوں سے ان کی محبت کے متعلق بہت سے لوگوں کو علم تھا۔ یوں ڈائریکٹر کے لئے جس شخص کا انتخاب ہوا وہ حکیم عبدالعزیز کا وہ بیٹا تھا جو بچپن میں قصور میں پلا، بڑھا اور پھر کتابوں سے محبت ہی کی وجہ سے پنجاب پبلک لائبریریز کا پہلا ڈائریکٹر بنا۔ بعد ازاں وہ اسلام آباد میں واقع الدعوۃ یونیورسٹی کے ڈائریکٹر اور فیصل مسجد کے خطیب بنا دیئے گئے۔

۱۳۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء کی صبح اس عظیم سکالر کی وفات ہوگئی جنہیں شیخوپورہ میں دفن کر دیا گیا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

منفرد خطیب و ماہر تعلیم

☆ مولانا محمد خالد سیف

قریباً دس بارہ برس قبل ایک مہمانِ گرامی غریب خانہ پر تشریف لائے، سفید شلوار قمیص اور سیاہ رنگ کی واسکٹ میں ملبوس، سر پر قراقلی ٹوپی، مقدس نورانی شکل، چہرے پر تمکنت اور وقار، آنکھیں کثرتِ مطالعہ کی غماز۔ میں ابھی آنے والے اس مہمانِ گرامی کی شخصیت کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ انہوں نے یہ کہہ کر میری اُلجھن کو دُور کر دیا کہ مجھے پروفیسر عبدالجبار شاکر کہتے ہیں، اسلام آباد کسی کام سے آیا تھا، سوچا کہ آپ سے بھی ملاقات کرتا جاؤں۔ یہ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم سے میری پہلی ملاقات تھی، جس کی یاد ابھی تک ذہن پر نقش ہے۔ بہر حال یہ ان کی عظمت تھی کہ گلستان میں بھی بیابان کی طرح رہنے والے ایک گمنام طالب علم سے ملاقات کے لئے وقت نکالا اور غریب خانہ پر تشریف لانے کی زحمت فرمائی۔ گفتگو سے میرے اس تاثر کی تائید ہوئی کہ آپ کو مطالعۂ کتب کا بہت شوق ہے اور اس شوق کی تسکین کے لئے آپ نے اچھا خاصہ ذخیرۂ کتب بھی فراہم کر رکھا ہے۔

پروفیسر شاکر صاحب سے دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب چند سال قبل طارق اکیڈمی فیصل آباد کی تجدیدِ نو کی مناسبت سے ایک علمی تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس کے مقررین میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے ساتھ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر بھی تھے۔ ہر چند کہ میدانِ خطابت میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا بھی ایک نام ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس تقریب میں پروفیسر شاکر صاحب چھا گئے تھے۔ سامعین نے، جن کی اکثریت علماء و فضلاء، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے اساتذہ کرام پر مشتمل تھی، آپ کے خطاب کو بے حد پسند کیا۔ راقم الحروف نے اس تقریب کی روداد بھی لکھی تھی، جو ''علم و آگہی'' میں شائع ہو چکی ہے۔ پروفیسر صاحب کے خطاب کو سننے کا یہ پہلا موقع تھا۔ موضوع سے

☆ ممتاز محقق و مصنف و مترجم۔ سینئر ریسرچ سکالر اسلامی نظریاتی کونسل

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متعلق کثرتِ معلومات اور خطیبانہ جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ زبان میں ایک عجیب شکوہ اور طنطنہ تھا۔ پروفیسر صاحب جب خطاب فرمارہے تھے، تو میں ہمہ تن گوش برآواز تھا اور مجھے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے اردو زبان و تراکیب ہاتھ باندھے، دورانِ خطابت ان سے اپنے استعمال کی التجا کررہے ہوں۔

تیری آواز کہیں روشنی بن جاتی تھی تیرا لہجہ کہیں مہکار سے جا ملتا تھا

پھر وہ وقت آیا کہ پروفیسر صاحب ڈیپوٹیشن پر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے اسلام آباد میں تشریف لے آئے۔ ان کی اسلام آباد آمد سے بے حد خوشی ہوئی کہ اس طرح ملاقات کے زیادہ مواقع میسر آتے رہیں گے۔ ان کے دفتر میں حاضری دی اور کافی دیر تک مختلف علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال کا موقع ملا، جس سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور ذوق کی لطافت و پاکیزگی کا نقش دل ودماغ پر گہرا ہوتا گیا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے زیرِ اہتمام طبع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ "الاجتہاد" اور مصری سکالر عبدالحلیم محمد ابوشقہ کی کتاب "تحریر المرأة فی عصر الرسالة" کے اردو ترجمہ "آزادیٔ نسواں عہدِ رسالتؐ میں" کی تقریب رونمائی 2 اگست 2007ء کو کونسل کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں اگرچہ کئی اہم شخصیتوں نے شرکت کی، لیکن اپنے منفرد خطیبانہ اسلوب و آہنگ کے باعث آپ سب سے فائق تھے۔

آپ ایک نامور علمی شخصیت، سلیقہ وشائستگی کے حامل، منفرد اسلوب کے خطیب اور ماہرِ تعلیم تھے، اسلام آباد آمد سے قبل انہوں نے پنجاب کے مختلف کالجوں میں طویل عرصہ تک تدریسی خدمات سرانجام دیں اور پنجاب پبلک لائبریری کے ڈائریکٹر جنرل ایئر کموڈور (ر) انوار الحق کے ساتھ مل کر گوجرانوالہ، ساہی وال اور کئی دیگر شہروں میں نہ صرف پبلک [illegible] یاں قائم کیں بلکہ کئی دیہات میں موبائل لائبریریاں تک قائم کیں، جن میں آپ کے بعد کوئی اضافہ نہیں ہوسکا۔ اسلام آباد میں آپ نے پہلے دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل پھر دعوہ و شریعت دونوں اکیڈمیوں کے ڈائریکٹر جنرل اور بلحاظ عہدہ فیصل مسجد کے خطیب کی حیثیت سے کام کیا اور آج کل ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے منصب پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

پہلے یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ آپ نے اپنے مطالعہ کی تسکین کے لئے اچھا خاصہ ذخیرۂ کتب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فراہم کیا۔ پھر آپ نے اسے بیت الحکمت کے نام سے باقاعدہ لائبریری کی شکل دے دی، جس میں استفادہ کرنے والے محققین اور سکالرز کے لئے ضروری سہولتوں کا بھی انتظام کیا۔ آپ کی یہ لائبریری کم وبیش ایک لاکھ کتب ورسائل پر مشتمل ہے، جس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں صرف سیرت النبیؐ کے موضوع پر مختلف زبانوں میں پانچ ہزار سے زیادہ کتب موجود ہیں۔ ایک بار حج سے واپسی پر ملاقات میں بتانے لگے کہ حرمین شریفین کے مختلف مکتبوں میں تاریخ اور رجال کے موضوع پر جس قدر کتب نظر آئیں، میں وہ سب اپنی لائبریری کے لئے خرید لایا ہوں۔ انہوں نے اپنی تنخواہ کا ایک حصہ کتابوں کی خریداری کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔ نادر و نایاب کتابوں کی تلاش میں وہ پرانی کتابوں کی دوکانوں پر بھی جاتے رہتے تھے اور اس طرح انہوں نے تلاش بسیار سے بہت سے نوادرات اپنی لائبریری میں محفوظ کر دیئے ہیں۔ اس غرض سے انہوں نے خرمن خرمن اور گلشن گلشن پھر کر ''تمتع زہر گوشہ یافتم'' کا شرف حاصل کیا ہے۔

دواڑھائی ماہ قبل میں ابھی اپنے دفتر میں پہنچا ہی تھا کہ پروفیسر صاحب اچانک اسی طرح تشریف لے آئے جس طرح انہوں نے پہلی بار غریب خانہ کو قدومِ میمنت لزوم سے نوازا تھا۔ صبح سویرے اس آمد کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اس طرف سے گزر رہا تھا تو خیال آیا کہ آپ سے ملتا جاؤں۔ کافی دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور پروفیسر صاحب معلومات کے دریا بہاتے رہے۔ اسی ملاقات میں پہلی بار معلوم ہوا کہ آپ بھی ''اہلِ دل'' میں سے ہیں، کیونکہ آپ نے کچھ بھی کھانے پینے سے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ میں دل کا مریض ہوں۔ حسبِ ضرورت ناشتہ کر چکا ہوں لہٰذا اب کچھ نہ کھاؤں پیئوں گا۔ بہرحال یہ میری آپ سے آخری ملاقات تھی، اے کاش! معلوم ہوتا کہ یہ آخری ملاقات ہے، تو اسے اور طول دے دیتا، یا ان سے اور ملاقاتیں کر لیتا۔ بہرحال اسی دل کے آپریشن کے دوران آپ کی روح اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ فیصل مسجد اسلام آباد میں جلد ہی نماز جنازہ ادا کئے جانے کے بعد آپ کی میت کو فوری طور پر شیخوپورہ لے جایا گیا اور یہ سب کچھ اس طرح آناً فاناً ہوا کہ اس عاجز سمیت آپ کے بہت سے دوستوں اور احباب کو آپ کے انتقال اور نماز جنازہ کا بروقت علم ہی نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں بلند و بالا درجات سے سرفراز فرمائے اور ان کے تمام لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمی خدمات کی ولولہ انگیز داستان

☆ محمد یوسف نعیم

نام: عبدالجبار (مولانا عبدالجبار غزنویؒ سے متاثر ہو کر، ان کے نام پر رکھا گیا۔)

تخلص: شاکر

ولدیت: حکیم عبدالعزیز (فارغ التحصیل دارالحدیث رحمانیہ، دہلی)

سن پیدائش: یکم جنوری 1947ء

جائے پیدائش: میر محمد (قصبہ ضلع قصور)

دینی تعلیم: صحیح بخاری۔

درس گاہ: (دارالعلوم محمدیہ، شیخوپورہ)

مدرس: مولانا عبدالعزیز علوی۔

ذاتی مطالعہ

عصری تعلیم: پرائمری تا میٹرک (حسین خان والا۔ پتوکی۔ ضلع قصور) انٹر (گورنمنٹ کالج۔ ضلع ساہیوال)

B-A۔ (جامعہ پنجاب لاہور۔ اردو کے مضمون میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے)

LLB: (جامعہ پنجاب لاہور)

MA: ''اردو'' (جامعہ پنجاب لاہور سے دوسری پوزیشن میں پاس کیا)

M phil: ''اقبالیات'' (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

زبانوں سے واقفیت: پنجابی، اردو، عربی، انگلش، فارسی، سرائیکی، فرنچ۔

☆۔ نامور مصنف و محقق۔ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر ملکی دورے اور اعزازات:

ایران: دورۂ ایران جس میں حکومتِ ایران کی طرف سے صدر خاتمی نے پوری دنیا میں مسلم تہذیب وثقافت محفوظ بنانے کے لئے کام کرنے والے لوگوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ ان میں سے شاکر صاحب کو تیسرا انعام دیا گیا۔

دبئی: دبئی کے ثقافتی مرکز جمع الماجد نے شاکر صاحب کی شخصیت اور لائبریری کے حوالے سے ان کا تعارف کرایا اور شائع کیا۔

قازقستان: جمہوریہ قازقستان میں ''بین المذاہب مکالمہ'' کے موضوع پر ہونے والی کانفرنس میں 29 جون 2009ء تا 2 جولائی 2009ء تک شریک رہے۔ (ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد، ص 3، جولائی 2009ء)

مصر: مصر میں عالمی کتب میلے کی نمائش میں شریک ہوئے۔ یہ میلہ کئی دن تک لگا رہا۔ اسی اثناء میں جناب شاکر صاحب کی نگاہوں سے لاکھوں کتابیں گذر گئیں۔

ہندوستان: سفرِ ہندوستان کا تذکرہ شاکر صاحب نے مجھ سے اور ڈاکٹر قمر احسان کماپوری کی کتاب ''شہید قائد نے فرمایا'' کے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔

سعودی عرب: شاکر صاحب کو کئی مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی۔ (مقالات شاغف ص 15)

مرحوم نے میری کتاب ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ میں صفحہ 21 پر بارہ ممالک کی سیاحت کا ذکر کیا ہے، جن میں خلیجی ریاستوں کے علاوہ، انگلینڈ، تاجکستان افغانستان، ازبکستان کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

خدمات: میونسپل کالج، پتوکی (بحثیت لیکچرر)

سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد لیاقت پور کالج (جنوبی پنجاب) میں تقریباً سات سال، شیخوپورہ گورنمنٹ کالج 1976ء تا 1982ء بحثیت لیکچرر، ڈائریکٹر پنجاب پبلک لائبریری 1982ء تا 2004ء، ڈائریکٹر دعوۃ اکیڈمی (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) 2005ء تا 2009ء۔

2009ء میں ڈائریکٹر (سیرت چیئر اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)

خطابت: 23 سال تک شیخوپورہ میں اور تقریباً 3 سال فیصل مسجد، اسلام آباد میں خطابت کی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اپریل 2009ء میں خطابت چھوڑ دی۔

ریڈیو پاکستان: لاہور، اسلام آباد ریڈیو سے متنوع موضوعات پر تقاریر کیں۔

ٹی وی چینلز: ARY،ATV،PTV اور آج ٹی وی سے درس کا سلسلہ جاری رہا۔

تحریری خدمات: تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں پر (پیش لفظ/مقدمات) لکھے، جن میں سے چند کتب میرے پاس بھی ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

(۱)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں۔ (مؤلف: حافظ عبدالشکور شیخوپوری)

(۲)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو۔ (مؤلف: حافظ عبدالشکور شیخوپوری)

(۳)......مقالاتِ شاغف۔ مقالہ نگار: الشیخ ابوالاشبال احمد شاغف بہاری

(۴)......شہید قائد نے فرمایا۔ مرتب: ڈاکٹر قمر احسان کماليوری۔

(۵)......حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش۔ (مؤلف: مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ)

(۶)......کراچی کے عوامی کتب خانے۔ (مؤلف: محمد یوسف نعیم)

مصنف: اسکول کے لئے انگلش زبان میں درسی کتب لکھیں۔

ابراہیم ہاشم مراد پر بھی کتاب کیلئے کام جاری تھا۔

''اسماعیلیت'' سے متعلق بھی کتاب پر کام جاری تھا۔

مترجم: UNO کی طرف سے بچوں کے لئے انگلش زبان میں لکھی جانے والی کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا۔

مطالعاتی زندگی: یومیہ 7/6 رسالے اور 2 کتب کا مطالعہ کر لیتے۔

نشرواشاعت: دینی کتب کی اشاعت اور فروخت کے دو ادارے قائم کیے جن کی باگ ڈور اپنے صاحبزادوں کو دی جو ان کی زندگی کے آخری لمحات تک دو سو کتابیں (ٹائیٹل) شائع کر چکے تھے۔

کتاب سرائے لاہور کا قیام 2002ء کو عمل میں آیا جبکہ دوسرے ادارے کا نام نشریات ہے۔

بحیثیت مدیر: وہ مختلف رسائل کے مدیر بھی رہے اور خصوصی شمارے بھی نکالے، مثلاً گورنمنٹ کالج منٹگمری (ساہیوال) میں جہاد نمبر اور اقبال نمبر شائع کیے۔ شیخوپورہ کالج میں مولانا ظفر علی نمبر، قائداعظم نمبر اور علامہ اقبال نمبر نکالے۔ دعوہ اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی (اسلام آباد) میں اقبال نمبر شائع کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرت النبی ﷺ پر ذخیرۂ کتب:

سابق صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحقؒ کے دورِ حکومت میں سیرت النبیؐ سے متعلق ایک موقع پر سب سے زیادہ ذخیرۂ کتب پیش کیا، جس سے متاثر ہو کر صدرِ پاکستان نے 10 ہزار روپے کا انعام دیا۔

بیت الحکمت: (کتب خانہ): یہ کتب خانہ موروثی ہے جو 1880ء سے قائم ہے۔ اس کتب خانے میں اقبالیات اور سیرت النبی ﷺ پر بہت اہم ذخیرہ کتب ہے۔ 50 سے زائد شخصیات کے ایک ایک حرف کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ تقریباً دنیا کے تمام مذاہب پر کتب موجود ہیں۔ دنیا بھر سے لوگ اس کتب خانے سے فیض یاب ہو چکے ہیں۔ اس کتب خانے میں 130 زبانوں میں کتابیں ہیں۔ اس کتب خانے میں 1880ء کی کتابوں کی الماری بھی موجود ہے، جو بذاتِ خود بیت الحکمت کے وزٹ کے دوران شاکر صاحب نے مجھے دکھائی اور پھر بطور خاص یہ بھی بتایا کہ اس الماری میں لگا ہوا کنڈا لوہار کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔ اس لائبریری میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے کا عکس بھی دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ دنیا کی 80 زبانوں میں ترجمہ شدہ قرآن مجید کے نسخے ہیں۔ یہ کتب خانہ (ملتان چونگی سے قریب حبیب پارک گلی نمبر 4 مکان نمبر 109) لاہور میں واقع ہے۔ کتب خانے کی یہ زمین 1977ء میں خریدی گئی۔ 1996ء میں عمارت قائم ہوئی اور 1997ء میں اس میں کتب منتقل کی گئیں۔ جناب پروفیسر صاحب نے میری کتاب ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' پر مقدمے میں ص 23 پر اپنے کتب خانے ''بیت الحکمت'' سے متعلق لکھا ہے:

''تحدیثِ نعمت کے بطور راقم اپنے خاندانی اور نجی کتب خانے ''بیت الحکمت'' (قائم شدہ 1880ء) کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جو لاہور میں ایک نو تعمیر شدہ پانچ منزلہ عمارت میں قائم کیا گیا ہے۔ اس کتب خانے میں ساٹھ ہزار مطبوعات، پینتیس ہزار رسائل و جرائد اور پانچ ہزار سے متجاوز مخطوطات موجود ہیں۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، تراجمِ قرآن اور اقبالیات پر غالباً یہ دنیا کے ممتاز اور نمایاں ذخائر میں سے ایک ہے۔ جامعہ پنجاب نے اس کتب خانے کے مختلف موضوعات پر سات مقالات لکھوائے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''مخطوطات میں ہزار سال قدیم مخطوطات کے اجزا اور مطبوعات میں 1669ء کے نمونے موجود ہیں۔ مجموعی طور پر بیت الحکمت میں ایک سو سے زائد زبانوں کی کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔''

کراچی میں پہلی اور آخری ملاقات:

کراچی میں پہلی بار اس وقت شناسائی ہوئی جب وہ جامعۃ الاحسان الاسلامیہ، منظور کالونی کراچی کی دعوت پر لیکچر کے لئے تشریف لائے اور بوجوہ مقامِ لیکچر، فاران کلب کے ہال میں منتقل ہو گیا۔ (غالباً یہ 2000ء کے لگ بھگ کی بات ہے) اس کے بعد بھی جامعۃ الاحسان میں آپ گاہے بگاہے تشریف لاتے رہے۔ آپ نے جامعۃ الاحسان الاسلامیہ میں دروس بھی ارشاد فرمائے۔ مگر بالمشافہ ملاقات جسے پہلی ملاقات کہا جا سکتا ہے، اکادمی ادبیات پاکستان، طارق روڈ کراچی میں ایک کتاب ''عہدِ نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء۔ مؤلف ڈاکٹر نثار احمد'' کی تقریبِ رونمائی کے موقعہ پر ہوئی۔ اس تقریب کے صدرِ محفل آپ تھے اور آپ ہی کے ادارے ''کتاب سرائے'' سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ آپ کی صدارتی تقریر دیگر سابقہ مقررین پر سبقت لے گئی۔ آپ کی اس تقریر نے مجھے بہت متاثر کیا۔ آپ مذکور کتاب پر کئی صفحات پر مشتمل نوٹس تیار کر کے لائے تھے مگر وقت کی کمی کے باعث زیادہ وقت کے لئے اظہارِ خیال نہ کر سکے، مگر جتنا کیا، خوب کیا۔

اس تقریب کے اختتام کے بعد سلام دعا ہوئی۔ میں نے اپنا نام بتایا تو فوراً پہچان گئے کیونکہ اس سے پہلے ہماری ٹیلیفون پر بات چیت ہوتی رہتی تھی اور میری کتاب ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' شاکر صاحب کے پاس مقدمے کے لئے پہنچ چکی تھی۔ یاد رہے کہ یہ تقریب رونمائی 30 نومبر 2008ء کو ہوئی تھی۔ اس تقریب کے بعد، بعد از نمازِ عشاء بوہرہ پیر کی جامع مسجد اہلحدیث میں پروفیسر صاحب کا درس تھا۔ مجھے بھی انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا مگر میں نے معذوری ظاہر کی جسے انہوں نے ازراہِ شفقت قبول کر لیا۔ اس کے بعد تاج محل ہوٹل (شارع فیصل) میں 16 ستمبر 2009ء کو کمرہ نمبر 652 میں بعد نمازِ تراویح شاکر صاحب سے ملاقات ہوئی، اس ملاقات میں انہوں نے مجھے دو وزٹنگ کارڈ دیئے اور فرمایا: ایک آپ کے لئے اور ایک ابراہیم ہاشم مراد صاحب کے لئے، آج انہوں نے یہاں ہوٹل میں آنا تھا مگر وہ کسی وجہ سے نہ آ سکے۔ ان کی بہت قیمتی شخصی لائبریری ہے۔ (مراد صاحب کا ذکر شاکر صاحب نے ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' کے مقدمے میں بھی کیا ہے) مراد

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

صاحب نہ آئے تو شاکر صاحب نے ایک کاغذ پر مجھے ان کا پتہ اور فون نمبر لکھ دیا اور یہ بھی کہا کہ اپنی کتاب ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' بھی ان کی خدمت میں پیش کرنا، رمضان المبارک کے بعد نمازِ ظہر کے بعد جانا، آپ کو اپنی لائبریری دکھائیں گے اور تفصیلات بھی دیں گے اور واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ بلکہ لائبریری وزٹ کرانے کے دوران ریک میں آراستہ ایک کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اس کتاب میں قرآن مجید کی 56/54 آیات کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں ایک فرقے نے ردّو بدل کر دیا ہے۔ اگر آپ اس فرقے کا نام، کتاب کے نام کے حوالے کے ساتھ دیں گے تو آپ کا مرڈر (Murded) بھی ہوسکتا ہے۔ جناب ہاشم مراد صاحب نے بتایا کہ شاکر صاحب میری سوانح حیات بھی لکھ رہے ہیں۔ میں نے مراد صاحب کو اپنی کتاب پیش کی، وصول کر کے بہت خوش ہوئے۔ مراد صاحب، پروفیسر عبد الجبار شاکر صاحب سے بہت متأثر تھے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کتب کا مراد صاحب نے بھی خصوصی حوالہ دیا، جو انہوں نے مطالعہ کیں اور دورانِ گفتگو وہ بعض مقامات پر آبدیدہ بھی ہو گئے۔ (مراد صاحب کی لائبریری کا تعارف ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' کے تیسرے ایڈیشن میں آئے گا۔ ان شاء اللہ)

بہر حال پروفیسر شاکر صاحب نے دورانِ گفتگو فرمایا: میں نے سعید ریشم والوں سے ملاقات کرنے کی کوشش کی، مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ میری ٹیلیفون پر بات کرانا، پھر کہنے لگے: مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ کے پوتے عبد الرقیب صاحب آنے والے ہیں۔ ان سے بھی مل کر جائیے گا۔ وہ فتویٰ شمس الحق عظیم آبادیؒ پر کام کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ راقم نے شاکر صاحب کو اپنی کتاب ''خیر القرون قرنی۔ الفاظِ حدیث کا تحقیقی جائزہ'' بھی پیش کی۔ شاکر صاحب ARY ٹی وی کی دعوت پر کراچی تشریف لائے تھے۔ ان کے روزانہ دروس ہو رہے تھے اور باقاعدہ نشر ہو رہے تھے۔ انہوں نے مصر کے اپنے ایک دورے کے بارے میں بتایا کہ ایک عالمی کتب میلہ کئی دن تک یہاں لگا، جس میں مَیں بھی شریک ہوا۔ اس کتب میلے میں میری نظر سے لاکھوں کی تعداد سے کتب گزریں۔ میرا معمول یہ ہوتا تھا کہ میں صبح آ جاتا تھا اور رات گئے تک کتب بینی کرتا رہتا، یہ میلہ تقریباً دس دن تک لگا۔ اور ابھی تک 25 لاکھ کے لگ بھگ کتابیں دیکھ چکا ہوں۔ ذاتی مطالعہ پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ روزانہ چھ/سات رسالے اور 2 کتابیں پڑھ لیتا ہوں۔ فون کی گھنٹی بجی، کالر سے گفتگو ہوئی تو آخر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں انگریزی بولنے لگے اور بات مکمل کردی۔ انہوں نے مولانا عبدالسلام بستویؒ کی کتاب ''سیرت امام بخاری'' کو کتاب سرائے سے حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع کرنے پر گفتگو فرمائی اور کہا کہ اس کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ (یہ حواشی ماہنامہ الاخوۃ لاہور۔ کے اپریل/مئی 2009ء کے شمارے میں چھپ چکے ہیں۔ دیکھئے ص 47۔ راقم) میں نے موصوف کو اپنی لائبریری کے وزٹ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ آئندہ جب کراچی آؤں گا تو پھر آپ کے ہاں بھی آؤں گا اور آپ کی لائبریری بھی دیکھوں گا۔ (مگر یہ کسے خبر تھی کہ آئندہ آنا بھی ہے یا نہیں) دورانِ گفتگو انہوں نے مجھ سے دوا کے لئے پانی مانگا، پھر میں نے انہیں پانی دیا انہوں نے ٹیبلٹس لیں۔ اور بتایا کہ رمضان المبارک کے بعد میرا دل کا آپریشن ہے۔ میرے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے، انہوں نے اپنے صاحبزادوں کے نام گنوائے:

محمد صلاح الدین ایوبی، محمد جمال الدین افغانی، محمد رفیع الدین حجازی، محمد کبیر الدین رازی، محمد جلال الدین رومی، محمد نجم الدین فارانی۔

کوئی بات ہوئی تو کہنے لگے علامہ احسان الٰہی ظہیر جب ''فِرَق'' کے موضوع پر کتابیں لکھ رہے تھے تو وہ میرے پاس پنجاب پبلک لائبریری میں تشریف لاتے اور ''فِرَق'' کے موضوع پر کتب سے متعلق گفتگو فرماتے۔ ''شہید قائد نے فرمایا'' ان سے متعلق کتاب ہے۔ میں نے اس کتاب کے مقدمے میں ان کے بارے میں لکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کوئی کتاب زیر تالیف ہے تو کہنے لگے: ''اسماعیلیت'' پر لکھ رہا ہوں۔ کتب کے حوالے سے متعلق ''پنجوانی'' کی لائبریری دیکھی تھی وہ تو فوت ہو چکے مگر ان کی لائبریری تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ میرا چترال آنا جانا ہے۔ بہت سے اسماعیلی دوستوں نے مجھ سے گفتگو کے بعد اسماعیلیت سے رجوع کر لیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے ڈاکٹروں کی تنظیم کی دعوت پر بھی بعد نمازِ تراویح درس ارشاد فرمایا۔ غالباً اس تنظیم کا نام ''اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن'' ہے، اس تنظیم نے پروفیسر شاکر صاحب کی کم از کم 15 سال قبل کی ایک تقریر بعنوان ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات'' ہاؤس آف وزڈم کراچی سے شائع کی، تاریخِ طبع نہیں لکھی گئی۔

شاکر صاحب سے اسی ملاقات کے دوران میں نے اس قصے کے حوالے کے بارے میں استفسار کیا جس میں بتلایا گیا ہے کہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی قبر پر حاضری کے بعد رفع الیدین کے بغیر نماز ادا کی اور کہا کہ ایسا میں نے صاحبِ قبر کے احترام میں کیا ہے، یعنی نماز کی ادائیگی صاحبِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبر کے مسلک پر کی۔ جناب پروفیسر صاحب نے اس کا حوالہ اشارۃً یا صراحۃً نہ دیا اور نہ ہی حامی بھری۔ اس کے بعد بات آئی گئی ہو گئی۔ اگرچہ اس سے قبل میں ڈاکٹر محمود غازی صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن سے بالمشافہ پوچھ چکا تھا، مگر دونوں حضرات نے مجھے اس واقعہ کا حوالہ نہ دیا۔ اور اب سید عزیز الرحمٰن نے ماہنامہ تعمیر افکار، کراچی۔ اکتوبر 2009ء کے صفحہ 56 پر "روشن چہرے اُجلے لوگ۔ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ" کے زیرِ عنوان لکھا ہے "ایک بار امام شافعیؒ کے مشہور واقعے سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام شافعیؒ... پھر فرمایا کہ میرا معمول بھی یہی ہے کہ کسی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے امام کے مسلک کی رعایت رکھتا ہوں۔ اگر امام حنفی ہو تو اس کے پیچھے، میں حنفی طریقے سے نماز ادا کرتا ہوں"۔ اس ضمن میں دو باتیں ہیں۔

(۱)......شاکر صاحب علم کے اعتبار سے اس مقام پر تھے کہ بلا امتیازِ مسلک ان کا احترام کیا جائے۔

(۲)......مگر اصل سوال یہ ہے کہ امام شافعیؒ سے منسوب اس قصے کی کیا حقیقت اور دلیل ہے؟

لاہور میں پہلی اور آخری ملاقات:

لاہور میں ان سے پہلی اور آخری ملاقات بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء 25 ستمبر 2009ء کو ہوئی۔ اس ملاقات میں ایک اہم مقصد ان کی زندگی کے اہم گوشوں کو بھی منظر عام پر لانا تھا۔ مگر موصوف کی ناسازیٔ طبع کے باعث خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اس کا یہ معنیٰ بھی نہیں کہ وہ بیمار لگ رہے ہوں، بالکل ہشاش بشاش اور چاک و چوبند تھے۔ میں 29 سوالات پر ایک پرچہ بھی لایا تھا کہ ان سے کچھ نہ کچھ معلومات لوں گا، مگر انہوں نے مشورہ دیا کہ کوئی وقت طے کر لیں اور مجھ سے ٹیلیفون پر یہ سوالات پوچھ لیں۔ 29 سوالات کا جواب دینے کے لئے خاصا وقت درکار ہوتا ہے اور وقت کم ہے۔ میں نے دوبارہ عرض کی کہ یہ سوال نامہ، اسلام آباد لے جائیں اور وقت ملنے پر جوابات ارسال فرما دیں، تو کہنے لگے یہ بھی ممکن نہیں۔ کوئی بات ہوئی تو اس پر کہنے لگے بچپن کی باتیں بچپن تک یاد رہتی ہیں۔ پھر ایک موقعہ پر کہنے لگے کہ میں شاعر تو نہیں مگر شعر کہہ لیتا ہوں اس کے بعد پھر کوئی بات ہوئی تو فارسی میں ایک شعر کہا۔

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے اعرابی
کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(مجھے ڈر ہے کہ اے اعرابی تو کعبہ نہ پہنچ سکے گا۔ کیونکہ جس راستے تو جا رہا ہے وہ ترکستان جاتا ہے۔)

پھر دورانِ گفتگو ایک مقام پر کہنے لگے کہ آپ ہر ذوق کی کتاب کا مطالعہ کریں اور میں ہر ذوق کی کتاب کا مطالعہ کرتا ہوں۔ دورانِ گفتگو یہ بھی کہنے لگے میں ہر مسلک کے لوگوں سے ملتا ہوں، مگر کتاب وسنت کے قوی دلائل سے ان سے گفتگو کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھے ایک بار یہ بھی کہا کہ آپ منجھے اور پختہ لوگوں کی تحریروں کا بنظر غائر مطالعہ کریں اور ان لوگوں میں جماعت اسلامی کے ان اکابرین کے نام گنوائے جو جماعت اسلامی کی رونق تھے یا جماعت اسلامی جنہوں نے اپنی بنا لی۔ اپنے کتب خانے ''بیت الحکمت'' کا مفصّل وزٹ کرایا۔ اس وزٹ میں ان کے صاحبزادے شاید محمد رفیع الدین حجازی بھی تھے۔ کتاب سے متعلق کوئی گفتگو ہوئی تو کہنے لگے کہ میں اپنے نواسے نواسیوں کو تحفتہً کتابیں دیتا ہوں، کوئی مٹھائی یا ٹافی لا کر نہیں دیتا۔ ''کراچی کے عوامی کتب خانے'' پر اپنے تحریر کردہ مقدمے کے صفحہ 21 پر لکھا: ''میرے لئے اگر ممکن ہوتا تو میں کسی ایسے گھر کی تعمیر کی اجازت نہ دیتا جس میں ایک کمرہ کتابوں اور اہلِ خانہ کے مطالعے کے لئے نہ بنایا گیا ہو''۔ الحمد للہ راقم الحروف کے گھر میں ایک کتب خانے کا قیام عمل میں آ چکا ہے اور وزیر ثقافت وکھیل (سندھ) کے گھر کے ہر کمرے میں کتب کیلئے جگہ مخصوص ہے۔ یعنی ایک چھوٹی سی لائبریری ہے۔

(جنگ مڈویک میگزین 19 اگست 2009ء)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گفتگو ہوئی تو سیرۃ کے متنوع معانی گنوا دیئے (رانا شفیق پسروری کی کتاب ''مضامینِ شفیق پسروری'' کے صفحہ 46 پر سیرت کے گیارہ معانی درج ہیں) ''پاکستان میں تحریکِ نظام مصطفیٰ ﷺ'' پر کام کرنے کے لئے مشورہ مانگا تو کہنے لگے کسی اور موضوع پر کام کرو۔ ''پاکستان کے شہروں کی تاریخ'' کے حوالے سے پوچھا تو کہنے لگے کہ انٹرنیٹ پر ''وکی پیڈیا'' میں دیکھیں، مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا۔

مشہور لطیفہ: دورانِ گفتگو انہوں نے بتایا کہ میری کتابوں کے بارے میں یہ لطیفہ بہت مشہور ہے کہ جب لیاقت پور سے ٹرک میں گھر کا سامان رکھا جانے لگا تو میری کتابیں ہی کتابیں دیکھ کر ٹرک ڈرائیور سے رہا نہ گیا تو وہ کہہ اٹھا کہ مولوی صاحب! ردّی ہی ردّی بھرتے جاتے ہو، کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منتخبی پیڑھی بھی ہے یا نہیں۔

''بیت الحکمت'' کا میں وزٹ کر چکا تو دروازے تک اپنے صاحبزادے کے ساتھ الوداع کرنے آئے اور دورانِ گفتگو یہ بھی فرمایا کہ اس کتب خانے میں آپ کی تین کتابیں ''کراچی کے عوامی کتب خانے''، ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھری شادیاں'' اور ''خیرالقرون قرنی۔ الفاظِ حدیث کا تحقیقی جائزہ'' بھی محفوظ ہیں۔ اس کے بعد ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ (دعائیہ کلمات) پر ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

ان کی وفات کے بعد: ان کی وفات کی خبر محمد احسن سلفی (مدرس جامعۃ الاحسان الاسلامیہ۔ منظور کالونی کراچی) سے ملی۔ مَیں نمازِ عصر کی نماز، مسجد باب الاسلام میں پڑھنے گیا تو نماز کی ادائیگی کے بعد سلفی صاحب نے کہا کہ آپ کے دوست پروفیسر شاکر صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اچانک خبر سن کر بہت افسوس ہوا۔ اس لئے کہ ابھی چند دن قبل ہی تو لاہور میں، ان سے اچھی صحت کے ساتھ، ان سے ملاقات کر کے آیا تھا اور ٹیلیفون پر ان سے ایک مفصل انٹرویو لینے کے لئے وقت لینے کا پروگرام بنا رہا تھا اور یہ کام ہماری باہمی رضا مندی سے طے پایا تھا۔ انہوں نے لاہور میں مجھے وقت لینے کا مشورہ دیا تھا۔ میں نے ٹیپ ریکارڈ اور کیسٹ کا بندوبست کر لیا تھا مگر اب وقت لینا باقی تھا۔ بہر حال ان کے صاحبزادے جمال الدین افغانی سے تصدیق چاہی تو انہوں نے بھی تصدیق کر دی۔

سخت محنتی: افغانی صاحب نے بتایا کہ شاکر صاحب نے آپریشن تھیٹر میں جانے سے قبل مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی کتاب (گذر گئی گذران۔ خودنوشت) پر مقدمہ مکمل کیا۔ رات کے ایک بجے تک تحریری کام میں مصروف رہے۔ نمازِ تہجد ادا کی، غسل کیا۔ ہسپتال میں ان کے ساتھ اہلیہ اور دو بچے تھے۔ آپریشن کے لئے جانے سے پہلے کہا: السلام علیکم، فی امانِ اللہ۔

ان کے منصوبوں میں سیرت کے حوالے سے کانفرنس اور سیرت پر کتب کی نمائش کا ارادہ بھی تھا اور تقریباً وفات سے قبل انہوں نے ایک ٹیلیفونک گفتگو میں مجھ (راقم) سے میری ترجمہ کردہ کتاب ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھری شادیاں'' منگوائی، مَیں نے انہیں مذکورہ کتاب کے دو نسخے رجسٹری ڈاک کے ذریعہ بھجوا دیئے جو انہیں مل گئے۔ پروفیسر صاحب بچوں کو مسنون اور سادہ زندگی گزارنے اور پڑھائی پر توجہ دینے پر زور دیتے۔ انہوں نے مستقل طور پر کسی بچے کو کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدرسے سے تعلیم نہیں دلوائی۔ البتہ عصری علوم سے آراستہ کیا ہے۔ کراچی میں ان کے عقیدت مند ابراہیم ہاشم مراد صاحب کو میں نے شاکر صاحب کی وفات کی اطلاع دی۔ اسی طرح ڈاکٹر شریف المجاہد صاحب کو اطلاع دی تو انہوں نے بہت دکھ کا اظہار کیا۔ کراچی میں اکادمی ادبیات پاکستان میں آغا نور محمد صاحب کے بیان کے مطابق تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اسی طرح کراچی کے ہفت روزہ جریدہ ''فرائیڈے اسپیشل'' کی اشاعت نمبر 42 تا 44 میں ان سے متعلق آرٹیکلز لکھے گئے۔ ملک نواز صاحب بھی ان کے دوستوں میں سے ہیں۔ اپنے قلم سے اظہارِ عقیدت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان بھر کے اخبار و جرائد میں ان سے متعلق مضامین شائع ہوئے اور بعض رسائل نے خصوصی شماروں کا بھی اہتمام کیا۔ اظہارِ عقیدت اور ان کی علمی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے یہ سطور ہدیۂ قارئین کر دی ہیں۔ اور شاکر صاحب کے لئے جو شعر مناسب لگا وہ بھی نذرِ قرطاس ہے۔

آزاد رَو ہوں اور میرا مسلک ہے صلحِ کل
ہر گز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ 13 اکتوبر 2009ء کو ساڑھے سات بجے اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں دل کے بائی پاس کیلئے کیا گئے، وہ تو براستہ آپریشن تھیٹر عالمِ فانی کو ہی بائی پاس کر گئے۔ وہ اہلِ خانہ میں ایک بیوہ، چھ لڑکوں اور دو بیٹیوں کو ہی نہیں، بہت سارے عقیدت مندوں کو بھی سوگوار کر گئے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت اور اقبالیات سے گہری وابستگی اور مسلکی امتیازات سے بالاتر ہو کر تمام اہلِ علم سے ان کا میل جول طویل مدت تک یاد رکھا جائے گا۔ قحط الرجال کے اس دور میں ان کی غیر موجودگی بڑی کمی کا احساس دلا رہی ہے۔ اور اب تحریر کو

نہ دے نامے کو اتنا طول، غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ

میر محمد ضلع قصور کے قصبے میں پیدا ہونے والے عبدالجبار، ضلع شیخوپورہ میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کے سابقے اور لاحقے کے ساتھ مٹی کی خاکی چادر اوڑھ کر یوم القیامہ کے انتظار میں منتظر ہو گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ مولانا مسعود عالم صاحب، سابق مدرس جامعہ ابی بکر اسلامیہ، گلشنِ اقبال کراچی، نے ادا فرمائی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متوازن شخصیت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر کی ذات تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک عہد تھے۔ ان کی ذات میں پورے ایک عہد کا خلاصہ جمع ہو گیا تھا۔ ان کی شخصیت بڑی متوازن تھی۔ ان کی رائے بڑی دقیع اور باوزن ہوا کرتی تھی۔

پروفیسر صاحب خداداد ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔ طبیعت میں اعتدال، رائے میں توازن، فکر میں گہرائی اور معاملات میں دور اندیشی آپ کا طرۂ امتیاز تھی۔ آپ اپنی وضع کے پابند، اخلاق و شرافت کا مجسمہ اور علم و عمل کا پیکر تھے۔

پروفیسر صاحب کی زندگی گوناگوں مشاغل سے بھرپور تھی۔ ان کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جو اپنے علم و فضل اور کتاب دوستی کی وجہ سے اہلِ علم و قلم حلقہ میں جانے پہچانے جاتے تھے۔ آپ بڑے خوش بیان مقرر تھے۔ علومِ اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث و سیرت اور تاریخ پر ان کی گہری نظر تھی۔ سیاسیاتِ حاضرہ پر بڑے مثبت انداز میں تبصرہ فرماتے تھے۔ ان کے بیانات اور اندازِ گفتگو سے ان کے ذوقِ مطالعہ، وسعتِ معلومات اور تجرّ علمی کا اندازہ ہوتا تھا۔

میرے ساتھ مرحوم کے خصوصی تعلقات تھے۔ بارہا ہماری باہمی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں کے عجیب مناظر ہوتے تھے، جن میں علمی، تحقیقی حوالے سے ہر موضوع پر گھنٹوں سیر حاصل گفتگو ہوتی رہی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کو پہلی دفعہ میں نے ایس۔ ای کالج، بہاول پور کی ایک

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقریب میں دیکھا، جب آتش جوان تھا۔ یہ 81-1980ء کی بات ہے۔ طلبہ کی ایک تقریب تھی جس میں انہوں نے بہت خوبصورت انداز میں تقریر کی۔ اس وقت وہ خوبصورت کوٹ پینٹ میں ملبوس تھے۔ بعدازاں گاہے گاہے ان کا ذکر سنتے رہتے۔ پھر ان سے ملاقات مخطوطات کی کانفرنس میں اسلام آباد میں ہوئی جو "IRI" نے منعقد کرائی تھی۔ اس کانفرنس میں ہم دو تین روز اکٹھے رہے۔ وہیں پروفیسر صاحب کا خطاب سننے کا موقع ملا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی نے بڑے شدومد سے کہا کہ حنفی فقہ کے مخطوطات کو پہلے محفوظ کیا جائے کیونکہ پاکستان میں حنفی افراد کی اکثریت ہے۔ اس موقعہ پر آپ نے بڑے خوبصورت اور شستہ انداز میں اس بات کی مزاحمت کی اور فرمایا کہ خالص علمی موضوعات کو فرقہ وارانہ سوچ سے داغ دار نہ کیا جائے۔

بعدازاں ان سے کافی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ لاہور میں جب بھی آنا ہوتا تو ملاقات کرتا۔ ہماری یونیورسٹی کے ایک سابق وائس چانسلر ان دنوں ڈائریکٹر جنرل پنجاب لائبریریز تھے۔ تب پروفیسر شاکر وہاں ڈائریکٹر تھے۔ ڈائریکٹر جنرل سے ملاقات ہوئی تو وہ شاکر صاحب مرحوم کے بارے میں کہنے لگے: یہ کچھ مولوی آدمی ہیں، مَیں ان کو درست کروں گا۔ مَیں نے ان سے ذکر کیا تو فرمانے لگے: اس فقیر کو ایسے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں، ایسے کئی آئے اور چلے گئے۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

لاہور آنے پر ایسا کوئی موقع نہ ہوتا کہ میں ان سے ملاقات نہ کرسکتا۔ بیت الحکمت کی لائبریری کو دیکھا۔ ایک پوری رات پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ، پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سمندری کے ساتھ اس لائبریری میں مخطوطات اور سیرت کی کتب کو دیکھنے میں صرف کردی۔ ان کا سیرت کی کتب خریدنے کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے پاس ایک ڈائری تھی جس میں سیرت کی کتب الف، بائی ترتیب سے لکھی ہوتی تھیں۔ جب کسی شہر میں کسی مکتبے میں جاتے، ڈائری نکال کر دیکھتے کہ کون سی کتب موجود ہیں، جو نہ ہوتی، اسے خرید لیتے۔ ۲۰۰۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے ساتھ حج کی سعادت نصیب فرمائی، جب شاہ عبداللہ، فرماں روا سعودی عرب نے پورے عالم سے سکالرز کو حج کے لئے خصوصی دعوت پر بلایا تھا۔ پاکستان سے 50 کے قریب سکالرز اس سعادت سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہرہ ور ہوئے۔ ہم دونوں بھی ان میں شامل ہوئے۔ جب ہم حج کے لئے سعودی عرب پہنچے تو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچتے ہوئے ہمیں رات کو خاصی دیر ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ہم دونوں ہوٹل کے ایک ہی کمرہ میں تھے۔ لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے میں نے پہلے جا کر چابی لے لی تو بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے آپ کی یہ عادتیں ہمیں بہت پسند ہیں کہ معاملات کا بہت خیال کرتے ہیں۔

خوش قسمتی سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مجھے ان کی معیّت کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ میں ہم نے وہاں کے مکتبات سے سیرت کی کتب خریدیں۔ شام کے بعد جس مکتبہ میں پہنچے، رات مکتبہ کے بند ہونے تک وہیں رہے اور خریداری کرتے رہے۔ میں نے خرید کتب کے سلسلہ میں پوچھا تو کہنے لگے تنخواہ تو ساری ان پر ہی خرچ ہوتی ہے۔ گھر کا خرچ بیگم کے ذمہ ہے۔ سعودی عرب میں جی بھر کے کتب خریدیں۔ مصر گئے تو وہاں سے کتب خرید لائے اور فون کیا کہ اسلامک یونیورسٹی کے لئے کتب لائے ہیں اور ذاتی کتب بھی لائے ہیں۔ میں نے اسلامک یونیورسٹی کی کتب اور ان کی لائی ہوئی ذاتی کتب دیکھیں۔

اسلام آباد منتقل ہونے سے قبل فون پر بتایا کہ اسلام آباد جا رہے ہیں، وہاں ان کا کمرہ کویت ہاسٹل میں تھا۔ ان کے کمرے میں تمام کتب نئی ہوتی تھیں۔ جب میں ان کے پاس جاتا تو پاکستانی اور غیر ملکی شائع شدہ نئی کتب دکھاتے اور ان پر بے لاگ تبصرے کرتے۔

میں نے اپنی پہلی کتاب ''علوم الحدیث'' کا پرنٹ دیا تو اس کی پوری پروف ریڈنگ کی۔ اس میں اردو املاء کی غلطیوں کو درست کیا۔ اس وقت وحدت روڈ کالج، لاہور میں تھے۔ میں مسودہ ساتھ لایا تھا۔ وہاں سے دونوں اُردو بازار گئے۔ کتاب کے عنوانات کو دیکھ کر اس کی ترتیب کے مطابق اس کے عنوان کا مسئلہ درپیش ہوا۔ کئی نام سوچے گئے۔ مَیں نے اس سلسلہ میں پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز، پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی، پروفیسر ڈاکٹر محمود غازی، پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت سے مشورہ کیا، ان کے جواب آئے۔ شاکر صاحب نے فون کرکے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب! مسئلہ حل ہوگیا۔ عنوان ''علوم الحدیث: فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ'' ہوگا، نام نہایت مناسب تھا۔ کتاب کا مقدمہ نہایت خوبصورت اور حسبِ حال لکھا۔ میں نے مقدمہ دیکھا تو دل خوش ہوا۔ فرمانے لگے مَیں نے مقدمہ کے لکھنے میں کوئی مبالغہ نہیں کیا جو دیکھا اور محسوس کیا، لکھ دیا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علوم الحدیث کی طباعت کے بعد سیرت النبیؐ کی کتاب لکھنے کا کہتے رہے۔ آخر اس کتاب کا کام شروع ہوا جسے زور دے کر مکمل کروایا۔ اسلام آباد جا کر مسودہ پیش کیا تو بہت خوش ہوئے۔ اس کتاب کا مقدمہ بڑے پیار سے لکھا۔ کتابِ سیرت کے نام کا مرحلہ بھی مسلسل غور وخوض سے طے ہوا اور آپ نے ہی اس کا نام ''اسوۂ کامل'' رکھا۔

سیرت کی کتاب ''اسوۂ کامل'' لکھنے اور اس کے ابواب کی تقسیم کے متعلق غور وفکر ہوا۔ میں نے ان کے بیٹے رفیع الدین حجازی کے ادارہ نشریات لاہور ہی سے شائع کرنے کا عندیہ دیا تو کہنے لگے کہ مناسب ہے۔ اس کے کاغذ کا ذکر کیا تو فرمانے لگے، سیرت النبیؐ کا معاملہ ہے، کاغذ بہترین لگے گا۔

اسلامیہ یونیورسٹی کی پہلی اور تیسری انٹرنیشنل سیرت کانفرنسوں میں شمولیت فرمائی۔ 2000ء میں پہلی کانفرنس میں ان کی تقریر کو بہت پسند کیا گیا۔ کئی لوگوں نے تقاضا کیا کہ ان کو دوبارہ بلایا جائے۔ چنانچہ جب 2005ء میں مقالاتِ سیرت چھپی تو اس کی تقریب رونمائی کے لئے ان کو دعوت دی گئی۔

سائنس فیکلٹی کے آڈیٹوریم میں پروگرام رکھا گیا تھا۔ پورا ہال اپنی تنگ دامانی کا سماں پیش کر رہا تھا۔ شاکر صاحب نے جب خطاب شروع فرمایا تو ہر طرف سناٹا تھا۔ اس تقریب میں اپنے ساتھ میری کتاب ''علوم الحدیث'' کی کاپی بھی لے کر آئے اور سامعین کو دکھا کر فرمایا:

''تمہاری یونیورسٹی میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، ان کو غنیمت سمجھو''۔

پہلی انٹرنیشنل سیرت کانفرنس، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور منعقدہ 2000ء کی سفارشات کی تیاری کے لئے تشکیل دی گئی کمیٹی کے وہ صدر تھے۔ سب کے مشورہ سے انہوں نے بہترین انداز میں انہیں مرتب کیا اور خود کانفرنس کے آخری اجلاس میں پڑھا۔ دوسری سیرت کانفرنس 2004ء میں منعقد ہوئی۔ تب حج سے واپسی پر بخار میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔

تیسری انٹرنیشنل سیرت کانفرنس میں ان کا مقالہ کلیدی تھا۔ یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں افتتاحی اجلاس تھا۔ خوبصورت الفاظ قطاریں باندھ کر زبان سے نکل رہے تھے۔ اساتذہ، انتظامیہ اور معززینِ شہر نے خصوصی طور پر اس خطاب کو بہت پسند کیا۔

دعوۃ اکیڈمی کے پروگراموں کے لئے کراچی، کسی اور شہر یا بیرون ملک جانا ہوتا تو بعض

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اوقات فون پر اس کا بتا کر جاتے۔ کبھی کبھار بیرون ملک پروگراموں کی تفصیل واپسی پر بتلاتے۔ تاجکستان وغیرہ کی ریاستوں میں گئے تو وہاں کے متعلق بتایا۔ اس طرح انڈیا تشریف لے گئے تو ان کی لائبریریوں کی تعریف کی اور بتایا کہ وہاں سے بھی کتب خریدی ہیں۔

میری کتاب ''علوم الحدیث'' کے متعلق بتایا کہ وہ اس کو لے کر ساؤتھ افریقہ گئے۔ سعودی عرب گئے تو وہاں عزیز شمس اور دیگر احباب کو ہدیۃً پیش کی اور امریکہ بھیجی۔ کتاب کی خوبیوں کے متعلق کئی احباب کے فون آتے تو اس کا ذکر کرتے۔

ایک دفعہ اچانک بہاول پور تشریف لائے تو فون کر کے بتایا کہ میں آیا ہوا ہوں۔ میں فوراً ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اسلام آباد میں جب بھی جاتا، لازماً ملاقات کے لئے حاضری دیتا۔ خواہ اپنے ذاتی کسی کام کے لئے، خواہ کسی لیکچر کے لئے، خواہ HEC کے کسی کام کے سلسلے میں جاتا، ان سے ملاقات لازمی ہوتی۔ عام طور پر رات کو حاضری دیتا۔ کھانے کا وقت ہوتا تو پہلے کہہ دیتے کہ کھانا بھی ادھر اکٹھے ہی کھالیں گے۔

میرے ملنے پر جو کتاب چھپ چکی ہوتی، پاس موجود ہوتی تو فوراً دکھاتے۔ اسی طرح جو کتب طباعت کے مرحلے سے گزر رہی ہوتی تھیں، ان کا بھی تذکرہ کرتے۔ پروفیسر ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب کی کتاب ''نقوشِ سیرت'' پر مقدمہ لکھا تو دکھایا، میں نے پڑھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب پر ایک مقالہ بعنوان ''نقوشِ سیرت کا علمی مطالعہ'' قلم بند کیا جو ماہنامہ ''محدث'' میں شائع ہوا۔ ملاقات پر پیش کیا تو بہت خوش ہوئے۔

دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر بننے پر دعوۃ اکیڈمی کی بعض کتب ہدیۃً عنایت فرمانے کا کہا اور پھر خود ہی بھجوا دیں۔ کچھ عرصہ قبل جب ان پر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی نے سیرت کی ذمہ داری ڈالی تو ایک انٹرنیشنل کانفرنس کرانے کا پروگرام بنایا۔ باہر کے بعض لوگوں کے نام مجھ سے پوچھے، چند ایک کے ایڈریس اور ٹیلیفون نوٹ کئے۔ پاکستان میں سیرت پر کام کرنے والوں کے نام دریافت کئے۔ اس سلسلے میں آٹھ دس دفعہ فون کیا۔

اسلام آباد میں آخری ملاقات ادارۂ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام بین الاقوامی سیمینار بعنوان ''جنوبی ایشیا میں اسلامی قانون فکر اور ادارے'' میں ہوئی جو یکم تا تین اگست 2009ء کو تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادارہ تحقیقات کا گیسٹ ہاؤس ان کی رہائش گاہ سے قریب ہی تھا۔ رات کو اکٹھے کھانا کھانے کے بعد کہنے لگے: آپ کو ساتھ لے جانا ہے، گیسٹ ہاؤس سے کویت ہوسٹل۔ گیسٹ ہاؤس کے کمرے میں میرے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر تھے۔ ان تین دنوں کے دوران ہم رات گئے تک اکٹھے بیٹھے رہے۔ پہلے روز ان کے کمرے میں پہنچتے ہی انہوں نے آم نکلوائے اور کہنے لگے کہ میں نے دو پیٹیاں سنبھال رکھی ہیں۔ آپ نے کھانی ہوں گی۔ تینوں راتیں کھانا کھا کر ہم دونوں ان کے کمرے میں آ کر آم کھاتے۔ میں نے اپنا مقالہ بعنوان ''اہلِ حدیث مکتب کا فتاویٰ کے متعلق رجحان، ایک تاریخی جائزہ'' دکھایا تو بعض مقامات کو پڑھا اور تعریف کی۔

سیمینار میں شریک بعض احباب کو میری موجودگی میں میری کتاب ''اسوۂ کامل'' خود پیش کی۔ ان میں انڈیا سے پروفیسر ڈاکٹر ظفر الاسلام، ڈاکٹر ضیاء الدین شامل ہیں۔

گزشتہ رمضان المبارک کے فوراً بعد لاہور جانا ہوا۔ شاکر صاحب بھی لاہور میں تھے، ان سے فون پر بات کی لیکن مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہ کر سکا۔ اس ملاقات کے نہ ہونے کا قلق رہا۔ کاش علم ہوتا تو رات کو ان کے گھر ہی چلا جاتا۔

اے ذوق کسی ہمدمِ دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقاتِ مسیحا و خضر سے

اچانک بیماری اور ہسپتال داخلے کا پتہ چلا تو اسلام آباد کے ہسپتال میں ان سے فون پر گفتگو کی۔ بہت خوش طبعی کے ساتھ جواب دیا اور کہا چند دنوں میں ان شاء اللہ صحت یاب ہو جاؤں گا۔ مَیں نے کبھی بھی ان کو کسی معاملے میں مایوس اور پریشان نہ دیکھا۔ بہت ہی حوصلے والے تھے بلکہ مجھے بھی حوصلہ دیتے۔ یونیورسٹی میں بعض اوقات جونیئر آدمیوں کو یونیورسٹی سیاست کی وجہ سے سینئر کر دیا جاتا تو اس معاملہ میں بھی ہمت بندھاتے کہ انتظامی پوسٹوں کے معاملے میں کنارے پر رہیں تو بہتر ہے، لیکن جب ذمہ داری پڑ جائے تو پھر اسے بطریقِ احسن نبھائیں۔

کچھ عرصہ سے اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ مَیں یونیورسٹی کی ملازمت کے اختتام پر اسلام آباد، ان کے ساتھ سیرت سینٹر میں چلا آؤں۔ مَیں کچھ لیت و لعل سے کام لیتا رہا تو فرمانے لگے کہ مَیں اربابِ جامعہ کے ساتھ بات کروں گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نجی معاملات میں بھی ہم باہم مشورہ کرتے، مَیں ان کے ساتھ ایک دوست کے ہاں مدعو تھا۔ میرا بیٹا حماد ظفر اسلام آباد میں ''Comsat'' میں ایم۔ بی۔ اے کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کو ساتھ لینا ہے۔ مَیں اور شاکر صاحب ایک گاڑی میں بیٹھ گئے، کہنے لگے کہ وہ تو ہمارا بیٹا ہے، دونوں ہی اسے ساتھ لے کر چلیں گے۔ ہم دونوں گئے اور اس کو ساتھ لیا۔ ان کی ایک بیٹی ملک سے باہر ہیں، وہ آئی ہوئی تھیں تو ان کے متعلق بتایا کہ اس سے ملنا ہے۔ میں اپنے گھریلو مسائل پر بھی ان سے گفتگو کر لیتا تھا۔

مَیں نے خاص کر ان میں ایک اور خوبی دیکھی کہ کبھی کسی کا شکوہ نہ کرتے اور ہمیشہ مسکراہٹ کا اظہار فرماتے۔ جس ادارے میں ہوتے، اس کے اربابِ حل وعقد سے تعلقات خوش اسلوبی سے استوار رکھتے، لیکن اپنے کام سے کام رکھتے۔ پروفیسر ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری سے مجھے بھی عقیدت ہے، وہ بھی ان کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں کرتے اور فرماتے کہ وہ بہت محنتی اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ ان کے متعلق فرماتے کہ رات کو دیر تک کام کرتے ہیں۔ انگریزی کے پورے مجلّے ''Islamic Studies'' کا ایک ایک لفظ انصاری صاحب خود پڑھتے ہیں اور تمام معاملات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس عمر میں بھی ان کے کام کی وہی رفتار ہے۔

مَیں 13/ اکتوبر 2009ء کو شعبہ حدیث وسیرت میں تھا کہ اچانک فون موصول ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ بے ساختہ ''انا اللّٰہ وانا الیہ راجعون'' زبان سے نکلا۔ ایسے معلوم ہوا، جیسے سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ جیسے کوئی اَن ہونی چیز ہوئی ہو۔

کاش اے موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

ان کی نمازِ جنازہ پہلے فیصل مسجد، اسلام آباد میں اور پھر شیخوپورہ میں رات ساڑھے نو بجے ادا کی گئی۔ کمپنی باغ شیخوپورہ، لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم نے انتہائی رقت آمیز انداز میں جہراً نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس وقت لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حسنِ فطرت کا شاہکار

حافظ خورشید احمد صدیقی ☆

پچھلے تیس (30) برس میں ارضِ پاک، خصوصاً پنجاب میں جس نے بھی معاشرتی علوم (Social Sciences) میں تحقیقی کام کیا، وہ پروفیسر عبدالجبار شاکر کے نام سے ضرور آشنا ہوا۔ 95-1994ء میں جب راقم کلیۃ الشرقیہ جامعہ پنجاب (University Oriental College) میں ایم ،اے، عربی زبان وادب کے لئے ایک تحقیقی مقالہ پر کام کر رہا تھا تو شوقِ تحقیق کلیۃ الشرقیہ کی لائبریری سے قائداعظم لائبریری جناح باغ لاہور تک لے گیا۔ وہاں بہت سی نادرِ روزگار ہستیوں کی زیارت کا موقع ملا۔ انہی میں سے جناح کیپ سر پر سجائے، سفید شلوار کرتہ، سیاہ رنگ کی دھاری دار اچکن میں ملبوس اور سرخ چمڑے کی گرگابی زیبِ پاء کئے، ایک نستعلیق بزرگ بھی کبھی لائبریری کے مین ہال سے متصل ''جائے نماز'' پر نماز پڑھتے ہوئے، کبھی کھڑے کھڑے کسی کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے اور کبھی لائبریری کے ہال میں تقریر کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔

تحقیق کا رسیا مقرر

لائبریری کی راہ داریوں اور جائے نماز پر تو تعارف حاصل نہ ہو سکا، لیکن ایک مرتبہ کسی کتاب کی تعارفی تقریب میں شرکت کے لئے ہال میں پہنچے تو ڈائس سے اعلان کیا جا رہا تھا: ''ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب، جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب سے درخواست ہے کہ روسٹرم پر تشریف لا کر کتاب کے حوالہ سے اپنے خیالات سے نوازیں۔'' میزبان اعلان کر کے اپنی جگہ جا بیٹھے تو سٹیج پر بیٹھے لوگوں میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ وہی نستعلیق بزرگ اپنی کرسی سے اٹھے تو سٹیج پر بیٹھے تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ موصوف ڈائس پر نمودار ہوئے تو جیسے حسنِ

☆ ایم فل علوم اسلامیہ۔ استاد لاہور کریسنٹ سکول۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظاہری اور حسنِ کلام کے زمزمے بہنے لگے۔ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی اردو، تصنّع سے پاک اہلِ زبان کا سا لہجہ، اور دل میں اُتر جانے والی گفتگو، ہم پچھلی نشستوں پر بیٹھے طالب علموں کو تو بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے پروفیسر صاحب صرف ہم سے مخاطب ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہال میں بیٹھے اور کھڑے تمام لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ پروفیسر صاحب کی توجہ کے اصل مرکز وہی ہیں۔ پہلی ہی ساعت میں دل پکار پکار کر کہنے لگا:

ایک میں ہی اس کا دیوانہ نہیں ہوں دوستو!
اس حسیں کو جس نے بھی دیکھا وہی شیدا ہوا

پروفیسر صاحب کو کتب کی ورق گردانی کرتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے جب بھی دیکھتا، نام اور عہدہ سے عدمِ واقفیت کے باوجود، رعب اور شفقت کی ملی جلی کیفیت محسوس ہوتی، اس دن اچانک آپ کے نام سے واقفیت ہوئی اور آپ کی جھرنوں کی طرح رواں اور مزامیر کے بغیر مترنم گفتگو سُنی تو سچی بات ہے خود کو دنیا کے ان چند خوش قسمت ترین افراد میں شمار کیا جو آپ کی گفتگو سننے اور آپ کو دیکھنے کا اعزاز حاصل کر رہے تھے۔ شاید پروفیسر شریف بقا صاحب کی حضرت علامہ اقبالؒ اور پاکستان کے حوالہ سے کوئی کتاب تھی جس کی تعارفی تقریب میں ہم سب شریک تھے۔ شاکر صاحب جب روئے سخن اقبالؒ کی طرف کرتے تو معلوم ہوتا جیسے ایک شاگرد بہت عجز و نیاز سے اپنے استاد بارے گفتگو کر رہا ہے، اور جب آپ کی توجہ پاکستان کی جانب ہوتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے ایک محبّ اپنے محبوب کے لئے قصیدہ خواں ہے۔

جب بھی آتا ہے تیرے حسنِ تکلّم کا خیال
لطف دیتا ہے تیری بات کا ہر ہر پہلو

اسم بامسمّٰی

شاکر صاحب کو دُور سے دیکھ کر رعب اور شفقت کا جو تأثر ذہن میں بنا تھا، تعارف کے بعد وہ تأثر اور گہرا ہو گیا۔ خیال ہوتا کہ یا تو آپ کا نام رکھنے والے نے دل کی آنکھ سے مستقبل میں نمایاں ہونے والی آپ کی شخصیت کو دیکھ لیا تھا، یا آپ نے اپنے بزرگوں کے رکھے نام کو سانچا جان کر خود کو اس کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ ایک زاویے سے آپ بڑی رعب دار شخصیت معلوم ہوتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار یعنی سب سے زیادہ اختیار رکھنے والے کا بندہ......اور دوسرے پہلو سے آپ ملکوتی حسن سے مزیّن نہایت شفیق بزرگ......شاکر، شکر کرنے والے، راضی برضاء رہنے والے......دکھائی دیتے۔

پکاسو کا پورٹریٹ

قراقلی ٹوپی، سورج کی پہلی کرن کی طرح کھلتا ہوا رنگ، چہرہ پر گھنی داڑھی، سفید لباس پر ویسٹ کوٹ یا شیروانی اور پاؤں میں گرگابی، اس حلیے میں آپ پکاسو کا بنایا ہوا شاہ کار معلوم ہوتے۔ یعنی ان میں سے کسی چیز کو نکال دیا جائے تو شاید پکاسو کے اس پورٹریٹ کا توازن برقرار نہ رہ سکے۔ آپ کا ظاہری حسن راقم کو ہمیشہ متاثر کرتا رہا۔ ہمارے مہربان جناب خالد بھٹی نے جب بتایا کہ شاکر صاحب رشتے میں ان کے تایا زاد ہیں، تب راز کھلا کہ یہ راجپوتانہ خدوخال ہیں جن پر اسلامی تہذیب میں رچا بسا مشرقی لباس خوب پھبتا ہے۔

جناح لائبریری سے استفادہ کرتے ہوئے ایک دو کتابیں ایسی سامنے آئیں کہ جن کا کیٹلاگ میں ذکر تھا لیکن وہ شیلف میں موجود نہیں تھیں۔ ریسرچ کے حوالہ سے ان کتب کی اہمیت جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح تھی۔ لائبریری سٹاف سے جب اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو بتایا گیا کہ آپ کے مسئلے کا حل ہمارے پاس نہیں ہے، البتہ شارعِ ایوانِ تجارت پر چلڈرن کمپلیکس کے پہلو میں ڈائریکٹر لائبریریز کا دفتر ہے، آپ ان سے رابطہ کریں۔ پوچھ پاچھ کے دفتر پہنچے۔ دراوزے کے بالکل سامنے برآمدے میں صاحبِ دفتر کی کار کھڑی تھی۔ راقم وہاں پہنچا تو شاکر صاحب کہیں جانے کے لئے دفتر سے نکل رہے تھے۔ ڈرتے ڈرتے سلام عرض کیا۔ تجوید و قرأت کے اصولوں کو پوری طرح مدِ نظر رکھتے ہوئے وعلیکم السلام کے الفاظ فرمائے۔ میری سوالیہ نظروں کو بھانپتے ہوئے پوچھا، میاں! مجھ سے کوئی کام ہے؟ عرض کیا کام تو ہے لیکن آپ شاید جلدی میں ہیں۔ ایک لمحہ رکے، پھر فرمایا نہیں کوئی جلدی نہیں۔ آجائیں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ راہ داری سے گذر کر دفتر میں چلے گئے، بندہ بھی پیچھے پیچھے اندر پہنچ گیا۔ کرسی پر بیٹھتے ہوئے مجھے بھی سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر اپنا مسئلہ عرض کیا تو بڑی شفقت سے راہنمائی فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلوبہ کتب مجھے نہیں ملیں لیکن دفتر سے باہر آتے ہوئے میں بہت مطمئن اور خوش تھا۔ دفتر ایک سادہ مگر پُروقار عمارت میں قائم تھا۔ اس قدیم اور خوب صورت دفتر میں شاکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب کا نستعلیق وجود ہم آہنگ محسوس ہو رہا تھا۔

پروفیسر شاکر کی سادگی

ایم فل علومِ اسلامیہ کے لئے (A Critical Study of Pickthall`s Contribution to Islam. کے زیرِ عنوان کام شروع کیا تو مواد کی فراہمی کے حوالے سے اسلام آباد کے بعد لاہور کی بڑی بڑی لائبریریاں بھی مایوس کرنے لگیں۔

احباب سے تذکرہ کیا تو محترم خالد بھٹی نے 1999ء میں قائم ہونے والے بیت الحکمۃ کا پتہ بتایا۔ بلکہ مزید شفقت فرمائی اور اپنی سواری پر راقم کو ملتان روڈ پر واقع سرخ ٹائلوں سے مزین اس پانچ منزلہ عمارت تک لے گئے۔ ہم چوں کہ بعد از دوپہر وہاں پہنچے اس لئے باہر سے ہی عمارت دیکھ کر چلے آئے، کیوں کہ کوئی بھی میزبان اس وقت بیت الحکمت میں موجود نہیں تھا۔ بہر حال دروازے پر لگی تختی سے نظام الاوقات کا علم ہو گیا۔ ماہِ جون کے دوسرے اتوار کے دن حاضری ہوئی۔ پروفیسر شاکر صاحب، دھوتی اور سفید مَل مَل کے کُرتے میں ملبوس حقوقِ میزبانی ادا کرنے کے لئے مستعد تھے۔ میرے تحقیقی موضوع کے عنوان اور مطلوبہ مواد بارے جان کر مجھے تہہ خانہ (Basement) میں قائم (Periodical Section) میں جانے کا حکم ہوا۔ ذخیرۂ جرائد اور ان کی ترتیب قابلِ ستائش تھی لیکن جو تشنہ کامی اسلام آباد سے ہمارے ساتھ تھی یہاں بھی وہی مقدر ٹھہری۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ مستشرقین اور مغربی مسلمانوں اور ان کی تحریرات سے متعلق مواد جمع کرنا شاید شاکر صاحب کی ترجیحات میں کہیں آخری نمبر پر ہے۔

تہہ خانے میں ایک پروفیسر صاحب اپنے ایک معاون کے ساتھ راقم سے پہلے ہی، کچھ پرانے رسائل کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ راقم اور مہمان پروفیسر صاحب نے تقریباً پون گھنٹہ رسائل و جرائد کے حصے میں گذارا۔ اس دوران شاکر صاحب تین مرتبہ ہماری خبر گیری اور حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائے۔ میری طرح پروفیسر صاحب بھی مطلوبہ رسائل تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

کتب کا شیدائی

رسائل و جرائد کے بعد میری دوسری ترجیح قرآنِ کریم کے تراجم کی زیارت تھی۔ میزبان ہمیں اوپر ''قرآن منزل'' پر لے گئے۔ اس دوران آپ نے بتایا کہ دنیا کے مختلف ممالک میں جانے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ قرآنِ کریم کے حوالہ سے میری کوشش ہوتی ہے کہ دنیا کی کسی بھی زبان میں ترجمۂ قرآنِ حکیم مِل جائے تو میں اسے بیت الحکمت کی زینت بنا دوں۔ سیرتِ طیبہ اور اقبالیات کے اپنے ذخیرۂ کتب کو آپ نے پورے یقین کے ساتھ لاثانی قرار دیا۔ آپ نے اس ذخیرہ کو جمع کرنے کے دوران پیش آنے والی مشکلات پر بھی روشنی ڈالی۔

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

علم کی سچی پیاس

بیت الحکمت کی اس ملاقات سے پہلے تک راقم یہی سمجھتا رہا کہ آپ علومِ اسلامیہ کے پروفیسر اور سکالر ہیں، لیکن مہمان پروفیسر صاحب...... جو اردو زبان وادب کے سکالر تھے......ان سے شاکر صاحب کی گفتگو سے محسوس ہوا کہ آپ اردو ادب پر بھی محققانہ نگاہ رکھتے ہیں۔ آپ کی گفتگو ہمیشہ یہ تأثر دیتی کہ اردو زبان تو جیسے آپ کے گھر کی لونڈی ہو۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ آپ درسیات سے آشنا، ایل ایل بی اور اقبالیات میں ایم فل تھے۔ ایم فل کی ڈگری کے لئے آپ نے ''علامہ اقبالؒ کی غیر مدوّن نثر'' کو 1995ء میں ایڈٹ کیا۔ درسیات کا ذائقہ آپ نے مولانا عبدالعزیز علوی، شیخ الحدیث فیصل آباد کے قیامِ شیخوپورہ کے دوران چکھا، قانون کی تعلیم کا شوق آپ نے شام کی کلاسز میں جا کر 1979-80ء میں پورا کیا۔ اسلام، اردو ادب اور دیگر موضوعات پر آپ کی مسجّع، مقفّی اور موضوع کا احاطہ کرنے والی گفتگو کے مراجع، کتاب بینی، کتاب شناسی اور کتاب دوستی تھی۔

شاکر کی سادگی

اسی دوران مہمان پروفیسر اور شاکر صاحب نے کہیں جانے کا پروگرام بنا لیا۔ میزبان نے دو منٹ کی مہلت چاہی اور واقعتاً 120 سیکنڈ میں آپ ہمارے سامنے تھے۔ اب دھوتی کہ جگہ شلوار آپ کے لباس کا حصہ بن چکی تھی۔ بندہ آپ کی خوش لباسی کا بڑا معترف تھا، اس لئے اس معمولی تبدیلی پر کچھ اچنبھا ہوا۔ لیکن پھر موسمِ گرما کی شدت کے حوالہ سے اسے گوارا کر لیا۔ راقم چوں کہ شاہراہِ ایوانِ تجارت پر ڈائریکٹر پبلک لائبریریز کے دفتر میں آپ کا کروفر، گاڑی اور ڈرائیور دیکھ چکا تھا اس لئے خیال کیا کہ دونوں پروفیسرز باہر کھڑی کسی گاڑی میں روانہ ہوں گے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بیت الحکمت سے ہم اکٹھے ہی باہر نکلے، یہاں کوئی گاڑی یا ڈرائیور شاکر صاحب کا منتظر نہیں تھا۔ دونوں پروفیسرز پا پیادہ ہی روانہ ہو گئے۔ راقم کے ذہن میں بنا سومنات کا بت...... لباس کی معمولی تبدیلی کی وجہ سے...... پہلے ہی چند خود ساختہ رعایتوں کے سہارے کھڑا تھا، اب پیدل روانگی نے اس کا سیدھا کھڑا رہنا مشکل بنا دیا تھا، لیکن پھر یہ رعایت دی کہ ہو سکتا ہے گاڑی ساتھ والی گلی میں کھڑی ہو۔ جیسے ہی پروفیسر صاحبان اس گلی میں پہنچیں گے تو باوردی ڈرائیور گاڑی کے دونوں دروازے کھول کر پروفیسرز کو تشریف فرما ہونے کی درخواست کرے گا۔ راقم پروفیسر عبدالجبار شاکر کے حوالے سے خود ساختہ بت کو صحیح وسالم لے کر اپنی موٹر سائیکل پر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

چوں کہ بیت الحکمت سے روانگی کے وقت کچھ غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اس لئے نامانوس گلیوں میں ملتان روڈ جانے کا راستہ کچھ گڈمڈ ہو گیا۔ جب پوچھ پاچھ کے ملتان روڈ پہنچا تو دونوں پروفیسرز ایک ویگن میں سوار ہونے کے لئے تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے۔ اب تو راقم کے ذہن میں موجود سومنات کے مندر میں رکھا، شاکر صاحب کا بت پاش پاش ہو گیا۔ اگلے دن محترم خالد بھٹی کی خدمت میں ساری ہڈبیتی عرض کی۔ اپنے خود ساختہ صنم کے پاش پاش ہو جانے کا قصہ سنایا۔ بھٹی صاحب نے بتایا کہ اس میں اچنبھے والی کوئی بات نہیں۔ شاکر صاحب بنیادی طور پر فقیرانہ مزاج کے آدمی ہیں۔ لباس اور گاڑی کی جس شان وشوکت کی آپ بات کرتے ہیں، وہ دفتری زندگی کے تقاضے تھے۔ وہ گاڑی اور ڈرائیور ڈائریکٹر لائبریریز کا تھا، شاکر صاحب کا ذاتی نہیں۔

آٹے کی چکی والا شاکر

پھر بھٹی صاحب گویا ہوئے کہ شاکر صاحب کے والدین کریمین، ان کے لڑکپن میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ حکیم عبدالعزیز صاحب نے اپنا رختِ سفر باندھا تو شاکر صاحب میٹرک کے طالب علم تھے۔ دس جماعت پاس کر کے چھوٹے بھائی عبدالقیوم اور بہن محمودہ کی ذمہ داری کے خیال سے آپ نے تعلیم کو خیر باد کہا اور اپنے گاؤں ''حسین خان والا'' میں آٹا پیسنے کی ایک چکی لگائی۔ رشتے میں آپ کے ایک چچا جناب عبیداللہ بھٹی (1932-2001ء) (خالد بھٹی صاحب کے والدِ گرامی) کو یہ بات ناگوار گزری۔ اگلے ہی دن علی الصبح پتوکی سے 9 کلومیٹر کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسافت پر واقع ''حسین خان والا'' کے لئے پاپیادہ ہی روانہ ہو گئے۔ شہر سے باہر نکلے تو کچے راستے میں کیکر کا ایک لمبا اور تیز کانٹا آپ کے بائیں پاؤں کے آر پار ہو گیا۔ تکلیف کی شدت واپس جانے کے لئے مجبور کر رہی تھی۔ لیکن ایک باصلاحیت نوجوان کا قیمتی وقت آٹے کی چکی پر ضائع ہو جائے، یہ آپ کو گوارہ نہیں تھا۔ افتاں وخیزاں آپ دوپہر سے پہلے ''حسین خان والا'' پہنچ گئے۔ نوجوان عبدالجبار آٹے کی چکی پر مشغول تھے۔ چچا عبید اللہ صاحب کے، اس تکلیف کے باوجود، آنے کا دل پر گہرا اثر ہوا، لیکن چچا کی اس بات کا جواب نفی میں رہا کہ عبدالجبار کو تعلیم کے ٹوٹے ہوئے سلسلہ کو دوبارہ جوڑنا چاہیے، کافی دیر کی ہاں، نا، کے بعد آپ نوجوان کو آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ تعلیم کے سلسلہ کو دوبارہ شروع کرے۔ اصولی فیصلہ تو ہو گیا، لیکن نوجوان نے وسائل کی فراہمی کے حوالہ سے اپنے تحفظات کا اظہار کیا تو عبید اللہ صاحب نے فرمایا کہ مل جل کر چلا جائے تو مسائل، وسائل بن جاتے ہیں۔ اس طرح عبدالجبار کا داخلہ ساہی وال ڈگری کالج میں ہو گیا۔ خالد بھٹی صاحب کا کہنا ہے کہ ان باتوں کے راوی خود شاکر صاحب ہیں۔ آپ نے ایک سے زیادہ مرتبہ ان باتوں کا تذکرہ مجھ سے کیا۔ 2001ء میں جب عبید اللہ بھٹی صاحب نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو شاکر صاحب نے اپنے چچا کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا: ''چچا جان کے رخصت ہو جانے کے بعد اپنے خاندان میں ان کی طرز کا میں آخری فرد رہ گیا ہوں''۔

شاکر صاحب کی فقیرانہ اداؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے بھٹی صاحب نے بتایا کہ آپ اپنے کپڑے خود دھوتے، اپنے اور گھر کے دوسرے افراد کے جوتے پالش کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا کرتے تھے۔

خیر الامور اوسطھا کی عملی تفسیر

منصورہ سے مکانی قُرب، آپ کی خوش لباسی، خوش مزاجی، خوش گفتاری، اردو زبان و ادب کا اعلیٰ ذوق، نستعلیق لہجہ، سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر آپ کے قبولِ عام سے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ آپ سلفی مکتبِ فکر کے پیروکار تھے۔ ٹی وی پر متعدد مواقع پر آپ کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا، ہمیشہ بات کے علمی اور معتدل پہلو کو نمایاں کرتے۔ مسلکی گفت گو ہم نے ان کے منہ سے کبھی نہیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سنی۔ جب بھی ٹی وی سکرین پر آپ کی زیارت ہوئی، یہ خیال ضرور آتا! ؎

یوں تو کیا کہنا نظر نہیں آتا، لیکن
کوئی تجھ سا نظر نہیں آتا

وفات سے کچھ عرصہ قبل اکثر ٹی وی کے کسی نہ کسی مذہبی پروگرام یا ٹاک شو میں آپ کی زیارت ہونے لگی۔ معلوم ہوا کہ آپ آج کل دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر اور فیصل مسجد کے خطیب کی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں۔ چشمِ تصور نے دیکھا کہ فیصل مسجد کے باوقار منبر پر ہمارے صنم خانۂ دل کا یہ باسی کس قدر پھبتا ہوگا۔ ؎

دیکھے نہ تجھے رشک سے کیوں چشمِ دو عالم
ورثے میں ملی ہیں تجھے حسان کی آنکھیں

شاکر صاحب اپنے بچوں بلکہ تمام فیض یافتگان کے لئے جو وراثت یا ذمہ داری چھوڑ گئے ہیں وہ تعلیم و تعلّم، کتاب اور زبان دانی سے محبت ہے۔ لیکن اس وراثت کا امین بننا آسان نہیں، کیوں کہ آپ کی اداؤں کا وارث بننا گیلی لکڑی کی طرح جلنے کے مترادف ہے۔ ؎

گیلی لکڑی کی طرح جلنے کی عادت دے گیا
جانے والا جاتے جاتے کیا امانت دے گیا

13 اکتوبر 2009ء بروز منگل میڈیا کے ذریعے معلوم ہوا کہ بہت سے علمی اور رفاہی اداروں کی سرپرستی کرنے والے، عہدِ حاضر کے محققین کے لئے مصدر و مرجع، موردِ اہلِ علم ''بیت الحکمت'' کے بانی، انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی میں دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر اور فیصل مسجد اسلام آباد کے بے مثال خطیب پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب بائی پاس کے عمل سے گزرتے ہوئے، جان سے گزر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خبر سنتے ہی اپنے جیسے بہت سے متلاشیانِ علم اور سکالرز کا خیال آیا کہ اب وہ اپنے علمی مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے کس کے پاس جائیں گے۔ ؎

اس بار جو ایندھن کے لئے کٹ کے گرا ہے
چڑیوں کو بہت پیار تھا اس بوڑھے شجر سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب دوست، کتاب شناس

☆ محمد راشد شیخ

پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم اپنی کتاب دوستی، کتاب شناسی، کتابوں کے حصول اور ان کے تحفظ کی وجہ سے پورے پاکستان میں منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ راقمِ سطور کا ان سے اوّلین تعارف تقریباً 23 برس قبل (1987ء میں) ہوا۔ اس کے بعد شیخوپورہ، لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں لیکن کوئی ملاقات ایسی نہیں تھی جس میں ان سے علمی اور کتابی گفتگو نہ ہوئی ہو۔ شاکر صاحب، اللہ تعالیٰ کے ان پاک نہاد بندوں میں شامل تھے جو اپنی محنت، صلاحیت اور عزم کی بنا پر مقامِ بلند حاصل کرتے ہیں اور جب اس جہان سے جاتے ہیں تو دُور دُور تک ان کا نعم البدل نظر نہیں آتا۔ جب ہم اپنے موجودہ علم دشمن معاشرے کی حقیقی صورتِ حال پر غور کرتے ہیں تو ان کی کمی کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

یہ آج سے تقریباً 22 برس قبل کی بات ہے۔ راقم الحروف فنِ خطاطی کے طالب علم کے طور پر اساتذۂ خطاطی کے حالات اور ان کے نوادر کی جمع آوری لئے لاہور پہنچا۔ لاہور میں جن حضرات سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ان میں حضرت سید نفیس الحسینی سرفہرست ہیں جن سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی اور ان سے تعارف ایک سال قبل ہی ہو چکا تھا۔ اس سے اگلے سال لاہور عجائب گھر کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر انجم رحمانی صاحب سے مفصل ملاقات ہوئی اور ان سے استفادہ کا موقع ملا۔ اس ملاقات کے دوران دو تین اور حضرات بھی رحمانی صاحب کے دفتر میں تشریف فرما تھے اور علمی گفتگو جاری تھی۔ اچانک ایک صاحب آئے اور اطلاع دی کہ شاکر صاحب

☆ ملک کے معروف خطاط اور سول انجینئر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشریف لے آئے ہیں۔ سب لوگ گفتگو کا سلسلہ منقطع کر کے دروازے کی جانب دیکھنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد ایک صاحب اندر داخل ہوئے۔ شلوار قمیض اور واسکٹ میں ملبوس، سر پر سیاہ جناح کیپ، درمیانے قد کے حامل، جسم کچھ بھرا بھرا صحت مند، پیر میں صاف ستھرے پالش شدہ سیاہ جوتے، شلوار شرعی لحاظ سے ٹخنوں سے اوپر، داڑھی گھنی اور سیاہ، جس میں محض چند ہی سفید بال تھے۔ یہ تھے شاکر صاحب جنہوں نے دروازے میں داخل ہوتے ہی سب کو بلند آواز سے سلام کہا اور کرسی پر بیٹھ کر گفتگو میں شریک ہو گئے۔ جب رحمانی صاحب نے راقم کا تعارف فنِ خطاطی کے حوالے سے کرایا تو بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ شاکر صاحب کی جس خوبی نے اوّلین ملاقات میں متاثر کیا اور جس کا مظاہرہ ان سے ہر ملاقات میں ہوا، وہ تھی ان کی مدلّل گفتگو۔ راقم نے دورانِ ملاقات محسوس کیا کہ حاضرینِ محفل میں اگر کوئی صاحب، شاکر صاحب کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کرتے تو شاکر صاحب بغیر اشتعال میں آئے نہایت اطمینان سے ایسی دلیل پیش کرتے کہ مخاطب خاموش ہو جانے پر ہی مجبور ہو جاتا۔ کچھ دیر بعد ان کی اس صلاحیت کا مظاہرہ راقم سے دورانِ گفتگو بھی ہوا۔ ہوا یوں کہ راقم نے خطاطی اور خطاطوں کا ذکر چھیڑا، اور دورانِ گفتگو عبد المجید پرویں رقم کا ذکر آیا۔ شاکر صاحب بولے کہ عبد المجید پرویں رقم کی کتابت کردہ، علامہ اقبالؒ کے دواوین کی اشاعتِ اوّل کے نادر نسخے، ان کے کتب خانے میں محفوظ ہیں اور اس طرح کے تمام نسخے اقبال اکیڈمی کی لائبریری میں بھی نہیں۔ راقم الحروف نے فرطِ اشتیاق سے پوچھا کہ ان نسخوں کی زیارت کیسے ممکن ہے؟ فرمایا: اس کے لئے آپ کو شیخوپورہ آنا پڑے گا، کیونکہ میرا کتب خانہ وہیں ہے۔ راقم نے کہا کہ شیخوپورہ مَیں آج تک جا نہیں سکا، اس لئے ممکن ہے وہاں پہنچنا دقت طلب ہو۔ فرمایا: کوئی مشکل نہیں اس لئے کہ میں (شاکر صاحب) روزانہ صبح 7 بجے والی گاڑی (Hiace) میں بیٹھتا ہوں اور صرف 45 منٹ میں لاہور پہنچ جاتا ہوں۔

راقم نے کہا: اگر کتب خانے سے استفادہ کے لئے قیام کرنا ضروری ہو تو شیخوپورہ میں قیام کہاں ممکن ہے؟ فرمایا: یہ کوئی مشکل نہیں، آپ ہمارے گھر قیام کریں۔ راقم نے کہا: قیام اگر کر بھی لوں تو آپ کو زحمت تو نہیں ہوگی۔ فرمایا: کوئی زحمت نہیں، ہمارے گھر میں مہمانوں کے لئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیحدہ کمرہ ہے۔اس کے علاوہ ہمارے ہاں پورے ہفتے کھانے کا Time Table پہلے سے بن جاتا ہے۔ہم خود بھی اس کے مطابق کھانا کھاتے ہیں اور گھر آئے مہمان کے آگے بھی وہی کھانا پیش کرتے ہیں۔آج ٹائم ٹیبل کے مطابق شام کو بھنڈی کا سالن پکے گا۔اگر آپ آنا چاہیں تو چشم ما روشن دلِ ماشاد۔راقم الحروف کو شاکر صاحب کی یہ مدلّل ،پُر خلوص اور بے تکلف گفتگو بہت پسند آئی ،اور فیصلہ کرلیا کہ آج ہی شیخوپورہ کا سفر کیا جائے۔اسی شام راقم شیخوپورہ ،شاکر صاحب کے گھر پہنچ گیا۔وہاں پہنچ کر شاکر صاحب نے بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور تھوڑی ہی دیر بعد یوں معلوم ہونے لگا جیسا یہ ہماری محض دوسری ملاقات نہیں بلکہ کئی برسوں سے ان سے تعلق ہے۔

شاکر صاحب نے اپنے صاحب زادوں سے بھی تعارف کرایا جو تمام اس زمانے میں خوبصورت کم سن بچے تھے ،لیکن جب شاکر صاحب نے ان کے نام بتائے تو راقم کو خوش گوار حیرت ہوئی۔ان تمام بھائیوں کے نام شاکر صاحب نے تاریخی شخصیات کے ناموں پر رکھے تھے۔اب تک دو نام یاد ہیں یعنی جمال الدین افغانی اور جلال الدین رومی۔رات کا کھانا شاکر صاحب کے ساتھ ہی کھایا جس میں ان کے قول کے مطابق بھنڈی کا سالن اور روٹی تھی۔راقم کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ عام میزبانوں کے برعکس شاکر صاحب کے ہاں سادگی ،گرم جوشی اور خلوص تو موجود ہے ،لیکن بے جا تکلفات نہیں۔ہمارے ہاں دسترخوان پر جو اسراف نظر آتا ہے اور مہمان کے مزاج ،طبیعت اور طلب کو دیکھے بغیر زیادہ سے زیادہ کھانے پر بے حد اصرار کیا جاتا ہے ،بعض اوقات مہمان کے لئے یہ کیفیت بڑا امتحان بن جاتی ہے۔بہر حال شاکر صاحب کے ہاں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔ہاں جو چیز وہاں نظر آئی ،وہ شاکر صاحب کی مدلّل اور علمی گفتگو تھی۔خواہ کوئی علمی موضوع ہو ،وہ بلاتکان گل افشانئ گفتار کا مظاہرہ کرتے اور اپنی مدلّل گفتگو سے سامعین کو مسحور کر دیتے۔کچھ یہی کیفیت اس وقت راقم کی بھی تھی۔

کھانے کے بعد شاکر صاحب نے حسبِ وعدہ علامہ اقبالؒ کی تمام کتب کے اوّلین ایڈیشن کے نسخے دکھائے۔راقم نے دیکھا کہ ان تمام نسخوں کے لئے شاکر صاحب نے کسی ماہر جلد ساز سے بڑی خوب صورت جلدیں بنوائی تھیں۔اس دوران اپنی معلومات سے مسلسل مستفید کرتے رہے ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کراچی میں خالد اسحاق لائبریری میں حجۃ اللہ البالغۃ کا حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ محفوظ ہے، اس نسخے کی تاریخی اہمیت کا علم، خالد اسحاق صاحب کو بھی نہیں تھا اور یہ بات شاکر صاحب ہی نے انہیں بتائی تھی کہ اس کی کتابت حضرت شاہ ولی اللہؒ نے خود کی تھی۔ تازہ ترین صورتِ حال یہ ہے کہ اب خالد اسحاق مرحوم کے انتقال کے بعد ان کا پورا کتب خانہ لاہور منتقل ہو چکا ہے اور Lahore University of Management Sciences (LUMS) میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ رات شاکر صاحب ہی کے ہاں قیام رہا اور اگلی صبح شاکر صاحب کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ اس کے بعد شاکر صاحب ہاتھ میں ڈول لے کر دودھ خریدنے، دودھ والے کے باڑے کی طرف جانے لگے تو راقم کو بھی ساتھ لیتے گئے۔ راستے میں جو بھی ملتا، بڑے اخلاق سے اس سے سلام دعا کرتے۔ واپسی میں گھر کے نزدیک ہی ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی، جس کو شاکر صاحب بڑے مختصر اور دل نشیں انداز سے نصیحتیں کرنے لگے۔ بخوبی یاد ہے کہ اس سے یہ بھی فرمایا کہ رمضان المبارک قریب ہے۔ اس مرتبہ ہمت کر کے رمضان میں ایک مرتبہ تفہیم القرآن مکمل پڑھ لو کیونکہ اس تفسیر کے پڑھنے کے بعد تمہیں بہت سے سوالات اور اشکالات کے جوابات مل جائیں گے۔ گھر پہنچ کر شاکر صاحب کے ساتھ ناشتہ کیا جو حسبِ سابق سادگی اور خلوص کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

واپسی میں راقم، شاکر صاحب کے ساتھ ہی صبح 7 بجے والی ویگن میں سوار ہوا، ویگن ٹھیک 45 منٹ بعد 7:45 پر لاہور پہنچی، جہاں سے شاکر صاحب اپنے دفتر (واقع چلڈرن پارک، باغ جناح) چلے گئے اور یوں ان سے یہ تاریخی ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔

دن، مہینے، سال گزرتے رہے۔ راقم الحروف اپنے خاص شعبے یعنی Civil Engineering کی وجہ سے ایک شہر سے دوسرے اور ایک صوبے سے دوسرے میں مصروفِ کار رہا، لیکن شاکر صاحب کی خیر و عافیت اور مصروفیات سے آگاہی ملتی رہی۔ محترمی ملک نواز احمد اعوان و دیگر احباب کے ذریعے ان کی خیر خبر ملتی رہی۔ ایک روز پتہ چلا کہ شاکر صاحب نے ملتان روڈ لاہور (نزد منصورہ) میں نیا مکان بنایا ہے اور اپنا قیمتی کتب خانہ بھی شیخوپورہ سے لاہور منتقل کر چکے ہیں۔ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبھی اس کتب خانے اور خصوصاً خطاطی سے متعلق کتب کی زیارت کی جائے، لیکن کوئی پروگرام نہ بن سکا۔ 1997ء تا 2000ء راقم الحروف کا مسلسل قیام لاہور میں رہا۔ لاہور میں ہر اتوار کو انارکلی کے باہر مال روڈ کے فٹ پاتھوں پر پرانی کتب کا بازار لگتا ہے، یہاں تقریباً ہر اتوار کو راقم الحروف کا جانا ہوتا اور اکثر نادر و نایاب کتب کی خریداری کا موقع ملتا۔ ایک اتوار وہاں شاکر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ فٹ پاتھ پر ہی کھڑے کھڑے کوئی نصف گھنٹے تک گفتگو ہوتی رہی اور ان کی وسیع معلومات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ موضوعِ گفتگو ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا شائع کردہ دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ اور اس سے پیدا شدہ صورتِ حال تھی۔ دورانِ گفتگو انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب بھی کراچی جانا ہوتا ہے، وہ پروگرام میں اتوار کا دن ضرور شامل کرتے ہیں، تاکہ صدر کراچی میں پرانی کتب کے بازار سے کتابیں خرید سکیں۔ کراچی میں بھی یہ بازار صرف اتوار ہی کو لگتا ہے۔ ایک اور بات یہ فرمائی کہ وہ کچھ ہی عرصہ قبل تہران انٹرنیشنل بک فیئر میں شرکت کر کے ایران سے واپس آئے ہیں، جہاں سے بہت سی کتابیں خرید کر لائے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ ان کتابوں میں صرف فنِ خطاطی سے متعلق چار سو کتب ہیں۔ راقم الحروف نے ان کتب کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تو فرمایا، مناسب وقت پر انتظام ہو جائے گا۔

اس ملاقات کے بعد کئی برسوں کا وقفہ پھر درمیان میں آیا۔ مختصر ملاقاتیں کئی ہوئیں لیکن مفصل ملاقات ڈاکٹر حافظ محمد سجاد کی معیت میں دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے وسیع دفتر میں ہوئی۔ شاکر صاحب نے شدید مصروفیت کے باوجود بڑی محبت سے استقبال کیا اور اپنے دعوتی دوروں اور علمی و دینی کتب کی نشر و اشاعت کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں۔ اس ملاقات کے دوران سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ملا واحدی مرحوم کی تازہ مطبوعہ کتاب بھی دکھائی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ پہلی مرتبہ مکمل شکل میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کو شاکر صاحب کے صاحبزادے جمال الدین افغانی نے اپنے ادارے کتاب سرائے اردو بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔ علمی، دینی اور تحقیقی کتب کی نشر و اشاعت کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ تقریباً 200 کتب، اشاعت کے مختلف مراحل میں ہیں، لیکن کاغذ کی گرانی کی وجہ سے بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راقم نے شاکر صاحب سے پوچھا کہ ان کے لکھے فلیپ اور پیش لفظ بہت سی کتابوں میں نظر آتے ہیں، اب تک کتنی تعداد میں لکھ چکے ہیں؟ فرمایا کہ اب تک اس طرح کی تحریریں 103 کتب کے لئے لکھ چکے ہیں۔ راقم نے تجویز پیش کی کہ ان تمام تحریروں کو ایک مفید مجموعے کی شکل میں شائع ہونا چاہیے۔ اس وقت تو شاکر صاحب نے انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بات ٹال دی، مگر اب ان کے صاحبزادے اس کی اشاعت کر سکتے ہیں۔

شاکر صاحب سے آخری ملاقات ان کے نئے دفتر میں ہوئی، جہاں دعوہ اکیڈمی سے تبادلہ کے بعد انہیں سیرت چیئر کے ڈائریکٹر کا عہدہ پیش کیا گیا تھا۔ نیا دفتر دعوہ اکیڈمی کے وسیع دفتر (جو کتابوں کی کثرت کی وجہ سے کتب خانے کا منظر پیش کرتا تھا) کے مقابلے میں محض ایک کمرے پر مشتمل نظر آیا، جس میں کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ یہ بات حیرت انگیز تھی۔ مگر شاکر صاحب بڑے مطمئن نظر آئے اور ان کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ سیرت چیئر کے لئے ان کے ذہن میں کئی منصوبے ہیں اور عنقریب وہ ایک نمائشِ کتب کا اہتمام کریں گے جس میں تمام کتب سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوں گی۔

ابھی اس ملاقات کی یاد تازہ ہی تھی کہ تقریباً ایک ماہ بعد برادرم ڈاکٹر حافظ محمد سجاد کے ذریعے مورخہ 13/اکتوبر 2009ء کو اطلاع ملی کہ شاکر صاحب خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس دن بعد نمازِ ظہر، شاہ فیصل مسجد میں شاکر صاحب کی نمازِ جنازہ ہوئی۔ شاکر صاحب اپنی علم دوستی، کتابوں سے محبت، اپنے خلوص اور اعلیٰ کردار کی بنا پر ہمیشہ یاد رہیں گے۔ انہیں کتابوں سے عشق تھا اور ان پر حافظ شیرازی کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوامِ ما

☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نابغۂ روزگار شخصیت

محمد اسلام صدیق ☆

بھائی جی کی سریلی اور میٹھی آواز کانوں میں پڑی اور میں جاگتی آنکھوں اور روشن دن میں اُٹھ بیٹا۔ مجھے محسوس ہوا کہ شاکر صاحب تشریف لائے ہیں۔ شاکر صاحب کو اللہ کے پاس گئے ایک ہفتہ ہوا تھا۔ دنیا کی حقیقتِ اولیٰ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہے مگر شاکر صاحب کے جانے کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ شیخوپورہ جا کر جمال الدین افغانی سے تعزیت بھی کر آیا۔ مگر احساس ہوتا ہے کہ شاکر صاحب ابھی مسکراتے ہوئے آئیں گے اور پکاریں گے۔

"بھائی جی! کیا حال ہے؟"

پھر دلیل و ردِ دلیل کا سلسلہ شروع ہوا تو محسوس ہوا کہ شاکر صاحب تو ایک مشن، ایک جذبے اور ایک کمٹمنٹ کا نام تھا۔ اور شاکر صاحب اپنے چاہنے والوں کی سوچ کو اس حد تک متاثر کر گئے ہیں کہ وہ ہمارے خیالات، افکار، تحریروں اور گفتگو میں اب بھی زندہ نہیں بلکہ زندہ جاوید ہیں۔ شاکر صاحب سے اپنے تعلق اور تفہیمِ شاکر کے لئے چند مشاہدات و واقعات نذرِ قارئین ہیں۔

ملاقات سے پہلے تعارف

1989ء میں گورنمنٹ کالج شورکوٹ کی کینٹین پر چند پروفیسر چائے پینے اور تبادلہ خیال میں مصروف تھے۔ پروفیسر رانا محمد ارشد، ریاضی کے اسسٹنٹ پروفیسر تھے۔ کہنے لگے: یار! ایک دلچسپ واقعہ نہ سناؤں۔ ہم متوجہ ہوئے تو رانا صاحب نے مزاحیہ انداز میں ذکر کیا کہ میرے ایک دوست کا ٹرک ہے۔ اُس نے مجھے کل بتایا کہ رحیم یار خان سے ایک پروفیسر کا تبادلہ شیخوپورہ ہو گیا۔ مَیں رحیم یار خان

☆ پرنسپل گورنمنٹ ایلیمنٹری ٹریننگ سکول، ملتان۔ سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن، ملتان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں تھا۔ مجھ سے پروفیسر صاحب نے رابطہ کیا اور کہا کہ گھر کا سامان شیخوپورہ لے جانا ہے۔ میں نے کچھ زیادہ پیسے مانگے۔ اُس بھولے بندے نے کوئی بحث نہ کی اور مان گیا۔ عشاء کے وقت ٹرک لگا دیا گیا اور صبح تک وہ لوگ ردی ہی لادتے رہے۔ مَیں نے اُنہیں کہا کہ گھر کا سامان بھی لائیں گے تو وہ ہنس دیئے۔ اور مَیں حیران ہوں کہ اس ردی کے لئے اُس پروفیسر نے مجھے اتنا بہت سا کرایہ دے دیا۔ اس وقت ان ردی والے پروفیسر صاحب کو نہ مَیں جانتا تھا اور نہ ہی رانا ارشد مرحوم جانتے تھے۔ بہر حال پروفیسر صاحبان کی متاعِ کُل پر تبصرے ہوئے اور کہا گیا کہ ہماری کُل کائنات یہ ردی (چند کتب) ہی ہے اور اس واقعہ کو مزاحیہ لطیفہ سمجھ کر ذہن سے اُڑا دیا گیا۔

پہلی ملاقات

نومبر 1997ء میں، مَیں ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر ساہیوال کے طور پر کام کر رہا تھا۔ محکمہ تعلیم، حکومت پنجاب کی طرف سے حکم نامہ موصول ہوا کہ آپ کے ضلع کے سیکنڈری سکولز کی محکمہ جاتی آڈٹ کمیٹی (DAC) کی میٹنگ ضلعی تعلیمی آفس ساہیوال میں ہوگی۔ یہ میٹنگ اسی لحاظ سے اہم ہوتی ہے کہ محکمہ آڈٹ سکولوں کے اخراجات پر جو اعتراضات لگاتا ہے، اُنہیں دُور کرنا ہوتا ہے۔ اس میں ایک نمائندہ آڈیٹر جنرل کا اور ایک حکومت پنجاب کا ہوتا ہے۔

مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل شاکر صاحب تشریف لے آئے۔ مغرب سے کچھ پہلے کا وقت تھا۔ دفتر میں ہی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ پہلی ملاقات میں جو تاثر شاکر صاحب نے چھوڑا، کافی خوشگوار تھا۔ جب گفتگو اور تعارف کا سلسلہ شروع ہوا تو شاکر صاحب کی شخصیت و علمیت کی تہیں کُھلنا شروع ہوئیں۔ کھانا کھانے کے بعد مَیں نے اپنا شوق بتایا کہ کچھ پرانی چیزیں جمع کرتا ہوں۔ انہوں نے جس محبت سے دیکھنے کے لئے اصرار کیا، اسے رد کرنے کا سوال ہی نہ تھا۔ مَیں اُنہیں غریب خانہ پر لے گیا اور مختلف اوقات میں جمع کردہ سکے، مہریں، مٹی کی انسانی اور جانوروں کی شبیہیں، پتھر کے مٹکے، ٹھیکریاں، کتب اور برتن وغیرہ دکھانے شروع کیے تو شاکر صاحب جس توجہ اور انہماک سے یہ اشیاء دیکھ رہے تھے اور اُن کی تاریخ اور اُن کے بارے میں بتا رہے تھے، یہ اُن کے علم آثار شناسی کے بارے میں حیران کر دینے والی بات تھی۔ اس سے قبل اتنی علمیت کا اظہار،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہڑپہ کی کھدائی کے لئے آنے والے آرکیالوجسٹ ڈاکٹر مارک کنوئر نے کیا تھا جو کہ وسکانسن یونیورسٹی، امریکہ کے اس شعبے کے سربراہ ہیں۔ اس دوران میں دونوں شخصیات کی معلومات کا موازنہ کرتا رہا، بالآخر مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ برصغیر کے سکوں کے بارے میں شاکر صاحب کی معلومات ڈاکٹر مارک سے بہتر تھیں۔

یہ پہلی ملاقات رات کے دو بجے کے بعد ختم ہوئی۔ مَیں نے ہی شاکر صاحب سے گزارش کی کہ آرام فرمالیں کیونکہ صبح کافی کام کرنا ہے۔ اس پہلی ملاقات میں ہم نے ایک دوسرے کو دریافت کرلیا۔ اُس کے بعد سے میں اُن کے لئے بھائی جی تھا اور وہ میرے لئے بڑے بھائی۔ اس رات شاکر صاحب نے مجھے ان اشیاء کی حفاظت کے بارے میں فرمایا اور کہا کہ یہ ہمارا قومی ورثہ ہے۔ ان کی اہمیت کا احساس دلایا اور اس سلسلے میں یہ کہتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کی کہ آپ نے اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر یہ اشیاء جمع کی ہیں۔ مزید فرمایا کہ یہ شوق، لگن اور عشق کی بات ہے اور جنون و پاگل پن والے لوگ ایسے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بارے میں بتایا کہ میں بھی اسی طرح کے ایک پاگل پن میں مبتلا ہوں اور ایک لائبریری بنائی ہے، جس کا نام بیت الحکمت رکھا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دورِ عروج کے بیت الحکمت کی طرف دھیان چلا گیا۔ میں نے اس کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے کہ مسلمانوں کی میراث کی حفاظت بھی تو ہمارا فریضہ ہے۔ ان کی تاریخ فہمی، تاریخ دانی، مدلّل انداز اور سب سے زیادہ احساسِ متاعِ گم گشتہ کے بارے میں جان کر خوش گوار حیرت ہوئی۔

اگلے دن نمازِ فجر کے بعد ناشتے کی میز پر پھر ذکر رہا اور جس انداز میں انہوں نے حوصلہ افزائی فرمائی، وہ میرے لئے ایک اعزاز سے کم نہ تھا۔ میٹنگ شروع ہوئی تو اُن کے آڈٹ کے حوالہ سے جوہر کُھلے۔ مَیں بھی اس میٹنگ کی تیاری کر چکا تھا۔ تمام سربراہانِ ادارہ جن کے آڈٹ پیراجات تھے، اُن کے جوابات خود دیکھ چکا تھا، اور جہاں ضرورت تھی وہاں رقم خزانہ سرکار میں جمع ہو چکی تھی۔ لہٰذا کام تیزی سے ہوا اور آڈیٹر جنرل کا نمائندہ و شاکر صاحب دونوں مطمئن تھے۔

رات کی ملاقات میں قرآن مجید کے قلمی نسخہ جات کا ذکر شاکر صاحب نے فرمایا تھا۔ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے شاکر صاحب کو بتایا کہ ساہیوال کے نواح میں ملک بنیامین میرے دوست ہیں جو آج کل بھی قلمی قرآن مجید کی کتابت کی سعادت سے بہرہ ور ہیں۔ اس سلسلہ میں ملک بنیامین پر اللہ کی خاص عنایت کا ذکر کرتے ہوئے میں نے کہا کہ ملک صاحب کا تقریباً ایک مربع یعنی پچیس ایکڑ کا آموں کا باغ تھا۔ ملک صاحب ہر سال آموں کے سیزن میں تمام دوستوں کو بلاتے اور آموں کی دعوت کرتے، اور خاص طور پر اپنے رقم کردہ قرآن مجید دکھاتے۔ اُس سال میں دو بار اُن کے ہاں گیا۔ وہ بھی میرے پاس کئی بار تشریف لائے۔ ان کی مینگو پارٹی میں اعجاز الحق اور میاں محمد اظہر سابق گورنر پنجاب بھی آئے تھے۔ اُن پر اللہ کی یہ خاص عنایت تھی یا اسے معجزۂ خدمتِ قرآن کہیں کہ ایک بار ساہیوال کے اُس علاقہ میں شدید ژالہ باری ہوئی۔ علاقے کے لوگ گواہ ہیں اور حیرت سے کہتے ہیں کہ تمام باغات اور فصلیں تباہ ہوگئیں مگر ملک بنیامین کے باغ کا کوئی نقصان نہ ہوا۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے ملک صاحب کے باغ کے گرد لکیر کھینچ دی ہو اور کوئی غیبی ہاتھ اس کی حفاظت کر رہا ہو۔

شاکر صاحب کے کہنے پر ملک صاحب سے ظہر کے بعد کا وقت لیا۔ ہم دونوں جا کر انہیں ملے، قرآن مجید کی زیارت کی۔ ملک صاحب سے بڑی پُر لطف گفتگو رہی۔ آتے ہوئے ملک صاحب نے اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ قرآنی آیات کا ایک تحفہ پیش کیا، جسے شاکر صاحب نے بیت الحکمت میں اپنے کمرہ میں لگائے رکھا۔ میں نے اُن دو ایثار پیشہ اور اس دور کے مخلصین کی ملاقات سے بہت کچھ سیکھا۔

وقتِ رخصت، شاکر صاحب اپنا فون نمبر، بیت الحکمت کا پتہ اور آنے کی دعوت دے گئے۔ مَیں محسوس کرتا ہوں کہ میری زندگی میں اتنی خوش گوار سرکاری ملاقات اور کوئی نہیں ہے۔ اس وقت بھی جی چاہتا تھا کہ شاکر صاحب کو روک لوں اور اُن کے تبحرِ علمی سے مزید استفادہ کروں۔

پندرہ بیس دن بعد لاہور جانا ہوا تو اپنی مصروفیت سے فارغ ہو کر شاکر صاحب کو فون کیا۔ وہ اپنے دفتر واقع چلڈرن کمپلیکس میں موجود تھے، جا کر ملا تو مجھے اپنے ساتھ بیت الحکمت لے آئے اور اس کا تعارف کرانا شروع کر دیا۔ دس مرلے جگہ پر تعمیر آپ کی بھابھی کی زمین بیچ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کروائی ہے۔سنگِ مرمر فلاں صاحب نے سستے داموں سوات سے بھجوایا ہے۔نقشہ فلاں صاحب نے بنا کر دیا ہے۔فرنیچر کا ڈیزائن میں نے خود تیار کیا اور پھر یہیں بنوایا ہے، یہ کانفرنس ہال ہے۔ اور پھر متاعِ عزیز کتب کا ذکر، یہ سیکشن قرآن مجید اور تفاسیر کا ہے۔ یہ حدیث کا ہے، یہ حصہ اسلامی تاریخ کا ہے۔ یہ تاریخ وتحریکِ پاکستان کا سیکشن ہے۔یہ اقبالیات کا ذخیرہ ہے اور یہ ادب و لٹریچر کی کتب ہیں۔اُس کے بعد اوپر والی منزل پر مسلمانوں کی میراث، قلمی نسخہ ہائے قرآن مجید ہیں۔ پھر مخطوطات کے سیکشن میں لے گئے۔ایک ایک کتاب کا والہانہ تعارف کرایا اور اکثر کتابوں کی اہمیت سے روشناس کراتے ہوئے اس کے مندرجات سے آگاہ کرتے رہے۔

اس سے قبل میں حکیم شریف احسن (فیصل آباد) کو ایک بار عصیم لائبریری، رجانہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ لے کر گیا۔ مطالعہ وکتب کے بارے میں اُن کی معلومات سے متاثر تھا۔ شاکر صاحب کو مطالعہ کے حوالہ سے اور کتب بینی و کتب شناسی میں اُن سے سِوا پایا۔ سرکاری لائبریریوں سے ہٹ کر پرائیویٹ لائبریریوں میں، مَیں تین افراد سے متاثر تھا۔ عمر کے ابتدائی دور میں علامہ عتیق فکری کے گھر ملتان گیا۔ علامہ صاحب کے پاس بیس ہزار کتب تھیں اور جب کسی کتاب کا نام لے کر پوچھا تو اُن کا ہاتھ اُسی جگہ پہنچا جہاں کتاب موجود تھی۔ دوسرے عبدالرشید عصیم، رجانہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ ہیں، ان کی لائبریری میں اَسی ہزار کے لگ بھگ کتب ہیں۔ وہ اپنے مزاج کی چیزیں پڑھتے تھے۔ تیسرے میاں محمود احمد، میاں مسعود احمد اور میاں غلام احمد جھنڈیر صاحبان کی لائبریری مراد پور جھنڈیر ضلع وہاڑی میں ہے۔ اس لائبریری میں اب کتب کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے، جبکہ وہاں دو ہزار سے زیادہ قلمی قرآن مجید موجود ہیں۔ تینوں بھائی مطالعہ کے شائق ہیں اور بہت سی کتب خود پڑھ چکے ہیں۔ مگر شاکر صاحب جس والہانہ لگاؤ، محبت اور وارفتگی سے تعارفِ کتب کروا رہے تھے اور جس طرح اکثر کتب کے خلاصے اور علمی نکات بیان فرما رہے تھے، وہ حیران کن تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس دورِ زوال میں کیا شاکر صاحب اسی دنیا اور ہمارے اسی ملک کے باسی ہیں، یا ان میں قرونِ اولیٰ کی روح حلول کر گئی ہے؟ یہ بندہ حرص وطمع سے دُور، علمی خدمت [illegible] اس حد تک ڈوبا ہوا ہے۔ حیرت سے گنگ دیکھتا رہا۔ لائبریری اور اس کا تعارف [illegible] کر محسوس ہوا کہ [illegible] آنکھوں سے خواب دیکھ رہا ہوں اور خود پر شرم آئی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زندگی اور اس میں ملنے والی مہلت کا جو استعمال کیا، وہ مناسب نہیں۔ چند کتب کے بارے میں شاکر صاحب سے پوچھا، وہ سیدھے اُسی الماری میں گئے اور وہ کتب اُٹھا لائے۔ اسی اثناء میں جمال الدین افغانی تشریف لے آئے، اُن سے میرا تعارف کروایا تو احساس ہوا کہ لاڈلے بیٹے اور لاڈلی کتاب کے تعارف میں یکساں والہانہ پن موجود ہے۔ اس ملاقات کے آخر میں بڑے انکسار سے فرمایا: میرا تو یہی کچھ سرمایہ ہے۔ اب اپنی کہو۔ میں نے جو تبصرہ کیا، اُس میں آپ کو شریک کرتا ہوں۔ شاکر صاحب! اس دنیا میں ہمارے لوگ خواب دیکھتے ہیں مگر اُس کی تعبیر بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔ آپ نے اپنے خوابوں کو عملی شکل دے دی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اللہ بزرگ و برتر آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اسی شام شاکر صاحب نے مجھے روک لیا اور کہا صبح سویرے چلے جانا۔ ہم دونوں قرآن مجید والے سیکشن میں بیٹھے رہے۔ شاکر صاحب مختلف طرزِ تحریر و سائز کے قرآن مجید دکھاتے رہے۔ مسلمانوں نے صدیوں سے فنِ کتابت کو جو ترقی دی اور جس لگن، محنت، خلوص، پیار، محبت اور جذبہ ایمانی سے قرآن مجید کی کتابت کی اُس پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں ہمہ تن گوش اُس بحرِ علم سے سنتا رہا۔ ان کے ذکرِ قرآن مجید میں ایک جذبہ اور وارفتگی پائی جاتی تھی۔

عزیزم جمال الدین افغانی نے اُسی کمرے میں ایک تکیہ، گدہ اور چادر لادی۔ وہ رات میں نے تقریباً جاگتے ہوئے اس احساسِ تفاخر کے ساتھ گذار دی کہ میں قرآن مجید کے اتنے نسخوں کے ہمراہ رات گزار رہا ہوں، تسبیح و تہلیل اور ایک عجیب کیفیت میں رات گذری جس کا بیان انتہائی مشکل ہے۔ وقتِ روانگی شاکر صاحب نے مجھے کہا کہ بیت الحکمت کی تمام کتب سے آپ استفادہ فرما سکتے ہیں۔ دوسرا جب بھی لاہور آئیں، اس لائبریری میں قیام کریں۔ اگلے سالوں میں، مَیں جب بھی لاہور آیا تو اکثر قیام بیت الحکمت میں کیا۔ یہاں کشش کے دو توانا حوالے موجود تھے، ایک تو خود شاکر صاحب جیسی چلتی پھرتی یونیورسٹی اور دوسرا ذخیرہ کتب۔

جب احباب سے شاکر صاحب کا ذکر کیا تو جمیل نجم صاحب نے کہا کہ مَیں انہیں جانتا ہوں۔ جب ساتھ لے کر گیا تو بے تکلفی سے ملے اور بتایا کہ ہم کلاس فیلو رہے ہیں۔ وہ دونوں بچپن کی یادیں تازہ کرتے رہے، خاص طور پر یہ کہ ہم ریلوے سٹیشن کی روشنی میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔1999ء میں، مَیں ڈائریکٹر ایجوکیشن ملتان بنا تو بہت خوش ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ مجھے کن پہلوؤں پر تعلیمی کام کو آگے بڑھانا چاہیے تو طالب علم کی کردار سازی، استاد کی لگن، احترامِ استاد، قومی ورثہ اور نظریۂ اسلام و پاکستان سے آگاہی کے نکات پر گفتگو فرمائی۔ اس اثنا میں شاکر صاحب جب بھی ملتان گئے یا انہیں ملتان سے گزر کر ڈیرہ غازیخان جانا پڑا، خواہ مصروفیت ذاتی ہو یا سرکاری، میرے لئے وقت کا کوٹہ مقرر تھا اور مجھے ملے بغیر آگے نہ جاتے تھے، بے شک ہماری ملاقات کا دورانیہ پندرہ منٹ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ آتے ہی بتا دیتے کہ پندرہ منٹ ہیں، چائے وغیرہ کے ساتھ ان پندرہ منٹ میں سے بارہ منٹ ہم علمی گفتگو میں گزارتے۔ کئی بار مساجد میں خطاب کے لئے گئے تو مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ ایک بار مجلسِ ہمدرد میں بھی مجھے لے گئے۔

یونیورسٹی آف ایجوکیشن قائم ہوئی تو میرے ایک دوست وساتھی محمد کامران نے کہا کہ جو کچھ بولتے ہو، لکھ ڈالو۔ شاکر صاحب سے ذکر کیا تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کتاب کا نام میں خود رکھوں گا۔ میں رمضان میں نمازِ عشا پڑھ کر لکھنا شروع کرتا اور سحر تک لکھتا جاتا۔ اس طرح کتاب تیار ہوئی۔ کمپوز کروا کر شاکر صاحب کو بھجوا دی۔ اس پر خوبصورت انداز میں تبصرہ لکھا، کتاب کا نام روحِ پاکستانیات تجویز فرمایا، اور لکھنے پر مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہ بھی کہا کہ ایجوکیشن کے میدان میں ہمارے ملک میں بہت کم کام ہوا ہے۔ باقی تصانیف کی تیاری کے دوران بھی مَیں اکثر اوقات اُن سے مشورہ کرتا رہتا تھا۔

میں نے پی ایچ ڈی کا کام شروع کیا تو اُنہی دنوں شاکر صاحب بھی اپنے کام کا خاکہ تیار کر رہے تھے۔ مجھے کہنے لگے تم سے پہلے ڈگری لوں گا۔ مَیں اکثر اُن کی توجہ اس طرف مبذول کراتا کہ آپ خود بھی کچھ لکھیں۔ مگر لگتا ہے کہ وقت جیسی متاع اُن کے پاس کم تھی اور واقعی کم تھی۔ شاکر صاحب کے اسلام آباد جانے پر رابطہ میں کمی واقع ہوگئی، اور جب اخبار سے اُن کی رحلت کی خبر ملی تو بے حد صدمہ ہوا۔

شاکر صاحب کی خاص خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ قرآن مجید کے قدیم قلمی نسخوں کے اصل اور نقل کی پہچان رکھتے تھے۔ کاغذ کو ہاتھ لگا کر بتا دیتے تھے کہ یہ اتنا قدیم ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک بار بتانے لگے کہ برونائی سے ایک وفد بیت الحکمت میں آیا، اُس میں افریقہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے، وہ سونگھ کر قدامت بتاتے تھے اور حیرت انگیز طور پر نتائج یکساں تھے۔ اب اس فن کو جاننے والے کہاں؟ شاکر صاحب عربی کتابت کی تمام اصناف سے واقف تھے۔

اُن کا مشہور مقولہ تھا اور اس پر عمل بھی کرتے تھے کہ دولت جیب میں بھلی لگتی ہے، دل میں نہیں۔ اپنے بزرگوں کے حوالہ سے اکثر یہ سناتے تھے اور عملی طور پر سچ ہے کہ انہوں نے دولت کو دل میں نہیں بسایا۔

شاکر صاحب بحیثیت انسان

شاکر صاحب عشقِ حقیقی کا پیکرِ جمال تھے۔ اُن کا پہلا عشق خالقِ حقیقی سے تھا، دوسرا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تیسرا عشق اپنے اہل وعیال اور عیال اللہ سے، چوتھا عشق پاک سرزمین سے، پانچواں عشق شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبالؒ سے اور چھٹا عشق علم و تعلیم اور اپنے پیشے سے تھا۔

میری رائے میں شاکر صاحب توحید پرست اور متقی انسان تھے۔ ان کی شخصیت میں حقیقی شکر گزاری نظر آتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے ناطے سے علم حدیث اور سیرت کے موضوعات پر ان کی گرفت اور ان کی معلومات انتہائی قابلِ قدر تھیں۔ حُبِ رسول ﷺ اُن کی شخصیت کا خاص حصہ تھا۔ اپنے خاندان سے محبت اور اپنے بیٹوں کے نام، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ان کی تڑپ کا مظہر ہیں۔ میں نے جہاں تک دیکھا وہ ہماری بھابھی کا ذکر بہت احترام سے کرتے تھے۔ وہ بیٹوں کے نہ صرف راہنما تھے بلکہ بہترین دوست بھی۔ مخلوق خدا سے محبت اور احترام اُن کا وصفِ خاص تھا۔ انکساری اور غیبت سے بچتے تھے۔ ہمیشہ دوسروں کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے۔ پاکستان کے حوالے سے متفکر اور پُر اُمید رہتے تھے اور دعائیں کرتے تھے۔ پاکستان کا چہرہ خوبصورت بنانے میں شاکر بھائی نے کبھی کوتاہی نہیں کی۔ لائبریری میں بھی پاکستان کے بارے میں وسیع کتب اس کا ثبوت ہیں۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کو شاکر صاحب اپنا مرشد مانتے تھے اور ان کے افکار کی ترویج میں پوری تن دہی سے مصروف تھے۔ اسی لئے اقبالیات کا سیکشن ان کی لائبریری کا تیسرا بڑا سیکشن تھا۔ شاکر صاحب نے علم و تعلیم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اسی حوالے سے وہ عملی وتہذیبی انقلاب کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ اگر ویگن میں سفر کر رہے ہیں تو شریکِ سفر کو بھی اخلاقیات وتہذیب سکھانے کی بات کرتے تھے۔ میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ وہ اعلیٰ ظرف اور اعلیٰ پائے کے انسان و مسلمان تھے۔ تواضع، انکساری، سادگی، وارفتگی اور سادہ طرزِ زندگی ان کی شخصیت کے خاص پہلو تھے۔

شاکر صاحب کا فلسفۂ زندگی

شاکر صاحب جیسی متحرک شخصیات کم ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔ شاکر صاحب زندگی کے بامقصد ہونے اور اسے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسولؐ کے احکام کے تابع رہ کر گزارنے کے قائل تھے۔ انہوں نے مسلمان فلاسفرز کا گہرا مطالعہ کیا۔ وہ مسلم اُمہ کے حوالے سے اتحاد کے داعی تھے۔ احترام واکرامِ مسلم کو خوب نبھاتے۔ وہ عملی آدمی تھے، محض نظری نہیں۔ نخوت نام کو نہ تھی مگر علمی طنطنہ تھا، دلیل سے گفتگو فرماتے تھے۔ دین کو وسیع تناظر میں دیکھتے تھے اور نچلی سطح سے ایوان ہائے اقتدار تک اس کے نفاذ کے خواہش مند تھے۔ دینی حوالہ سے علاقائی، ملکی اور بین الاقوامی سطح تک ترویج واشاعت اور نیٹ ورکنگ کے قائل تھے۔ چاہتے تھے کہ مسلم اُمہ کو متحد ہو کر حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ عالمِ اسلام کے لئے عمدہ قیادت کے حوالہ سے فکرمند رہتے تھے۔ اپنی ذات کی نفی کر کے دوسروں کو آگے لانے کی کوشش کرتے تھے۔ مسلم ورثہ اور روایات کے تحفظ کے خواہاں تھے اور فرقہ پرستی سے نالاں تھے۔ وہ سنگینیٔ احوال میں بھی امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے اور مایوسی کو گناہ سمجھتے تھے۔ جہدِ مسلسل کے قائل تھے۔ ہر وقت خود بھی حرکت میں رہتے۔ سُستی، کاہلی اور نااہلی سے نفرت تھی۔

کتاب شناس و کتاب دوست

شاکر صاحب میں کتاب شناسی کی صفت درجۂ کمال کی تھی۔ کتاب اُن کا عشق تھا اور یہی اُن کا فن۔ بیت الحکمت میں اسلامی ورثہ کو محفوظ کرنے کے لئے تمام وسائل، صلاحیتیں اور وقت لگا دیا۔ جہاں بھی گئے، جس کام سے بھی گئے، تلاشِ کتب کے نصب العین کو ساتھ لے کر گئے۔ دل کی تکلیف کا آغاز ہوا تو ڈاکٹروں نے کتب اٹھانے سے منع کیا تھا، مگر جب ایران یا سعودی عرب گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو واپسی پر ہینڈ کیری میں کتب بھر لائے۔ اس سلسلہ میں دلچسپ واقعات سناتے ہیں۔ بتلانے لگے کہ میں سعودی عرب گیا اور واپسی پر کتابوں کا وزن بڑھ گیا۔ ایئر لائن والوں نے رقم کا مطالبہ کیا۔ پیسے تو تمام کتابوں کی خرید پر لگا دیئے تھے، ایسے میں رقم کہاں؟ لہٰذا میں نے ایئر لائن کے ملازم سے کہا: بیٹا! یہ کتابیں آپ لوگ رکھ لو، ایئر لائن والوں میں بانٹ دینا، وہ پڑھ لیں گے۔ اُس بندے نے مسکرا کر لانے کی اجازت دے دی۔

میں نے چند کتب اور ہندی ترجمے والا ایک قرآن مجید نذر کیا تو خوشی دیدنی تھی۔ کتاب سے بڑا کوئی تحفہ نہیں سمجھتے تھے۔ نہ صرف کتاب جمع کرتے بلکہ مسلسل مطالعہ کے قائل تھے۔ کتاب چھپا کر نہ رکھتے تھے، بلکہ اُس سے افادۂ عام کے خواہش مند رہتے۔ لائبریری میں ہر آنے جانے والے کی تواضع بھی کرتے اور علمی تشنگی بھی بجھاتے۔ ریسرچ سکالرز کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کی شہرت کی اصل وجہ کتاب اور بیت الحکمت ہے۔ کتب کو اپنی معنوی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے، خود کتب تحریر نہ کر سکے۔ میں نے کئی بار توجہ دلائی مگر مصروفیت آڑے آئی۔ مجھ جیسوں کی حوصلہ افزائی خوب فرماتے تھے۔ جمال الدین افغانی نے ایم بی اے کیا تو اُسے بھی کتابوں کی دنیا میں ہی لے آئے، تا کہ علم کی خدمت ہو سکے۔

شاکر صاحب بحیثیت استاد

شاکر صاحب کا حلقۂ اثر وسیع تھا۔ کلاس روم میں تو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر مثالی استاد کی تمام خوبیاں اُن میں موجود تھیں۔ اُنہیں دیکھ کر ہومر کی کتاب اوڈیسی کے بیٹے کے استاد مینٹور کا کردار واضح ہوتا تھا۔ شاکر صاحب اپنے تدریسی سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی ذات سے روشنی حاصل کرنے کے قائل تھے۔ شدت پسندانہ رویّے سے اجتناب کرتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کرتے۔ کردار سازی و تربیت پر بہت توجہ دیتے۔ رسمی اور غیر رسمی، دونوں انداز میں کام کرنا جانتے تھے۔ اپنے کالج میں، تین مواقع پر میں انہیں کلاس میں اور اساتذہ کے پاس لے گیا۔ گفتگو میں واضح طور پر مدلّل انداز میں کم سے کم وقت میں مدعا بیان کرنے کا فن جانتے تھے۔ ابلاغ کے فن سے بخوبی آشنا تھے۔ علم و فضل، اعتماد، حقیقت پسندی، تجزیہ و دلیل، ٹیم سپرٹ، قوت ارادی، اصول پسندی، یقین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محکم اور طالب علم سے محبت کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ اسلامی فلسفہ کے واضح اظہار اور اس کی برتری کے قائل تھے۔ وسیع المطالعہ تھے اور کلاس روم میں اس کا بھرپور اظہار کرتے تھے۔

حاصلاتِ زندگی

جب شاکر صاحب کی زندگی اور اُس کے حاصلات پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کام جو حکومتوں اور اداروں کے کرنے کا ہے، یہ اکیلا اور بے وسیلہ شخص کر گیا۔ بیت الحکمت اتنا بڑا کام ہے کہ مجھ جیسا انسان دو سو سال جیئے تو بھی نہیں کر سکتا۔ اولاد کی تربیت ہر مسلمان کا فرض ہے، الحمدللہ انہوں نے یہ کام احسن طریق سے نبھایا۔ قناعت کی زندگی گذاری، ہمیشہ شاکر بہ رضائے الٰہی رہے۔ ناجائز دولت اکٹھی نہ کی۔ نہایت سادہ و پُرمشقت زندگی گذاری۔

پاکستان میں لاکھوں لوگوں کے پاس ایم اے اردو یا عربی کی ڈگریاں ہیں، مگر ان ڈگریوں کو میری نظر میں صرف دو افراد نے نبھایا ہے ایک علامہ شبلی نعمانیؒ اور دوسرے شاکر صاحب نے۔

دیہات کے ایک مدرسہ وسکول سے اٹھنے والا بچہ پاکستان کی سب سے بڑی مسجد، فیصل مسجد کا امام اور انٹرنیشنل یونیورسٹی میں سیرت چیئر کا ڈائریکٹر بن جاتا ہے، یہ درجۂ کمال صرف شاکر صاحب کے حصہ میں آیا۔ شاکر صاحب نے جماعتی وعوامی سطح پر لاکھوں لوگوں کو اپنے علم و کردار سے متاثر کیا۔

شاکر صاحب نے تصنیف و تالیف میں وہ کام نہیں کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اُنہوں نے زندگی کے ہر لمحے کو بامقصد انداز میں استعمال کیا ہے۔ تاریخ میں سقراط نے کچھ نہیں لکھا، مگر افلاطون نے اس کے فیضِ تربیت کو عام کیا اور اپنے استاد کو مشہورِ عالم و زندہ جاوید بنا دیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے کوئی کتاب نہیں لکھی مگر اُن کے لائق شاگرد امام ابو یوسفؒ نے استاد کو جو شہرت دلوائی وہ لائق ستائش ہے۔ لہٰذا اب شاکر صاحب کے شاگردوں کو استاد کی اس کمی کو پورا کرنا ہے۔

میں دین کی فہم کم رکھتا ہوں مگر سنا ہے کہ شہادت کی کچھ اقسام ہیں جن میں میدانِ جنگ میں شہادت، پانی میں ڈوب کر شہادت، ناگہانی موت کی شہادت شامل ہیں۔ میرا خیال ہے کہ شاکر صاحب شہیدِ راہِ وفا ہیں۔ اور شہید نہ صرف خود بلکہ اس کا مشن بھی زندہ ہوتا ہے۔ اب محبانِ شاکر کا فرض ہے کہ اُن کے ارفع مشن کو آگے بڑھائیں اور ان کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کریں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

حکیم سید صابر علی ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر...... ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ ایک تاریخ، ایک تحریک اور ولولۂ تازہ کا پیکرِ خاکی ہے۔ وہ اردو ادب کے مایہ ناز استاد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اردو زبان کا مؤثر لب ولہجہ عطا کیا تھا جو بڑے سے بڑے اہلِ زبان کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اُن کا انداز گفتگو دل نشین، انتہائی شستہ اور دل آویز تھا۔

اگرچہ میں باقاعدہ اُن کا طالب علم نہیں تھا، لیکن ''بے قاعدہ'' طالب علموں میں شاید میں اُن کا پہلا شاگرد تھا۔ 1969ء میں جب میں طبیہ کالج لاہور میں سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا تو مجھے بی۔ اے کرنے کا شوق چرایا۔ اردو زبان سے فطری لگاؤ نے مجھے اردو بطور Elective Subject رکھنے پر آمادہ کیا۔ عبدالجبار شاکر ان دنوں ایم۔ اے اردو کے طالب علم تھے اور اورینٹل کالج کے وولنر Woolner ہاسٹل میں قیام پذیر تھے۔ میرے بڑے بھائی سید زین العابدین بھی ایم۔ اے عربی کے طالب علم تھے اور یوں عبدالجبار شاکر اور میرے بھائی ہوسٹل کے پڑوسی تھے۔ اکثر شام کے وقت ماڈرن ڈگری کالج سے ڈاکٹر سید اختر حسین اختر (مدیر ماہنامہ لہراں) سے انگریزی پڑھ کر ہوسٹل میں جانا ہوتا۔ اگرچہ اردو کے سلیبس میں اقبالیات کا حصہ محترم نصر اللہ خاں عزیز (مدیر ایشیا) سے سبقاً پڑھتا تھا، لیکن اُن سے اتوار کے علاوہ وقت ملنا ممکن نہ تھا۔ یہ بھی اُن کا بہت بڑا احسان تھا۔ آج کے دور میں ایسے اساتذہ کہاں؟ میں نے عبدالجبار شاکر سے مل کر گذارش کی کہ اگر چند

☆ ممتاز طبیب و معالج اور قلم کار۔ سیکرٹری رابطہ پاکستان طبی کانفرنس۔ پروفیسر (ر) شعبہ اردو، گورنمنٹ زمیندارہ کالج، گجرات

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دن آپ عطا کر دیں تو بہت مہربانی ہو گی۔ بغیر کسی حیل و حجت انہوں نے میری درخواست مان لی۔ اس طرح میں اُن کے طالب علمی کے دور میں پہلا ''بے قاعدہ'' طالب علم بن گیا۔ اُس وقت مجھے بھی یہ معلوم نہ تھا کہ میرا یہ اُستاد کل کو اردو ادب اور اقبالیات میں کیا مقام حاصل کرے گا۔ اُن کا شاگرد کہلانا بھی اعزاز سمجھا جائے گا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر نے شکوہ، جواب شکوہ، طلوع اسلام، خضر راہ، ذوق و شوق اور سلیبس میں شامل دیگر طویل نظمیں بڑی توجہ سے پڑھائیں بلکہ دل میں اتار دیں۔ اقبالؒ سے عقیدت تو پہلے ہی تھی مگر عبدالجبار شاکر نے اقبالؒ کا اور گرویدہ کر دیا۔

اُن کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ بی۔ اے کے سالانہ امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اردو کے پرچے میں میری دوسری پوزیشن تھی جس کی بنا پر مجھے ایم اے اردو میں داخلہ مل گیا۔ مگر میں نے طبیہ کالج کی تعلیم کو حکیم آفتاب احمد قرشی مرحوم کے مشورہ سے ترک نہ کیا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر انتہائی زندہ دل، ملنسار، خوش گفتار انسان ہونے کے علاوہ خوش خوراک بھی تھے۔ اُن کے دور میں وولنر ہوسٹل کا کھانا اُس وقت کے تمام ہوسٹلوں میں نمبر 1 سمجھا جاتا، وہ خود میس کو چلاتے۔ یہ پہلو اُن کے دوست جانتے ہیں کہ اُن دنوں Mess Champion کا سالانہ مقابلہ بھی ہوتا تھا، نہ جانے اب یہ روایت ہے یا نہیں، تاہم پروفیسر عبدالجبار شاکر نے یہ مقابلہ دو دفعہ جیتا۔

زمانہ طالب علمی کے بعد اُن سے مسلسل رابطہ رہا۔ اقبالیات کے موضوع جہاں اُن کا خطاب ہوتا، میں خود شوق سے جاتا، اُن سے ملاقات کرنا سعادت سمجھتا اور عقیدت بھرے جذبات کے ساتھ ان سے مل کر بہت خوشی ہوتی۔

2005ء میں علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں حکیم سید ظل الرحمان کی ذاتی لائبریری، غالب پر ایک مستند ادارہ ہے، اُن کے ہاں ایک ادبی پروگرام میں پروفیسر عبدالجبار شاکر کا ذکر ہوا۔ انہوں نے بتایا کہ تنہا عبدالجبار شاکر نے اقبالؒ کے سلسلہ میں جو کام کیا ہے اور جس عقیدت سے اقبالؒ کے بارے، کتب کو مطالعہ کے ساتھ جمع کیا، وہ ایک تاریخ ساز کارنامہ ہے۔ واپسی پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر سے رابطہ کیا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے اپنے ہاں آنے اور ذاتی لائبریری دیکھنے کی دعوت دی۔ میری بدقسمتی کہ اپنی مصروفیات اور پروفیسر مرحوم کی مصروفیات کی وجہ سے یہ پروگرام ٹیلی فون کی ملاقاتوں تک محدود رہا۔

قانونِ قدرت ہے کہ چمن میں مہک پیدا کرنے والے جاذبِ نظر پھول زیادہ عرصہ نہیں رہتے، وہ مسل دیئے جاتے ہیں۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر کو جو مقام علمی، ادبی، تعلیمی اور مذہبی حلقوں میں حاصل ہوا۔ اس کے پیچھے زبردست محنت اور آرام کو تج دینے کی عادت کارفرما تھی۔ لیکن اسی کے نتیجے میں اُن کی صحت کا بگاڑ انہیں موت کے قریب کرتا گیا۔ یہ دنیا دل والوں کی دنیا ہے، وہ صاحبِ دل تھے۔ لہٰذا بے قرار دل کے ساتھ زیادہ عرصہ گذارا نہ کر سکے اور آسمانِ علم و ادب کا یہ درخشندہ ستارہ بھی موت کی وادی میں گم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کی نیکیوں کو قبول فرمائیں۔ واقعی سچ کہا غالب نے۔ ع

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

آج کی صبح وہی صبحِ جان نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ اربابِ سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتش کدۂ فارس بجھ گیا۔ دریائے سادہ خشک ہو گیا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے۔ آتشِ فارس نہیں بلکہ جحیمِ شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ بت کدے خاک میں مل گئے۔ شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا۔ چمنستان سعادت میں بہار آ گئی، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتوِ قدس سے چمک اٹھا۔

حرفِ اوّل

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرمایۂ ملت

مضمون نگار: محمد خان محمدی لغاری۔ ترجمہ: عبدالرشید "صابر" کمبوہ ☆

اُٹھتے جاتے ہیں، دنیا کی بزم سے اہلِ نظر
گھٹتے جاتے ہیں، دلوں کو بڑھانے والے
وہ کیا گئے کہ رونقِ بزمِ چمن گئی
رنگِ بہار دید کے قابل نہیں رہا

13 اکتوبر 2009ء منگل کے دن صبح کے وقت علمی وادبی حلقوں میں بالعموم اور جماعت اہلِ حدیث میں بالخصوص یہ خبر بڑے دکھ وملال کے ساتھ سنی گئی کہ ملک کے معروف عالمِ دین، عظیم دانشور، مفسر، نثر نگار، سیرت النبیؐ کے سکالر، اقبال شناس، چوٹی کے مقرر، پبلک لائبریری پنجاب کے سابق ڈائریکٹر، فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب، دعوہ اکیڈمی، اسلامی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر جنرل اور سیرت چیئر کے چیئرمین جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں دل کے بائی پاس آپریشن کے دوران انتقال کر گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قحط الرجال کے اس مشکل دور میں بلاشبہ ان کی وفات، بیک وقت علمی، ادبی اور دینی حلقوں کے لئے عظیم سانحہ اور نہ پورا ہونے والا بہت بڑا نقصان ہے۔ ملک، قوم اور دینی جماعتوں کو ایسے بے لوث، نڈر اور محنتی افراد کی ہر وقت کمی محسوس ہوتی رہی ہے، جو عام افراد پر بوجھ بننے کی بجائے دوسروں کا بار، اپنے کندھوں پر اُٹھائیں، قومی اور ملی دکھوں اور تکلیفوں کو ذاتی اغراض ومقاصد پر ترجیح دیں، جو علم وتحقیق کی شمع روشن کر کے حق وصداقت کے متلاشیوں کی صحیح رہنمائی کریں، اپنی جھونپڑیوں کو جلا کے علم کی بستیاں آباد کریں، جو اپنی تمام جمع پونجی اور جائیداد کو فروخت کر کے علم کی شمع کو مزید

☆ مرکز التوحید للتعلیم والتربیۃ، ملکانی شریف، بدین، سندھ سے وابستہ معروف شخصیات۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روشن کردیں۔ اقوام و افراد سے لینے کے بجائے ان کو کچھ دینے کا ذوق رکھتے ہوں۔ موجودہ مادی دوڑ اور افراتفری کے حالات میں ایسے افراد کا وجود باعثِ سعادت ہوتا ہے جن کی مذہب سے بے حد پختہ وابستگی ہو اور قوم و ملت کا درد ان کے دل میں سمایا ہو۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ خود جن شخصی اور ذاتی عظمتوں پر فائز تھے، ان کی خواہش تو ہر ایک شخص کے دل میں ہوسکتی ہے لیکن ان کا حصول کسی کسی انسان کا مقدر بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محترم شاکر صاحب کو بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ علم و فضل ان کا زر خرید غلام تھا۔ آپ بے شمار علوم کا بحرِ بے کنار تھے۔ معلومات کا عظیم خزینہ تھے۔ سیرتِ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور علامہ اقبالؒ ان کی دلچسپی کے خاص موضوع تھے۔ ان دونوں موضوعات پر بالخصوص اور دنیائے علوم کے دوسرے بے شمار گوشوں پر بالعموم، پوری دنیا میں وہ اپنے آپ کو منوا چکے تھے۔ پروفیسر شاکر صاحب کو بلاشبہ بین الاقوامی شخصیت قرار دیا جا سکتا ہے۔ عالمِ اسلام ہی میں نہیں، یورپ میں بھی اپنی علمی و شخصی عظمتوں کی دھاک قائم کی اور ہر جگہ اسلام اور پاکستان کے مایہ ناز سفیر کا کردار ادا کیا۔ وہ بلاشبہ اس حدیث پاک کا صحیح مصداق تھے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہماری نشست و برخاست کن لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا:

”من ذکرکم باللہ رؤیتہ وزاد فی علمکم منطقہ وذکرکم بالآخرۃ عملہٗ“

(مسند ابی یعلیٰ:۲۳۸۲ و مسند عبد بن حمید:۶۳۳)

”یعنی وہ شخص جس کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے، جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کے عمل و کردار کو دیکھ کر تمہیں آخرت کی یاد آئے“۔

شاکر صاحب کو جب بھی دیکھا ہمیں اللہ کی یاد آ گئی اور ان کی مجلس و صحبت میں بیٹھنے سے علم میں اضافہ ہوتا تھا، یا کسی کتاب اور لائبریری کے متعلق نئی معلومات ملتی تھیں۔ آپ کی مجلس میں زیادہ تر علمی و تحقیقی موضوعات کے متعلق گفتگو ہوتی تھی یا کسی کتاب اور لائبریری پر بات چیت رہتی تھی۔

سنا ہے بولیں تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولادت اور خاندانی پس منظر

پروفیسر عبدالجبار شاکر حکیم مولانا عبدالعزیز کے ہاں یکم جنوری 1947ء بروز منگل کو پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ ان میں سے بڑے ہمارے ممدوح پروفیسر عبدالجبار اور ان سے چھوٹے عبدالقیوم جو کہ اس وقت پتوکی شہر میں اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں۔

مولانا عبدالعزیز نے اس وقت کے بڑے بڑے دینی مدارس مرکز الاسلام لکھوکے (قائم شدہ: 1928ء)، مدرسہ سعیدیہ عربیہ پھاٹک جش خان دہلی (قائم شدہ: 1931ء) اور مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی (قائم شدہ: 1329ھ) سے تعلیم حاصل کی تھی۔ انہوں نے اپنے وقت کے عظیم محدث، استادالاساتذہ مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ (متوفی 1962ء) جیسے ماہر اساتذہ سے سندِ حدیث حاصل کی۔ مولانا حکیم عبدالعزیز نے درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور طب وحکمت کے ذریعے بڑی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ اس وقت کی جاری تمام قومی وسیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ تحریکِ پاکستان میں باقاعدہ شریک رہے۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ (شہادت 6 مئی 1831ء) سے انہیں خاص محبت وعقیدت تھی، اس لئے ان کی قائم کردہ "جماعتِ مجاہدین" سے خاص تعلق قائم رکھا اور اس سے ہر قسم کا تعاون بھی کرتے رہتے تھے۔ مولانا حکیم عبدالعزیز کا راجپوت (بھٹی) قوم سے تعلق تھا۔ 52 سال کی عمر میں 1963ء میں وصال ہوا۔

تعلیم

پروفیسر عبدالجبار شاکر نے اپنی تعلیم کی شروعات عصری علوم کی تحصیل سے کی۔ دینی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا حکیم عبدالعزیز سے حاصل کی۔ سال 77-1976ء میں کچھ وقت کے لئے مدرسہ رحمانیہ اہلِ حدیث، شیخوپورہ میں بھی پڑھتے رہے۔

پروفیسر شاکر صاحب دینی علم کے لئے خاص تسلسل سے کسی بھی دینی مدرسہ میں نہیں پڑھے بلکہ مختلف اوقات میں مختلف عالموں اور اساتذہ سے استفادہ کیا، جن میں خاص کر آپ کے والد ماجد اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد (قائم شدہ 1955ء) کے شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علوی کا نام قابلِ ذکر ہے۔ (حافظ صاحب راقم کے بھی الحمدللہ استاد ہیں) لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ذوق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وشوق اور ذاتی مطالعہ سے دینی علوم میں مہارت حاصل کی۔ جس کی وجہ سے ان کی سوچ وفکر میں اسلامیت کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔ دینی ومذہبی حلقوں میں شاکر صاحب نے ایک عالمِ دین اور مذہبی اسکالر کے طور پر شہرت پائی۔

ملازمت کا دور

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ نے اپنی ملازمت کی ابتداء، تدریسی زندگی سے کی جس کا آغاز 1969ء میں گورنمنٹ کالج پتوکی میں بطور لیکچرار کیا۔ 1971ء سے 1975ء تک گورنمنٹ کالج لیاقت پور ضلع رحیم یار خان میں رہے۔ یکم جنوری 1976ء کو گورنمنٹ کالج شیخوپورہ میں ٹرانسفر ہوئے۔ بعدازاں اپنی علمی اور دانشورانہ صلاحیتوں اور زبان وادب پر مہارت کی بنیاد پر خوب ترقی کی۔ جب حکومت پنجاب کی طرف سے ڈائریکٹوریٹ آف پبلک لائبریریز قائم کیا گیا تو 1982ء میں اس کا پہلا ڈائریکٹر پروفیسر عبدالجبار کو مقرر کیا گیا۔ شاکر صاحب اس عہدے پر 22 سال (2004ء تک) متمکن رہے۔ بعدازاں وہ ڈائریکٹر دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے منصب پر فائز ہوئے۔ فیصل مسجد کی خطابت کا اعزاز ان کے حصے میں آیا پھر سیرت چیئر کے ڈائریکٹر بھی بنے۔ ان عہدوں اور اعزازات کو پانے کے لئے شاکر صاحب نے نہ کسی سفارش اور نہ رشوت کا سہارا لیا، بلکہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے عطا ہونے والی ذاتی صلاحیتوں، قابلیت اور ان کی خدمات کا حقیقی صلہ تھا۔ انہیں خلقِ خدا میں بھی بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جس کا عملی مشاہدہ شیخوپورہ میں ان کے جنازے میں شرکت کرنے والے افراد نے اپنی آنکھوں سے کیا۔

ہزاروں منزلیں ہوں گی، ہزاروں کارواں ہوں گے
بہاریں ہم کو ڈھونڈیں گی، نہ جانے ہم کہاں ہوں گے

علمی وادبی خدمات

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ اقبالیات کے ماہر تھے۔ اسی وجہ سے علامہ اقبالؒ کے متعلق ہر سال مختلف تقریبات اور پروگراموں میں شاکر صاحب کو خصوصی دعوت دی جاتی تھی، جن میں ان کے خاص خطاب اور لیکچرز ہوتے تھے، جیسا کہ سول سروس اکیڈمی، پی سی ایس آفیسرز ٹریننگ اکیڈمی، پنجاب انجینئرنگ اکیڈمی، مرکزی مجلسِ اقبال وغیرہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ نے بہت ساری کتابوں کے علمی و تحقیقی مقدمے، دیباچے اور تعارف لکھے ہیں۔ان کے پڑھنے سے ان کے ذوقِ مطالعہ، علمی تبحّر اور وسیع معلومات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ان مقدموں اور دیباچوں کو عموماً آپ ''حرفِ اوّل'' کے نام سے لکھتے تھے۔عام مقدمہ نویسوں سے ہٹ کر شاکر صاحب نے مقدمہ نویسی کی ایک نئی طرز سے اہلِ علم کو متعارف کرایا۔پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحبؒ آج کل سیرت النبیؐ جیسے بابرکت اور اہم موضوع پر ایک جامع ومبسوط اور حیرت انگیز کتاب کی تحقیق میں مصروف تھے جو سیرت پر لکھی گئی سابقہ کتب کے مقابلے میں ایک منفرد تحقیقی کام تھا۔ان کی رحلت سے یہ علمی و تحقیقی کام نامکمل رہ گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی اولاد اور رفقاء کو اسے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اسی طرح شاکر صاحب کی اقبالیات وسیرت کے عنوانات پر کی گئی تقاریر اور مقالات کو جمع کر کے شائع کیا جائے تو یقیناً ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو کر ایک بہترین کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

خطابت اور عام گفتگو کا انداز

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی برجستہ اور فی البدیہہ گفتگو سننے سے ہر شخص ان کا شیدائی اور پرستار بن جاتا تھا۔ان کے الفاظ میں ایک معجزاتی تاثیر تھی۔زبان سے ادا کیا گیا ان کا ہر ایک لفظ، ان کے باطن کا مظہر ہوتا تھا۔شاکر صاحب کے پاس الفاظ کا وسیع ذخیرہ تھا اور ان کو موقع ومحل کی مناسبت سے ادا کرنے کا مکمل ملکہ بھی۔ہر لفظ کے پیچھے ان کی شخصی عظمت، تجربہ، مطالعہ اور نظریہ کارفرما ہوتا۔پروفیسر صاحب کے بولنے، اُٹھنے بیٹھنے کا انداز اور ان کا وسیع مطالعہ ہر صاحبِ علم، طالب علم اور عام لوگوں کو متاثر کرتا۔شاکر صاحب کی علمی وادبی محفلیں اَن گنت لوگوں کو یاد ہوں گی۔راقم کو بھی پروفیسر عبدالجبار شاکر کی تقاریر اور لیکچرز سننے کے کئی ایک مواقع ملے ہیں۔موضوع سے متعلق ان کی غیر معمولی معلومات، خطیبانہ جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ گفتگو میں روانی اور تسلسل، دلائل کا انبار اور ایک عجیب کشش ورعب ہوتا تھا۔آپ جب بھی خطاب فرماتے یا تقریر کرتے تو علم ومعلومات کے دریا کی موجیں ٹھاٹھیں مارنے لگتی تھیں۔ہر ایک شخص توجہ ویکسوئی سے ان کا خطاب سننے میں محو ہوتا تھا۔دورانِ تقریر ایسے لگتا تھا کہ اردو اور فارسی کے الفاظ وتراکیب ہاتھ باندھے شاکر صاحب کو اپنے استعمال اور باری کے لئے التجا کر رہے ہوں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تیری آواز کہیں روشنی بن جاتی
تیرا لہجہ کہیں مہکار سے جا ملتا تھا

تقریباً دو سال پہلے یعنی 18 اپریل 2008ء کو جمعہ کا خطبہ پروفیسر شاکر صاحب نے ضلع تھرپارکر (سندھ) کے ضلعی ہیڈکوارٹر، مٹھی شہر کی جامع مسجد مدینہ اہلِ حدیث میں دیا تھا، جس میں ضلع تھر کے علاوہ باہر سے بھی کافی تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ میں اپنے مخصوص انداز اور سحر انگیز خطابت سے لوگوں کو گرویدہ بنالیا تھا، جس میں آپ علم و آگہی کے موتی بہاتے رہے۔

زندگی کا ایک یادگار سفر

نومبر 2006ء کے پہلے ہفتے میں پروفیسر عبدالجبار شاکر سندھ کے دورے پر تشریف لائے۔ وہ خصوصی طور پر ضلع تھرپارکر میں برادرم خالد سیف کی دعوت پر آئے۔ یہ دورہ دو دن کا تھا۔ راقم بھی اس قافلہ میں شامل تھا جس میں کافی اداروں، مدارس، مساجد اور لائبریریوں کا شاکر صاحب نے معائنہ کیا۔ ان لائبریریوں میں جناب اشرف علی سموں کی لائبریری قابلِ ذکر تھی، جس میں موجود کتابوں کو شاکر صاحب بڑی دلچسپی سے دیکھتے رہے، بالخصوص سیرت کے موضوع پر کتابوں کو بڑے شوق و محبت سے دیکھا، آپ نے فرمایا: ''میرا پسندیدہ موضوع سیرت ہے''۔ اشرف صاحب کی لائبریری کو آپ نے پسند کیا اور تعریف کی، نیز تھر کے لوگوں کی خدمات اور حوصلوں کی داد دی۔

اس سفر میں پروفیسر مولانا امیر الدین مہر، میرپور خاص (ریٹائرڈ اسسٹنٹ پروفیسر دعوہ اکیڈمی اسلام آباد، مشہور مصنف و مترجم) پروفیسر عبدالغفار جونیجو، اسلام کوٹ، اور جناب اشرف علی سموں بھی شامل تھے۔ رات کا قیام مولانا محمد احمد سموں اور مولانا صہیب حیات سموں کے گاؤں احمد آباد تھر میں تھا۔ رات کے کھانے پر شاکر صاحب سے تفصیلی ملاقات رہی۔ اس میں اردگرد کے اور مقامی لوگ بھی بڑی تعداد میں مدعو تھے۔ آپ نے کھانے کے دوران بتایا کہ ایک مرتبہ سعودی عرب میں کسی عرب شیخ کی طرف سے دعوت کی گئی تھی جس میں اس شیخ نے انواع و اقسام کے تقریباً چالیس کھانے تیار کروائے تھے۔ عرب شیخ نے بتایا کہ یہ سب وہی اقسام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی میں ایک یا زیادہ مرتبہ تناول فرمائی ہیں، شاکر صاحب نے فجر کی نماز کے بعد اسی گاؤں میں درس دیا جس میں علم کی فضیلت اور محدثین کی خدمات کو بیان کیا۔ دوسرے دن اسلام کوٹ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوؤں کے آشرم میں گئے، جہاں آشرم کے نگران پروفیسر خوشحال داس سے خصوصی ملاقات کی اور ہندو دھرم اور ان کی دھرمی کتابوں میں موجود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کی گئی بشارتوں اور پیشین گوئیوں کے موضوع پر گفتگو کی اور انہیں اسلام کی دعوت پیش کی۔ شاکر صاحب نے پروفیسر خوشحال داس سے مخاطب ہو کر فرمایا: میری لائبریری میں آپ کے مذہب کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ آپ کی دھرمی کتابوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور یہ سب کی سب میری پڑھی ہوئی ہیں۔ پروفیسر خوشحال داس، جنابِ شاکر صاحب کی وسعتِ مطالعہ اور گراں قدر معلومات پر حیران تھے۔ وہ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے۔ راقم کی زندگی کے اسفار میں سے یہ سفر یادگار اور نہ بھولنے والا ہے۔

شاکر صاحب کا وسیع کتب خانہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کو کتابوں سے بے حد دلچسپی تھی، انہیں کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا شوق، جنون کی حد تک تھا۔ اس کے لئے انہوں نے اپنی ماہانہ تنخواہ کا کافی حصہ بھی مختص کر رکھا تھا۔ اس طرح موروثی زمین فروخت کر کے بھی کتابیں خریدیں۔ یہ شوق آہستہ آہستہ بڑھتا گیا، یہاں تک کہ شاکر صاحب کا کتب خانہ (قائم شدہ 1885ء، بحوالہ حیات ''سرور کائنات'' ملاں واحد دہلوی۔ حرفِ اوّل ص 24) عالمی شہرت اختیار کر گیا۔ عبدالجبار شاکر صاحب کا اصل موضوع اور تعلق کتاب سے تھا۔ کتابوں کے بارے میں معلومات بہت وسیع تھیں۔ کتاب شناسی اور کتاب بینی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ کتاب دوستی میں اس جیسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ کتابیں حاصل کرنے کے لئے آپ نے بے شمار کتب خانوں، سرکاری و نجی لائبریریوں کی خاک چھانی تھی۔ نادر و نایاب کتابوں کی تلاش میں پرانی کتب کی دکانوں، فٹ پاتھوں اور اتوار بازار جیسے مقامات کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اس طرح شاکر صاحب نے بہترین و نایاب کتابیں تلاش کر کے ''بیت الحکمۃ'' کے نام سے ایک اعلیٰ و مثالی لائبریری قائم کی۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کا یہ کتب خانہ، اصل میں ان کے والد ماجد مولانا حکیم عبدالعزیز رحمہ اللہ نے 1885ء میں قائم کیا تھا۔ قیامِ پاکستان سے پہلے ان کے والد صاحب حج کے لئے سعودی عرب گئے تو واپسی پر عربی و فارسی میں مختلف علوم و فنون کی بے شمار کتابیں اپنے ساتھ لائے۔ آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتے گئے یہاں تک کہ ایک اچھی لائبریری قائم کر لی۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لائبریری کی تاریخ و تعارف کے لئے ''تاریخ شیخوپورہ'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''والدین کی جانب سے ملنے والی عظیم الشان ذاتی لائبریری کے علاوہ آپ نے ذاتی ذوق وشوق سے ہزاروں کتابیں لاہور کے فٹ پاتھوں سے خریدیں۔ آپ کی وسعتِ مطالعہ کی شہرت زمانۂ طالب علمی میں زبان زدِ عام تھی جو وقت گذرنے کے ساتھ جنون کی شکل اختیار کر گئی۔ آپ کی آبائی زمین تین دیہاتوں میں تھی جس میں سے دو دیہاتوں سے ملنے والا زرعی ورثہ کتابوں کے شوق میں نیلام ہو چکا تھا۔ صرف ایک گاؤں میں چند ایکڑ اراضی باقی ہے''۔ (ص: 319)

اسی طرح سندھ یونیورسٹی جام شورو، حیدر آباد کے اردو شعبہ کی طرف سے شائع ہونے والے علمی مجلّہ ''تحقیق'' کے شمارہ: 16 میں اس طرح تعارف کرایا گیا ہے:

''یہ کتب خانہ پہلے شیخوپورہ میں تھا۔ آج کل لاہور میں ملتان روڈ پر حبیب پارک بالمقابل منصورہ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اب یہ کتب خانہ ایک ٹرسٹ میں تبدیل ہو گیا ہے جس سے عام شائقینِ کتب بھی استفادہ کرتے ہیں۔ شاکر صاحب کے اس کتب خانہ کی خصوصیت مخطوطات کا ایک وافر ذخیرہ ہے جو غالباً پاکستان کا سب سے بڑا نجی ذخیرہ ہے''۔ (ص: 27)

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی یہ لائبریری پانچ منزلہ عمارت میں ہے جس میں پانچ ہزار کے قریب قلمی نسخوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں قرآن مجید کے ایک ہزار قلمی نسخے ہیں جو کئی صدیاں قبل مختلف اوقات میں مختلف ملکوں کے مشہور و معروف کاتبوں اور خطاطوں نے مختلف طرزِ تحریر اور نمونوں سے لکھے ہیں۔ اس وقت 83 زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اس لائبریری کی زینت ہیں۔ سیرت النبیؐ جیسے بابرکت موضوع پر کم وبیش 20 زبانوں میں پانچ ہزار سے زائد، اور چالیس زبانوں میں چار ہزار پانچ سو کتابیں اور مقالات، صرف اقبالیات کے موضوع پر اس لائبریری میں موجود ہیں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کی شخصیت

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو
ان کے لہجہ میں ادب کے تیور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر عبدالجبار شاکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وسیع دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ وہ حساس دل اور سلجھے ہوئے دماغ کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حافظے کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ شعروشاعری و اعلیٰ سخن نوازی کا ذوق رکھتے تھے۔ ٹھوس و قیمتی مطالعہ ان کا علمی سرمایہ تھا۔ عربی، فارسی اور اردو وغیرہ زبانوں کے ماہر، اور ان زبانوں اور ان کے قواعد و قانون پر گہری نظر تھی۔

شاکر صاحب کے نیاز مندوں، تعلق والوں اور مداحین کی تعداد لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ضرور ہو گی۔ دینی غیرت و حمیّت کے معاملے میں پروفیسر صاحب ایک زندہ مثال تھے۔ حق بات کرنے اور اس کے کہنے میں کسی بھی قسم کی رعایت اور معمولی مداہنت کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ ہمیشہ سچی اور کھری بات، جو حق ہوتی تھی وہ پوری قوت اور زور سے پیش کر دیتے تھے۔ اور جس بات کو غلط سمجھتے تھے اس کو حکمت کے ساتھ رد کر دیتے تھے۔ اس معاملے میں کسی رشتے دار اور پیارے سے پیارے دوست کی بھی رعایت و پرواہ نہ کرتے تھے۔ تکبر و غرور جیسی باتوں سے ان کو ہمیشہ نفرت ہوتی تھی۔ اپنی تعریف و مدح سرائی کو سننا پسند نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمانی فراست جیسی دولت سے نوازا تھا۔ جس سے بھی ملتے تھے اسے پہلی ہی ملاقات میں پرکھ لیتے تھے۔ آپ نہایت عبادت گذار اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ زاہد خشک نہ تھے۔ بات کرنے کا ڈھنگ بھی خوب جانتے تھے۔ بات کرتے ہوئے اکثر ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ظاہر ہوتی تھی۔ خوب صورت چہرے اور خوب صورت سیرت والی زندگی کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عمل اور حسن و جمال جیسی بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ کسی بھی موضوع پر گفتگو کرتے تو ان کا انداز و لہجہ، اخلاص و علمیت سے معمور اور اپنائیت سے بھرپور ہوتا تھا۔ اس میں الفاظ کا انتخاب خوب اور برمحل ہوتا تھا۔ مرحوم پروفیسر عبدالجبار شاکر حقیقت میں علم کا سمندر، چلتی پھرتی لائبریری اور معلّم تھے۔

آخر میں راقم اتنا ضرور عرض کرے گا کہ ہم خود تو انسان نہ بن سکے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہم نے اپنی ناکارہ زندگی میں کمال کے انسان ضرور دیکھے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔

☆☆☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امیر قافلہ حجاج کرام

پروفیسر محی الدین ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر سے ملاقات نہ تھی، البتہ ان کا نام سنا ہوا تھا۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود ہر سال ایک ہزار علماء، دانشوروں، اہلِ قلم، تجزیہ نگاروں، اطباء اور ماہرین کو پوری دنیا سے اپنا مہمان بنا کر حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کا موقعہ دیا کرتے ہیں۔ ایک ملک سے تقریباً پچاس افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ دسمبر 2006ء کے آخری عشرے میں سعودی حلقے سے مجھے ایک فون موصول ہوا کہ میں اپنا پاسپورٹ فلاں جگہ بھجوا دوں۔ میں نے پاسپورٹ بھجوا دیا مگر یہ نہ پوچھا کہ یہ کس مقصد کے لئے منگوایا گیا ہے۔ چند دنوں بعد ایک نہایت ہی متقی و پرہیزگار عالمِ دین، جو سعودی سفارت خانے کے ایک بے لوث شعبے سے وابستہ ہیں، نے فون کیا کہ آپ کا حج کا ویزہ لگ گیا ہے اور فلاں وقت پر آپ نے اسلام آباد ایئرپورٹ آنا ہے، لہٰذا تیار ہو جائیں۔ ان کی ہدایت پر عمل کیا اور ایئرپورٹ چلا گیا۔ وہاں پر سب مہمان جمع تھے۔ دھند اتنی زیادہ تھی کہ طیاروں کی آمد و رفت متاثر ہو رہی تھی۔ گلف ایئرلائن کے طیارہ نے ہمیں لینا تھا مگر وہ شدید دھند کی وجہ سے ایئرپورٹ پر اترنے میں ناکام رہا اور لاہور چلا گیا جہاں سے اس کی واپسی ناممکن بن گئی۔ اس امید و بیم کے مرحلے میں ہماری ملاقات علماء کرام، دانشوروں، ماہرین، تجزیہ نگاروں کے اس قافلے میں پروفیسر عبدالجبار شاکر سے ہوئی۔ شیریں گفتار، لہجہ اپنائیت والا، عالمانہ تحکم کی بجائے پیار و محبت اور انکساری سے بات کرنے کی عادت، عالم و فاضل ہونے کے باوجود کسرِ نفسی کا سراپا۔ ان سے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ، محشّی سننِ نسائی کی شخصیت اور لاہور کے حوالے سے کافی باتیں ہوئیں۔ گویا ان میں اور مجھ میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ ایک رابطہ بن گئے تھے، لیکن اس سے اگلا مرحلہ ان کی سحر آفرین میٹھی شخصیت کا تھا۔

پی آئی اے کی انتظامیہ سے بات چیت کے بعد عشاء کے بعد ہماری روانگی کا اعلان

☆ معروف صحافی۔ سابق سیکرٹری اطلاعات پاکستان مسلم لیگ (جونیجو گروپ)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ اس دوران ایئر پورٹ پر علماء و فضلاء، اطباء، ماہرین، تجزیہ نگاروں کے قافلے میں رائے پیش ہوئی کہ اس قافلے کا ایک امیر منتخب کر لیا جائے تاکہ ان کی اطاعت میں سب مہمانانِ گرامی ایک گلدستے کی طرح مجتمع رہیں۔ سب نے اجتماعی طور پر پروفیسر عبد الجبار شاکر کو امیر قافلہ حجاج بنا لیا۔

29 دسمبر 2006ء کو ہم جدہ میں اترے۔ نصف شب کے بعد مکہ مکرمہ میں رہائش گاہ پر پہنچے۔ اب ہم سب پروفیسر عبد الجبار شاکر کی امارت میں تھے۔ وہ ایک ایک فرد کا انتظار کرتے، بس میں سوار ہو جانے تک وہ اسے رکوائے رکھتے۔ ہم نماز جمعہ کی ادائیگی سے پہلے بیت اللہ میں پہنچ گئے۔ طوافِ بیت اللہ بھی ہم نے اکٹھے کیا، اگرچہ مجھے حج اور عمرے کی سعادت پہلے بھی حاصل تھی لیکن اس دن کا طوافِ بیت اللہ تو زندگی کا ماحصل اور دنیا میں سب سے بڑی متاع بن کر آیا تھا۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے مابین آنسوؤں کی ندیاں بہتی رہیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہیں کہیں طواف کر رہے ہیں اور بلند آواز میں دعائیں کر رہے ہیں۔ یہ تصور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکنِ یمانی پر اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ العَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. (اے اللہ میں آپ سے معافی، عافیت اور بخشش جو اس دنیا میں ہو اور آخرت میں بھی ہو، کا سوال کرتا ہوں)، اور حجر اسود پر رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (اے اللہ ہمیں دنیاوی اور اخروی تمام اچھائیوں سے نواز دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بھی محفوظ کر دے) کی دعائیں آپؐ کی زبانِ مبارک سے ادا ہو رہی ہیں، اور ہم بھی آپؐ کی پیروی میں یہی کچھ کر رہے ہیں، تو کیف و سرور کے عجب لمحات اپنے اوپر وارد ہوتے دکھلائی دیئے، جنہیں بجا طور پر حاصلِ طواف کہا جا سکتا ہے۔

پروفیسر عبد الجبار شاکر نے سب احباب کو پابند کیا تھا کہ وہ نیچے بس والے مقام پر وقتِ مقرر پر جمع ہو جایا کریں۔ سچی بات یہ ہے کہ علماء و فضلاء کے حوالے سے یہ تلخ تجربہ بار بار سامنے آیا کہ وہ نظم کا پابند ہونے کی بجائے اکثر من مانیاں کرتے رہتے تھے مگر پروفیسر شاکر نہایت پیار، محبت اور مٹھاس سے ان تلخ معاملات میں احباب کو نظم کی اہمیت کے فوائد سے بار بار آگاہ کرتے رہتے تھے۔ یقیناً انہوں نے اپنی صابرانہ طبیعت سے بار بار ثابت کیا کہ وہی امیرِ قافلہ بننے کے اہل تھے۔ منیٰ ہو یا میدانِ عرفات، مزدلفہ ہو یا مقام جمرات، شاکر صاحب علماء و فضلاء کی رکھوالی اس طرح کرتے تھے جیسا کہ ریوڑ کی بھیڑوں کی رکھوالی کی جاتی ہے کہ مبادا کوئی اِدھر، اُدھر گم ہو جائے اور یوں پورے قافلے کو مشکل میں ڈال دے۔ مدینہ منورہ میں بھی ان کی یہی بات سامنے آئی۔ زیارتوں کے دوران بھی وہ احباب کو پابند

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بناتے کہ وقتِ مقرر پر بس میں بیٹھ جائیں۔ اُحد کا میدان، مسجد قبلتین، مسجد قبا، قرآن کمپلیکس، جو مضافات مدینہ منورہ میں ہے، ان سب مقامات پر ان کے منکسر المزاج امیرِ قافلہ ہونے کے فوائد اور برکات سامنے آتی رہیں۔

پروفیسر شاکر ساری عمر دعوت وارشاد سے ہی وابستہ رہے یا کتابوں سے دوستی رکھی۔ بیت اللہ کے باہر وہ ایک دن بہت ہی خوش تھے کہ ان کے بیٹے، جو حج پر ہی آئے ہوئے تھے، مگر الگ انتظام کے ساتھ، نے ان کی پسندیدہ اور مطلوبہ کتابیں خرید کر انہیں بھجوادی تھیں۔ کتنا شوق تھا انہیں کتابیں جمع کرنے کا۔ سنا ہے کہ ان کی لائبریری کافی بڑی تھی اور ان کا مشغلہ کتابیں خریدنا اور ذاتی لائبریری بنانا ہی تھا۔

پروفیسر شاکر اسلام آباد میں تھے اور دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل۔ فیصل مسجد میں رمضان المبارک میں اعتکاف کے انتظامات انہی کی نگرانی میں ہوتے تھے۔ میرا بیٹا عاطف محی الدین اعتکاف کے لئے تیار ہو گیا اور ساتھ ہی فیصل مسجد میں اعتکاف کی ضد کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام بھی کر دیا اور جب ہلالِ عید کے ساتھ گھر آیا تو وہ تبدیل شدہ نوجوان تھا۔ اسے کھلنڈرے سے سنجیدہ نوجوان بنانے والے صرف پروفیسر عبدالجبار شاکر کے وہ دعوتی لیکچرز تھے جو معتکفین کے لئے اکثر وہ دیتے تھے۔ میں آج بھی اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہتا ہوں کہ پروفیسر شاکرؒ کے حسنِ وعظ و نصیحت نے میرے بیٹے کو بدل ڈالا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جنتی پروفیسر کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ جنتی تو وہ زندگی میں ہی نظر آتے تھے۔ اگر ہم علماء و مشائخ پروفیسر شاکرؒ کے تبحرِ علمی کو محسوس کر سکیں اور اس پر مستزاد ان کی شیریں گفتاری، عاجزی وانکساری سے تبلیغ کرنے کے فن سے آشنائی حاصل کر سکیں تو محبت فاتح عالم کی مشہور کہاوت سچی ہو جاتی ہے۔ پروفیسر شاکرؒ وہ عالمِ دین تھے جو ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے محبت فاتح عالم کے نسخہ کیمیاء کو دعوت وارشاد کی بنیاد سمجھتے تھے۔ جب میں نے اپنے بڑے بیٹے حامد کی شادی کی تو دعوت ولیمہ کے لئے میرے بیٹے عاطف نے پروفیسر شاکر کو دعوت دینے کی اجازت مانگی۔ میں مسرت سے جھوم اٹھا کہ میرا نوجوان لختِ جگر ایک نابغہ، مفکر، مجتہد، خطیب اور دعوت وارشاد کے چلتے پھرتے حسین پیکر سے ذہنی تعلق پیدا کر چکا ہے۔ وہ تشریف لائے اور آخری وقت تک ولیمے میں شریک رہے۔ جانا تو سب نے ہی ہے مگر شاکر صاحب جیسے علماء کا چلے جانا تو بہت بڑا نقصان ہوا کرتا ہے۔ "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وسیع المطالعہ شخصیت

محمد رمضان یوسف سلفی ☆

ستمبر 1999ء کے دوسرے ہفتے ایک روز صبح ہی صبح میرے بزرگ دوست پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد دین قاسمی تشریف لائے۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے، میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور گیا تھا، وہاں پنجاب پبلک لائبریریز کے ڈائریکٹر سے ملاقات ہوئی۔ وہ 17 ستمبر کو فیصل آباد، خطبۂ جمعہ ارشاد فرمانے آرہے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ اس روز انہیں فیصل آباد میں کسی بڑی لائبریری کی سیر کرائی جائے۔ راقم نے قاسمی صاحب سے کہا کہ وہ بلا دھڑک اپنے اس دوست کو دعوت دے دیں، ہمارے دوست علی ارشد چوہدری کی بہت بڑی لائبریری ہے، جو ہزاروں نادرو نایاب کتب پر مشتمل ہے۔ ان کو وہ دکھائیں گے۔ چنانچہ وقتِ مقرر پر وہ محرمِ جاں، چوک گھنٹہ گھر فیصل آباد پہنچ گئے۔ علی ارشد چوہدری مرحوم، ڈاکٹر حافظ محمد دین قاسمی اور راقم (محمد رمضان یوسف سلفی) ان کی آمد کے منتظر تھے۔ میانہ قد، کشادہ پیشانی، خوبصورت داڑھی، روشن آنکھیں، چمکتے دانت، نورانی چہرہ، پُروقار چال، شلوار قمیص زیب تن، بائیں ہاتھ میں چھوٹا سا بیگ۔ وہ مسکراتے ہوئے ہماری طرف بڑھے، پہلے معانقہ اور پھر سب سے مصافحہ کیا۔ ڈاکٹر قاسمی نے پہلے علی ارشد چوہدری اور پھر میرا ان سے تعارف کرایا، وہ محبت بھرے لہجے میں کہنے لگے: رمضان یوسف سلفی تو ہمارے رسائل کا معروف نام ہے۔ ان کے مضامین تو میں جماعتی رسائل میں اکثر پڑھتا ہوں۔

یہ تھے علم و فضل کے بحرِ بے کراں، پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ جن کی کتاب دوستی، علم و حلم، تحریر و تقریر اور ادب و انشاء کے چرچے، میں نے عرصہ پہلے اپنے بعض کرم فرماؤں سے سُن رکھے

☆ دینی و قومی جرائد و مجلات کے معروف قلم کار

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ تعارف کے بعد ہمارے دوست علی ارشد چوہدری، شاکر صاحب کو اور ہمیں اپنے گھر لے گئے اور انہوں نے شاکر صاحب کو اپنی لائبریری جو ''بیت الکتب'' کے نام سے موسوم تھی، دکھائی۔ علی ارشد صاحب نے 17 فروری 2009ء کو وفات پائی، ان کی وفات کے بعد اب یہ لائبریری فروخت ہو کر میلسی، ضلع وہاڑی میں واقع مسعود جھنڈیر کی لائبریری کا حصہ بن چکی ہے۔ شاکر صاحب لائبریری دیکھ کر وفورِ مسرت سے جھوم اُٹھے۔ اس دن ہم چار پانچ گھنٹے پروفیسر عبدالجبار شاکر کے ہمراہ رہے اور نمازِ جمعہ بھی ہم نے ان کی اقتداء میں ادا کی۔ انہوں نے اپنی گفتگو سے خوب محظوظ کیا اور کتابوں اور کتاب دوستی کے حوالے سے بہت سی باتیں اپنے اسلوبِ خاص میں سنائیں۔ کتاب اور کتابوں والے ہی ان کے دوست تھے اور یہی ان کا خاندان۔ گاہے گاہے وہ فیصل آباد تشریف لاتے تو کبھی جامعہ سلفیہ اور کبھی علی ارشد چوہدری کے ہاں ان سے ملاقات ہو جاتی۔ ان سے میرے مراسم گذشتہ دس سال سے قائم تھے۔ جہاں ملے، جب بھی ملے، نہایت خندہ پیشانی اور محبت سے ملے اور کتابوں کے بارے میں ہی اکثر گفتگو ہوتی۔ ایک بار فیصل آباد تشریف لائے تو ہمارے دوستوں نے ان کی لائبریری ''بیت الحکمت'' دیکھنے کی خواہش کی۔ شاکر صاحب، جناب علی ارشد کو مخاطب کر کے فرمانے لگے: ارشد صاحب! جب جی چاہے، تشریف لائیں، ہم تکلف سے کام نہیں لیتے، مسور کی دال کے ساتھ دہی بڑھا دیں گے۔ ان کے اس جملے نے خوب محظوظ کیا۔ 19 دسمبر 1999ء کو ہم تین دوست علی ارشد صاحب کی گاڑی میں لاہور گئے۔ لاہور سے ہم نے مولانا محمد ادریس ہاشمی، مدیر ماہنامہ صدائے ہوش، لاہور کو بھی ہمراہ لے لیا اور عشاء کے بعد حبیب پارک منصورہ میں واقع شاکر صاحب کی لائبریری میں پہنچ گئے۔ تھوڑے انتظار کے بعد پروفیسر عبدالجبار شاکر اور ان کے صاحبزادہ گرامی قدر برادرم جمال الدین افغانی بھی تشریف لے آئے۔ پانچ منزلہ یہ لائبریری دیکھ کر جو خوشی ہوئی، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید، حدیث، تفسیر، شروحات، قلمی مخطوطے، کتبِ سیرت، اقبالیات، علمی و ادبی رسائل، غرض دنیا جہاں کی مختلف زبانوں میں کتب نہایت قرینے اور سلیقے سے رکھی گئی تھیں، شاکر صاحب ایک ایک کتاب اور قلمی مخطوطہ بڑی محبت اور شیفتگی سے ہمیں دکھا رہے تھے اور ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہی ساتھ اس کے بارے میں معلومات بھی دے رہے تھے کہ یہ کتاب پہلی بار کب شائع ہوئی اور یہ علمی مخطوطہ کس سنِ ہجری کا ہے۔ نادر و نایاب قسم کی کتابیں جمع کرنا ان کا شوق تھا اور پھر ان کی حفاظت کرنا بھی۔ فرمانے لگے: ''میں تو خود یہ تصور نہیں کرسکتا کہ کوئی پمفلٹ بھی لے کر لائبریری سے باہر جاؤں۔''

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقبالیات پر بہت بڑا ذخیرہ اور ہزاروں قلمی مخطوطے شاکر صاحب کی لائبریری کی زینت تھے۔ ذاتی لائبریریوں میں شائد اتنا بڑا ذخیرہ کسی اور کے پاس نہ ہو۔ 19 اور 20 دسمبر 1999ء کی درمیانی رات ہم نے ان کے بیت الحکمت میں بسر کی۔ وہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، صبح سحری میں انہوں نے پُرتکلف انتظام کیا، دیسی گھی کے پراٹھے، دہی، لسی، مرغی کا گوشت۔ نمازِ فجر ان کی اقتداء میں ادا کی۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا اور پھر واپسی کے لئے رختِ سفر باندھا۔ انہوں نے اپنی مرتب کردہ کتاب کا ایک ایک نسخہ اپنے دستخطوں سے دیا۔ راقم کی لائبریری میں موجود ان کی اس کتاب کے شروع میں سادہ صفحے پر ان کی طرف سے یہ الفاظ مرقوم ہیں...... تہدیہ برادرم محمد رمضان یوسف سلفی کے ذوقِ علمی کی نذر،
پروفیسر عبدالجبار شاکر 20-12-99

پروفیسر عبدالجبار شاکر بلند پایہ ماہرِ تعلیم، خوش بیاں خطیب و مقرر، صاحبِ طرز ادیب، نامور محقق اور اونچے اخلاق و کردار والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت سی علمی خوبیوں سے بہرہ مند فرمایا تھا۔ وہ اپنی خداداد ذہانت اور علمی تفوّق سے علم و عرفان کی منزلیں طے کرتے ہوئے قصرِ سلطانی تک پہنچے اور اپنے علم سے چاردانگ عالم کو مستفید کیا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر کی شخصیت کئی حوالوں سے منفرد تھی۔ شاکر صاحب کی علمی و ادبی صلاحیتیں زمانۂ طالب علمی میں ہی ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ آپ نے کالج و یونیورسٹی کے دور میں تحریر و تقریر میں اپنا لوہا منوا لیا تھا۔ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران آپ نے سینکڑوں مباحثوں، مذاکروں اور مشاعروں میں شرکت کی اور انعامات حاصل کئے۔ اورینٹل کالج لاہور میں آپ انجمن اردو کے صدر بھی رہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

محدثینِ عظام اور علماء کرام سے آپ کو بے پناہ محبت تھی۔ کچھ عرصہ پہلے آپ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بھی ہو کر آئے تھے، ہندوستان گئے تو وہاں شیخ الکل میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی دہلی میں واقع مسجد اور مدرسہ بھی گئے اور اس تاریخی مسجد میں تقریر بھی کی، جہاں میاں صاحب درس دیتے رہے۔ بلاشبہ وہ جماعت اہلِ حدیث کے عظیم فرزند تھے۔ ایک عرصے سے دل کے مریض تھے، لیکن ان کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ 13 اکتوبر 2009ء کی صبح وہ دل کے بائی پاس آپریشن کے دوران داغِ مفارقت دے گئے۔

نمازِ مغرب کے بعد ڈاکٹر انور محمود خالد، محمد فرقان، مولانا زبیر ناصر اور راقم، شیخوپورہ روانہ ہوئے۔ جب ہم کمپنی باغ پہنچے تو جنازہ بالکل تیار تھا اور لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے اُمڈ آیا تھا۔ رات ساڑھے نو بجے حافظ مسعود عالم صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں لوگ شاکر صاحب کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد ہم نے شاکر صاحب کا چہرہ دیکھا تو اس پر نورانیت کا غلبہ تھا، ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے گہری نیند سو رہے ہوں۔ رات گیارہ بجے ان کی تدفین شیخوپورہ کے مقامی قبرستان میں کی گئی۔

شاکر صاحب کی وفات سے پاکستان میں علم و ادب کا ایک عظیم ستارہ غروب ہو گیا ہے۔ ماشاءاللہ شاکر صاحب کی تمام اولاد پڑھی لکھی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان کے صاحبزادے اپنے والد محترم کے علمی ذخیرے کی عمدگی سے حفاظت فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنے پیارے بندے پروفیسر عبدالجبار شاکر کو جنت الفردوس میں ارفع مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

اسلام بنیادی طور پر رواداری اور برداشت کے کلچر کو قائم کرتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک رواداری کا اسلامی مفہوم یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے عقائد کو ہم نہ صرف برداشت کریں بلکہ ان کی کتابوں، تعلیمات اور اکابر پر ایسی تنقید یا نکتہ چینی نہ کریں جس سے ان مذاہب کے لوگوں کو کسی رنج یا تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کی وسیع القلبی اور رواداری کے ماحول کو اسلام کے قرنِ اول میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نفسِ مطمئنہ

☆ شفیق الرحمٰن فرخ

ایک ہمہ جہت شخصیت، ایک انتہائی شفیق باپ، ایک نامور سکالر، ادیب، عالم، مترجم، مؤلف، اقبالیات پر دُور رس نگاہ رکھنے والا، نظریۂ پاکستان پر یقین رکھنے ولا، قوم وملت کی اصلاح میں مسلسل کوشاں، فیصل مسجد اسلام آباد کے خطیب، دعوہ اکیڈمی کے ڈائریکٹر اور اللہ کے فضل سے بے شمار خوبیوں سے متصف، یہ ہیں پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ، جو ہمیں داغِ مفارقت دے گئے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

ہر چیز نے اپنے (وقت مقرر پر) اس عالمِ فانی سے سدھار جانا ہے اور باقی رہ جانے والی ہستی صرف اور صرف تمہارے رب ذوالجلال والاکرام ہی کی ہے۔

(الرحمٰن: ۲۶، ۲۷)

سو پروفیسر صاحب بھی اپنے حصے کا کام مکمل کر کے ہم سب کو افسردہ چھوڑ گئے اور عالمِ بقاء کو سدھار گئے۔ اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ان کی دنیا سے بھی کئی گنا زیادہ، ان کی آخرت کو بہتر فرمائے اور انہیں اپنے جوار میں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین

عہدِ حاضر میں ہمارے لئے پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی کتاب وسنت کے مطابق گزرنے والی زندگی، ایک قابلِ قدر نمونہ ہے۔

آج جب میں ان کی شخصیت پر قلم تھام کے بیٹھا ہوں، تو ان کا باوقار سراپا، ان کے چہرے پر انتہائی خوبصورت سفید داڑھی اور متوازن قد میری نظروں کے سامنے جلوہ گر ہے۔ وہ مفکر، متفکر، نرم دمِ گفتگو اور گرم دمِ جستجو تھے۔ ان کی آواز میں متوازن رعب اور شخصیت میں متانت

☆ مدیر اعلیٰ ''نداء الجامعہ'' لاہور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ وہ سنجیدہ اوقات میں سنجیدہ ہوتے اور حلقۂ یاراں میں بریشم، وہ قابلِ رشک علمی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ وہ تحریر کا ایک ایک حرف اپنی جگہ پر ایسے سجا دیتے جیسے ایک بہترین صناع نے تراش خراش کے تمام تقاضے پورے کر کے، عمارت میں اسے اس کی مناسب ترین جگہ پر سجا دیا ہو۔

میں نے اپنی تعلیم کراچی سے مکمل کر کے لاہور میں عملی زندگی میں قدم رکھا تو میرے والد گرامیٔ قدر، معروف کتاب ''پاکیزہ شہد پاکیزہ زندگی'' کے مصنف ملک بشیر احمد نے بتایا کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر ان کے بہت اچھے دوستوں میں سے ہیں، چنانچہ ڈیفنس لاہور کے ایک معروف ہوٹل میں عربی زبان وادب پر منعقدہ ایک ورک شاپ میں ان سے ملا، اپنا تعارف کرایا تو مجھے ایسے ملے گویا ان کا بچھڑا کوئی عزیز مل گیا ہو، مجھے اپنی گاڑی میں ساتھ بٹھا کر منزل پر پہنچا دیا۔

کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے عالمی ادارے دارالسلام میں ریسرچ فیلو کے طور پر مجھے کچھ خدمات پیش کرنے کا موقع ملا، تو اچھے علمی دوستوں اور اہلِ علم کے جھرمٹ میں عموماً پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ سے ملاقات رہتی۔ مجھے یہاں دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

ایک روز دارالسلام کے مینجنگ ڈائریکٹر حافظ عبدالعظیم کے ساتھ ایک نشست میں، خواتین کی راہنمائی کے لیے کتاب وسنت کے احکامات پر مبنی ایک وال چارٹ تیار کرنے کا پروگرام بنا تو پروفیسر صاحب فوراً لائبریری (ریسرچ ہال) میں تشریف لائے، یہاں ہم دارالسلام کے ریسرچ فیلوز اکٹھے موجود تھے جن میں قاری ذکاء اللہ (حال خطیب جامع مسجد برمنگھم، برطانیہ) مولانا عبدالجبار، مولانا آصف محمود، مولانا عبدالخالق اور بعض دیگر ساتھی، ریسرچ ورک سے فارغ ہو کر باہمی گفتگو میں مصروف تھے کہ پروفیسر صاحب نے خواتین پوسٹر کا تذکرہ شروع کر دیا، خود ایک ٹیبل پر قلم تھام کر لکھنا شروع کر دیا اور حوالہ جات کی تلاش کے لیے ہمیں رہنمائی دیتے رہے۔ ہم لوگ ان کے مطلوبہ حوالہ جات پیش کرتے گئے۔ غالباً ایک گھنٹے سے بھی کم مدت میں ایک بہترین باحوالہ متوازن پوسٹر کا مواد تیار ہو گیا جو بعد ازاں شائع ہونے کے بعد اب تک دارالسلام بک شاپس پر فروخت ہو رہا ہے۔

ایک روز لاہور میں منصورہ کے بالمقابل واقع آبادی حبیب پارک میں پانچ منزلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمارت میں دنیا کی بہترین سیرت طیبہ لائبریری بیت الحکمت میں مجھے آنے کی دعوت دی۔ میں حاضر ہوا، ضیافت پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ کئی روز سے ایک کام کے لئے میری نظریں کوئی مناسب آدمی تلاش کر رہی تھیں تو مجھے آپ یاد آئے۔ ساتھ ہی میرے سامنے ایک ٹیبل پر کام رکھ دیا۔ یہ مولانا عبدالسلام مبارک پوریؒ کی معروف اردو تصنیف ''سیرۃ البخاری'' تھی۔ اس کا عربی ایڈیشن بھی موجود تھا۔ آپ فرمانے لگے کہ یہ نسخہ میں سعودیہ سے لایا ہوں، آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ عربی کتاب میں موجود تعلیقات اور تخریج کا اردو میں بہترین ترجمہ کریں گے۔ بحمداللہ میری لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی۔ میں نے اس کتاب پر کام شروع کر دیا، مگر نصف کتاب پر کام کے بعد میری کچھ ذاتی مصروفیات بڑھ گئیں تو میں نے یہ کام پروفیسر صاحب کی اجازت سے شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ مولانا عبدالرحمٰن ضیاء سے مکمل کروا کر پروفیسر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا، الحمدللہ مجھے انتہائی بہترین خدمت سے بھی نوازا اور خوب دعائیں بھی دیں۔

کچھ مدت بعد مجھے ایک فون آیا، ''بیٹے! میں اسلام آباد سے عبدالجبار شاکر بات کر رہا ہوں۔ (راقم یہ باتیں لکھتے ہوئے پُرنم آنکھوں کے ساتھ بہت دل گرفتہ ہے) آج حق دار کا حق ادا کرنے کا دن آ گیا ہے، آپ صرف مجھے اپنا اور اپنے ترجمہ نگار ساتھی کا نام بتا دیں، میں سیرۃ البخاری کا مقدمہ لکھ رہا ہوں اور آپ کے نام اس میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔'' کچھ مدت بعد، میں اردو بازار میں واقع ان کے کتب خانے ''کتاب سرائے'' پر ان کے صاحب زادے محترم جمال الدین افغانی سے ملنے گیا تو انہوں نے کتاب ''سیرۃ البخاری'' کے دو نسخے مجھے عنایت کیے اور بتایا کہ والد صاحب کا فون آیا تھا کہ کتاب کے دو نسخے آپ کو پیش کر دوں۔ الحمدللہ زیورِ طبع سے آراستہ یہ کتاب دیکھ کر خوشی ہوئی۔

ان کے صاحب زادے سے ان کی صحت کے حوالے سے بات ہوئی تو افغانی صاحب نے بتایا کہ چند روز تک ان کے دل کا ایک ہلکا سا آپریشن ہے۔ ڈاکٹر صاحب بیرون ملک گئے ہوئے ہیں، جیسے ہی وہ پاکستان آتے ہیں، والد صاحب آپریشن کرا لیں گے۔ چنانچہ 13 اکتوبر 2009ء کو آپریشن کی تاریخ مل گئی۔ انہیں اسلام آباد کے ''الشفاء'' ہسپتال میں 12 اکتوبر کو داخل

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کرایا گیا۔ 13 اکتوبر کی صبح ساڑھے آٹھ بجے ان کا آپریشن شروع ہوا۔ آپریشن کے آغاز میں ہی دل پھٹ گیا اور وہ اس آخری سفر پر روانہ ہو گئے جس کی باقاعدہ تیاری کسی خوش نصیب کا ہی نصیبہ بنتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: " اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ ." زندگی کے آخری اعمال کا خوب لحاظ رکھا جاتا ہے"۔ پروفیسر صاحبؒ کی وفات کے بعد افغانی بھائی سے ملاقات میں میرا یہ گمان الحمد للہ یقین میں بدل گیا، انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی والدہ محترمہ حفظہا اللہ ہسپتال میں ان کے والد صاحب کے ساتھ تھیں، 17 اکتوبر کو ہسپتال میں داخلہ ہوا، معمول کا دن گزرا، کمرۂ خاص تھا۔ رات گئے تک پروفیسر صاحب ایک کتاب کا مقدمہ تحریر فرماتے رہے، پھر آرام کیا، نماز فجر ادا کی اور خوب دعائیں کیں، پھر آپریشن تھیٹر روانہ ہوئے اور یوں یہ نفسِ مطمئنہ اپنے آخری سفر پر اپنے رب کے حضور راضی خوشی حاضر ہو گیا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْلَهٗ قَبْرَهٗ .

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

جس کی آخری بات لاالہ الا اللہ ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ رہے نام اللہ کا۔

> ہمیں سب سے پہلے اپنے نظریاتی تشخص کا دفاع کرنا چاہیے۔ قومیں معاشی بحران سے ختم نہیں ہوتیں مگر نظریاتی اور ثقافتی شناخت کھو کر تاریخ میں مرقعِ عبرت بن جاتی ہیں۔ غربت بلاشبہ ہمارا بنیادی مسئلہ ہے مگر اس کا علاج معاشی ناہمواریوں کو ختم کر کے سادگی کے کلچر کو اپنانے میں مضمر ہے۔ قومی سطح پر ہم ایک سادہ طرزِ زندگی کے خوگر نہیں رہے۔ اس سلسلے میں حکامِ بالا اور خوش حال طبقے کو مثال قائم کرنا ہوگی۔ ہمارے بہت سے وسائل غیر تعمیری کاموں پر صرف ہو رہے ہیں۔ قرضوں کی معیشت کو ختم کر کے خود انحصاریت کے کلچر کو رواج دینا ہوگا۔
>
> پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمی وجاہت کا پیکر

محمد کلیم اکبر صدیقی

یہ جولائی اگست 1966ء کی بات ہے کہ ننگل انبیا ہائی اسکول (گورنمنٹ کالج ساہیوال کی عمارت سے متصل) میں اسلامی جمعیت طلبہ حلقہ وسطی، جو حال کے بہاولپور، ڈیرہ غازی خان، ملتان اور ساہیوال ڈویژن پر مشتمل تھا، کی سہ روزہ تربیت گاہ منعقد ہوئی، جس میں ایک سو سے زیادہ کارکنان شریک تھے۔ اُس وقت جمعیت کے ناظمِ اعلیٰ سید منور حسن، جب کہ وسطی حلقہ کے ناظم، جماعت اسلامی پاکستان کے موجودہ انچارج شعبہ تعلقاتِ عامہ جناب صفدر چودھری تھے۔ اس تربیت گاہ کے ناظم سید محمد عارف مرحوم تھے جو کہ جوانی ہی میں بوجہ کینسر انتقال کر گئے تھے۔ سید عارف مرحوم نے انتظامات کے سلسلے میں اپنی معاونت کے لئے مختلف شعبوں کے ناظمین مقرر کر رکھے تھے۔ انہی ناظمین میں ناظمِ طعام تھے، جمعیت کے رکن، بی اے کے طالب علم عبدالجبار شاکر۔ فربہ جسم، رنگت گندمی، چھوٹی کالی داڑھی، دراز قد، آواز گونج دار، انتہائی ملنسار اور خوش مزاج، مٹاپے کے باوجود کام اور بھاگ دوڑ میں انتہائی چست اور فعال۔

چالیس سال سے زیادہ گزر جانے کے باوجود مذکورہ تربیت گاہ کی خوش گوار یادیں اب تک ذہن میں محفوظ ہیں۔ اسکول کی عمارت میں اس قدر سبزہ تھا کہ لگتا تھا کسی اجتماع میں نہیں بلکہ سیر گاہ میں آئے ہوئے ہیں۔ شدید گرمی کے باوجود رات بڑی پُر سکون ہوتی تھی۔ تربیت گاہ میں دیگر مربیوں کے علاوہ جماعت اسلامی کے معروف فکری رہنما جناب مولانا ابوالسلام، فضل الرحمٰن، نعیم صدیقی مرحوم بھی تشریف لائے تھے، بلکہ ساہیوال ریلوے اسٹیشن سے تربیت گاہ تک نعیم صدیقی مرحوم کو لانے کا اعزاز بھی مجھے حاصل ہوا۔

ہوا یوں کہ نعیم صاحب بذریعہ ٹرین لاہور سے ساہیوال آ رہے تھے۔ جس کارکن کی ڈیوٹی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لگی کہ وہ اسٹیشن جا کر مہمان کو لائے، وہ نعیم صاحب کو نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے از خود پیشکش کی کہ یہ خدمت میرے ذمے لگا دی جائے۔ پیشکش قبول ہوئی اور مجھے اس اعزاز کے حصول کا موقع مل گیا۔

1970ء تک کا دور آج کی نسبت بہت سادگی، کفایت شعاری اور درویشی کا تھا۔ ایک طرف جہاں نعیم صدیقی مرحوم، سید منور حسن، دانش یار اور دیگر مربیوں نے اپنے اپنے خطابات کے ذریعے کارکنان کی ذہنی تربیت اور تزکیہ کا اہتمام کیا، وہیں دوسری طرف ناظمِ طعام عبدالجبار شاکر نے پیٹ اور معدہ کے تزکیہ کا بھرپور بندوبست کیا، وہ اس طرح کہ اگر دوپہر کے کھانے میں آلو گوشت پکا۔ گوشت ختم ہو گیا لیکن آلو اور شوربہ بچ گیا تو اللہ کی نعمتوں کو ضائع کرنے کے بجائے شام کو اس میں کدو ڈال کر مکس سبزی کی ڈش تیار کرا لی۔ نعمت بھی ضائع نہ ہوئی اور ذائقہ بھی تبدیل ہو گیا۔ تینوں دن شاکر نے اپنے حسنِ انتظام سے قلیل وسائل میں خوراک کی ورائٹی فراہم کی۔

مذکورہ تربیت گاہ کے بعد بڑے طویل عرصے تک شاکر صاحب سے کوئی ملاقات نہ ہو سکی۔ پندرہ بیس سال قبل ٹی وی کے کئی مذہبی پروگراموں میں شاکر صاحب کو گفتگو کرتے دیکھا اور سنا، فوراً یاد آ گیا کہ یہ تو وہی ناظمِ طعام عبدالجبار شاکر ہیں۔ ٹی وی پروگراموں کے ذریعے ہی پتا چلا کہ آپ ماشاءاللہ پروفیسر ہیں اور آج کل ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب ہیں۔

تین چار سال پہلے ''منصورہ'' لاہور جانا ہوا، منصورہ جا کر جملہ احباب سے نہ ملا جائے، یہ ممکن نہیں۔ میں پروفیسر نصیر الدین ہمایوں سے ملنے نظامتِ تعلیم کے دفتر گیا تو دیکھا کہ ایک متناسب جسامت اور داڑھی والے ایک صاحب تشریف فرما ہیں۔ پہچاننے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا، کہ یہ ''بزرگ'' وہی عبدالجبار شاکر ہیں جن کو 1966ء میں چھوٹی کالی داڑھی کے ساتھ دیکھا تھا۔ میں نے ہمایوں صاحب سے معانقہ کرنے کے بعد بڑے تفتیشی انداز میں کہا کہ ''آپ وہی عبدالجبار شاکر ہیں جنہوں نے 1966ء میں جمعیت کی حلقہ جاتی تربیت گاہ میں شرکاء کو آلو میں کدو اور کدو میں آلو ڈال کر کھلائے تھے! شاکر صاحب ایک لمحہ تک میرے طرزِ گفتگو پر متعجب رہے، لیکن جب میں نے اپنا تعارف کرایا، اور مکسنگ کا ذکر کیا تو بڑی گونج دار آواز میں قہقہہ لگایا اور گرم جوشی سے معانقہ کیا۔ پندرہ بیس منٹ تک کی ملاقات رہی۔ 1966ء کے بعد مذکورہ ملاقات پہلی اور آخری تھی۔

میں تو مرحوم کی علمی وجاہت اور اعلیٰ مقام کی بناء پر ان کو کبھی نہ بھلا سکا البتہ وہ مجھے ذاتی طور پر یوں نہ یاد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھ سکے کہ مسلسل رابطہ نہ بن سکا۔ اس کمی کی تلافی ہونے والی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عالم و فاضل بندے کو اپنے پاس بلالیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

رواں ماہ کے آغاز میں میرے بڑے بھائی ڈاکٹر محمد نسیم صدیقی، سابق چیئرمین زوالوجی ڈیپارٹمنٹ پشاور یونیورسٹی، جو کہ تنظیمِ اساتذہ پاکستان میں معروف مقام رکھتے ہیں اور ریٹائرمنٹ کے بعد آج کل کراچی میں مقیم ہیں، کا فون آیا۔ خیر خیریت کے بعد انہوں نے ذکر کیا کہ انہوں نے اردو حروفِ تہجی کے مطابق الاسماء الحسنیٰ پر مشتمل بچوں کے لئے قاعدہ مرتب کرلیا ہے اور وہ اب اس کی اشاعت کا بندوبست کر رہے ہیں۔

اسی ضمن میں انہوں نے بتایا کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر، کراچی آئے تھے اور مجھے بھی ملنے آئے تو میں نے قاعدہ کی بابت ان سے بھی مشورہ کیا۔ میں نے بھائی صاحب سے پوچھا کہ ''عبدالجبار شاکر صاحب ڈائریکٹر لائبریریز والے؟'' بھائی صاحب نے کہا ''ہاں وہی''۔ میں خوش ہوا کہ اب بھائی صاحب کے حوالے سے شاکر صاحب سے بھرپور تعارف ہوجائے گا۔ کیا پتہ تھا کہ چند دن بعد ان کے انتقال کی خبر پڑھنے کو ملے گی۔

مرحوم کے علم و فضل اور صلاحیتوں کے لئے صرف دو حوالے ہی کافی ہیں: ایک لائبریری کا منتظمِ اعلیٰ ہونا، دوسرے فیصل مسجد کی خطابت...... کہ ہر دو مقام وہی شخص پاسکتا ہے جس میں علم و فضل اور خداداد صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ ہزاروں افراد میں اپنا بلند مقام منوا سکے۔ شاکر صاحب مرحوم نے ہر میدانِ عمل میں اپنا مقام منوایا اور ہر حلقے میں اپنا نام پیدا کیا، طالب علمی کے دور سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک مجاہدانہ زندگی بسر کی اور اپنی ساری صلاحیتوں کو اللہ کے دین کے ابلاغ اور اشاعت میں خرچ کیا۔ اسی وجہ سے ملک کے نامور سیاسی اور دینی رہنماؤں نے آپ کی خدمات کو شاندار خراجِ تحسین پیش کیا اور آپ کی علمی وجاہت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی موت کو عالمِ اسلام کے لئے ایک عظیم حادثہ قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، درجاتِ عالیہ سے نوازے اور آپ کی دینی و علمی خدمات کو قبول فرمائے، آپ کے جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے اور آپ کے صاحبزادگان کو بھی اُن ہی کی طرح دینی خدمت کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محبت اور وضع داری کا پیکرِ جمیل

☆ تحریر: محمد عثمان

فیصل مسجد کے امام، دعوۃ اکیڈمی اور شریعہ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے ڈائریکٹر پروفیسر عبدالجبار شاکر جو طویل عرصہ سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے اور بائی پاس آپریشن کے دوران خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ملّتِ اسلامیہ کے غم میں ہمہ وقت مضطرب رہنے والے کے دل کی دھڑکن رک گئی۔ محبت اور وضع داری کا پیکرِ جمیل دنیا سے رخصت ہوگیا۔ یہ خبر یقیناً ہم پاکستانیوں اور تمام عالمِ اسلام کے لئے انتہائی افسوسناک ہے۔ آپ ایک جید عالمِ دین، اقبال شناس اور منفرد اسلوبِ نگارش کے مالک تھے۔ تحریر و تقریر میں انہیں کمال کا ملکہ حاصل تھا۔ وہ بولتے تو الفاظ کے موتی ادب کی چاشنی سے لبریز دکھائی دیتے۔ ان کی برجستہ اور فی البدیہہ گفتگو ہر ایک کو ان کا گرویدہ بنا دیتی تھی۔ ان کے لفظوں میں ایک معجزاتی تاثیر پائی جاتی تھی۔ آپ کی وفات حسرتِ آیات کے سبب، ملّتِ اسلامیہ کا جو نقصان ہوا وہ تادیر پورا نہیں ہو سکے گا۔ آپ 1947ء میں پیدا ہوئے۔ 1968ء میں ایم اے اردو، 1995ء میں ایم فل اقبالیات کی ڈگریاں حاصل کیں جبکہ پی ایچ ڈی کا مقالہ آخری مراحل میں تھا۔ پروفیسر صدر شعبہ کی حیثیت سے اُن کا آخری تقرر گورنمنٹ سائنس کالج، لاہور میں تھا۔ انہوں نے شیخوپورہ میں اپنے گھر ”فقیر خانہ“ کو علم اور کتاب کے علاوہ کسی اور دولت سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ چھوٹے شہر کی تنگ دامانی اس بحرِ علم کو اپنے اندر سمو نہ سکی تو انہوں نے لاہور میں ”بیت الحکمت“ کی بنیاد رکھ دی۔ آج حبیب پارک (ملتان روڈ) پر واقع اُن کا قائم کردہ پانچ منزلہ ”بیت الحکمت“ کتاب سے محبت رکھنے والوں کے لئے ایک ”ونڈر لینڈ“ سے کم نہیں۔ کتابوں کا یہ خزانہ جو انہوں نے محض اپنی کاوش سے، نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں جمع کیا،

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

60 ہزار کتب، 35 ہزار مجلّات و جرائد، ساڑھے 5 ہزار مخطوطات اور 2 ہزار سکوں اور مہروں پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں 35 زبانوں میں اقبالیات کے موضوع پر 4 ہزار کتب اور جرائد، پاکستانیات کے موضوع پر 12 ہزار کتب اور جرائد، حدیث اور علوم القرآن پر 2 ہزار کتب شامل ہیں۔ 20 زبانوں میں سیرت النبی ﷺ پر اُن کی 5 ہزار کتب و جرائد کو حکومت پاکستان نے 1986ء میں کتبِ سیرت کا بہترین مجموعہ قرار دے کر ایوارڈ سے نوازا۔ ''بیت الحکمت'' میں متعدد محققین سیرت نبوی ﷺ پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی تدوین میں مصروف ہیں۔

پروفیسر عبدالجبار کے اس نادر اختصاص کا پاکستان اور پاکستان سے باہر اعتراف کیا گیا۔ قائداعظم لائبریری (لاہور)، چلڈرن لائبریری کمپلیکس (لاہور)، سنٹرل قرآنک میوزیم (لاہور) اور پنجاب لائبریری فاؤنڈیشن کے قیام اور تعمیر میں اُن کی ماہرانہ خدمات سے استفادہ کیا گیا۔ انہیں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، افغانستان، ایران، برطانیہ، بھارت، مصر، ازبکستان اور قازقستان کی حکومتوں کی طرف سے دوروں کی دعوت ملی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر، اقبال اکیڈمی کے تاحیات رکن تھے۔ اُن کی زیر ادارت شائع ہونے والے متعدد جرائد کے اقبال نمبروں کو دستاویزی حیثیت حاصل ہوئی۔

پروفیسر صاحب دو مرتبہ سرگودہا یونیورسٹی تشریف لائے۔ آپ نے سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس 2008ء میں وقیع خطاب ارشاد فرمایا اور 2009ء میں سیرت النبی ﷺ پر خصوصی لیکچر دیا۔ آپ کو جب بھی دعوت دی گئی، اپنی تمام تر مصروفیات اور خرابیٔ صحت کے باوجود جامعہ سرگودہا آئے۔ انہوں نے ہر موقع پر ادارے سے اپنے خصوصی تعلق اور محبت کا بھی اظہار کیا۔ بطور مسلمان اور سچے پاکستانی، ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم پروفیسر صاحب کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ ان کی کہی ہوئی باتوں پر عمل پیرا ہوں۔ آج ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جنوبی ایشیا اور عالمِ اسلام کے حوالے سے جب بھی کتاب دوستی اور کتاب شناسی کی تاریخ لکھی جائے گی، ایک پاکستانی کا نام اُس میں جلی حروف میں جگہ پائے گا، یہ نام پروفیسر عبدالجبار شاکر کا ہوگا۔

☆☆☆☆☆

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مقبول دانش ور

عطا محمد جنجوعہ ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر بلند پایہ دانش ور تھے، جن کو اللہ نے تدریس اور تحریر وتقریر کے فن سے نوازا تھا۔ اسلامی، تاریخی خصوصاً سیرتِ طیبہ پر ہزاروں کی تعداد میں نایاب کتب اُن کی ذاتی لائبریری کی زینت بنی ہوئی تھیں، جو اُن کے علم سے لگاؤ اور وسیع مطالعہ کے ذوق کی عکاسی کرتی ہیں۔ وہ بیک وقت دینی و دنیوی علوم سے بہرہ ور تھے۔ وہ اسلامی وقومی مسائل اور چیلنجز پر بحث و مباحثہ کے دوران اپنا موقف سنجیدہ اور مدلل انداز میں پیش کرتے تھے۔ سیرتِ طیبہ پر سمینار ہوں یا بزمِ اقبال و یومِ آزادی کی قومی تقریبات ہوں، پروفیسر صاحب کو ان موضوعات پر ماہرانہ صلاحیت کی وجہ سے ضرور مدعو کیا جاتا تھا۔ اُن کا خطاب تمام مقررین میں امتیازی حیثیت کا حامل ہوتا۔

شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کی یاد میں ''الاعتصام'' نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس کی تقریب رونمائی میں پروفیسر صاحب کی تقریر پہلی دفعہ سننے کا اتفاق ہوا۔ دوسری دفعہ فہم القرآن سینار میں ان کے علمی خطاب سے استفادے کا موقع ملا۔ اُن کے خطاب میں روحانیت، لطافت، فکر وبصیرت اور علمی وتحقیقی اندازِ بیان، خاندانِ غزنویہ کا آئینہ دار تھا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر، اس روشن خیالی کے دور میں قدامت پسند اور جدت پسند طبقوں کو اعتدال کی روش اختیار کرنے پر زور دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بنیاد پرستوں اور لبرل طبقوں میں بھی مقبول دانش ور کے طور پر معروف رہے۔ تاہم کسی موقع پر سلفی اقدار پر مداہنت کا ثبوت نہ دیا۔ وہ زندگی کے آخری سانس تک امن واتحاد اور قومی مسائل کے حل کے لئے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کا درس دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ خصوصاً اُن کے بیٹوں کو اسلام اور پاکستان کے استحکام اور ترقی میں اپنے باپ کی طرح علمی وعملی خدمت کرنے کی صلاحیت سے نوازے۔ آمین۔

☆ دینی وملی اور قومی رسائل وجرائد کے معروف قلم کار۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صائب الرائے شخصیت

سید مزمل حسین ☆

پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم ایک عظیم شخصیت تھے۔ وہ ایک منظّم اور بہترین منتظم تھے۔ دانش ور تھے اور سب سے بڑھ کر وہ ایک بہترین انسان تھے۔ میں نے اُن کے ساتھ کئی سال گزارے۔ کسی ایک لمحے میں بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ کبھی اپنی شخصیت کے غرور میں مبتلا ہوئے ہوں۔ جتنے بڑے وہ تھے، اتنے ہی وہ منکسر المزاج بھی تھے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم میں ایک اور خوبی یہ تھی کہ وہ ہمیشہ مطالعے میں منہمک رہتے تھے اور کبھی اس ضمن میں کوتاہی نہیں برتی۔ مطالعۂ سیرت اُن کا خاص موضوع تھا۔ اسی طرح اقبالؒ کے وہ ایک شارح اور مفسر تھے، اور کلامِ اقبالؒ اور پیغامِ اقبالؒ کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کا فریضہ انجام دیتے دیتے دنیا سے تشریف لے گئے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ ایک صائب الرائے شخصیت تھے۔ پہلے سوچ سمجھ کر ایک مؤقف اختیار کرتے تھے اور پھر اُس پر بھرپور پہرہ دیتے تھے۔ کسی کے کہنے پر وہ کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ رائے بنائیں اور پھر کسی کے کہنے پر بدل دیں۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کو تقریر کا ملکہ حاصل تھا۔ اتنی منظّم اور اچھی تقریر کرتے تھے کہ اگر اُسے لکھ دیا جائے تو وہ بہترین تحریر بن جاتی۔ الغرض پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کے دنیا سے چلے جانے سے ہم واقعتاً محروم ہوگئے ہیں ایک عظیم شخصیت سے، ایک ایسی شخصیت سے جو ہر طرح کی نفرت وعداوت سے بلند تھی۔ وہ ایک خاص مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے لیکن زندگی میں وہ اتنے بلند تھے کہ اپنے آپ کو کسی خاص مکتبِ فکر میں مقید نہیں رکھتے تھے۔ پروفیسر صاحب کیلئے یہ ہمارا معمولی سا خراجِ عقیدت ہے۔ وہ زندگی کے آخری دن تک ہمارے ساتھ وابستہ رہے تھے۔ ہم اُن کے انتہائی قدردان ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پوری قوم کو اُن کا متبادل بھی۔ قوم کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ایک قومی شخصیت تھے۔ ایک ایسے عالم تھے کہ جن کی موت عالَم کا نقصان ہے۔

☆ ڈپٹی ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساحرِ خطابت

محمد سلیم جباری ☆

اوّلیں ملاقاتوں کے نقوش اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ تاحیات اپنا اثر برقرار رکھتے ہیں۔ میں نے پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کو پہلی مرتبہ اپنے زمانہ طالب علمی میں اُس وقت دیکھا جب وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ایک تقریب کے موقعہ پر خطاب کے لئے تشریف لائے تھے۔ جب سٹیج سے ان کا نام پکارا گیا تو ایک ایسے شخص کو ڈائس کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا جس کے وجود پر کوئی جبّہ تھا نہ دستار، کوئی کُلّا تھا نہ طرۂ بلکہ ایک نہایت سادہ سا انسان۔ مگر جب گفتگو کا آغاز ہوا تو نپے تلے لفظوں، مرصع جملوں اور اُجلے خیالات نے سامعین پر ایک ایسا سکوت طاری کر دیا کہ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا (بے شک بعض بیان جادو اثر ہوتے ہیں) کے مصداق سحرِ خطابت نے حقیقت میں سارے ماحول کو مسحور کر دیا تھا۔ تقریباً پون گھنٹے کے اس خطاب کے متعلق میرے تصور نے اس حد تک یقین کا روپ دھار لیا کہ آپ نے اپنی اب تک کی زندگی میں صرف اسی موضوع پر تحقیق کی ہے اور اسے اس قدر مربوط الفاظ اور مفید جملوں کے قالب میں ڈھالنے کے لئے طویل وقت صرف کیا ہے، مگر چند ہی مہینوں کے بعد ایک دوسرے موضوع پر بھی ویسی ہی جامع گفتگو سننے پر نئے تصورات نے پہلے خیالات کو منسوخ کر دیا، پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ جہاں پتہ چلتا کہ شاکر صاحب تشریف لا رہے ہیں، کشاں کشاں وہیں جا پہنچتا۔

آپ کی خطابت میں ماردھاڑ تھی نہ پکڑ دھکڑ، روائتی خطیبوں کی طرح گلا پھاڑتے تھے نہ بزعم خود دانش وروں کی طرح اتنا دھیما پن کہ سوائے اپنے کسی کو سنائی نہ دے۔ گفتگو کے تسلسل، خیالات کی عمدگی، آواز کے زیروبم اور الفاظ کے انتخاب کا اگر گہرائی سے جائزہ لے کر تبصرہ کیا جائے تو سچی بات یہ ہے کہ کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَامِ (بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے) بھی شرما

☆ مدیر جامعہ تعلیمات اسلامیہ، فیصل آباد، رکن مجلسِ ادارت "المنبر"۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ آپ کی گفتگو اگر، مگر، چونکہ، چنانچہ کی آلائشوں سے مکمل محفوظ اور پاک تھی۔ زخم خوردہ اس ملت کو ایسے ہی راہنما اور واعظین و مصلحین کی ضرورت ہے جو معدے کے زور اور گلے کے کمال کے ذریعے سامعین پر رعب ڈالنے کی بجائے وسعتِ مطالعہ کا مضبوط ہتھیار لئے حکمت سے لیس ہو کر نیم بسمل ملت کے زخموں پر وحدتِ اُمت کے پھاہے رکھنے کے فن سے واقف ہوں۔ جن کے نظریات میں اس قدر پختگی ہو کہ فرقوں اور مسلکوں کے نام پر نفرت کی دیواریں انہیں اعتدال کی سرحد سے پرے نہ دھکیل سکیں۔ جن کے قدموں کو حقیقت آشنائی نے اس قدر ثبات بخشا ہو کہ آزادیٔ جمہور کے اس پُر فتن دور میں قرنِ اولیٰ کی یادیں دہرا سکیں۔ جن کی حق آگاہی نے کبھی مصلحت کا کفن نہ پہنا ہو۔ جو افکارِ تازہ سے چاک گریبانوں کی رفوگری کر سکیں۔ میں نے اس دور کے اخبارات میں دیکھا کہ ملکی سطح پر جہاں کہیں بھی کسی اہم تقریب کے انعقاد کا اشتہار شائع ہوا تو شاکر صاحب کا نام اس میں نمایاں ہوتا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام و مرتبہ نصیب فرمایا تھا، دنیا میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا۔

آپ کسی جماعت کے سربراہ تھے، نہ کسی تنظیم کے بانی کہ اُن کی بیساکھیوں کا سہارا لیا ہو بلکہ تنظیموں اور جماعتوں کو ان کی چوکھٹ پر جھکا دیکھا۔ آپ کی یہ مقبولیتِ عامہ، تمام مکاتبِ فکر کے ہاں یکساں تھی، آپ بلا قیدِ مسلک بلائے جاتے اور آپ شریک بھی ہوتے تھے۔ آپ کے خطابات اور تحریروں کو اگر کوئی جمع کر کے شائع کر دے تو آنے والی نسلوں پر اُس کا یہ احسانِ عظیم ہوگا۔

پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ کی ایک پہچان تو ماہرِ اقبالیات کی حیثیت سے ہے جس کی بدولت انہوں نے بے پناہ شہرت بھی پائی مگر آپ کا ایک خاص وصف جو آپ کی زندگی پر سب سے زیادہ حاوی تھا، وہ ہے ''سیرت نبویؐ'' سے محبت اور اس فن میں مہارت و یکتائی۔ سیرت النبیؐ پر مشتمل مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد، بلا مبالغہ ملک بھر میں سب سے زیادہ، آپ کے قائم کردہ ''بیت الحکمۃ'' میں محفوظ ہے جو آپ نے محنتِ شاقہ کے بعد دنیا بھر سے جمع کیا۔ شنید ہے کہ حال ہی میں آپ ایک بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا انعقاد کرنے والے تھے۔ آپ نے باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام تو بہت زیادہ نہیں کیا مگر جتنا کیا، منفرد کیا۔ دورِ حاضر کے مؤلفین کی طرح ایک ہی موضوع کی آٹھ دس کتابیں سامنے رکھ کر کسی نئی کتاب کو وجود نہیں بخشا بلکہ افکارِ تازہ سے فرسودہ خیالات کی بیخ کنی کرتے ہوئے نئی جہات سے روشناس کرایا۔ کتابوں سے آپ کا تعلق عشق کی حد تک تھا۔ اسی عشق کو ''بیت الحکمۃ'' کی صورت میں

www.kitabosunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بطور یادگار چھوڑا۔ لاہور کے اِس ''بیت الحکمۃ'' کا قیام بغداد کے اُس ''بیت الحکمۃ'' کا ایسا تسلسل ہے جو مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا امین بھی ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے گواہ اور متاعِ گراں بہا بھی۔

ہمارے بے جہت، بے سمت اور بلا تعیینِ منزل سفر کرنے والے معاشرے نے کتب خانوں اور لائبریریوں کا قیام اور ان سے استفادہ بھی، دوسرے بہت سے معاملات کی طرح، یورپ کے سپرد کر رکھا ہے۔ ہمارے ہاں تو بس شاپنگ سنٹر قائم ہوتے ہیں یا ریستوران جہاں شائقین کی قطاریں لگ جاتی ہیں۔ اگر کوئی ہمت کر کے کہیں لائبریری قائم کر بیٹھے تو بنیاد پرستی کا داغ سینے پر سجائے تنہا بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ گرد کی دبیز تہیں کتابوں پر جم جاتی ہیں۔ اُس کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد آنے والی نسلیں انہیں ردی کے بھاؤ فروخت کر دیتی ہیں۔ امید ہے کہ شاکر صاحب کے وارث اس قیمتی خزانے کے حقیقی وارث، جانشین اور محافظ ثابت ہوں گے۔ یہ بھی ہمارا المیہ ہے کہ عالمِ دین کے گھر عالمِ دین پیدا نہیں ہوتا، وقت کے ساتھ ساتھ یہ خلاء خلیج کا روپ دھارتا دکھائی دیتا ہے۔

میں نہ تو آپ کے بچپن کا ساتھی ہوں کہ یادگاری واقعات تحریر کروں اور نہ ہم جلیس کہ تاریخی مواقع قلم بند کروں بلکہ میں تو ایسی یک طرفہ محبت کا اسیر ہوں جو ہمیشہ یک طرفہ ہی رہے گی۔ ایک دفعہ میں نے ماہنامہ ''علم و آگہی'' کی ادارت کے دوران نئے سال کے آغاز پر شاکر صاحبؒ سے تاثراتی مضمون لکھنے کی درخواست کی۔ چند دنوں کے بعد یاد دہانی کے لئے دوبارہ فون کیا تو فرمانے لگے کہ ''میں نے خط روانہ کر دیا ہے'' خط حوالۂ ڈاک کرنے یا عرفِ عام میں پوسٹ کرنے کی اصطلاحات تو سنی تھیں مگر ''روانہ کرنے'' کی اصطلاح میرے لئے نئی بھی تھی اور مفید بھی، جو آج بھی ذہن میں اُسی طرح تازہ ہے۔ ایسی نابغہ روزگار ہستیاں نہ جانے کیوں اتنی جلدی رختِ سفر باندھ لیتی ہیں۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے اساتذہ اور طلبہ کی رفاقت میں مجھے آپ کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد آخری دیدار کرنے والوں کا ہجوم جب ذرا چھٹا تو کوشش کر کے آگے بڑھا، کیا دیکھتا ہوں کہ مرحوم کے باطن کی ساری نفاست اور روشنی چہرے پر جلوہ گر ہے۔ پہلی ملاقات کے وقت آپ کی انفرادیت کا جو تصور ذہن پر نقش ہوا تھا، ایک بار پھر بھرپور انداز میں نکھر کر یوں سامنے آیا کہ میں نے اب تک کی اپنی زندگی میں سفرِ آخرت پر روانہ ہونے والے کسی مسافر کا اتنا اجلا اور چمک دار چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ نفسِ مطمئنہ کا پورا مفہوم ذہن وقلب پر وارد ہو چکا تھا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

علومِ طب کے غوّاص

☆ حکیم منصور العزیز

جب کبھی شیخوپورہ کی شخصیات کا تذکرہ ہو گا تو ایک ایسی ہستی کا ذکر ضرور آئے گا جو لیاقت پور سے اپنے تبادلے کے بعد بحیثیت استاذ شیخوپورہ کے ڈگری کالج میں تشریف لائی، مگر یہاں سے جب پھیلی تو لاہور اور اسلام آباد ہی نہیں، پورے عالمِ اسلام میں شیخوپورہ کی پہچان بن گئی۔

میری مراد جناب عبدالجبار شاکرؒ ہیں۔ ان سے میری بہت سی ملاقاتیں رہیں۔ سفر میں بھی اکٹھے رہے۔ ہم مشرب و ہم طعام بھی رہے اور مریض و معالج کا رشتہ بھی ہم میں قائم ہوا۔ آج جب وہ ہم میں نہیں ہیں تو اُن کی یادوں کے چراغ، دل میں ایمان کی روشنی کو روشن تر کر رہے ہیں۔ ان کی ہمراہی میں بیتے ہوئے لمحات کی یادیں، باتیں اور ملاقاتیں میری زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔ میں انہیں صفحہ قرطاس پر بکھیر رہا ہوں۔

ان سے میری پہلی ملاقات غالباً 1981ء میں ہوئی جب واربرٹن کے کچھ دین دار گھرانوں کے نوجوان افراد پر مشتمل ایک وفد ان سے ملنے گیا۔ اس وفد میں میرے علاوہ پروفیسر نعیم صاحب (جو اُس وقت شاہ کوٹ ڈگری کالج میں لیکچرر تھے)، سعید رحمانی صاحب (نائب ناظم واربرٹن ٹاؤن) اور شاہد ملک وغیرہ شامل تھے۔ ہماری گفتگو کا موضوع ایک گروہ کے ایسے افراد کا عقیدہ تھا، جو اپنے سوا، ہر ایک پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے تھے۔ ان کے افکار و نظریات ہمارے اپنے گھروں میں بھی ذہنی اذیت کا باعث بن رہے تھے۔

آپ سے پہلی ملاقات میں ہی ہمیں آپ کے زورِ بیان، شخصی عظمت، قلبی اخلاص اور دینی

☆ پرنسپل جامعہ طبیہ اسلامیہ فیصل آباد۔ سیکرٹری جنرل پاکستان طبی کانفرنس۔ مدیر معاون ماہنامہ ''راہنمائے صحت'' فیصل آباد۔ نامور طبیب و معالج۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معلومات کے عمیق مطالعہ و مشاہدہ نیز نستعلیق اندازِ تخاطب، الفاظ کی صحیح تلفظ کے ساتھ ادائیگی، حاضر جوابی اور برجستہ گوئی کا قائل ہونا پڑا۔ آپ کی اپنے مخاطب سے نفسیاتی آگاہی اور سلاست و ذہانت نے ہمیں اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ آپ کی آواز اور اسلوبِ بیان کچھ ایسا تھا کہ دلوں میں اترتا جاتا تھا۔ رات بھیگتی گئی جبکہ آپ کے ٹھوس دلائل کے باوجود، مدمقابل کی ڈھٹائی بھی زوروں پر رہی۔ یوں یہ مجلس بے نتیجہ رہی۔ تاہم ہمیں دیگر بے شمار علمی و دینی فوائد حاصل ہوئے۔ ہمیں گفتگو کا ایسا اسلوب دیکھنے کو ملا جو خلوص کے جلووں سے معمور اور سب سے اہم یہ کہ گفتگو کے نئے آداب اور اسلوب کے ساتھ ساتھ علومِ دینیہ کی وسیع معلومات سے آگہی کچھ اس طور ہوئی کہ ادبی ذوق وشوق نیز شاعرانہ انداز اور خطیبانہ طرزِ استدلال ہم آغوش ملے۔ اس انداز میں دل میں گھر کر جانے کا سامان لذت آفریں تھا جو سمعی و بصری حلاوتوں سے بھی لبریز تھا۔ اردو کے پروفیسر کو علوم اسلامیہ کے مفکر کے طور پر دیکھ کر مزہ آ گیا۔

اس ملاقات کے بعد ایک طویل عرصہ بیت گیا۔ البتہ پاکستان میں مکتبہ دارالسلام کے قیام سے نہ صرف ازسرِ نو ملاقات کی راہ ہموار ہوئی بلکہ ملاقاتوں میں تسلسل بھی آ گیا۔ دارالسلام میں میری ذمہ داریاں جنرل منیجر کے طور پر تھیں، جبکہ میرے معاون حافظ عبدالعظیم تھے۔ پروفیسر صاحب مرحوم سے نہ صرف ملاقاتیں رہتیں بلکہ ان کی شفقت سے وافر حصہ بھی ملتا۔ آپ عصر کی نماز کے وقت تشریف لاتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے اور پھر ہمیں تسکین واطمینان کی عظیم دولت نصیب ہوتی۔ مکتبہ میں ہونے والے تمام علمی کاموں میں ہمیں ان کی راہنمائی حاصل رہتی اور آپ کی بصیرت کے پھول چننے کا خوب موقع ملتا۔

ایک دفعہ آپ تشریف لائے اور جماعت ہو رہی تھی۔ آپ نے وضو کیا لیکن آتے آتے نماز ختم ہوگئی۔ آپ نے تمام محققین علماء سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے خود کو سجدہ کرتے ہوئے دکھایا کہ میں جب سجدہ کرتا ہوں تو میرے دونوں پاؤں آپس میں یوں ملے ہوتے ہیں۔ آپ نے جب پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے تو میرے جیسے اور بہت سے نمازیوں کو اپنی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ آپ کا یہ طرزِ وعظ ونصیحت بہت دل نشین تھا۔ آپ کے اوصافِ حمیدہ کی لطافت کی یہ صرف ایک ہی مثال کافی ہے۔

مکتبہ میں آپ کی تشریف آوری سے اندازہ ہوا کہ آپ کی زندگی ایک بلند نصب العین رکھتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔آپ کے عمل میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ کی صداقت شعاری اور بے باکانہ کردار آپ کی شخصی عظمت کا پرتو ہوتا تھا۔آپ للّٰہیت کی روحانی حلاوتوں سے سرشار رہتے تھے اور اُس کا اظہار ریاکاری سے یکسر مبرّا ہوتا تھا۔آپ ایک ہمدرد طبع انسان تھے اور بے غرض ہمدردی رکھتے تھے۔محترم ڈاکٹر امین صاحب کے پاس تفسیر ابن کثیر کے انگریزی ترجمہ کا پراجیکٹ تھا۔مکتبہ میں تشریف لاتے تو ان سے ضرور ملتے اور اس پراجیکٹ کے حوالے سے معلومات کا تبادلہ کرتے۔مرحوم کا تعلق علمی حوالے سے بہت گہرا تھا۔میرے اور حافظ عبدالعظیم کے پاس تو وہ نئے نئے پراجیکٹس کے حوالے سے محوِ گفتگو رہتے تھے۔دارالسلام میں، ان کے گزرنے والے اوقات کا بیشتر حصہ دینی، طبی اور ادبی کتب کے حوالے سے ہمارے ساتھ گفتگو میں صرف ہوتا۔اس دوران یہ اندازہ ہوا کہ کتاب کے ساتھ ان کا کتنا گہرا علمی، جذباتی، فنی اور ایمانی تعلق تھا۔بعض کتب کا متن تو گویا آپ کو حفظ ہوتا تھا۔اکثر کتب کے دیباچے، مقامِ اشاعت، مصنف کے حالاتِ زندگی، اور یہاں تک کہ قیمت تک انہیں یاد ہوتی تھی۔ ایک دن ایسی ہی ایک کتاب کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ اُس وقت اُس کی قیمت آٹھ آنے تھی تو عبدالعظیم صاحب کہنے لگے کہ آپ کو اب تک اُس کے دام یاد ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے طالب علمی کے زمانے میں اپنا جیب خرچ بچا کے وہ کتاب خریدی تھی، جب کوئی دولت اتنی محنت سے پیٹ کاٹ کر خریدی جائے تو وہ نہیں بھولتی۔

کتب بینی، کتب دوستی اور کتب وابستگی نے انہیں ایک اچھا انشاء پرداز بنا دیا تھا۔وہ بغیر کسی تیاری کے لکھتے اور بلا کا لکھتے تھے۔اکثر لوگ صرف اُن کی ساحرانہ تقاریر کی جادوگری سے ہی مسحور ہیں۔ بلاشبہ اُن کی خطابت اپنے معراج کو پہنچی ہوئی تھی اور سامعین بے ساختہ انہیں داد دینے پر مجبور ہو جاتے تھے، بالخصوص عمرانی، تہذیبی و تمدنی اور تاریخی موضوعات پر ان کے علمی وعظ و نصائح بہت دل کش اور دل آویز ہوتے مگر اُن کی انشاء پردازی کا بھی ایک خاص اسلوب تھا جو منفرد پیرہن اور پُرشکوہ مزاج رکھتا تھا۔آپ کے قلم سے کئی ایک کتب کے دیباچے، پیش لفظ اور ابتدائی کلمات منصۂ شہود پر آئے۔ان تمام تحریروں کا تجزیہ کیا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ آپ نے ایک ہی طرح کا رنگ اپنایا ہے۔آپ نے اپنی تقریروں میں جو کچھ فرمایا اور تحریروں میں جو کچھ لکھا، وہ دل میں اترتا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ع میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

آپ کے ساتھ ہم سفر ہونے کا اعزاز مجھے تین بار حاصل ہوا۔ایک بار حافظ آباد کے لئے ہم دونوں فیصل آباد سے روانہ ہوئے، غایتِ سفر جناب عبدالمالک مجاہد، چیف ایگزیکٹو، دارالسلام کی والدہ ماجدہ کے انتقال کا پُرسہ دینا تھا۔ میں نے انہیں ایک بہت قیمتی ہم سفر پایا۔ سبھی اسفار کے دوران مجھے ان سے قربت کے جو لمحات میسر آئے وہ آج بھی قلب وذہن کے لئے بہار آفریں ہیں۔

دورانِ سفر، وہ اپنے ہم سفر کی عزت واحترام اور ضروریات کا خیال رکھتے۔خود تکلیف اٹھا لیتے مگر اپنے ہم سفر کی تکلیف انہیں گوارا نہ ہوتی۔آپ ہمیشہ اچھی نشست کا انتخاب دوسروں کے لئے کرتے۔آپ کا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔اکثر آپ سفید رنگ کا لباس زیب تن فرماتے۔آپ کی غذا بہت سادہ تھی۔سبزیاں، سلاد اور سادہ چپاتی انہیں پسند تھی اور ان کی ضرورت بھی تھی۔دورانِ سفر وہ اپنی غذا کے انتخاب میں فطرت کے بہت قریب ہوتے تھے۔رات کا کھانا کبھی کبھی مکتبہ دارالسلام منگوا لیتے اور کبھی ہم تینوں (پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم، حافظ عبدالعظیم اور راقم الحروف) بازار جا کر کھایا کرتے تھے۔اتنی اتنی لمبی نشستیں ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں۔

انہیں جہاں اختلاف رائے ہوتا، اُس کا اظہار بلا تأمل فرماتے مگر انداز اتنا رحیمانہ اور استدلال اس قدر مدلّل ہوتا کہ اصل بات سمجھ آ جاتی۔وہ اہلِ حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے مگر وہابیت کے بخار میں مبتلا نہ تھے، اس لئے مکتبہ میں بعض افراد کے درمیان آپ کی شخصیت سرگوشیوں کے سے انداز میں زیر بحث رہتی تھی لیکن آپ کے شخصی مزاج کے حسن کی وجہ سے یہ محسوسات کھلے بندوں زبان تک نہ پہنچ پاتے تھے۔

آپ کی طبی معلومات کسی طرح بھی ایک طبیب سے کم نہیں تھیں۔یہ علم آپ کو اپنے خاندان سے ورثہ میں ملا تھا۔اس بنا پر طبی مسائل کے متعلق ان کی رائے طب کے مبادیات پر قائم ہوتی تھی۔ ایک بار حافظ عبدالعظیم اور راقم الحروف، پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی معیت میں حکیم راحت نسیم سوہدروی کے مطب پر گئے۔وہاں سے انہیں ساتھ لیا اور کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن کے ایک ہوٹل میں رات کا کھانا کھانے پہنچ گئے۔کھانے کے دوران طب کے مختلف نظریات زیر بحث آئے۔میں حیران رہ گیا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ابن سینا اور ابن زہر کی معاصرانہ نظریاتی چپقلش کا تذکرہ بڑے علمی انداز سے کیا اور ابن زہر پر شدید تنقید کی۔ ہم دونوں طبیب محوحیرت تھے کہ آپ کی ناقدانہ رائے کس حد تک طب کے مبادیات ہی نہیں، اس کے علوم کی گہرائی بھی لئے ہوئے تھی۔ موضوعاتِ طب میں سے آپ کا زیادہ تر انہماک طبِ نبویؐ میں تھا۔ آپ کی خواہش تھی کہ اس موضوع پر سائنسدان، فزیشنز اور ماہرینِ حدیث کے علاوہ ماہرینِ تاریخ کی اجتماعی کاوشیں بروئے کار لائی جائیں۔ اس سلسلے میں سعودی عرب میں طب نبویؐ پر منعقدہ کانفرنس کی کارروائی کی دستاویز آپ نے مجھے دی اور مشورہ دیا کہ صاحبانِ ثروت اگر اس ریسرچ کا بیڑہ اٹھائیں تو اس سے نوع انسانی کے لئے مفید ترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

طب کے مختلف مکاتبِ فکر ہی سے علاج بالغذا پر آپ نے جی بھر کے نقد کیا اور اُسے ایک جاہلانہ کوشش قرار دیا۔ گو آپ باقاعدہ علاج معالجہ کے فن سے وابستہ نہیں رہے تاہم آپ کے بارے میں وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے پاس طبی معلومات ایک عام طبیب سے بھی زیادہ تھیں۔ مجھے اور حکیم راحت نسیم سوہدروی کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ آپ ہمیں اپنے طبی مشوروں کے لئے گاہے بگاہے یاد فرمالیتے تھے۔

آپ عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ کولیسٹرول بڑھ جاتا تھا۔ اور ہم حیران تھے کہ ناپ تول کر کھانے والے ایک مصروف ترین آدمی کا کولیسٹرول کیسے بڑھ جاتا ہے۔ آپ تو جادۂ حیات پر پیہم رواں اور ہر دم جواں زندگی رکھتے تھے، آپ کی تو غذا بھی بڑی نپی تلی سی ہوتی تھی۔ آپ کی بدنی مشق تو مشقت بھری زندگی کی طرح تھی۔ جان بوجھ کر پیدل چلنے کے بہانے تراشنا، ایک منظم و منضبط زندگی گزارنا، بہترین اخلاق کے ساتھ پیش آنا، جسمانی و ذہنی، سماجی و معاشرتی، اخلاقی و روحانی اور اعلیٰ انسانی اقدار کا حامل یہ شخص نہ جانے کہاں سے دل کا روگ پال بیٹھا تھا، جو نہیں آخر کار لے ہی بیٹھا۔

راقم الحروف نے شیخوپورہ میں مطب الشافی کا آغاز کیا تو آپ سے گاہے بگاہے ملاقات رہتی تھی۔ بحیثیت بزرگ، دوست انہوں نے ہمیشہ بھرپور محبت اور شفقت سے نوازا۔ ان کی یادیں اتنی زیادہ ہیں کہ کاغذ کے صفحات شاید ان کا احاطہ نہیں کر سکتے، مگر لوحِ قلب پر وہ پوری آب و تاب کے ساتھ رقم ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عظیم بھی، عظمت گر بھی

ڈاکٹر زاہد اشرف

ماہ و سال اور تاریخیں یاد رکھنا شائد میرے بس میں ہی نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہوتا تو زمانہ طالب علمی میں تاریخ کے مضمون سے روا رکھی جانے والی بے اعتنائی، کسی زاویے سے کم ہوتی محسوس ہوتی اور دلچسپی کا عنصر کہیں غالب آتا دکھلائی دیتا۔ اسی افتادِ طبع کے نشانے پر تواریخ اور ماہ و سال رہے، اور یوں انہیں ذہن کے نہاں خانوں میں بھی جگہ دینا ممکن نہ رہا۔ جبھی تو اپنی یادداشت پر زور دینے کے باوجود کہیں دور دور تک بھی اس کا سراغ نہیں ملتا کہ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلی ملاقات کب، کہاں اور کس موقعہ پر ہوئی۔ جب میں اپنی ذات پر ان کی شفقت و عنایت، ان کی محبت و مودت کے ساتھ ساتھ، ان کی زبان سے اپنے لئے ادا ہونے والے حوصلہ افزائی کے کلمات پر غور کرتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی قدم بوسی کا شرف تو مجھے ہمیشہ سے حاصل رہا ہے، ایسا شرف جسے زمان و مکاں کی حد بندیوں میں مقید کیا ہی نہیں جاسکتا۔

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم رواں، ہر دم جواں ہے زندگی

زندگی کی وہ ساعتیں جو ان کی معیت میں گزریں، انہیں سعادتوں کا امین قرار دیا جا سکتا ہے، انہیں قابل فخر گردانا جاسکتا ہے، ان پر لائقِ تکریم ہونے کا لیبل چسپاں کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ یہ ساعتیں اس ہستی کے ساتھ گزریں جو نہ صرف خود عظیم تھی، بلکہ وہ عظمت گر بھی تھی۔ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمۃ والغفران کو عظمت گری کا فن آتا تھا۔ وہ عظمتیں تخلیق کرنا بھی جانتے تھے اور عظمتوں کے حامل افراد بھی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید سے اپنے لئے عظمتیں تخلیق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیں اور دوسروں کو عظیم بننے کے گُر سکھلائے۔ انہیں حصولِ عظمت کے اصولوں کی شناسائی دی، اس راہ کی نشان دہی کی، جس پر گام زن ہو کر عظمت پانے کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ بسا اوقات تو انہوں نے ایسی راہ بھی تراشی، اس پر چلنا بھی سکھلایا اور کبھی تو قدم قدم کا ساتھ بھی نبھایا۔

مجھے ان کی شفقت و محبت میں سے وافر حصہ ملتا رہا۔ کم ہی کبھی ایسا ہوا کہ وہ فیصل آباد تشریف لائے ہوں اور میں باریابی کی سعادت سے محروم رہا ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ وہ فیصل آباد سے گزرتے ہوئے کہیں آگے تشریف لے جا رہے تھے، تو جاتے ہوئے یا واپسی پر اشرف لیبارٹریز میں رک جاتے۔ بعض اوقات مجھے ان کی آمد کی سرے سے اطلاع ہی نہ ہوتی، وہ کسی پروگرام کے شرکاء کو اپنے علم و فضل سے بہرہ ور کرنے کے بعد مجھے فون پر یاد فرما لیتے، اگر ان کے پاس وقت ہوتا تو مجھے اپنی خوش بختی پر ناز ہونے لگتا، یوں محسوس ہوتا کہ کنواں خود چل کر پیاسے کے پاس آن پہنچا ہو۔ اگر انہیں واپسی کی جلدی ہوتی تو وعدہ فردا کی ڈور سے ہم بندھ جاتے۔

پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمه الله تعالىٰ واسبغ عليه نعمه، سے آخری ملاقات بھی ایسے ہی ایک پروگرام کے حوالے سے ہوئی، جو میرے احاطۂ علم میں آ ہی نہ سکا۔ تقریب رونمائی تھی، حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی تازہ ترین تصنیف ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ امنِ عالم'' کی۔ مولانا موصوف کی محبت و شفقت سے جتنا وافر حصہ مجھے ملتا رہا ہے، مل رہا ہے، ان کی ادعیہ مستجابہ میرے لئے جس انداز سے ان کی زبان پر جاری رہتی ہیں، اور حوصلہ افزائی کے جس قدر کلمات ان کے لبوں سے پھسلتے رہتے ہیں، ان سے ہر آن سرشاری کے عالم میں، اس تقریبِ رونمائی سے بے خبر رہنا خود میرے لئے باعثِ حیرت تھا۔ اس کی اطلاع مجھے پروفیسر عبد الجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ سے ہی اس وقت ہوئی جب وہ تقریب سے فراغت کے بعد فون پر مجھے ہم کلامی کی سعادت سے بہرہ ور کرتے ہوئے، میری غیر حاضری پر کسی حد تک حیرانی کا اظہار فرما رہے تھے۔ حیرانی یقیناً مجھے بھی ہوئی اور وہ بھی کچھ ایسی جس میں اذیت کی بھی آمیزش ہو چکی تھی۔ میں فی الفور ہی لگا تارہ گیا کہ حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی جانب سے یہ اطلاع مجھ تک کیوں نہ پہنچ سکی۔ ان کی اس وضاحت کے باوجود کہ انہوں نے بارہا فون پر رابطے کی کوشش کی، لیکن کامیابی نہ ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پائی، میرے دل میں محرومی کے اثرات کم نہ ہو پائے۔ پروفیسر صاحب مرحوم کی حد تک اس کا ازالہ کچھ یوں ہوا کہ وہ خود ہی میرے پاس تشریف لے آئے، اور یوں ان سے آخری ملاقات کی سعادت، خود انہی کی بدولت، میرے دامنِ مراد کو بھر گئی۔

جناب عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہت سی ملاقاتیں رہیں۔ مختصر بھی، طویل بھی اور طویل تر بھی۔ ان میں سے اکثر و بیشتر فیصل آباد میں ہوئیں اور باقی لاہور میں۔ ان میں سے ہر ملاقات میں ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقعہ ملا۔ ان کے چشمۂ فیض سے مستفید ہونے کی سعادت میسر آئی۔ ان کے بارے میں لکھنے والی کئی ایک شخصیات نے مرحوم کی زندگی کے اس پہلو کو بخوبی اجاگر کیا ہے کہ ان کی حیاتِ مستعار میں بے معنی گفتگو تک کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ وہ اس کے ایک ایک لمحے کو کارآمد بنانا چاہتے تھے، اپنے لئے، اپنے دین کے لئے، اپنے وطن کے لئے، اپنی ملت کے لئے۔ اور انہوں نے ایسا کر بھی دکھایا۔ ہماری باہمی ملاقاتوں میں بھی اسی کا مشاہدہ نہ صرف بار بار ہوا بلکہ یہ تو ہماری آپ بیتی تھی۔ اشرف لیبارٹریز میں جب وہ تشریف لاتے تو کوئی ایک موضوعات زیرِ بحث رہتے، لیکن بحث برائے بحث کا کوئی تصور ہماری گفتگو کے قریب بھی نہ پھٹک پاتا تھا۔ ہر موضوع، ایک واضح ہدف لئے ہوئے ہوتا تھا۔ اس کے پیرامیٹرز متعین ہوتے تھے۔ یہ گفتگو صورت گری کے لئے ہوتی تھی، محض خدوخال اجاگر کرنا یا نقوش کھینچتے چلے جانا، اس کا مقصد نہیں ہوتا تھا۔ اگر کوئی موضوع زیادہ وقت کا مستحق نہیں ہوتا تھا، تو اس پر ضرورت سے ایک لمحہ زیادہ صرف کرنا انہیں گوارا نہیں تھا۔ کبھی تو یوں بھی ہوا کہ انہوں نے محض اپنے Expression سے ہی موضوع کو نپٹا دیا۔ ایک مخصوص انداز میں ان کی پلکوں کا جھپکنا یا ان کے چہرے کا اتار چڑھاؤ کسی موضوع کے خاتمے کا اعلان کر دیتا تھا۔

اشرف لیبارٹریز میں ہماری جو ملاقاتیں رہیں، ان میں بالعموم ہم تین افراد ہوا کرتے تھے، جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ، جناب حکیم منصور العزیز اور راقم الحروف۔ بعض ملاقاتیں کُلّی یا جزوی طور پر، ہم دونوں (پروفیسر صاحب مرحوم اور راقم الحروف) کے درمیان بھی رہیں، جبکہ کبھی کبھار ان میں برادرم جناب طارق اشرف اور جناب حامد اشرف بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔ ایک دو مرتبہ جناب ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم بھی شریکِ محفل رہے۔ ان مواقع پر ہماری باہمی گفتگو کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موضوعات، دیگر لوگوں کی نسبت قدرے مختلف ہوا کرتے تھے۔ کتابوں سے ان کا والہانہ لگاؤ، ان میں جھلکتا بھی تھا اور چھلکتا بھی، لیکن حکیم منصور العزیز اور میرے ساتھ بات چیت کے دوران طبی کتب کا تذکرہ بھی لازمی طور پر ہوتا۔ ان کی عظیم الشان لائبریری بیت الحکمت میں، جو طبی کتب موجود ہوتیں، وہ ان کا تذکرہ بڑی محبت سے کرتے۔ ان کے ذخیرۂ کتب میں نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا تو وہ ان سے تو آگہی بخشتے ہی، لیکن کسی نئی طبی کتاب یا مخطوط کو خاص طور پر متعارف کرواتے۔

طبِ اسلامی سے ان کی وابستگی وراثۃً تھی۔ ان کے والد گرامی مولانا حکیم عبدالعزیز تغمدہ اللہ بغفرانہ، جلیل القدر عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب طبیب و معالج بھی تھے۔ اس لئے طبی کتب سے محبت، انہیں ورثے میں ملی تھی۔ قدیم مسلم اطباء کے علمی ورثے پر ان کی گہری نظر تھی اور اسے محفوظ کرنے کے لئے وہ نہ صرف خود کوشاں رہتے تھے بلکہ اس اہم کام کی جانب ہماری (حکیم منصور العزیز اور راقم الحروف کی) توجہ بھی مبذول کراتے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ولولۂ تازہ سے سرشاری بھی عطا کرتے تھے۔ ابن سینا کی مایہ ناز طبی کتاب "القانون فی الطب" کے بارے میں میرے پی ایچ ڈی کے مقالے کو سراہتے ہوئے انہوں نے بارہا مجھ سے یہ کہا کہ میں قدیم مسلم طبی ورثے کے حوالے سے کچھ مزید کام کروں۔ اس ضمن میں انہوں نے "بیت الحکمت" میں موجود، ابن سینا کی ایک کتاب کے مخطوط کا کئی مرتبہ ذکر کیا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ، طبی اصول و مبادیات سے شناسا ہی نہ تھے، بڑی حد تک ان کا ادراک بھی رکھتے تھے۔ برادرم حکیم منصور العزیز سے چونکہ ان کا معالج و مریض کا تعلق بھی تھا، اس لئے ہماری ملاقاتوں میں طب کے معالجاتی پہلو بھی زیرِ بحث آتے، خود ان کی ذات کے حوالے سے بھی، اور عمومی طور پر بھی۔ وہ اس فن کو فطرت کا ترجمان بھی سمجھتے تھے اور انسانی مزاج سے ہم آہنگ بھی، اس لئے وہ اس کی ترویج و ترقی کو تقریباً ہر ملاقات میں زیرِ بحث لاتے، اس ضمن میں قابلِ قدر تجاویز پیش کرتے، نئی راہیں سجھاتے اور ان پر چلنے کے طریقے بھی بتلاتے۔ وہ نہ صرف، جدید امراض کے ازالے کے لئے تحقیقات پر مبنی مؤثر معالجات تیار کرنے پر زور دیتے بلکہ مفید ادویات کی تیاری اور ان کی پیشکش کو معیاری بنانے کی بھی پُرزور تلقین کرتے۔ ان کی خواہش تھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ طبی ادویات کو اتنا معیاری بنا دیا جائے کہ وہ ایلو پیتھک ادویات کا مقابلہ کر سکیں۔ اس ضمن میں وہ اشرف لیبارٹریز کے کردار کو سراہتے تھے۔ یکم اگست 1998ء کو مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف علیہ الرحمہ والغفران کے قائم کردہ اس عظیم طبی دواساز ادارے کے معائنے کے بعد وزیٹرز بک میں اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے، انہوں نے لکھا تھا:

"اسلامی تہذیب و ثقافت کا سب سے بڑا مظہر اس کے علمی اور تحقیقی ادارے ہیں، جو ہمارے اسلاف کی علمی روایات کے امین اور ان کے ارتقائی عمل کو آگے بڑھانے میں ممدو معاون ثابت ہوتے ہیں۔

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے آج جزوی اور اجمالی طور پر حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ کے نامِ نامی سے منسوب ٹرسٹ کے زیر اہتمام کچھ اداروں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اسلامی ادویہ سازی کی روایت کو اشرف لیبارٹریز نے جس جدت اور تحقیق سے آراستہ کیا ہے، اُس نے اِس علم کے فنی اور عملی اعتبار کو مزید وثوق بخشا ہے۔"

اس اعتراف واطمینان کے باوجود، انہوں نے ہمیشہ نئی مؤثر ادویہ کی تیاری اور ان کی بہتر مارکیٹنگ پر زور دیا۔ تحقیق کی روایت کو آگے بڑھانے کی تلقین کی اور اشرف کو قومی و بین الاقوامی سطح پر مزید متعارف کروانے کی کاوشوں کو بڑھانے پر اصرار کیا۔ وہ جہاں تعلیمی میدان اور دیگر شعبۂ حیات میں لوگوں، بالخصوص نسلِ نو کو بامِ عروج کی طرف گام زن رہنے کا درس دیا کرتے تھے، وہیں وہ طبی شعبے میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی لگن اور تڑپ پیدا کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے دل و دماغ میں بس یہی رچا بسا تھا کہ یہ اُمت ایک بار پھر امامتِ اقوام کے مقام پر فائز ہو اور زندگی کے ہر میدان میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑھتی دکھلائی دے۔ طبی میدان میں مسلم اطباء کی فقید المثال عظمتیں، چونکہ ان کے احاطۂ علم میں تھیں، اس لئے وہ اس میدان میں بھی اُمتِ مسلمہ کو ایک بار پھر عظمتِ رفتہ کے حصول کو یقینی بنانے کی راہ پر رواں دواں دیکھنا چاہتے تھے۔

سیرت نبویؐ کے ایک عظیم سکالر ہونے کے ناطے وہ طبِ نبویؐ کے گہرے شعور و ادراک سے بہرہ وَر تھے۔ یہ شعور و ادراک، عقیدے کی پختگی میں گندھا ہوا تھا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے اس قول پر، وہ ایقانِ کامل کے حامل تھے کہ ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب، دیگر اطباء کی سی نہیں ہے، یہ تو معراجِ یقین تک پہنچی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعیت کی حامل ہے، کیونکہ یہ وحی الٰہی، روشن نبویؐ چراغ اور کمالِ عقل سے وجود پذیر ہوئی ہے، جبکہ طب نبویؐ کے ماسوا دیگر طبی معلومات قیاس آرائی اور تجربات پر مبنی ہیں۔“ (الطب النبویؐ، ص:34)

اسی ناطے، ہماری باہمی ملاقاتوں میں وہ حکیم منصور العزیز اور راقم الحروف کو طب نبویؐ پر تحقیقات کی اہمیت سے روشناس کراتے، اس کی ادویہ پر جدید معیارات کے مطابق تجربات کرنے اور انہیں منظرِ عام پر لانے کی تلقین کرتے۔ اس ضمن میں وہ، جامعہ طبیہ اسلامیہ فیصل آباد میں علمی کام کا آغاز کرنے اور اشرف لیبارٹریز میں اسے روبعمل لانے کا منصوبہ تیار کرنے کی راہیں تراشنے پر آمادہ و تیار کرتے۔ طبِ نبویؐ کے بارے میں ان کے بیت الحکمت میں جو سرمایہ موجود ہے، وہ اس سے بھی آگاہ کرتے۔

اکل و شرب کے حوالے سے بھی ان کی عادات، طبِ نبویؐ کے مطابق تھیں۔ سادہ غذا، ان کی مرغوب ہوا کرتی تھی۔ قدرتی ادویہ کی طرح فطرتی اغذیہ، ان کی دل پسند ہوتی تھیں۔ انہیں مرغن غذاؤں کا نہ شوق تھا اور نہ ہی کثرتِ غذا، ان کا معمول۔ سیرتِ نبویؐ یہاں بھی ان کی راہنما تھی۔ وہ اس نبویؐ فرمان پر مکمل طور پر عمل پیرا رہتے تھے:

”مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ، حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهِ۔“

(مسند احمد، سنن ابن ماجه و مستدرك حاكم ،وهو حسن)

”انسان پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں بھرتا۔ ابن آدم کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اسے کھڑا رکھ سکیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے (یعنی زیادہ کھانے کی خواہش ہو) تو ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہونا چاہئے۔“

پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمۃ والغفران سے اشرف لیبارٹریز میں جو نشستیں رہیں، ان میں چند ایک خاصی طویل تھیں۔ ان میں اشرف لیبارٹریز کے بانی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کی شخصیت اور ان کے کارہائے نمایاں پر بھی تفصیلی گفتگو رہتی۔ راقم الحروف نے چونکہ ان کی وفات کے معا بعد ہی ان کے بارے المنبر کے ایک مفصل اور جامع نمبر کی اشاعت کا اعلان کر رکھا تھا، اس لئے ہماری باہمی ملاقاتوں میں اس نمبر کی تیاری کے سلسلے میں ہونے والی پیش رفت بالخصوص زیرِ بحث آتی اور کام کا جائزہ بھی لیا جاتا۔ وہ اس کے بارے میں نہ صرف راہنمائی فراہم کرتے بلکہ اغلاط کی اصلاح اور کوتاہیوں کا ازالہ بھی فرماتے۔ اس نمبر کی تیاری کے لئے بلامبالغہ سینکڑوں افراد سے رابطہ کیا گیا، مختصر اور مفصل مضامین لکھوائے گئے۔ کئی ایک شخصیات سے تفصیلی انٹرویوز کیے گئے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں ہر ایک کا بغور مطالعہ کیا، بالخصوص انٹرویوز کو انہوں نے نہ صرف بنظر غائر دیکھا بلکہ ان کا تنقیدی جائزہ بھی لیا۔ انہوں نے زبان و بیان کی بھی اصلاح کی، الفاظ کی درستی اور اغلاطِ املاء کی نشان دہی بھی کی۔ میں نے چونکہ خود انٹرویوز کیے اور پھر انہیں قلم بند بھی کیا، اس لئے تحریر میں جابجا ''ابا جان'' کے کلمات استعمال ہوتے رہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم نے کہا کہ اس خصوصی اشاعت کا قاری، انہیں، مولانا عبدالرحیم اشرفؒ کے طور پر جانتا ہے، آپ کے ابا جان کی حیثیت سے نہیں، اس لئے قاری کی نسبت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، ابا جان کی بجائے ان کا نام لکھا جانا چاہیے۔ چنانچہ اسی کے مطابق تبدیلی کر دی گئی۔

عبدالرحیم اشرفؒ نمبر کے لئے، کیے جانے والے انٹرویوز ان شخصیات کے تھے، جن کا بانئ ''المنبر'' سے تعلق اور ناطہ دہائیوں پر مشتمل تھا۔ یہ ساری شخصیات، راقم الحروف کے لئے انتہائی قابلِ احترام تھیں اور ہیں، اس لئے قدرتی طور پر، ان کے بارے میں لکھتے ہوئے، القاب کا بھی استعمال ہوتا رہا اور تکریم کے کلمات بھی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے حکیمانہ انداز میں، اس حوالے سے بھی راہنمائی فراہم کی۔ القاب اور کلماتِ تکریم کا غیر ضروری استعمال یقیناً ذوقِ سلیم پر گراں گزرتا ہے۔ وہ چونکہ دینی حلقوں کی تحریروں اور تقریروں میں ان القاب وکلمات کی بھرمار بلکہ یلغار سے بخوبی آگاہ تھے، اس لئے انہوں نے اس ثقاہت کی ثقالت کو بھرپور انداز میں محسوس کیا، اسے غیر مناسب سمجھا اور اس سے اجتناب کی تلقین کی۔

عبدالرحیم اشرفؒ نمبر کے لئے ان کی دل چسپی، بلا شبہ غیر معمولی تھی۔ وہ اسے ظاہری و معنوی طور پر ایک خوب صورت دستاویز کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کے مواد کی ترتیب،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سرخیوں کا انتخاب، ان کی سیٹنگ، صفحات کا لے آؤٹ، اور اس جیسے بے شمار امور و مسائل ہماری گفتگوؤں میں زیرِ بحث رہتے۔ اس اشاعت کے لئے خود انہوں نے ابا جان علیہ الرحمہ کی کتب اور مطبوعات کے بارے میں تجزیاتی مضمون قلم بند کرنے کی ذمہ داری قبول کی اور پھر ایک جامع تحریر ارسال بھی کی۔ بعد کی کسی نشست میں، اس کے مشمولات و مندرجات پر نظر دوڑاتے ہوئے، میں نے ان کی خدمت میں چند تجاویز پیش کیں، انہوں نے اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے مزید نکات کو اس کا حصہ بنانے کا وعدہ کیا۔

مجھے نہیں یاد کہ ابا جان رحمہ اللہ تعالیٰ سے پروفیسر عبد الجبار شاکر مرحوم و مغفور کے کوئی گہرے روابط تھے۔ ان کی کوئی باہمی ملاقات بھی میرے حافظے میں موجود نہیں۔ البتہ برادرم حکیم منصور العزیز کی موجودگی میں شاکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ضرور بتلایا تھا کہ ان کی مولانا حکیم عبد الرحیم اشرف علیہ الرحمہ سے دو ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ محض دو ملاقاتوں کے باوجود، عبد الرحیم اشرفؒ نمبر میں ان کی غیر معمولی دل چسپی، جہاں میرے لئے ان کی محبت و شفقت کا اظہار تھا، وہیں اس کی اہم ترین وجہ یہ تھی کہ ان دونوں شخصیات میں فکر و نظر کی ہم آہنگی بے مثال تھی۔ دونوں ہی اہل حدیث مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے تھے، لیکن دونوں ہی وحدتِ اُمت کے تصور کو اپنا عقیدہ بنائے ہوئے تھے، ایسا عقیدہ جو غیر متزلزل بھی تھا اور نا قابلِ شکست بھی۔ دونوں نے اہلِ حدیثیت کو اپنا تشخص نہیں بنایا۔ دونوں نے اسلام کے صراطِ مستقیم کی بجائے مسلکی تنگنائیوں کو اپنانے سے شعوری گریز کی راہ اپنائی۔ دونوں نے ہر مکتبِ فکر اور مسلک کی شخصیات سے روابط کو استوار کیا اور انہیں مستحکم بنایا۔ دونوں نے مسلکی اختلافات میں اُلجھ کر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرنے سے بانگِ دہل انکار کیا۔ دونوں انتشار کی بجائے اتحاد کے نقیب تھے۔ وہ افتراق کی بجائے ائتلاف کے علم بردار تھے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا کے سلمِ الٰہی کو حرزِ جاں بناتے ہوئے وہ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا (اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے بھی اور اس قرآن مجید میں بھی) پر ایقان و ایمان کو ہر قلبِ مسلم میں اتارنے کے لئے بے چین و بے قرار تھے۔ دونوں نے ہمیشہ ملّی و قومی مسائل پر توجہ مبذول کی اور ان کے حل کی تلاش کو اپنی جدوجہد کا عنوان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنایا۔ دونوں قرآن وسنت کو اپنا راہنما سمجھتے تھے اور ان کی ضیاء پاشیوں سے اکتساب کرتے ہوئے انفرادی و اجتماعی زندگی کے امور سرانجام دینے پر یقین رکھتے تھے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقاتوں میں تعلیمی امور واحوال پر بھی بات چیت رہتی تھی۔ وہ بنیادی طور پر تعلیم کے شعبہ سے نہ صرف وابستہ تھے، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس میدان میں ترقی کی منازل کی طرف گام زن رہنا اور افرادِ ملت کو گام زن رکھنا، ان کی زندگی کا مشن تھا۔ اس حوالے سے ہر فرد کو بہترین راہنمائی فراہم کرنا، وہ اپنا فرضِ منصبی تصور کرتے تھے۔ اسی تصور کو انہوں نے ہمیشہ عمل کا قالب عطا کرنے کی کامیاب جدوجہد کی۔ ان سے عبدالرحیم اشرفؒ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام چلنے والے اداروں جامعہ تعلیمات اسلامیہ، جامعہ طبیہ اسلامیہ اور سیرت پبلک سکول کے حوالے سے مشاورت رہتی۔ وہ ان اداروں کے بانی مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کی ان تھک محنت اور پُر خلوص لگن کو ان اداروں کی ترقی کی صورت میں پھلتا پھولتا دیکھنے کے خواہاں تھے۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں انہوں نے ایک مرتبہ اساتذہ وطلبہ، شیوخ و علماء اور معززین شہر سے خطاب بھی فرمایا۔ اس طرح جامعہ طبیہ اسلامیہ کو مدارجِ ترقی طے کرتے دیکھنا، ان کی آرزو تھی۔ ان کی تمنا تھی کہ یہاں سے ابن سینا اور رازی جیسی شخصیات کو جنم لینا چاہیے۔ اس ضمن میں گفتگو کرتے ہوئے طب اسلامی ونبویؐ سے ان کی محبت جھلکتی ہوئی دکھلائی دیتی تھی۔

راقم الحروف نے اپنے چند دوستوں کے ہمراہ اسوہ پبلک سکول کے نام سے ایک ادارہ قائم کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں وہ اپنی خصوصی راہنمائی سے بھی نوازتے اور اس کے معاملات میں گہری دل چسپی کا اظہار بھی کرتے۔ کئی مرتبہ جی چاہا کہ انہیں اس ادارے میں تشریف لانے کی استدعا کی جائے، لیکن صرف یہ سوچ کر لب کشائی کی جرأت نہ کرسکا کہ ابھی ادارہ ان کے قد وقامت سے بہت چھوٹا ہے۔ بچوں کی تعلیمی سطح اتنی بلند ہو جائے کہ وہ ان کی علمی گفتگو کو سمجھ سکیں تو پھر انہیں زحمت دی جائے۔ اسی انتظار میں وہ لمحہ آگیا جس کے بعد ہر قسم کا انتظار، تمناؤں اور منصوبوں سے بھی ماوراء ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ 2000ء میں جب ہم نے اسوہ میگزین کے اجراء کا فیصلہ کیا، تو وہ اس وقت ڈائریکٹر لائبریریز پنجاب تھے، میں نے اس میگزین کے لئے ان سے پیغام

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھجوانے کی درخواست کی جسے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے انہوں نے درجِ ذیل فکر انگیز پیغام بھجوایا:

''شہروں کی اصل شناخت اور پہچان اس میں قائم علمی، تحقیقی اور صنعتی اداروں سے ہوتی ہے۔ اداروں کا حسن و وقار ان شخصیات کا مرہون منت ہوتا ہے جن کے خونِ جگر سے ان کی آبیاری اور نشوونما ہوتی ہے۔ ماضی قریب میں فیصل آباد جن شخصیات کے حوالے سے متعارف تھا، ان میں ایک ممتاز نام حکیم عبدالرحیم اشرفؒ کا ہے۔ حکیم صاحب موصوف ایک عالمِ شہیر، مجاہدِ کبیر، مسیحائے ملت، خطیبِ اُمت، عظیم صحافی اور بلند پایہ مصنف تھے۔

''حکیم صاحب مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر زاہد اشرف نے ان کے کارناموں کو زندہ رکھنے اور انہی عزائم کو توسیع دیتے ہوئے ایک معیاری تعلیمی ادارہ ''اسوہ پبلک سکول'' کے نام سے قائم کیا ہے۔ اس روشن تعلیمی ادارے کی جانب سے ''اسوہ'' کے نام سے بچوں کا ایک مجلّہ شائع ہو رہا ہے۔ میں اس مجلّے کی اشاعت پر اس ادارے کے منتظمین کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ یہ مجلّہ '' ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما'' ثابت ہوگا۔ یہ ادارہ نسلِ نو کی ذہنی نشوونما اور سیرت سازی کا مشن سنبھالے ہوئے ہے۔ ننھے منے طلبہ و طالبات کی معصوم صورتیں اگر حسنِ سیرت سے منوّر ہو جائیں تو تعلیم و ثقافت کا عمل روشن تہذیب میں داخل ہو جائے گا۔ میں اس مجلّے کے حوالے سے اس ادارے کے روشن مستقبل کی دعا کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ زیرِ اشاعت ''اسوہ'' طلبہ میں ''اسوہ حسنہ'' کی ضیا پاشیوں کی نوید بن کر سامنے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔''

پروفیسر صاحب مرحوم، ان دنوں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل، دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے منصب پر فائز تھے جب اسوہ پبلک سکول کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا کہ بچوں کو اسلامی و اخلاقی اصولوں اور آداب سے آگاہ کرنے اور انہیں، ان کے روزمرہ معمولات کا حصہ بنانے کے لئے کہانیوں پر مشتمل ایک کتاب شائع کی جائے۔ اسوہ کی پرنسپل نے دل چسپ پیرائے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں کہانیاں تخلیق کیں، جن پر نظر ثانی کے لیے راقم الحروف نے مصنفہ کی تجویز پر جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے استدعا کی۔ انہوں نے بکمال مہربانی، اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے وقت نکالا اور ایک ایک کہانی کے مندرجات کے حوالے سے نہ صرف راہنمائی دی بلکہ اصلاح بھی کی اور اغلاط کی درستی بھی۔ اسی موقعہ پر انہوں نے اسوہ کے بچوں کے لئے منظوم ''ترانۂ اسوہ'' بھی لکھ کر بھیجا تھا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتوں کے دوران زیر بحث آنے والے ایک موضوع کا تعلق ''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' سے تھا۔ یہ وہ تنظیم تھی جس کی عالمی سطح پر تاسیس مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔ اس تنظیم سے راقم الحروف کی وابستگی کا آغاز 1999ء میں ہوا۔ اس وابستگی کے ساتھ ہی 23 نومبر 1999ء کو رابطہ کی فیصل آباد فرع کا قیام عمل میں آیا، جس نے قلیل عرصے میں ہی اپنی فعالیت کے باعث ملک بھر میں اپنے وجود کو منوا لیا۔ ابتداءً، مقامی سطح کے ماہانہ پروگرام منعقد کئے جاتے رہے۔ مولانا مجاہد الحسینی کی سرپرستی، ڈاکٹر انور محمود خالد کی صدارت، پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر اور پروفیسر ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم کی رفاقت میں عالمی رابطہ ادب اسلامی فرع فیصل آباد، اپنی ٹھوس اور مؤثر کارکردگی کی بدولت، علمی و ادبی حلقوں میں عزت و توقیر کی نظر سے دیکھی جانے لگی۔ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد مرحوم (سیکرٹری مالیات، عالمی رابطہ ادب اسلامی، فیصل آباد) نے نہ صرف ہماری راہنمائی کی بلکہ قدم قدم پر اپنی بھرپور معاونت سے ہمیں نوازا۔ انہی کی وجہ سے ہم زرعی یونیورسٹی میں قومی سطح کے چند کامیاب علمی و ادبی پروگرام منعقد کر پائے۔ مرحوم نے ان سبھی پروگراموں کے انتظامی معاملات کو تن تنہا نبھایا۔ راقم الحروف ان دنوں فرع فیصل آباد کے جنرل سیکرٹری کے منصب پر فائز تھا۔

رابطہ کی فیصل آباد فرع کے زیر اہتمام زرعی یونیورسٹی میں منعقد ہونے والے پروگراموں میں 8 اپریل 2000ء کا قومی سیمینار بھی تھا۔ اس کا موضوع تھا: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، حیات و خدمات۔ 31 نومبر 1999ء کو بانی رابطہ کے سانحۂ ارتحال کے محض 3 ماہ اور آٹھ دن بعد قومی سطح کے ایک سیمینار کا انعقاد، ایک نوزائیدہ تنظیم کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت، فرع

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فیصل آباد سے وابستہ حضرات کی محنت ولگن اور بین الاقوامی شہرت کی حامل علمی وادبی شخصیات کی تشریف آوری نے اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کو ممکن بنا دیا۔ زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ریاض حسین قریشی کی زیرِ صدارت منعقدہ اس سیمینار میں ڈاکٹر محمود احمد غازی (جو اس وقت نیشنل سیکورٹی کونسل کے رکن تھے)، ڈاکٹر خالد علوی مرحوم، پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم اور ڈاکٹر محمد امین کے علاوہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے مرکزی ومقامی قائدین نے شرکت کی۔ فیصل آباد کے حوالے سے یہ رابطہ کے زیرِ اہتمام پہلا پروگرام تھا جس میں پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل پذیر خطاب سے اہلِ فیصل آباد کو نوازا۔ ان کے خطاب کا عنوان تھا: ''علومِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید میں مولانا علی میاںؒ کا کردار''۔ علم وادب کے رنگ لئے ہوئے ان کے خطاب نے علومِ اسلامیہ کی تشکیلِ جدید میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے اساسی کردار کی وضاحت کی۔ انہوں نے بتلایا کہ مولانا علیہ الرحمہ نے اپنی متعدد کتب وتصنیفات کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علومِ اسلامیہ کی جدید تقاضوں کے مطابق تشریح وتوضیح کی۔ اس اعتبار سے وہ اُمتِ مسلمہ کے محسن تھے۔ پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی بتلایا کہ مولانا علی میاںؒ نے اتحادِ اُمت کی داعی تنظیموں کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ اسی کاز کو آگے بڑھانے کے لئے خود بھی تنظیمیں قائم کیں۔

اس قومی سیمینار کو بے حد کامیاب بنانے میں دیگر شخصیات کے ساتھ ساتھ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی وقیع علمی وادبی خطاب نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس کی بدولت جہاں رابطہ کی فیصل آباد فرع، قومی سطح پر متعارف ہوئی، وہیں اس نے علمی وادبی حلقوں میں شاکر صاحب مرحوم سے بار بار استفادے کی خواہش کو جنم دیا۔ چنانچہ اگلے ہی برس ہم نے انہیں پھر زحمت دی کہ وہ فیصل آباد تشریف لائیں اور یومِ اقبالؒ کے حوالے سے 15 نومبر 2000ء کو منعقد ہونے والے پروگرام میں اپنے کلیدی خطاب سے نوازیں۔ متذکرہ بالا قومی سیمینار کی طرح، یہ اجلاس بھی زرعی یونیورسٹی کے اولڈ سینیٹ ہال میں منعقد ہوا۔ اس اہم اجلاس میں پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ نے ''ادبِ اقبالؒ اور بیداریٔ ملت'' کے موضوع پر انتہائی وقیع اور فکر انگیز خطاب ارشاد فرمایا۔ ان کی آمد سے پہلے ہی اولڈ سینیٹ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان کے انتہائی مؤثر خطاب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے شرکائے اجلاس میں ولولۂ تازہ پیدا کیا، انہیں نئی امنگ اور ترنگ سے آشنا کیا۔ انہیں اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ ترجمانِ فطرت، شاعر اسلام اور مفکر پاکستان کے انقلابی افکار و نظریات نے دنیا بھر میں بیداریٔ اُمت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ موضوع پر ان کی گرفت، الفاظ پر ان کی قدرت، بیان میں ان کی طلاقت اور کلامِ اقبالؒ کے حوالے سے ان کی ندرتِ افکار نے ان کی شخصیت کے اَن مٹ نقوش دل و دماغ پر کندہ کر دیئے۔ اس خطاب میں ادبی چاشنی بھی تھی اور زبان و بیان کی حلاوت بھی۔ اس میں فکر انگیز نکات بھی تھے اور جذبات میں ہلچل مچا دینے والے حقائق بھی۔ یوں لگا جیسے انہوں نے سبھی شرکائے اجلاس کے قلوب و اذہان کو مسحور کر دیا ہو۔ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کی تجویز پر ہی اس اجلاس میں ایک قرارداد بھی پیش کی گئی جس میں عالمِ اسلام کی قیادتوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ علامہ اقبالؒ کے پیغام کی روشنی میں بھرپور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کو درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ٹھوس اقدامات کریں۔ اُمتِ مسلمہ کو عالمِ کفر کی اقتصادی غلامی سے نجات دلانے کے لئے سودی نظام کا فوری خاتمہ کریں۔ عالمِ کفر نے عالمِ اسلام پر صدیوں کی مسلّط کردہ غلامی کے دوران جو سرمایہ یہاں سے لوٹا ہے، وہ واپس کیا جائے۔ اس قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ فکرِ اقبالؒ کی روشنی میں تعلیمی نظام وضع کیا جائے...... یہ قرارداد مرحوم عبدالجبار شاکر کے تجویز کردہ نکات کے مطابق ہی تیار کی گئی، جس کی شرکائے اجلاس نے متفقہ طور پر منظوری دی۔

2002ء کو قومی سطح پر سالِ اقبالؒ قرار دیا گیا تھا۔ اسی مناسبت سے 25 اپریل 2002ء کو فیصل آباد میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام عالمی رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام تو نہیں تھا، پھر بھی اس سے ہمارا ناطہ کچھ یوں بنا کہ ایک تو یہ ہماری مادرِ علمی گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں منعقد ہو رہا تھا، دوسرے اس سیمینار کے سیکرٹری، رابطہ کی فرع فیصل آباد کے انتہائی متحرک ساتھی اور دوست ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم تھے، لیکن اس پروگرام کی اصل کشش اس شخصیت کی بدولت تھی، جو مہمانِ خصوصی بن کر اس میں تشریف لا رہی تھی۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ، اس سیمینار کے اکلوتے مقرر تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب کے ذریعے شرکائے اجلاس کے دلوں کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گرمایا۔ اقبال علیہ الرحمہ کے پیغام سے اذہان کو جلا بخشی اور ارواح کی طراوت کا اہتمام کیا۔

فیصل آباد میں ہی پروفیسر عبد الجبار شاکر علیہ الرحمہ کی کچھ اور تقاریر سننے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ جامعہ سلفیہ میں بالعموم وہ ختم بخاری کی تقریب میں تشریف لایا کرتے تھے، بعض دیگر مواقع پر بھی ان کی آمد ہوئی۔ ان سبھی تقاریب میں ان کے علم وفضل سے استفادہ ہوتا رہا، ان کی ہم جلیسی کا شرف میسر آتا رہا اور ان کی رفاقت میں کچھ لمحات گزارنا، خوش نصیبی کو بڑھاوا دیتا رہا۔

میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ فیصل آباد میں جب بھی کسی اجلاس یا تقریب میں شرکت کے لئے، میں نے ان سے گذارش کی، انہوں نے بلاتامل اسے شرفِ قبولیت سے نوازا، خواہ یہ دعوت عالمی رابطہ ادب اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہو یا کسی اور ادارے کی جانب سے، وہ تشریف لائے، تمام تر تکلفات اور پروٹوکول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ ان کی نہ کوئی فرمائش ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی تقاضا۔ وہ سادگی کا پیکرِ مجسم تھے۔ بلند تر مناصب پر فائز ہونے کے باوجود، وہ پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کو باعثِ عار نہیں سمجھتے تھے۔ کتنی ہی مرتبہ میں نے انہیں اپنا دستی بیگ ہاتھ میں اٹھائے پیدل، مقامِ تقریب تک پہنچتے دیکھا، جبکہ اشرف لیبارٹریز میں بھی وہ بارہا اسی کیفیت میں تشریف لائے۔ ان کے علم وفضل سے تکبر کی کوئی رمق نہیں پھوٹی، بلکہ عاجزی وانکساری ان کے رگ وپے میں سرایت کرتی چلی گئی۔ ان کی ایسی ہی خوبیوں نے انہیں مرجعِ خلائق بھی بنایا اور ان کا محبوب بھی۔

فیصل آباد میں منعقدہ تقاریب کے بعد یا کسی اور مناسبت سے جب ہم اشرف لیبارٹریز میں مصروفِ گفتگو ہوتے تو عالمی رابطہ ادب اسلامی کے پلیٹ فارم سے ہونے والی جدوجہد اور اس کے نتائج بھی زیرِ بحث آتے۔ اگرچہ ہماری گذارش پر انہوں نے کبھی بھی اس کے زیرِ اہتمام ترتیب دیئے جانے والے پروگراموں میں شرکت سے احتراز نہیں کیا، لیکن باہمی گفتگو کے دوران کبھی کھلم کھلا اور بعض اوقات محض اشارات میں یہ بتلا دیتے کہ اس سے بہتر کاموں میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ میرے لئے ان کا بالعموم مشورہ یہی ہوتا تھا۔ بعض اوقات تو وہ اس موضوع پر زیادہ وقت صرف کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ فیصل آباد میں ہماری ''کارکردگی'' کے بعد، رابطہ کے ایک حلقے میں ہمارے (ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم اور راقم الحروف) بارے میں یہ مناسب سمجھ لیا گیا کہ اب مرکز کو ہماری ''خدمات'' سے لازمی طور پر ''مستفید'' ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر قاری محمد طاہر ہم سے پہلے ہی مرکز کو یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''استفادہ'' بہم پہنچا رہے تھے۔ مرکز میں منتخب ہونے کے بعد ہم سے رابطہ کیا ''مستفید'' ہوتا، اس نے ہمارے افادے کے جو باب وا کیے، ان سے تو ہمارے چودہ طبق روشن ہو گئے اور تب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مرکز کا حصہ بنا لینے کے باوجود، ہم نے اسی مشورے پر عمل پیرا ہونے میں ''عافیت'' محسوس کی، جو شاکر صاحب مرحوم شروع سے ہمیں دیتے چلے آ رہے تھے۔

تفصیل اس اجمال کی کچھ یوں ہے کہ 14 مئی 2002ء کو منعقد ہونے والے انتخابات میں ہم (ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم اور راقم الحروف) عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کی مجلسِ منتظمہ کے لئے منتخب ہوئے۔ فیصل آباد سے ہمارے قابلِ احترام بزرگوں مولانا مجاہد الحسینی، مولانا عبدالرشید ارشد مرحوم اور ڈاکٹر انور محمود خالد نے ان انتخابات میں ہمارے حصہ لینے پر اس حد تک اصرار کیا کہ ہمیں بالآخر ان کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

ہم مرکز میں منتخب تو ہو گئے اور مرکزی سیکرٹری کی ذمہ داریاں بھی راقم الحروف کو تفویض کر دی گئیں، لیکن سچی بات تو ہے کہ ہم نے فیصل آباد میں جو کام کیا تھا، اس کا عشرِ عشیر بھی مرکز میں نہ کر پائے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ فیصل آباد میں رابطہ کی قیادت مکمل یگانگت اور وحدتِ فکر کے ساتھ مصروفِ عمل تھی۔ مرکز کا ماحول ہمارے لئے نہ صرف اجنبی ثابت ہوا بلکہ کسی حد تک حوصلہ شکن بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم تو جلد ہی بیزار ہو گئے۔ میرے کاندھوں پر چونکہ سیکرٹری شپ کی ذمہ داریاں تھیں، اس لئے خواستہ و ناخواستہ انہیں کسی طور نبھاتا رہا۔ مرکز کی اس صورت حال پر پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم سے بات ہوتی، احوالِ واقعی ان کے گوش گزار کراتا تو بات ایک حد تک سنتے ضرور، لیکن ان کی رائے اور مشورہ یہی ہوتا کہ کسی اور بہتر کام میں اپنی صلاحیتوں کو کھپاؤ۔

اسی دوران مجھے ایک مرتبہ ان سے اپنی بات منوانے کا موقع مل گیا۔ میری شروع سے ہی یہ خواہش تھی کہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے پلیٹ فارم پر اسلامی فکر کے حامل ایسے حقیقی ادباء کو اکٹھا کیا جائے جو صحیح معنوں میں ادبی تشخص کے حامل ہوں۔ اسی کی تلقین ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بھی 4 جولائی 2003ء کو زرعی یونیورسٹی، فیصل آباد کے ریسٹ ہاؤس میں ایک علمی نشست کے دوران، ہمیں کی تھی۔ رابطہ کی فیصل آباد فرع کے ارکان اس میں موجود تھے۔ رابطہ کے اہداف و مقاصد اور ان کے حصول کے طریقِ کار پر گفتگو کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر محمود غازی نے مجھ سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا کہ زاہد صاحب! اس تنظیم کو چلانا میرا اور آپ کا کام نہیں ہے۔ ہمارا کام محض یہ ہے کہ حقیقی اسلامی ادباء کو اس پلیٹ فارم پر لائیں اور پھر اسے ان کے سپرد کر دیں۔ میں خود بھی اسی نقطۂ نظر کا حامل تھا، اس لئے فیصل آباد کی حد تک اور پھر مرکز میں ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی معیت میں اس امر کے لئے کوشاں رہا۔ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کو رابطہ میں لانے کی خواہش بہت عرصے سے میرے دل میں مچل رہی تھی۔ وہ جس علمی و ادبی مقام پر فائز تھے، ہم جیسے لوگ اسے پانے کی صرف تمنا ہی کر سکتے ہیں، وہاں تک پہنچنا ہم جیسے لوگوں کے بس میں ہی نہیں ہوتا۔ بالآخر میں اپنی خواہش کو عمل کا روپ دینے میں کامیاب ہوا۔ میں نے ان سے رابطہ کا رکنیت فارم پُر کروالیا اور پھر اس فارم کو میں نے مجلسِ منتظمہ عالمی رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس منعقدہ 19 مئی 2003ء میں برائے منظوری پیش کیا۔ میں یہ دوہرا اعزاز (فارم پُر کروانا اور پھر اسے برائے منظوری پیش کرنا) ملنے پر شاداں و فرحاں تھا، اور جب اس اجلاس میں بطورِ رکن ان کے اسم گرامی کی رسمی منظوری دی گئی تو مجھے یوں لگا کہ میری مراد بھر آئی ہے۔

رابطہ میں شاکر صاحب مرحوم کی باقاعدہ شمولیت کے محض سات روز بعد 26 مئی 2003ء کو اواری ہوٹل لاہور میں، نامور محقق و مصنف اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ علیہ الرحمۃ کو ان کی گراں قدر علمی و تحقیقی اور ادبی خدمات پر خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک تعزیتی سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ اس سیمینار کے کلیدی مقررین میں شامل تھے۔ ان کے دیگر خطبات کی طرح یہ خطاب بھی ان کی انفرادیت کا آئینہ دار تھا۔ مجھے ان کی جتنی بھی تقاریر سننے کا موقعہ ملا، محویت کا ایک عجیب عالم طاری رہا۔ یوں لگا کہ اگر لمحہ بھر کی لئے بھی توجہ اِدھر اُدھر ہٹی تو سارا تانا بانا بکھر جائے گا۔ اس لئے کہ ان کی ہر تقریر میں، خواہ وہ سیرت کے موضوع پر ہو یا علامہ اقبالؒ کے حوالے سے، وہ ختم بخاری کا درس ہو یا کسی دینی و فکری شخصیت کے بارے میں، اس میں الفاظ کا زیر و بم کمال کا ہوتا تھا، پھر معلومات کا بہاؤ کچھ ایسا ہوتا جیسے موجِ رواں تسلسل کے ساتھ بہے چلی جا رہی ہو۔ اس میں کہیں آبشار کی گھن گرج ہوتی تھی اور کبھی ندی کے دھیمے بہاؤ کا سا انداز۔ کہیں اس کی صورت ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی سی ہوتی تھی اور کبھی تہہ در تہہ امواج کی سی کیفیت۔ یہ ساری اشکال دل و دماغ کو جلا بخشتی تھیں، ان سے علم کی فراوانی کا اظہار بھی ہوتا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور معلومات کی ثقاہت کا بھی۔ اعداد و شماریوں زبان سے پھسل رہے ہوتے تھے کہ سامع ان کے حافظے کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کا باقاعدہ رکن بننے کے بعد، پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ نے بحیثیت رکن رابطہ کی سرگرمیوں میں بھرپور دلچسپی لی۔ جب بھی رابطہ کی مجلسِ عمومی کا اجلاس منعقد ہوتا وہ اس میں باقاعدگی سے پوری دل جمعی کے ساتھ شریک ہوتے اور اپنی تجاویز و آراء سے مستفید فرماتے۔

13 ستمبر 2004ء کو رابطہ کی مجلسِ عمومی کا اجلاس، مرکزی دفتر رابطہ (لاہور) میں منعقد ہوا۔ اس کے ایجنڈے کے نکات پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے راہنمائی فراہم کی۔ رابطہ کے ترجمان رسالہ قافلہ ادب اسلامی کو خود کفیل بنانے کے لئے انہوں نے اشتہارات کے حصول کی جدوجہد پر زور دیا، اس طرح یہ تجویز پیش کی کہ CBR (موجودہ FBR) میں رابطہ کی رجسٹریشن کی کوشش کی جائے تاکہ اس کے لئے مخیّر حضرات سے ٹیکس سے مستثنیٰ عطیات کا حصول ممکن ہو سکے۔ مزید برآں رابطہ کے انتخابات کے پورے پاکستان سے لاہور میں جمع ہو کر ووٹ ڈالنے کی بجائے انہوں نے پوسٹل بیلٹ کی تجویز کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ پوسٹل بیلٹ کے ساتھ جوابی لفافہ بھی بھیجا جانا چاہیے تاکہ ووٹ کی واپسی کی ترسیل کو یقینی بنایا جا سکے۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے حوالے سے پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کا سفر یہیں تک محدود نہیں رہا۔ رابطہ کے عالمی دفتر، واقع ریاض (سعودی عرب) کی ہدایات کے مطابق 2005ء میں نئے انتخابات کا اہتمام کیا گیا، جو مرکزی دفتر رابطہ (لاہور) میں 29 مئی 2005ء کو منعقد ہوئے۔ رابطہ ادب اسلامی کا معمول ہے کہ انتخابات کے روز، پہلا سیشن مجلسِ عمومی کے اجلاس کے لئے مختص ہوتا ہے جبکہ دوسرے سیشن میں انتخابات کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔ شاکر صاحب مرحوم ان دونوں سیشنز میں شریک ہوئے۔ ان انتخابات سے قبل فیصل آباد کے ارکانِ رابطہ نے باہمی مشاورت سے یہ طے کیا کہ مرکزی مجلسِ منتظمہ میں بھی حقیقی ادباء کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ چنانچہ ہم نے اپنے طور پر جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر اور جناب ڈاکٹر انور محمود خالد کے اسمائے گرامی کو تجویز کیا اور اس ضمن میں مرکزی قائدین کو بھی اعتماد میں لیا۔ جامعہ اشرفیہ کے لائبریری ہال میں انتخابات سے ذرا قبل جب رابطہ کی مجلسِ عمومی کا اجلاس ہو رہا تھا تو میں پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے پاس گیا اور ان سے استدعا کی کہ وہ رابطہ کے انتخابات میں حصہ لینے کی ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازیں۔ انہوں نے ایک بار پھر میری عزت افزائی فرمائی۔ انتخابات ہوئے تو ڈاکٹر انور محمود خالد کے ساتھ ساتھ جناب شاکر صاحب مرحوم بھی سات رکنی منتخب مجلسِ منتظمہ میں شامل تھے۔ اپنے خواب کی یہ تعبیر ہمارے لئے خوش کن بھی تھی اور بے حد حوصلہ افزا بھی۔

ان نتائج کے بعد ہمیں یہ توقع تھی کہ اب رابطہ کو زیادہ فعال بنایا جاسکے گا۔ اس کے حقیقی اہداف کے حصول کے لئے ٹھوس پیش رفت ہو سکے گی۔ ان دونوں شخصیات کی مجلسِ منتظمہ کی شمولیت غور و فکر کے نئے دریچے وا کرے گی، کام کرنے کی نئی راہیں سجھائے گی اور تکمیلِ مقاصد کا اہم ذریعہ ثابت ہوگی۔ لیکن ہماری توقعات اس وقت گہنا گئیں جبکہ متذکرہ بالا اجلاس میں ہی کچھ غیر مناسب صورت حال پیدا ہوگئی۔ سٹیج پر کی گئی ایک دو تقاریر اور کچھ اہم ارکان کے رویوں نے ماحول کو کشیدہ کر دیا۔ جناب شاکر صاحب نے مصالحانہ کردار ادا کرنے کی بھرپور سعی کی اور صورت حال کو کسی قدر سنبھالا بھی، لیکن ماحول کی تلخی آنے والے دنوں پر بھی اثر انداز ہوتی رہی۔ نو منتخب مجلسِ عاملہ کے چند ایک اجلاس وقتاً فوقتاً منعقد بھی ہوئے۔ شاکر صاحب مرحوم، لاہور میں ہوتے تو تشریف لے آتے۔ اسی دوران اچانک ہمیں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے صدر اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ڈاکٹر عبدالقدوس ابو صالح کی طرف سے یہ اطلاع دی گئی کہ حالیہ انتخابات کو کالعدم قرار دے کر ایک تین رکنی تنظیم قائم کر دی گئی ہے۔ اس سنگین صورت حال پر نو منتخب مجلسِ منتظمہ کی باہمی مشاورت کے لئے اجلاس منعقد ہوتے رہے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ ان میں شریک ہو کر اپنے مشوروں سے نوازتے رہے۔

ایک سال تک پاکستان میں رابطہ کی سرگرمیاں تقریباً تعطل کا شکار رہیں۔ اس ''کارِ خیر'' کے لئے سازشوں کے جو تانے بانے بنے گئے اور رابطہ کے عالمی دفتر سے جس طرح من پسند فیصلے کروالئے گئے، اس نے رابطہ کی کارکردگی کے گراف کو پستیوں کا ہم نشین بنا دیا۔ یوں ہم نے دو انتہائی بلند قامت علمی و ادبی شخصیات کو مجلسِ منتظمہ میں لانے کی جو کامیاب کوشش تھی، اسے عملاً ناکام بنا دیا گیا۔ عالمی دفتر، انتخابات کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھا اور نو منتخب مجلسِ منتظمہ، عالمی دفتر کا فیصلہ ماننے سے گریزاں، تا آنکہ جون 2006ء میں محترم ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی رحمۃ اللہ علیہ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالمی دفتر کے نمائندہ کی حیثیت سے، بھارت سے پاکستان تشریف لائے۔ انہوں نے پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ سمیت مجلسِ منتظمہ کے سبھی ارکان سے گاہے انفرادی اور گاہے اجتماعی ملاقاتیں کیں۔ ان کے نتیجے میں ایک نئی سات رکنی مجلسِ منتظمہ تشکیل دی گئی جن میں سے پانچ نومنتخب ارکان بھی تھے۔ میں نے مولانا فضل الرحیم (صدر عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان) کی رہائش گاہ پر منعقدہ اجلاس میں بصد ادب ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی مرحوم سے اپنی معذرت قبول کرنے کی استدعا کی، لیکن ان کا اصرار رہا کہ آپ کے بغیر مجلسِ منتظمہ مکمل نہیں ہوسکتی۔ ان کی اس محبت وشفقت کے سامنے میرے لئے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، البتہ میں نے گزارش کی کہ جن دو نومنتخب ارکان، پروفیسر عبدالجبار شاکر اور ڈاکٹر انور محمود خالد کو نامزد کی جانے والی مجلسِ منتظمہ سے الگ رکھا گیا ہے، انہیں بھی اس میں شامل کیا جائے۔ دیگر حضراتِ گرامی نے بھی اس کی تائید کی اور یوں ان دونوں شخصیات کو بھی مجلسِ منتظمہ میں شامل کرلیا گیا۔ یہ نئی پیش رفت بھی کام کے ازسرِنو آغاز اور اسے آگے بڑھانے میں معاون ثابت نہ ہوسکی۔ 8 جولائی 2006ء کو نامزد مجلسِ منتظمہ کا ایک اجلاس محترم جناب مصطفیٰ صادق (جنہیں عالمی رابطہ ادب اسلامی پاکستان کا نائب صدر نامزد کیا گیا تھا) کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ تلخیوں کی فضا وہاں بھی مکمل طور پر نہ چھٹ سکی۔ اس اجلاس میں کیے گئے فیصلوں میں سے ایک کا تعلق رابطہ کے ترجمان مجلّہ قافلہ ادب اسلامی کی مجلسِ ادارت سے تھا۔ اس کی رو سے ڈاکٹر محمود الحسن عارف، ڈاکٹر انور محمود خالد اور پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم پر مشتمل ادارتی بورڈ قائم کیا گیا۔ یہ ایسا ادارتی بورڈ تھا جسے کارکردگی کے آغاز کا موقعہ بھی نہ مل سکا۔

رابطہ کی یہ صورت حال یقیناً اعصاب شکن تھی۔ تب مجھے رہ رہ کر پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ واسبغ علیہ نعمہ کا وہ مشورہ یاد آتا رہا کہ اپنی صلاحیتوں کا اس سے بہتر کاموں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، اور بالآخر ہم دونوں (مشورہ دینے والے بھی اور جسے مشورہ دیا گیا) رابطہ کے حوالے سے یکسر غیر فعال ہوگئے، یوں اس تنظیم سے راقم الحروف کا تقریباً سات سالہ اور پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ کا تین سالہ رسمی تعلق، انجام پذیر ہوا۔ انتہائی خاموشی سے ہم نے اپنی اپنی راہ لی۔ جبکہ فیصل آباد کی دیگر اہم شخصیات نے بھی اپنے لئے سکوت کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لازم کرلیا، یوں پاکستان میں رابطہ کی فعال ترین فرع اپنے وجود کو دریافت کرنے کے لئے تلاش گمشدہ کے اشتہار کی متقاضی بن گئی۔

عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ایک اجلاس سے فراغت کے بعد ہمارا یہ پروگرام بنا کہ شاکر صاحب مرحوم کے قائم کردہ عظیم الشان بیت الحکمت کی زیارت کی جائے۔ڈاکٹر قاری محمد طاہر اور اغلباً ڈاکٹر انور محمود خالد کی معیت، اور پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کی راہنمائی میں ہم نے نیچے سے اوپر تک سبھی منازل پر موجود ہزاروں کتب اور سینکڑوں مخطوطات دیکھے۔کتب سے ان کا والہانہ لگاؤ ہر ہر قدم پر آشکار ہو رہا تھا، لیکن جب قرآن مجید کے قلمی اور مطبوعہ نسخہ جات کی جب ہم زیارت کر رہے تھے تو ان کی اور خود ہماری کیفیت نا قابلِ بیان تھی۔ ماحول کے تقدس اور قرآنِ کریم کی عظمت کے جلو میں شیفتگی و وارفتگی عجب سماں باندھ رہی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ اسی کیفیت میں عمر بیت جائے۔اس ماحول میں ان کے چہرے کی بشاشت، ان کی آنکھوں کی طراوت اور ان کے لہجے کی حلاوت، دنیا و مافیہا سے بے خبر کردینے کے لئے کافی تھی۔

بیت الحکمت میں دو دفعہ حاضری کا اتفاق ہوا، ایک مرتبہ تب جب ابھی کتب و رسائل کی ترتیب کا کام جاری تھا، تب بھی ان کے چہرے پر کھیلتی ہوئی مسرت دیدنی تھی، لیکن متذکرہ بالا حاضری کے دوران نہ صرف ماحول بلکہ خود ان کے اپنے وجود سے پھوٹنے والی کرنیں، عصیان میں ڈوبے مجھ جیسے لوگوں کے اردگرد بھی نور کے ہالے تخلیق کر رہی تھیں۔

مجھے لاہور میں ہی پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمۃ کی معیت میں گزاری ہوئی وہ طویل ساعتیں کبھی نہ بھول پائیں گی جب ہم کسی تقریب سے فراغت کے بعد کئی گھنٹے اکٹھے رہے۔ ان کے ساتھ ہی میں جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خاں سے ملنے گیا۔ وہ اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے، دفتر تھا فلاح فاؤنڈیشن کا، یہ فاؤنڈیشن ایک اسلامی این جی او ہے جو علمی اور رفاہی امور سرانجام دیتی ہے، اس کے اہم علمی امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قانونی فیصلوں کو یکجا کرنا بھی تھا۔ جناب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس فاؤنڈیشن سے وابستہ تھے۔ ہم نے کچھ وقت جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن خاں کے ساتھ گزارا۔ بعدازاں ہم وہاں سے نکلے تو سابق صدر پاکستان جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ کی رہائش گاہ پر جا پہنچے۔ شاکر صاحب مرحوم نے دونوں جسٹس صاحبان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے میرا تعارف کروایا۔ جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ سے نشست قدرے طویل رہی، جس میں وہ ابا جان مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعارف اور ملاقاتوں کا ذکر کرتے رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ میری مولانا مرحوم سے شناسائی قادیانی مسئلے کے حوالے سے تھی۔ قادیانیت کی علمی و عملی سطح پر بیخ کنی کے ضمن میں مولانا مرحوم کی خدمات کا تذکرہ دیر تک ہوتا رہا۔ اس موقعہ پر عدالتوں سے قادیانیت کے بارے میں کیئے گئے فیصلہ جات کا ذکر بھی ہوا۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب پروفیسر عبدالجبار شاکر غفر اللہ لہ نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی میں، ڈائریکٹر جنرل دعوہ اکیڈمی سے سیرت سٹڈی سینٹر کے ڈائریکٹر کا منصب سنبھالا تو انہوں نے فون پر اس کی اطلاع بھی دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ سیرت کے حوالے سے بہت سے منصوبے میرے ذہن میں ہیں، جن میں سے ایک بین الاقوامی سیرت سیمینار کا انعقاد بھی ہے۔ اس کے لئے وہ پاکستان بھر سے اہم علمی شخصیات کو مدعو کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فیصل آباد کی شخصیات کے نام گنوانے کے بعد مجھ سے استفسار کیا کہ ان کے علاوہ کوئی اور نام آپ کے ذہن میں ہے؟ میں نے گذارش کی کہ اگر کوئی اور نام میرے سامنے آیا تو ان شاء اللہ آپ کو مطلع کر دوں گا۔ چند دن بعد انہوں نے پھر یاد فرمایا۔ میں نے ایک نام کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ وہ تو پہلے ہی فہرست میں شامل ہے...... یہ ان سے دنیوی زندگی میں آخری گفتگو تھی۔ اللہ تعالیٰ جنت میں بھی ان کی رفاقت و ہم جلیسی کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔ سیرت نبویؐ کے حوالے سے کام کرتے ہوئے، اس دنیا سے رخصتی، یقیناً ان کی حیاتِ مستعار کا وہ دور تھا جسے ختامہ مسک سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ کے تذکار سے ہمیں یوں لگتا ہے جیسے ہمارے اردگرد نور کی کرنیں برس رہی ہوں، ان کی شخصیت کا اُجلاپن ہمارے اپنے مَن کے اندر اتر رہا ہو، ان کا شخصی جلال و جمال ہمارے وجود پر اپنے نقش ثبت کر رہا ہو، ان کے لہجے کی حلاوت، شیرینی کو ہماری نس نس میں اتار رہی ہو، ان کا علم و فضل ہماری جہالت کو پسپا ہونے پر مجبور کر رہا ہو، وحدتِ اُمت پر ان کا ایقان ہمارے رگ و پے میں سرایت کر رہا ہو، کتابوں سے ان کی محبت، دنیائے علم سے ہماری وابستگی کو استحکام بخش رہی ہو اور ان کی عطر بیزی ہمارے پورے ماحول کو معطر کر رہی ہو۔

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ غَفَرَ لَهٗ وَاَسْكَنَهٗ فَسِيحَ جَنَّاتِهٖ، آمین يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وختامه مسک

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ

کی تین نمائندہ تحریریں

- ——— سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات
- ——— اقبالؒ کا تصورِ قیادت
- ——— سینٹرل ایشیا کے آستانے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سیرتِ مطہرہ کا آپ جس قدر مطالعہ کرتے چلے جائیں گے، اسی قدر یہ راز آپ پر منکشف ہوتا چلا جائے گا کہ یہ بیان کی نہیں عمل کی سیرت ہے۔ ہمیں اپنے انفرادی اور اجتماعی امور میں اسی سیرت سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ بالاتفاق ایک غلبے کی سیرت ہے، مگر مطالعات سیرت سے بے اعتنائی کے باعث ہم مغلوبیت اور مرعوبیت کا شکار ہوگئے ہیں۔ آج مسلمان عالمی سطح پر اس سیاسی مرعوبیت اور عسکری مغلوبیت کا تدارک صرف سیرت نبویؐ پر عمل کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اس مقصد عظیم کے لیے ہمیں اپنے اعتقاد و عمل کو مسنون دائروں میں لانا ہوگا۔ ہمیں نبویؐ زندگی کے سارے مسنون آداب ورسوم کو اختیار کرنا ہوگا۔

(سیرت النبیؐ کے امتیازات)

اسلامی قیادت کے انتخاب میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ سب اسلامی ریاست میں اجتماعی عدل کے نفاذ اور قیام کی بنیادی ذمہ داری کو سمجھتے ہوں۔ ان میں ایمان کی پختگی، تقویٰ کی روح، اخلاص کی خوشبو، کردار کی پاکیزگی، رفعتِ خیالی، صدقِ مقالی، جگرداری، خدمت گزاری، امانتداری، دیانتداری، معدلت خواہی اور اسلامی ریاست کے مقاصد سے گہری ہمدردی اور ان کے حصول کے لیے ہر نوع کی قربانیاں دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ وہ دورِ حاضر کے بیشتر حکمرانوں کی طرح سیاسی شعبدہ باز، انتخابی بازی گر، دھوکہ باز، فریب کار، مکار، چور، خود غرض، خائن، اقربا پرور، ظالم، فسوق و فجور اور منکرات کی غلاظت و کثافت سے لتھڑے ہوئے نہ ہوں۔ ان کا طرزِ زندگی اور معیارِ زیست اپنی ریاست کے عام شہریوں سے بلند تر نہ ہو۔ ملک کے خزانۂ عامرہ کو اپنی جاگیر سمجھنے کے بجائے اس کے امانتدار ہوں۔

(اقبالؒ کا تصورِ قیادت)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیرۃ النبیؐ کے امتیازات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جس پہلے انسان کو احسن تقویم کی خصوصیات کے ساتھ پیدا کیا' وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ابلیس کی کارروائیوں اور کارفرمائیوں کے باعث آپ کو عالم بالا سے زمین پر بھیج دیا گیا۔ یہاں آپ کو نبوت کے منصبِ جلیلہ پر سرفراز کیا گیا۔ یوں اس کائنات میں نبوت اور انسانیت کا آغاز ایک ساتھ اور ایک ہی شخصیت کے حوالے سے ہوا۔ کاروانِ نبوت کا آغاز تو آدم علیہ السلام سے ہوا' پھر یہ قافلہ مختلف منازل اور مراحل سے گزرتا ہوا اپنی حقیقی اور مطلوبہ منزل تک پہنچ گیا اور اس نقطۂ اختتام پر نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

آپ اس کائنات کے مختلف اجزاء اور مخلوقات پر ایک نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ ہر چیز اپنے اپنے مخصوص راستے پر اپنے فرائض ادا کر رہی ہے۔ چاند، سورج ہوں یا ہوائیں، گلیشیر، ندیاں ہوں یا دریا، فصلیں، اجناس ہوں یا پھل، چرند و پرند ہوں یا حیوانات، معدنی ذخائر ہوں یا قدرتی وسائل، زمین، فضا ہو یا سیارے، سبھی اپنے فرائض اور وظائف ازل سے ایک ہی طریق پر انجام دیتے چلے آرہے ہیں اور اس میں سرِمو انحراف نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام اجزائے آفرینش اور مخلوقات کو جو جبلی یا فطری ہدایت ودیعت کی ہے، سب اسی کے موافق چلتے اور کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جب یہ تمام کائنات اور اس کی مخلوقات فطرت کے بخشے ہوئے قواعد اور ضوابط کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطابق کام کر رہی ہیں تو کیا اس کائنات کے شاہکار یعنی خود حضرتِ انسان کے لیے کوئی مقصد متعین نہیں کیا گیا اور کیا اس کے لیے ہدایت کا کوئی فطری نظام وضع نہیں کیا گیا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر عہد کے فلاسفہ، حکماء، متکلمین اور دانش وروں نے دینے کی بھرپور کوشش کی ہے، مگر کسی سے بات بن نہیں پائی۔ ان حضرات نے انسانی زندگی کی مقصدیت اور معنویت کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی کہ جس سے آدمیت کا اطمینان بھی ہوتا اور اس کے وقار میں اضافہ بھی ہوتا۔

انسان کیا ہے؟ اس کائنات میں اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کے لیے اس کے پاس ذرائع کیا ہیں؟ حیات بعد الممات، امورِ غیب اور مابعد الطبیعیات اور الٰہیات کے بارے اس کا سرچشمۂ علم کیا ہے؟ اس کی ہدایت کے لیے وہ کون سا فطری طریق ہے، جو زمین اور زمانے کی ہر گردش میں پورا اترتا دکھائی دیتا ہے؟ یہ سب وہ سوالات ہیں، جن کا صحیح، درست اور اطمینان بخش جواب صرف اور صرف انبیاء و رسل علیہم السلام نے فراہم کیا ہے۔ اور اس کی صاف اور سیدھی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کا جواب اپنی سمجھ اور فہم کے بجائے اس وحی والہام کے ذریعے سے دیا ہے جو انہیں مقدس اور معتبر فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فراہم کیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے، جہاں انبیاء و رسل اور فلسفیوں اور دانشوروں کی آراء میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ فلسفی اور متکلم ان سوالوں کا جواب دیتے ہوئے مسئلے کو مزید الجھا دیتے ہیں، جس سے انسانی قلب و نظر کا اضطراب اور انتشار مزید بڑھ جاتا ہے، مگر انبیاء و رسل اس کا وحی والہام کے سرچشمے سے ایسا جواب فراہم کرتے ہیں، جس سے شکوک اور شبہات کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور اس کی جگہ کامل طمانیت میسر آ جاتی ہے۔ آسمانی ہدایت کے ذریعے قلب و نظر کی طمانیت کا یہ پیغام جن شخصیات کے ذریعے انجام دیا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، سلیم الفطرت اور پاکیزہ نفس انسان ہوتے ہیں، جنہیں ہم نبی، رسول اور پیغمبر کی پاکیزہ اصطلاحات سے یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ، متقی اور مخصوص افراد و رجال کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان انبیاء کے مقصدِ بعثت کو بہت نمایاں انداز میں پیش کیا گیا۔ اگر ایسی تمام آیات مبارکہ کو جن میں نبوت کے چارٹر کی تشریح کی گئی ہے، جمع کیا جائے تو ان کا خلاصہ تین نکات پر مشتمل دکھائی دیتا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۔ تلاوتِ آیات ۲۔ تزکیۂ نفس ۳۔ تعلیمِ کتاب وحکمت

انبیائے کرام علیہم السلام کے اس مشن اور چارٹر کے ذریعے جو ذہنی تغیر اور قلبی انجذاب پیدا ہوتا ہے، اسے ہم کارنامۂ سیرت کہتے ہیں۔ افسوس کہ مغربی دانش ور، سیرت اور سوانح کے درمیان فنی اور علمی نوعیت کا فرق محسوس نہ کر سکے۔ انہوں نے تو خود اپنے رسولوں کے تذکرے صرف داستانوی اسلوب میں لکھے ہیں، لہٰذا کسی یورپی اور مستشرق سے یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی بھی نبی یا رسول کے کارنامۂ سیرت کو اس کے حقیقی فنی تقاضوں کے ساتھ پیش کر سکے۔ مغرب میں سوانح نگاری کے فن نے بہت کمال پیدا کیا ہے۔ ہیرو یا ہیرو ورشپ میں ان کے ہاں بہت جذباتی شدت پائی جاتی ہے مگر جو مذاہب اپنے رسولوں کی سیرت کو فراموش کر چکے ہوں اور جن کی مذہبی کتابیں اپنے الہامی متن اور اس کی زبان تک سے محروم ہو چکی ہوں، وہاں کسی پیغمبر یا نبی کے کارنامۂ سیرت کا تقاضا ایک بے سود خواہش ہے۔ یہاں ایک اور نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ جن مستشرقین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھنے کی کوشش کی ہے، وہ صرف اسی لیے ناکام رہے کہ ان کے ذہن میں سوانح اور سیرت کا فرق ملحوظ نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، محمد بن عبداللہ بھی ہیں اور محمدؐ رسول اللہ بھی۔ محمدؐ بن عبداللہ کی حیثیت سے انہوں نے آپؐ کی سوانح کو مرتب کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی حیثیت سے بے خبر ہونے کے باعث وہ کارنامۂ سیرت کی تحسین سے محروم رہے۔ جب تک کوئی قلم کار خود ایمانی اور اخلاقی اقدار کے سرمائے سے مالا مال نہ ہو، وہ کسی سر چشمۂ ایمان اور مرکزِ رشد و ہدایت شخصیت کی سیرت کا فہم کیسے پیدا کرسکتا ہے؟

''سیرت'' کا عربی مادہ و مصدر سَارَ، یَسِیْرُ، سَیْرًا اور مَسِیْرًا ہے۔ اس مادے سے بننے والا ہر لفظ کئی معنی رکھتا ہے، جو لغت نویسوں کے ہاں چال چلن، مسافت، ہیئت اور گزرے ہوئے لوگوں کے واقعات بیان کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں اسے سیرہ یا السیرہ بھی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ صاحب تاج العروس نے ''السیرہ'' کے معنی ''طریقہ'' کے بھی لکھے ہیں۔ یوں ''احسن السیرہ'' کے معنی ''اچھا طریقہ'' کے ہیں۔ ''ھٰذا فِیْ سِیْرَۃِ الْاَوَّلِیْنَ'' یعنی یہ بات پہلے لوگوں کے طریقے میں موجود ہے۔ اس کے ایک معنی ہیئت اور حالت کے بھی بیان ہوئے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

المعجم الاعظم میں اس لفظِ سیرت کے معنی جانا، روانہ ہونا، چلنا، روش، طریقہ، شکل وصورت، ہیئت، حالت، کردار، سنت، طرزِ زندگی، کام کاج کرنے کا چلن، زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ، عادت، کہانی اور پرانے لوگوں کے قصے اور واقعات کو بیان کرنے کے بھی ہیں۔ ''سیرہ'' کا لفظ اپنے اصطلاحی مفہوم میں سوانح عمری اور علمِ تاریخ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے Hagiology, Biography, Life اور Hagiography کی اصطلاحیں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ پیش نظر رہے کہ Hagiology سیرۃ الانبیاء کے بجائے محض سیرۃ اولیاء یا بزرگ لوگوں کی سوانح سے متعلق ہے، یوں لفظ سیرت یا کارنامۂ سیرت کے لیے یورپ یا مغرب کی کسی زبان میں کوئی لفظ یا اصطلاح ممکن ہی نہیں ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آسمان سے نازل ہونے والے ۳۱۵ کتب اور صحائف میں آج انسانیت کے پاس صرف ایک صحیفۂ کامل ''قرآن مجید'' کی شکل میں موجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا مقصدِ بعثت، فرائضِ نبوت اور ان کی پاکیزہ سیرتوں کا اگر کوئی مستند ریکارڈ کہیں موجود ہے، تو وہ صرف اور صرف قرآن مجید میں دکھائی دیتا ہے۔ جہاں تک عہد نامہ جدید اور قدیم اور زبور یا تالمود وغیرہ کا تعلق ہے، ان کے بیانات میں اس قدر تناقض اور تضاد ملتا ہے کہ کوئی ذی فہم شخص راست باز یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ عبارتیں حقیقی الہام پر مبنی نہیں ہیں۔ ہم زیادہ سے زیادہ ان کو ملفوظاتی لٹریچر قرار دے سکتے ہیں۔ البتہ بعض مقامات پر قرآن مجید اور ان تحریف شدہ الہامی نوشتوں میں یکسانیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حقیقی ہدایت کا سرچشمہ اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ کوئی سچی الہامی کتاب یا صحیفہ ہو سکتا ہے، سو قرآن مجید آج عالم انسانیت کے پاس وحی الٰہی کا واحد نمونہ ہے جس پر استناد سے اعتماد اور اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حفاظت کا یہ نظام اور ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود اپنے سپرد رکھی ہوئی ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.﴾ (الحجر ۱۵:۹)

جس طرح وحی کا کامل اور جامع نمونہ، قرآن مجید آج ہدایت کے لیے موجود ہے، بعینہٖ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی ہر اعتبار سے محفوظ ہے۔ اسے علمی آثار کے طور پر محفوظ کیا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گیا۔علوم الحدیث کا ایک ایسا ذخیرہ مرتب ہوا، جس کی مثال دنیا کی کسی تہذیب و مذہب میں دکھائی نہیں دیتی۔علوم کی دنیا میں علمِ حدیث کو اگر تہذیبِ انسانی کا سب سے بڑا علمی سرمایہ قرار دیا جائے تو یہ کسی لحاظ سے کمزور یا غلط بات نہیں ہوگی۔یہ امر بھی تحدیث نعمت کے طور پر بیان کیا جانا چاہیے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت عملی تواتر کے لحاظ سے محفوظ ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس محبت، عقیدت اور راست بازی کے ساتھ اسوۂ سیرت کو عملاً محفوظ رکھا، اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری شخصیت نہیں کرسکتی۔آج دنیا میں چھ ارب انسان پائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک چوتھائی کے علاوہ سب غیر مسلم ہیں اور مختلف مذاہب اور ادیان سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ تمام مذاہب مل کر بھی کوئی ایک ایسا انسان پیش نہیں کرسکتے جو اپنے سچے نبی کی سچی تعلیمات کا نمونہ ہو۔ اگرچہ اُمتِ مسلمہ بھی اپنے عقیدہ و عمل کے لحاظ سے چودہ صدیوں کے فاصلے پر کھڑی دکھائی دیتی ہے، مگر اس اُمت کے سینکڑوں، ہزاروں نہیں لاکھوں افراد ایسے ملیں گے جن کی شکل وصورت اور اعمال و عبادات کا ایک بھاری حصہ اسوۂ رسولؐ کے ساتھ کامل مماثلت اور مشابہت رکھتا ہے۔ایک دوسرے مفہوم میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیرت طیبہ کا یہ ایک امتیاز ہے کہ یہ ایک سچی، لائقِ اتباع اور محفوظ سیرت ہے جسے دنیا کی کل آبادی کا ایک چوتھائی حصہ کسی نہ کسی شکل میں محفوظ رکھے ہوئے ہے۔اسلام کی دوامی تہذیب اور سیرت کے لافانی نقشے کے پس منظر میں یہ حقیقت مہرِ درخشاں بن کر چمک رہی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.﴾ (آل عمران ۳:۱۶۴)

”درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبرؐ اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔“

نبوت کو انسانیت کے لیے ایک احسانِ عظیم قرار دیا گیا ہے۔اس کا باعث وہ فرائض ہیں، جن کا

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ آیت مذکور میں کیا گیا ہے۔تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفس اور تعلیمِ کتاب وحکمت، منشورِ رسالت ہے۔ اسی منشورِ رسالت میں سیرت کی اہمیت، ضرورت اور حکمت، سب کچھ واضح کر دیا گیا ہے۔ آیاتِ بینات ہوں یا احادیثِ مبارکہ، کتاب وسنت کی ان تعلیمات کا مقصود نفسِ انسانی کی اصلاح اور نفوسِ انسانیہ کا تزکیہ ہے۔قرآن مجید میں نفسِ انسانی کی تین حالتوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔نفسِ امارہ کی شرارتوں، خباثتوں اور جہالتوں کے سلسلے تمام منکرات وفواحش میں پھیلے ہوئے ہیں۔قرآن مجید کی آیاتِ انذار اور خوفِ آخرت اور اسوۂ رسولؐ میں تضرع وزاری اور خشوع وخضوع کے اسباق ایک ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں جس سے نفس انسانی میں لوامہ کیفیت بیدار ہوتی ہے، جو ترقی کرتے کرتے بالآخر نفسِ مطمئنہ کے درجے پر فائز ہو جاتی ہے اور یہی مقصودِ حیات، غایتِ زندگی اور حکمتِ زیست ہے:

﴿يَـٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَٱدْخُلِى فِى عِبَـٰدِى وَٱدْخُلِى جَنَّتِى.﴾(الفجر ۸۹:۲۷تا۳۰)

”اے نفسِ مطمئنہ، چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں۔“

یوں انبیاء کی سیرتیں اپنے اپنے زمانے میں خلقِ خدا کے نفوس کی اخلاقی، روحانی اور ایمانی تربیت کے لیے ناگزیر رہی ہیں۔ ہر عہد میں اور ہر نبی کے زمانے مین ہمیشہ دو ہی قسم کے کردار پیدا ہوئے ہیں، ایک اشرار کا ابلیسی کردار، جبکہ دوسرا اخیار اور ابرار کا نبوی کردار۔قرآن مجید نے ان دونوں طبقات کا عہد بہ عہد جائزہ لیا ہے اور یوں تاریخِ دعوت وعزیمت کے باب، زمانۂ قبلِ نبوت اور بعدِ رسالت میں صاف اور واضح دکھائی دیتے ہیں۔ یوں سیرت نفوسِ انسانی کی اخلاقی تعلیم و تربیت کے لیے ایک ناگزیر دعوتِ عمل ہے۔مختلف مذاہب، متنوع کردار پیدا کرتے ہیں مگر حقیقی اور مطلوبہ سیرت اب صرف خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع سے میسر آسکتی ہے۔انسان کی صالح تربیت کے لیے مختلف مذاہب نے جو طریق اور سلوک پیش کیا ہے، اس کا تقابل اگر اسلامی اور محمدیؐ سیرت سے کیا جائے تو ایک قاری کو اس میں بہت بنیادی اور واضح

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فرق معلوم ہوگا۔ محاسن اسلام کا سرمایہ، محاسنِ مصطفویؐ یا سیرتِ نبویؐ میں جھلکتا دکھائی دے گا۔ فضائلِ اخلاق کا کوئی عملی نمونہ یا پیکرِ مجسم اگر تاریخ میں کہیں دکھائی دیتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ وارفع سیرت کے علاوہ کوئی اور سرمایہ نہیں۔ اسوۂ حسنہ کا یہ وہ معدن ومنبع ہے، جس سے خوشہ چینی کرنے والوں سے حق تعالیٰ نے ان کی زندگیوں میں راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگر ایک طرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کوئی دوسری مثال دکھائی نہیں دیتی تو دوسری طرف اصحابِ رسولؐ سے بہتر کوئی جماعت بھی دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا میں اخلاقی نشو ونما اور روحانی بالیدگی کے لیے بہت سی شخصیات اور اداروں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ ادارے یا شخصیات مطلوبہ مثالی اخلاقی نظام کی تشکیل کے تقاضوں اور لوازمات کا یا تو ادراک نہیں رکھتے تھے یا پھر وہ خود کوئی بہتر نمونہء اخلاق پیش کرنے سے قاصر تھے۔ انسانیت ابھی تک ایک ایسی شخصیت کی تلاش میں تھی جس کی سیرت خود اس آئینۂ عمل میں منعکس ہو، اس کے پیغام کی شرح اس کی اپنی سیرت سے آشکارا ہو، اس کی اخلاقی تعلیمات خود اس کی عملی زندگی کا حصہ ہوں، اس کا ہر اشارہ وحرکت، اعمال و افعال، حرکات وسکنات اور اقوال وفرامین ایک اعلیٰ اور بلند اخلاقی، ایمانی اور روحانی مقام کی نشان دہی کرتے ہوں۔ انسانیت کے دامن میں جزوی اعتبار سے بہت سے اخلاقی نمونے اور نقوش موجود ہیں مگر یہ سب مل کر بھی کسی مکمل اور مطلوبہ سیرت کا نقشہ پیش نہیں کرتے۔ انسانیت کو بہت مدت سے ایک ایسے انسان کامل اور صاحب کمال کی ضرورت تھی جو دن کی روشنی میں امورِ دنیا کی باگ ڈور سنبھالتا دکھائی دے تو اس کی راتیں اپنے خالق و مالک کے ساتھ راز ونیاز میں بسر ہوتی ہوں۔ اس کی جلوت مخلوق کے دکھ درد میں شریک ہو تو اس کی خلوت ذکر وعبادات میں مصروف دکھائی دے۔ وہ بیک وقت دنیا وعقبیٰ کی حقیقتوں کا شناسا ہو۔ اس کی زبان صبر وشکر کے کلمات سے مزین اور اس کی آنکھ عفت وحیاء کی تصویر دکھائی دے۔ اس کے پاس اموالِ دنیا کے ڈھیر لگ جائیں تو وہ استغنا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور اگر وسائل کی قلت پیدا ہو جائے تو وہ صبر وقناعت کا پیکر دکھائی دے۔ وہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں کے لیے خلیق اور شفیق اور اپنے مخالفین کے لیے دامنِ عفو کو پھیلائے نظر آئے۔ اس کا جہاد امن کی نوید بن جائے اور اس کی سلطنت سراسر خدمتِ انسانی کا نمونہ دکھائی دے۔ وہ اپنے دامنِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقر میں وارداتِ شاہی کا منظر پیش کرے۔ خود بوجھ کا رہ کر دوسروں کی سیر چشمی کا سامان کرے۔ دوسروں کی تکالیف کا ازالہ اس کے لیے سامانِ راحت بن جائے۔ وہ حقوق و فرائض میں توازن کی مثال اور دنیا کی افراط و تفریط میں جادۂ اعتدال پر گامزن دکھائی دے۔ اس کا جمالِ صورت دلوں کو لبھا جائے اور اس کا کمالِ سیرت دلوں کو اسیر کر لے۔ ان سب صفات حسنہ سے متصف اور ان تمام کمالات سیرت سے آراستہ صرف ایک ہی سیرت دکھائی دیتی ہے اور وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.﴾ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

سیرت کے اس مفہوم اور ضرورت اور اہمیت کو جان لینے کے بعد ہمیں یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ سیرت بذات خود ایک امتیازی وصف ہے۔ قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ سیرتوں کا تذکرہ کرتا ہے مگر قرآن وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی سیرت کو گزشتہ چودہ صدیوں سے اس کائنات کی صف کے لپٹنے اور قیامت کے قائم ہونے تک کے لیے ایک واجب الاتباع سیرت قرار دیتا ہے۔ انسانیت کو اپنے اخلاقی مقاصد کی تکمیل اور روحانی نشو و نما کی تعمیل، ایمانی جذبات کی تشکیل اور تبلیغ و دعوت کی ترسیل کے لیے جس مثالی سیرت کی ضرورت تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں میسر آ گئی۔ قرآن مجید نے اس سیرتِ خاص کی ضرورت کو بہت سی آیات میں واضح کیا ہے، جن میں سے چند کلیدی آیات درج کی جاتی ہیں:۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.﴾ (الحشر ۵۹:۷)

''رسول ؐ جو تمہیں دے، اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جس چیز سے وہ تمہیں منع کرے، اس سے رک جاؤ۔''

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا.﴾ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

''درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔''

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ.﴾ (آل عمران ۳: ۳۱-۳۲)

”اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ تمہاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے، جو اس کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔“

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا.﴾ (النساء ۴: ۵۹)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقِ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بہتر بھی ہے۔“

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا.﴾

(الاحزاب ۳۳: ۳۶)

”کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔“

قرآن مجید کی ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینی، شرعی اور قانونی حیثیت کو متعین کیا گیا ہے۔ ذرا اس حدیثِ مبارکہ کا مطالعہ کیجیے جس میں آپؐ نے خود اپنی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حیثیت کے بارے میں مطلع فرمایا:

(لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.)

صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب حب الرسول من الايمان، حديث: ١٥

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میری محبت و عقیدت اس کو، اس کے والدین اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ نہ ہو۔“

کتاب و سنت کی ان تعلیمات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں مضمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس انداز میں کی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ کامل ہماری زندگیوں کی اساس اور مرکز و محور بن جائے۔ جب تک ہمارے اعمال کی بنیاد یا اساس مسنون نہیں ہو گی، ہماری زندگی ایمانی تقاضوں کو فراموش کرنے کی خطا کی مرتکب ہوتی رہے گی۔ پیغمبرانہ زندگی کو اسوۂ حسنہ قرار دینے کے بعد کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی ذی روح یا متنفس اتباعِ رسولؐ کے بغیر زندگی گزارنے کی جسارت کرے۔ آپؐ کا اسوۂ حسنہ انسانیت کی واحد پناہ گاہ ہے، جہاں ہمارے فکر و عمل کے سارے داعیات کو سلامتی اور صراط مستقیم میسر آ سکتی ہے۔

انسان اگر اپنے مقصدِ تخلیق کے تقاضوں سے باخبر ہونا چاہتا ہے اور وہ ان مطالبات کی تعمیل بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے سیرت نبویؐ کے آخری اور کامل نمونے کا مطالعہ ہوا، پانی اور روشنی کی طرح ناگزیر ہے۔ رُوئے زمین پر آج تک انسان دو طرح سے زندگی بسر کر رہے ہیں، ایک تو خود پسندی، خود پرستی اور نفس پرستی کا راستہ ہے جو ہر انسان کے اندر ایک چھوٹا یا بڑا نمرود، فرعون، ہامان یا شدّاد پیدا کر دیتا ہے، دوسرا خدا پرستی یا عبودیتِ الٰہیہ کا راستہ ہے جسے حق پرست پیغمبروں نے انسانیت کے لیے واضح کیا اور جس کا آخری اور مکمل نمونہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں میسر آیا ہے۔ ان دونوں راستوں پر چلنے والوں کے کردار کیا رہے ہیں، اس کا ایک واضح نقشہ ہمیں قرآن مجید میں رحمانی اور شیطانی کرداروں کے ضمن میں نمایاں طور پر ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے اپنی زندگی کے مقصود کو جاننا چاہتا ہے اور اس مقصودِ حیات کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسوۂ رسولؐ ہی ایک ایسا راستہ اور اتباعِ رسولؐ ہی ایک ایسا رجحان، اور رضائے الٰہی ہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسی منزل ہے، جو اس اسلوبِ زندگی کو اختیار کرنے کے فطری نتائج ہیں۔

رسول کریمؐ کی سیرت پر پہلی صدی ہجری سے لے کر گزشتہ چودہ صدیوں میں ہزاروں کتابیں اور لاکھوں مضامین ومقالات لکھے جا چکے ہیں جن کا احاطہ کرنے کے لیے کتاب داروں نے بہت سی کتابیات تیار کی ہیں۔ اگر اس پورے ادبیاتِ سیرت کا اندازہ لگایا جائے تو شاید تاریخ انسانی میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں جس پر اس قدر اور ہمہ پہلو لٹریچر تیار ہوا ہو۔ سیرت تو ایک مستقل میدانِ تحقیق وتصنیف ہے، خود متعلقات سیرت اس قدر متنوع اور وسیع ہیں کہ ان کا احاطہ کرنے کے لیے ایک الگ سے کتابی جائزے کی ضرورت ہے۔ سیرت نبویؐ کے مراجع، منابع اور مصادر پر توجہ کی جائے تو حسب ذیل علم وفنون اس کا سرچشمہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید

۲۔ کتب احادیث، خطبات، مکاتیب، معاہدات، دستاویزاتِ سیرت۔

۳۔ کتب مغازی وسیر عروہ بن زبیر (94 ھجری)، الزھری (124 ھجری)، محمد بن اسحٰق، موسیٰ بن عقبہ (151 ھجری)، ابن ہشام وغیرہ۔

۴۔ کتب تاریخ ۵۔ کتب تفاسیر ۶۔ کتب شمائل نبویؐ

۷۔ کتب دلائل النبوۃ ۸۔ کتب آثار واخبار ۹۔ کتب انساب

۱۰۔ کتب جغرافیۂ عرب ۱۱۔ کتب تاریخ الحرمین الشریفین ۱۲۔ کتب اسماء الرجال

۱۳۔ عربی ادبیات ۱۴۔ اطلس وخرائطِ سیرت ۱۵۔ حرمین کے سفرنامے

۱۶۔ کتب نعت رسول مقبولؐ۔

سیرت طیبہ کے ان مراجع اور مصادر پر توجہ کریں تو ایک جہانِ سیرت اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے اور یہ بات ہمیشہ حقیقت رہے گی کہ سیرت نبویؐ کا سب سے کامل اور معتبر ذخیرہ، لوازمہ اور سرمایہ خود قرآن مجید ہے۔ مجھے ان تمام سیرت نگاروں کی اس رائے سے کامل اتفاق ہے کہ اگر دنیا سے تمام ذخیرۂ سیرت ختم ہو جائے اور صرف قرآن مجید کا متن موجود رہے تو آپؐ کی سیرت مقدسہ ومطہرہ کا ہر پہلو محفوظ رہے گا۔ آپؐ کی نبوی زندگی کا ہر ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلو اور اسلامی ہدایت کا جملہ سامان اسی کتاب سے واضح ہے۔

قرآن مجید کے اسی لوازمہ سیرت کی کاملیت کے پیش نظر ہی تو قرآن نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا.﴾ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

''درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار اور اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔''

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ.﴾ (القلم ۶۸:۴)

''اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہیں۔''

﴿هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ، تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا، سِيْمَاهُمْ فِىْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ، ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا.﴾ (الفتح ۴۸:۲۸)

''وہ اللہ ہی ہے، جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے سارے ادیان و مذاہب پر غالب کر دے اور اس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، تم جب دیکھو گے، انہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا کی طلب میں مشغول پاؤ گے، سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں، جن سے وہ نمایاں پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں۔ ان کی مثال یوں دی گئی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے، جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو طاقت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کافر اس کی نشوونما پر جلیں۔ اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔"

ماخذاتِ سیرت میں قرآن مجید کی حیثیت اور حقیقت تو واضح ہے۔ احادیث بھی اس سیرت کا سب سے معتبر اور مستند ماخذ ہیں۔ صحاح ستہ اور اس کی شروحات میں، وہ تمام کارنامۂ سیرت موجود ہے۔ اس کارنامۂ سیرت کا اساسی لوازمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال، فرامین و ارشادات اور ہر نوع کی دستاویزات میں موجود ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس ذخیرے کو جس عقیدت، محنت، مسئولیت اور ذمہ داری کے ساتھ آئندہ نسلوں کو منتقل کیا اور محدثین کی جماعت نے جس ترتیب و ترکیب کے ساتھ اس سے استفادے کی شکلیں پیدا کیں اور اس کے فہم کے لیے جس نوعیت کے علوم و فنون کا اختراع کیا، یہ باب خود تاریخِ علم کا ایک معجزاتی کرشمہ ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ قرآن مجید کے بعد احادیث کی مدد کے بغیر وقائع سیرت اور کارنامۂ سیرت کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔

سیرت کے مراجع اور مصادر کے ضمن میں جن سولہ مختلف علوم کی کتب کی اصناف کا تذکرہ کیا گیا، ان میں سے ہر ایک اپنے مقام پر اہم ہے مگر قرآن مجید کے علاوہ تمام اصنافِ علم اور اقسامِ تحقیق کے لوازمے کو اصولِ سیرت کی روشنی میں پرکھنا چاہیے۔ ہر چند اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کی طرح اصولِ سیرت پر الگ سے مستند کتب نہیں لکھی گئی ہیں۔ دورِ حاضر میں کچھ حضرات نے "فقه السیره" کے عنوان سے اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے مگر وقائع سیرت کے اخذ و ترک میں قریب قریب وہی منہج اور اصولِ اختیار کرنا پڑے گا جو اہلِ علم، حدیث کے اخذ و قبول میں اختیار کرتے ہیں۔ مقامِ مسرت ہے کہ عربی زبان میں اس اصول کے تحت سیرت نگاری کی نئی اور مفید کوششیں منصۂ شہود اور منظرِ عام پر آرہی ہیں۔

سیرۃ النبیؐ کا مطالعہ کرتے ہوئے، مصنفینِ سیرت کی کثرت ایک قاری کو حیران کرتی ہے اور بلاشبہ اس کی عقیدت میں اضافہ کرتی ہے کہ سیرت و سوانح پر گزشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل لکھا جارہا

www.KitaboSunnat.com

ہے مگر ہنوز روزِ اول کا معاملہ محسوس ہوتا ہے۔ ابتدائی صدیوں میں سیرت مغازی، دلائل، شمائل، مدارج، معارج، سیر اور میلاد کی صورت میں لکھی جاتی رہی مگر گزشتہ ایک صدی سے موضوعاتِ سیرت پر توجہ بڑھ گئی ہے۔ اس ضمن میں راقم الحروف کے ذاتی ذخیرہ کتب ''بیت الحکمت'' میں ساڑھے تین ہزار سے زائد کتب سیرت میں سے نصف سے زائد وہ کتابیں ہیں جو سیرت کے کسی نہ کسی موضوع پر اختصاصی طور پر لکھی گئی ہیں۔ سیرت کے موضوع پر ابھی تک جو کوائف کتابیاتی تفصیلات کے ذریعے سامنے آئے ہیں ان کے مطابق دنیا کی پچاس سے زائد زبانوں میں دس ہزار سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں تحریر ہو چکی ہیں۔ ہر چند ان میں بعض زبانوں میں تخلیقی سطح پر سیرت نگاری کے بجائے تراجم سے کام لیا جارہا ہے۔ بیت الحکمت لاہور میں قائم انسٹی ٹیوٹ آف سیرہ اسٹڈیز اس امر کا اہتمام کر رہا ہے کہ دنیا کی ان تمام زبانوں کا ذخیرۂ سیرت کسی ایک جگہ جمع کیا جائے۔ قرآن مجید، احادیث اور کتبِ سیرت کے تراجم دعوتِ اسلامی کے بنیادی ہتھیار ہیں۔ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ مختلف علمی اور دینی رسائل و جرائد میں جو لاکھوں مضامین سیرت کے موضوع پر شائع ہو چکے ہیں، ان کی بھی زبان وار فہارس تیار ہونا چاہئیں اور اس ذخیرے کو کسی ترتیب سے الیکٹرانک میڈیا پر بھی لے آنا چاہیے تا کہ اہلِ علم اس سے ایک ایسی قاموس، دائرۃ المعارف یا انسائیکلو پیڈیا مرتب کر سکیں جو دورِ حاضر کی انسانیت کی علمی، دعوتی اور دینی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ بیت الحکمت، لاہور میں بڑی خاموشی سے یہ کام ایک مدت سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

سیرۃ النبیؐ کے امتیازات کے لیے جو تفصیلی پس منظر ہم نے بیان کیا ہے، یہ بذات خود امتیازاتِ سیرت کا ایک ناگزیر باب ہے۔ امتیازاتِ سیرت میں یہ امر لائق توجہ ہے کہ انسانیت کو جس سیرت کی ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن مجید میں محفوظ کر دی گئی ہے۔ آپ ذرا قرآن مجید کا نسخہ ہاتھ میں تھامیے اور عربی متن کے ساتھ ان آیات کا ترجمہ پڑھتے چلے جائیے، تو آپ کو امتیازاتِ سیرت کا واضح شعور اور ادراک حاصل ہو جائے گا۔ متن کی طوالت کے پیش نظر ہم صرف بعض قرآنی سورتوں کی متعلقہ آیات کے نمبر شمار درج کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں:

(۲۱۔الانبیاء، ۱۰۷)، (۳۴۔سبا، ۲۸)، (۳۳۔الاحزاب، ۴۰)، (۵۔المائدہ، ۳) (۲۔البقرہ، ۱۵۱)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(۳۔ آل عمران، ۳۱، ۳۲)، (۱۷۔ بنی اسرائیل، ۱)، (۵۳۔ النجم، ۳۔۴)، (۱۰۸۔ الکوثر، ۱)، (۹۴۔ الم نشرح، ۴)، (۸۔ الانفال، ۶۵)، (۳۳۔ الاحزاب، ۲۱، ۴۵، ۴۶)، (۶۸۔ القلم، ۲)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات میں جو مضامین بیان کیے گئے ہیں، اس مختصر انتخاب سے کارنامۂ سیرت کے اس امتیاز کا اندازہ ہو جاتا ہے، جو حق تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمایا ہے۔

ہم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین صرف اسلام ہے۔ آدم علیہ السلام سے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم تک دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ قرآن مجید کی آخری وحی میں اس دینِ اسلام کی تکمیل کا اعلان یوں کیا گیا ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. ﴾ (المائدہ ۵:۳)

”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔“

کاروانِ اسلام اور قافلۂ نبوت کے اس سفر کے دوران ہزاروں انبیاء و رسل مبعوث ہوئے، ان کی طرف مستقل کتابوں کے علاوہ سینکڑوں صحائف بھی نازل کیے گئے۔ ان الہامی صحائف اور کتب سماوی میں تحریف کے باوجود جگہ جگہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں، جن کا مصداق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور شخصیت کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں۔ ان سب بشارات کا یہاں پر درج کرنا ممکن نہیں۔ جن حضرات کو اس سے دلچسپی ہو وہ صرف مولانا عنایت رسول چڑیا کوٹی کی ”بشریٰ“ کا مطالعہ کر لیں تو یہ حیرت انگیز اور ایمان افروز بشارات آپ میں محبت و عقیدت کا ایک نیا جذبہ پیدا کر دیں گی۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب عالم کو دعوت پیش کرتے ہوئے اس لوازمے سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

آسمانی اور الہامی صحائف کی بشارات کے علاوہ غیر آسمانی کتابوں میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ ہمیں ان کتابوں کے بارے میں یقین ہے کہ یہ انسانی دماغ اور قلم کی پیداوار ہیں، مگر اس کا کیا کیجئے کہ ان میں بھی آپ کے لیے واضح پیشین گوئیاں دکھائی

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دیتی ہیں۔ اس سلسلے میں وید، پوران، دھمپد اور اوستا جیسی کتب میں یہ لوازمہ موجود ہے۔

سیرت نبویؐ کا ایک یہ امتیازی پہلو پیش نظر رہے کہ مسلمانوں کے علاوہ دنیا کے ہر مذہب کے سکالرز اور مصنفین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، ان میں سے اکثر کتب تو معاندانہ ہیں، کچھ میں اصلاح طلب مواد اور لوازمہ ہے اور چند ایک واقعتاً ایسی ہیں کہ ان کے ہر صفحے پر وفورِ محبت کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔ اس طرح غیر مسلم شعراء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ ایسے کلام کے مجموعے ہمارے ہاں شائع شدہ ہیں اور مطالعے کے لئے میسر ہیں۔

اس ضمن میں ہم مشہور مغربی مفکر تھامس کارلائل کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ایک زمانے میں **Hero and Hero Worship** کے سلسلے میں اپنے خطبات کا سلسلہ شروع کیا۔ جب اس نے اس سلسلے کا دوسرا خطبہ **Hero as a Prophet** پیش کیا تو خطبے کے دوران لوگوں نے اس لیے احتجاجاً واک آوٹ کیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء ورسل علیہم السلام کا ہیرو قرار دے رہا ہے۔ تھامس کارلائل کے اس مضمون کے دو ترجمے اردو زبان میں ہو چکے ہیں۔ یہ خطبہ کوئی بہت مثبت جذبات کا حامل نہیں مگر اس کے باوجود اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کے کچھ پہلو آشکارا ہوتے ہیں۔

ابھی ربع صدی قبل مائیکل ایچ ہارٹ کی ایک کتاب **"The Hundred"** کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ جس میں تاریخِ انسانی کے سوا ایسے نمایاں افراد کا تذکرہ ہے، جنھوں نے سب سے بڑھ کر تاریخی عمل کو متاثر کیا ہے۔ ساتھ ہی مصنف نے ان سب کی درجہ بندی بھی کر دی ہے کہ سب سے نمایاں شخصیات کون سی ہیں۔ وہ اپنے تاریخی شعور اور تجزیے کے باوصف اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخِ انسانی اور تہذیبِ انسانی کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ مائیکل ایچ ہارٹ کی طرح مختلف مذاہب اور ممالک کے ماضی وحال کے بہت سے تذکرہ نگار ایسے ہیں، جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تحسین میں اچھے کلمات لکھے ہیں۔ غیر مسلموں کی ان آراء پر مبنی بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں ذخیرۂ سیرت کا مستقل حصہ ہیں۔ ہم اس موقع پر مشہور مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کی رائے سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہیں گے۔ ڈاکٹر موصوف نے یہ بات کہی کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"پوری جزئیات سے راویانِ سیرت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقائع کو بیان کیا ہے، یہ ایک ایسا مقدس سلسلہ ہے کہ جو کبھی ختم ہونے کا نام نہ لے گا اور ہر شخص اس میں حصہ لینے کا آرزو مند دکھائی دیتا ہے۔"

امتیازاتِ سیرت پر توجہ کرتے ہوئے ہمیں ذخیرۂ حدیث میں سے صحیحین میں حضرت جابرؓ کی یہ روایت بہت اہم دکھائی دیتی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي، نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِي، وَاُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً.)

"مجھے پانچ ایسے (امتیازات) دیے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملے:

۱۔ ابھی ایک ماہ کی مسافت باقی ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔

۲۔ ساری روئے زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے، جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۳۔ غنیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے، جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔

۴۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔

۵۔ پہلے کے انبیاء اپنی اقوام کے لیے خاص ہوا کرتے تھے، مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی بن کر آیا ہوں۔"

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سراپا امتیاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کتاب قرآن مجید کی شکل میں عطا کی گئی، وہ اپنی جگہ ایک دائمی اور زندہ معجزہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتیں اس امر کی غماز ہیں کہ ان سے بہتر کوئی گروہ تاریخ میں نہ اس سے پہلے گزرا اور نہ آئندہ ممکن ہے۔ ان برگزیدہ اور پاک باز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے محفوظ کر دیا۔ پہلی صدی ہجری میں اُمت کا ادلہ شرعیہ کی صورت میں یہ کامل اجماع سامنے آ گیا جس کی برکات سے اُمت مسلمہ اور انسانیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے گی۔ یہ کیسی بابرکت بات ہے کہ پہلی وحی ہی میں علم کو قلم کی حمایت حاصل ہوگئی اور پھر کتابت کے حوالے سے کاتبوں کا ایک عظیم گروہ پیدا ہوگیا جنہوں نے قرآن مجید، احادیث اور سیر و مغازی کے دفتر لکھے، جن پر ائمہ و محدثین نے ایسی جزرسی اور پختگی سے نگاہ رکھی کہ احوال و حقائق میں کسی نوعیت کی تحریف اور حک و اضافہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ آج اگر کوئی وقائع سیرت میں کوئی تغیر یا تبدیلی کرنا چاہے تو سینکڑوں علماء اور محققین اس کی گرفت کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ ائمہ و محدثین کی انہی محنتوں کا یہ صلہ ہے کہ اب روایت اور راوی کی تحقیق کے لیے درایت اور جرح و تعدیل کا فن موجود ہے، جس کی مدد سے تخریج کی تحقیقی ضروریات پوری ہو رہی ہیں۔

اس موقع پر سیرت کے امتیاز کو تحریری مسودات اور دستاویزات کے حوالے سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ خود عہد رسالتؐ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب اور اس کے اردگرد کے بادشاہوں اور قبائل کے اکابرین کو خطوط لکھوائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات حفظ کیے جاتے تھے اور لوگوں کی فرمائش پر اس کی نقول بھی فراہم کی جاتی تھیں۔ ایک ایسی ہی نقل خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یمن کے بادشاہ ابوشاہ کو فراہم کی گئی۔ سفر ہجرت میں سراقہ رضی اللہ عنہ بن مالک کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر رضی اللہ عنہ بن فہیرہ ایک امان نامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لکھ کر دیتے ہیں۔ مکہ سے مدینہ میں تشریف آوری پر مدینہ کی شہری ریاست کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا آئین تحریر کروایا جو دنیا میں اس امر کی مثال تھی کہ کسی فرمانروا نے پہلی مرتبہ اپنی ریاست کے باشندگان کے حقوق و فرائض کے لیے ایک تحریری دستور لکھوایا اور عطا کیا۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ کو ارضِ روم میں ان کے آباء و اجداد کے علاقے لوٹانے کے لیے تاریخ اسلامی کا پہلا ہبہ نامہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تحریر کروایا۔ صلح حدیبیہ اور مختلف وفود کے ساتھ معاہدات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تحریر کرائے۔ اسلامی ریاست کی مردم شماری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ریکارڈ کی جاتی تھی۔ حجاز کی وسیع تر اسلامی ریاست میں دوسری ریاستوں کے عمال اور قاضیوں کو ریاستی احکامات لکھوا کر بھجوائے جاتے تھے۔ مسجد نبویؐ میں قائم ہونے والے بیت المال کی آمد و خرچ کی تمام مدات موجود اور محفوظ ہوتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف نوعیت کے عائلی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیوانی، فوجداری اور تجارتی فیصلوں کا اعلان کیا، جن کو بالآخر محفوظ کر لیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آخری سالوں میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کچھ لکھتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا لیتے تاکہ ان کی تحریروں کی توثیق ہو سکے۔ الغرض قرآن مجید اور احادیث کے علاوہ بیسیوں قسم کی تحریرات اور دستاویزات ہیں، جو اُمت کی تعلیم اور راہنمائی کے لیے آج تک موجود ہیں۔ کیا ایسی علمی، تحقیقی اور دستاویزی شہادت کسی دوسری نبوت کے ساتھ وابستہ ہے؟ یہ امتیازاتِ سیرت نبویؐ کا ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔

امتیازات سیرت کا ایک انوکھا امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو کمال حزم واحتیاط سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اس امتیاز کو سمجھنے کے لیے، ذرا ایک مثال کو ذہن میں لائیے۔ فرض کیجیے کہ ہم موجودہ عہد کے دو بہت بڑے سیاسی سربراہوں کے صرف ایک دن کے چوبیس گھنٹے کے احوال کا مکمل نقشہ جاننا چاہیں کہ روس کے صدر پوٹن اور امریکہ کے صدر بش نے سال رواں کا ایک دن کیسے گزارا ہے تو شاید اس کی مکمل اور جامع تفصیلات ہمارے سامنے نہ آ سکیں۔ دراں حالیکہ اس دور میں ایسی شخصیات کے ساتھ ان کے پرائیویٹ سیکرٹری، ان کا وسیع ترعملہ، ہمہ وقت اور ہمہ نوع خدمات کے لیے تیار ہوتا ہے۔ فوٹو گرافرز موجود ہوتے ہیں۔ آڈیو، وڈیو کی سہولتیں موجود ہیں۔ ان کے پریس سیکرٹری موجود ہیں، ان کے ذاتی معالج، ان کے طعام خانے کے ماہر باورچی، ان کی تفریح کے لیے مخصوص افراد، دوست، احباب اور اہل خانہ اور متعدد دوسرے افراد اور ایجنسیز مختلف خدمات کے لیے موجود ہیں۔ مگر ان سب کی موجودگی اور دستیابی بھی کسی ایک دن کی چوبیس گھنٹے کی لحہ بہ لحہ مصروفیات اور مشغولیات کا ریکارڈ پیش نہ کر سکیں گی۔ مگر قربان جائیے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوائف حیات کے تمام ماہ وسال کے تمام وقائع اور مصروفیات کا جامع نقشہ اور تفصیلات آج ہمیں میسر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کیا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کیسا تھا۔ گھریلو رہائش میں حجرے میں موجود بستر اور برتن کیسے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست، خورد و نوش، لباس وطعام، اندازِ کلام، مختلف افراد سے باہمی میل جول، پیغمبرانہ ذمہ داریوں کی تفصیل،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملنے والوں کی روداد یں، حتیٰ کہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، جو اُمت کی مقدس و محترم مائیں ہیں، ان کے ساتھ ازدواجی تعلقات، سب تفصیلات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان کیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین نے ان کا باضابطہ ریکارڈ مرتب کیا، کیا دنیا کی کوئی شخصیت ایسا کہہ سکتی ہے کہ اس کی شبینہ مصروفیات کو دن کی روشنی میں بیان کیا جائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شبینہ مصروفیات کے اظہار و ابلاغ کی بھی اجازت عطا کر دی کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل اُمت کے لیے خیر و فلاح کا باعث ہے۔ سیرت نبویؐ کا یہ امتیاز ایسا ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور کارناموں کو ایک امتیازی رنگ عطا کرتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جامع ترین انقلاب کی نوید لے کر آئے۔ یہ ایک ایسا انقلاب اور ایک ایسا دعوتی نظام تھا جو اعتقادی، علمی، معاشرتی، معاشی، عدالتی، عسکری، ثقافتی، تجارتی، سفارتی، تہذیبی، آئینی، سیاسی اور بین الاقوامی تعلقات کی سطح پر ایک کامل انقلاب تھا۔ اس انقلاب کی اس جہت پر توجہ کیجئے کہ یہ قلیل ترین مادی وسائل کے ذریعے مکمل ہوا۔ مادی سہولتوں اور مالی فراغتوں کے اعتبار سے مکی زندگی ہو یا مدنی دور، عمومی طور پر عسرت اور تنگدستی کا عالم رہا۔ فقر و فاقہ کی زندگی کا چلن تھا۔ صرف چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے تھے، جنہیں ہر طرح کی مالی آسودگی اور معاشی فراغت میسر تھی اور ان کے پاس اموالِ تجارت، مال مویشی یا کھیتی باڑی کا موزوں انتظام تھا۔ یہی باعث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہم اُمور خصوصاً بعض غزوات کے لیے خصوصی تعاون کے لیے اعلان کرنا پڑتا تھا۔ سیرت نبویؐ کے اس دور میں شِعبِ ابی طالب کی صعوبتوں کا منظر ہمارے سامنے ہے۔ بعض حالات میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی دنیا سے رخصت ہوتا تو اس کیلئے موزوں تجہیز و تکفین کا سامان تک فراہم نہ ہوتا۔ اگر کسی مرنے والے کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ پاؤں کو ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکانات عموماً مختصر، کچے اور سادہ تھے۔ اسلامی ریاست کے اردگرد کی ریاستوں اور تہذیبوں کے نقشے کا کوئی رنگ یا شائبہ یہاں دکھائی نہ دیتا تھا۔ ان معاشی حالات میں اس انقلاب کی تکمیل ایک معجزنما اثر اور نتیجہ رکھتی ہے۔

اس انقلابِ اسلامی کی تکمیل کے لیے، جہاں تک افرادی قوت کا تعلق ہے، ہمیں بخوبی معلوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مکی زندگی میں تو مسلمانوں کی تعداد بمشکل دو سو سے کچھ زائد تھی۔ سیرت نگاروں نے تو ان کے نام اور قبیلے بھی محفوظ کر دیے ہیں۔ البتہ افرادی قوت کا پہلا مظاہرہ غزوۂ بدر کے موقع پر رمضان ۲ھ میں سامنے آتا ہے کہ مسلمان مردوں میں سے لڑنے کے لائق افراد کی امکانی تعداد ۳۱۳ سے آگے نہیں بڑھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ ملتا ہے۔ ۹ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلا اور آخری حج ادا کیا، اس میں عرفات کے میدان میں ریکارڈ حاضری ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بتائی جاتی ہے۔ یہ وہ افرادی قوت تھی، جس نے اتنے بڑے عالمی اور آفاقی، اخلاقی اور ایمانی انقلاب کی تکمیل کی۔

ذرا ایک نظر اس نظام الاوقات پر بھی ڈال لیں۔ اس انقلاب کو اپنی تکمیل کے لیے مکہ مکرمہ میں تو تیرہ سال کا عرصہ ملا جس میں اسلامی تعلیمات اور دعوت و انقلاب کے لیے زمین اور زمانہ کی ناہمواریوں کے باعث ہجرت کے حکم الٰہی کے تحت اہلِ ایمان کا قافلہ اپنے امیرِ کارواںؐ کے ساتھ مدینہ منورہ میں منتقل ہو گیا۔ یہاں کے دس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام اور دعوت کے مطابق ایک صالح معاشرہ بھی تشکیل دیا اور ایک مثالی فلاحی، اسلامی اور آئینی ریاست کو بھی استحکام دیا۔ یوں اسلامی انقلاب کی عملی تکمیل مدنی زندگی کے آخری آٹھ دس سال میں ہوئی۔

اب ذرا انقلاباتِ عالم کی تاریخ کو اپنی نگاہوں میں لائیے۔ اول تو کیا انہیں ایک انقلاب کہا بھی جا سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ اس ایک مدنی انقلاب کے علاوہ سب عالمی تغیرات ایک فساد اور انتشار سے ابھرے اور اس کے نتیجے میں ایک بڑا فساد اور انتشار انسانیت کے سامنے آیا۔ اس صورت حال کو سمجھنے کے لیے ہمیں چھٹی صدی عیسوی کا آخری زمانہ اور ساتویں صدی عیسوی کے رُبعِ اول کے حالات و واقعات کو اپنے سامنے رکھنا ہوگا۔

اس زمانے میں حجاز کے شمال میں رومی شہنشاہوں اور بازنطینی تہذیب کا رواج تھا۔ حجاز کے شمال مشرق کی جانب ایران کی وسیع سلطنت، میں کسرائے ایران کی حکومت تھی۔ مصری بھی ایک قدیم دیو مالائی تصور کی حامل ثقافت کے خوگر تھے۔ ہندوستان کے علم الاصنام میں ویدانتی تعلیمات، گوتم بدھ کے ملفوظات اور بعض دوسرے ویدوں اور پورانوں کی تعلیمات کی ایک کھچڑی تھی، جس میں ذات

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات کے بندھن نمایاں تھے۔ انسان وحدت اور انسانیت اخوت سے محروم تھی۔ کنفیوشش کی تعلیمات کا چراغ سرد ہو چکا تھا۔ زرتشت کی ژند ہو یا پاژند، دونوں معدوم ہو کر نئے دساتیر میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ اس کا یزداں اور اہرمن کا تصور دوئی اور تناقض کا شکار تھا۔ ان احوالِ عالم میں جب کہ رومی بادشاہ ایسے اکھاڑے (Clossium) سجاتے تھے، جہاں بھوکے درندوں کے سامنے مجبور و مقہور انسانوں کو پھینک کر ان کی فریاد و فغاں سے محظوظ ہونے کی روایت تھی۔ ٹھنڈی شکار گاہوں سے لوٹنے والے شہزادے فطری حرارت کے لیے دو تازہ دم غلاموں کے پیٹ چاک کر کے اپنے ٹھنڈے پاؤں ان میں ڈال دیتے تھے۔ ایرانی بادشاہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں تک سے ازدواجی تعلقات استوار کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہندی مذاہب میں عورت اور مرد کے آلات تناسل کی پوجا ہو رہی تھی۔ خود حجاز کی سرزمین بعض خصوصیات کے استثناء کے باوجود فتنہ و فساد کی آماجگاہ تھی۔ قرآن مجید نے اس عالمی صورت حال پر کیا جامع تبصرہ کیا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (الروم ۳۰:۴۱)

"خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے، لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ مزہ چکھائے، ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آئیں۔"

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عالمی سطح پر یہ وہ حالات تھے، جن کے بارے میں انتہائی مختصر اشارات کیے گئے ہیں۔ اس صورت حالات میں ایک نئے عالمی انقلاب کی صالح بنیادوں کی تعمیر کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی بنیاد پر جس معاشرے اور ریاست کی تعمیر کی وہ سیرت نبویؐ کا سب سے بڑا امتیاز ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حکم الٰہی کے تحت مکہ مکرمہ کی سرزمین کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لائے، تو اس عظیم ہجرت کے نتیجے میں جس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی اس کا رقبہ بمشکل چار مربع میل تھا، لیکن دس سالوں کی دعوتی سرگرمیوں اور تنظیمی اصلاحات کے باعث یہ ریاست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بارہ سے تیرہ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی۔ عہد فاروقی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس کا رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل سے زائد اور پہلی صدی ہجری کے اختتام تک یہ اسلامی ریاست ۶۵ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی۔ یوں اسلامی ریاست اور اس کا حکمران اپنے زمانے اور عہد کی سب سے بڑی قوت بن کر اُبھرا جو خالق کی کائنات میں مخلوق پر مخلوق کی حکمرانی کے سارے رشتے توڑ کر انسان کو خالقِ کائنات کی پہچان اور عبادت کے سارے مواقع فراہم کرتا ہے۔ انسانیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ احسان عظیم ہے جس کے ذریعے آسمانی ہدایت کے مطابق معاشرہ اور ریاست اپنے وجود اور وجوب کو قائم کرتی ہے۔ یہ وہی کارنامۂ سیرت ہے جس کے احیاء کے لیے آج ملائشیا سے مراکش تک اسلامی تحریکیں اور اصلاحی تنظیمیں سرگرمِ عمل ہیں۔

سیرت نبویؐ کے اس آفاقی پیغام کا مرکز، مسجد کا ادارہ تھا۔ اسلامی تاریخ کا وسیع اور گہرا مطالعہ رکھنے والے دانش وراس حقیقت سے باخبر ہیں کہ اسلامی ریاست کا سول سیکرٹریٹ مسجدِ نبویؐ ہی میں قائم کیا گیا۔ اس کا پارلیمنٹ ہاؤس یا شوریٰ بھی اسی مسجد میں منعقد ہوتی تھی۔ اس کا جنرل ہیڈ کوارٹر اور کنٹونمنٹ بھی اسی مسجد میں قائم کی گئی۔ ۲۸ غزوات اور ۴۵ سرایا کی کمان اسی مسجد میں مرتب کی گئی۔ ان جہادی سرگرمیوں کے نتیجے میں دنیا سے خوف کے خاتمے سے امن و سلامتی کا احساس پیدا ہوا۔ یہاں پر مناسب ہوگا کہ ہم اس عسکری جدو جہد کو مختصر اعداد و شمار کے حوالے سے پیش کر دیں۔ تیرہ لاکھ مربع میل کی یہ اسلامی ریاست جن ۸۴ جہادی معرکوں کے نتیجے میں تشکیل پائی اس میں کل ۱۰۱۸ لوگ کام آئے، جن میں مسلمان شہداء کی تعداد ۲۵۹ اور کفار کے ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد ۷۵۹ ہے۔ ان تمام جنگوں میں مسلمانوں کا صرف ایک مجاہد قیدی بنا جب کہ دشمن کے ۶۵۶۴ سپاہی قیدی بنائے گئے، جن میں سے ۶۳۴۷ قیدیوں کو موقع پر رہا کر دیا گیا۔ باقی ماندہ ۲۱۷ قیدیوں میں سے صرف دو کو ان کے سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ باقی ۲۱۵ کے بارے میں اگرچہ تحقیقی آرا ہمارے سامنے نہیں ہیں مگر امید واثق ہے کہ ان حضرات کو بھی رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ عاطفت میں پناہ مل گئی ہوگی۔ ان مذکورہ جنگوں کا پالیسی ساز ہیڈ کوارٹر بھی مسجد نبویؐ میں قائم تھا۔

یہی مسجد نبویؐ مسلمانوں کی عدالت عالیہ اور عدالت عظمیٰ بھی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے پانچ سو سے زائد مقدمات کے فیصلے دیئے۔ اور یہیں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے قضاۃ کے فیصلوں پر نظر ثانی کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اسی مسجد کا دامن مسلمانوں کے مالیاتی ادارہ بیت المال کی حیثیت میں کام کر رہا تھا جو شاید تاریخِ انسانی میں اپنی مسئولیت اور احتساب کے لحاظ سے پہلا سٹیٹ بنک تھا۔ اسی مسجدِ نبویؐ میں ریاض الجنۃ سے کچھ پیچھے جانبِ مشرق وہ چبوترہ ہے، جسے صفہ کے نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے، یہاں پر مسلمانوں کی سب سے بڑی درس گاہ، جامعہ یا یونیورسٹی تھی، مگر فرق صرف اس قدر تھا کہ یہاں علوم پڑھائے نہیں بلکہ بنائے جاتے تھے۔ اسلام کی حکیمانہ تعلیمات کی درس و تدریس کا یہ سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں پر مختلف موضوعات کے متخصصین تھے، اور یہ سارا علمی کارنامہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں انجام پا رہا تھا۔ یہ مسجد نبویؐ مسلمانوں کا سٹیٹ گیسٹ ہاؤس بھی تھی، جہاں پر دوسری اقوام اور ممالک کے مہمان ٹھہرائے جاتے تھے، ان کی خاطر تواضع کی جاتی تھی اور ان کے ساتھ معاہدات تحریر کیے جاتے تھے۔ ذرا اور بھی جان لیجئے کہ یہ مسلمانوں کا سب سے بڑا ثقافتی مرکز بھی تھا، جہاں پر نکاح کی تقریبات منعقد ہوتی تھیں۔ یہیں پر صالح تفریح کے مواقع بھی میسر آتے تھے۔ کیا یہ سیرت نبویؐ کا امتیاز نہیں کہ اس کامل دعوتی انقلاب کی تمام سرگرمیوں کا مرکز مسجد کا احاطہ اور چاردیواری تھی۔ کاش ہماری مساجد کو بھی ان کا چھٹا ہوا مقام اور وقار واپس مل جائے۔

اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی اسلامی معاشرہ بھی تشکیل پا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صالح اسلامی معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لیے جن ضوابط، جن حقوق اور جن فرائض کا تعین کیا، اس کے سبب اس معاشرے کے سو فیصد شہری تزکیۂ نفس کی لیبارٹری سے گزر کر نفس مطمئنہ کے حامل شہری بن جاتے تھے۔ یہ وہ مقدس اور پاک باز شہری ہیں جنہیں قرآن مجید نے فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا اور رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ کی صفات کے ساتھ یاد کیا ہے۔ یہ اس درجہ اللہ کے پسندیدہ بندے تھے کہ قرآن مجید نے ان کی پہچان کراتے ہوئے انہیں رَاشِدُوۡنَ، صَادِقُوۡنَ، مُفۡلِحُوۡنَ اور فَائِزُوۡنَ جیسی صفات و کمالات سے آراستہ دکھایا ہے۔

امتیازات و کمالاتِ سیرت نبویؐ کا تذکارِ مبارک تو بہت ناگزیر تفصیلات کا تقاضا کرتا ہے۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختصر مضمون میں اس کا صرف ایک مجمل نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات میں غلامی کے خاتمے، عورتوں کے حقوق کا تعین، دشمنوں کے ساتھ عفوودرگزر، نسلی امتیازات کے خاتمے، جاہلی عصبیتوں کا خاتمہ، ایک دستوری اور شورائی ریاست کا قیام، عدلِ اجتماعی کی اقدار کا فروغ، بچوں، عورتوں، والدین، اولاد، زوجین حتیٰ کہ جانوروں، پرندوں، فصلوں اور راستوں تک کے حقوق کا تعین، قانونِ وراثت کی درستی، فلاحی ریاست کا کامل نقشہ، حدود وتعزیرات کا تعین، قانون بین الممالک کی روایت، سفارتی نظام کی تشکیل، احتساب اور مسئولیت کی روایت، حکومت برائے خدمت کی تعلیم، سادگی اور حیا کا کلچر، مختلف دوائرِ حیات میں اعتدال وتوازن کی روش، تزکیۂ نفس اور صالح تربیت کے آداب وضوابط کی عملی رہنمائی۔ یہ سب امور انسانیت کی مستقل خیر خواہی اور تہذیب وتمدن کی بقاء واستحکام کا محکم راستہ اور روشن منزل ہے۔ اسی باعث اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار کو قرآن مجید میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے خطابِ عظیم سے یاد کیا گیا ہے۔

اس سیرتِ مطہرہ کا آپ جس قدر مطالعہ کرتے چلے جائیں گے، اسی قدر یہ راز آپ پر منکشف ہوتا چلا جائے گا کہ یہ بیان کی نہیں عمل کی سیرت ہے۔ ہمیں اپنے انفرادی اور اجتماعی امور میں اسی سیرت سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ یہ بالاتفاق ایک غلبے کی سیرت ہے، مگر مطالعات سیرت سے بے اعتنائی کے باعث ہم مغلوبیت اور مرعوبیت کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج مسلمان عالمی سطح پر اس سیاسی مرعوبیت اور عسکری مغلوبیت کا تدارک صرف سیرت نبویؐ پر عمل کے ذریعے کر سکتے ہیں۔ اس مقصد عظیم کے لیے ہمیں اپنے اعتقاد وعمل کو مسنون دائروں میں لانا ہوگا۔ ہمیں نبویؐ زندگی کے سارے مسنون آداب ورسوم کو اختیار کرنا ہوگا۔ مسلمان ایک ایسے کلچر کا پیغام بر ہے، جس میں توحید کا رنگ اور ذائقہ موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امتیازات سیرتِ نبویؐ کے اس مطالعے کے ذریعے وہ جادۂ حق نصیب کرے جس پر چل کر دین ودنیا کی سرفرازی عطا ہوتی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ!

☆☆............☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقبال کا تصورِ قیادت

علامہ اقبالؒ کے فکر وفلسفہ کا ماحصل اسرارِ شریعت کی تعلیم وتفہیم ہے۔ ان اسرارِ دین اور رموزِ شریعت کی حجیت وحقانیت کو واضح کرنے کے لیے انھوں نے مشرق ومغرب کے قدیم وجدید افکار وتصورات سے ان کا موازنہ ومحاکمہ کرکے ان کی عظمت وسبقت کا پہلو واضح کیا ہے۔ اقبالؒ نے برصغیر کے غلامانہ ماحول میں آنکھ کھولی اور عمرِ عزیز کے مختلف مراحل میں ملتِ اسلامیہ کی معاشی ابتری، معاشرتی انتشار، سیاسی زوال اور تہذیبی انحطاط کے نقشے دیکھے۔ کتاب وسنت کے مطالعات نے ان میں وہ حکمت وبصیرت پیدا کی کہ انھوں نے احیائے ملت کے ذریعے اسلامی ریاست کی تشکیل اور اتحاد عالم اسلامی کو اپنی منزل ٹھہرا لیا۔ اس مقصدِ وحید کے لیے انھوں نے جہاں نثر میں اپنے افکار کی توضیحات پیش کیں وہاں شعر کی دلآویزی سے کام لیتے ہوئے عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑانے کی کوشش کی۔ ملتِ اسلامیہ کی حیاتِ مستقبلہ کے اس طویل اور کڑے سفر میں انھوں نے حُدی خواں بن کر جو "ترانۂ ملی" گایا، اس سے ان کے جذبات واحساسات کی واضح ترجمانی ہوتی ہے:

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقبال کا ترانہ بانگِ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

ملتِ اسلامیہ کی بیداری، مسلمانوں کی سیاسی غلامی سے رہائی اور اسلامی ریاست کی تشکیلِ نو کے لیے انہوں نے میرِ حجازؐ کو اپنا قافلہ سالار قرار دیا ہے۔ اپنی مشہور نظم "جوابِ شکوہ" میں وہ اپنے ایسے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مثلِ بو قید ہے غنچے میں، پریشاں ہو جا
رخت بر دوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے
عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ما سوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری
تو مسلماں ہو جا تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ نے سالارِ کارواں کو وحی کے یقینی ذریعہ علم سے پیغامِ آخریں دیا، اس میں عظمتِ آدمؑ کے حوالے سے حضرت انسان کو اس کائنات کی امانت وقیادت کے لیے خلیفۃ اللہ مقرر کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ کی اس امانت کو اس کائنات میں صرف انسانوں نے اٹھانے اور محفوظ رکھنے کا عزم ظاہر کیا ہے۔ یوں خلافتِ اسلامی کے قیام ودوام کی ذمہ داری ملتِ اسلامیہ کے سپرد ہے۔ یہ خلافت کیا ہے؟ اس کا قیام کیسے ہوگا اور اس کی قیادت کی ذمہ داری کن لوگوں کے سپرد ہے، نیز

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قیادت کی صفات کیا ہوں گی؟ ان سب سوالات کے جوابات ہمیں میر حجازؐ کی سیرت اور دعوت سے مل جاتے ہیں۔ خلافت اسلامیہ کے ضابطہ شریعت کے مصدر اول، قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

(اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ، اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا) (۳)

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اُٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اُٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔''

(هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ط)(٤)

''وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔''

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ)(٥)

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن میں بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔''

کتاب وسنت کی روشنی میں اسلامی ریاست کی ہیئت اور تنظیم کیا ہوگی؟ اقبالؒ اس کے تاریخی اور تدریجی ارتقاء سے مکمل آگاہی رکھتے تھے۔ خلافتِ اسلامیہ سے متعلق ان کے مباحث قیامِ انگلستان

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۰۵ء۔۰۸ء) کے دوران شائع ہونا شروع ہوئے۔ لندن سے شائع ہونے والے علمی اور تحقیقی مجلّے سوشیالوجیکل ریویو (Sociological Review) میں ۱۹۰۸ء میں ان کا مضمون (Political Thought in Islam) کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون کی مکرّر اشاعت (Hindastan Review) الہ آباد میں دسمبر ۱۹۱۰ء اور جنوری ۱۹۱۱ء کے شماروں میں ہوئی۔ اس مضمون کا ایک اردو ترجمہ اخبار وکیل امرتسر میں شائع ہوا مگر اقبالؒ نے اسے پسند نہ کیا تو آپ ہی کی فرمائش پر اس کا ایک دوسرا ترجمہ ۱۹۱۳ء میں چوہدری محمد حسین نے کیا جو ''خلافت اسلامیہ'' کے عنوان سے شائع ہوا اور اب مقالات اقبالؒ کے متعدد مجموعوں میں شامل ہے۔ منصب و حقیقتِ خلافت کو سمجھنے کے لیے یہ ایک معلومات افزا مضمون ہے۔ اس مضمون میں اقبالؒ نے اسلام میں خلیفہ کے انتخاب اور اسلامی ریاست کی سیاسی قیادت کی تنظیم و تشکیل پر بھی واضح انداز میں گفتگو کی۔

اپنے اس مقالے میں اقبالؒ نے خلافت کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے خلیفہ، امیر، رئیس یا سربراہ مملکت کے انتخاب کے موضوع پر تفصیلی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب جزوی رائے کے ذریعے ہوا جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے میں خلیفہ کا انتخاب جمہور کے ذریعے ہونا چاہیے۔ اقبالؒ شریعت اسلامی کے مطالعہ سے اپنی یہ رائے پختہ کر چکے تھے کہ حکومت واقتدار کی تشکیل ملتِ اسلامی کا حق ہے جو جمہوری اور شورائی اسلوب سے کسی ایک معتبر اور مستحق شخصیت کو منتقل ہوتا ہے جسے وہ ایک حقِ امانت کے بطور استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس انتخاب کے باعث اس کی شخصیت ملتِ اسلامیہ کے ایک عام فرد کی طرح ہوتی ہے مگر مسئولیت کے باعث ملت کے دوسرے افراد پر سمع و طاعت کا فریضہ عائد ہوجاتا ہے۔ اسلامی خلافت کے اس ابتدائی انتخاب کا اقبالؒ نے بغور مطالعہ کرتے ہوئے بہت سے نتائجِ فکر مرتب کیے ہیں۔ انہوں نے اس مقالے میں حضرت ابوبکرؓ کا وہ خطبہ بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے انتخاب اور تقرر کے بعد مجمع عام میں دیا تھا۔ اس خطبے سے اسلام کے تصورِ قیادت کے بعض اہم اور اصولی مباحث کی توضیح ہوجاتی ہے۔ خطبے کے یہ الفاظ لائق توجہ ہیں:

''آج سے میں تمہارا حکمران ہوں، اگرچہ تم سب میں قابل ترین نہ ہوں۔ اگر میں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شریعت کے مطابق عمل کروں تو تم میری مدد کرو اور میرا ہاتھ بٹاؤ۔ اگر شریعت کے خلاف جاؤں تو مجھے روکو اور میری اصلاح کرو۔ حق کی اطاعت کرو کیوں کہ حق ہی میں ہدایت و ایمان ہے۔ باطل سے بچو کیونکہ باطل ضلالت و منافقت کا سرچشمہ ہے۔ تم میں سب سے زیادہ کمزور میری نگاہوں میں سب سے زیادہ قوی ہوگا جب تک میں اس کی شکایات کو رفع نہ کردوں۔ تم میں سب سے زیادہ قوی میری نظروں میں سب سے زیادہ کمزور ہوگا تا آنکہ میں اس سے وہ حق چھین نہ لوں جو اس نے غیر کا غصب کیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو ترک کرے گا، خدا اسے ذلیل کردے گا۔ تم میری اطاعت کرو لیکن اس وقت تک جب کہ میں خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتا رہوں۔ جس معاملہ میں میں خدا و پیغمبرؐ کی اطاعت سے انحراف کروں، تم میری اطاعت ترک کردو''۔(۲)

خلیفہ یا سربراہ مملکت کے انتخابی طریق کار کے بارے میں اقبالؒ لکھتے ہیں:

''ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام ابتداء ہی میں اس اصول کو تسلیم کر چکا تھا کہ فی الواقع اور عملاً سیاسی حکومت کی کفیل و امین ملتِ اسلامیہ ہے نہ کہ کوئی خاص فردِ واحد، ہاں جو عمل انتخاب کنندگان اس معاملہ میں کرتے ہیں اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ وہ اپنے متحدانہ و آزادانہ عملِ انتخاب سے اس سیاسی حکومت کو ایک ایسی معتبر شخصیت میں ودیعت کردیتے ہیں جس کو وہ اس امانت کا اہل تصور کرتے ہیں۔ یوں کہو کہ تمام ملت کا ضمیرِ اجتماعی، اس ایک فرد یا شخصیت منفردہ کے وجود میں عمل پیرا ہوتا ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں حقیقتاً اور صحیح معنوں میں فرد تمام کی تمام قوم کا نمائندہ کہلا سکتا ہے۔ لیکن ایسے فرد کا مسندِ حکومت پر متمکن ہونا شریعت کے نزدیک اسے کسی برتری یا ترجیح کا مستحق ہرگز نہیں بناتا۔ شریعت حقہ کی نگاہ میں اس کی شخصی و ذاتی حیثیت بالکل وہی رہے گی جو ایک دوسرے مسلمان کی ہے۔ اس کو ان افراد پر جن کا وہ نمائندہ ہے سوائے اس حکومت کے جو شرعاً آئین کے نافذ کرنے کی غرض سے اسے حاصل ہے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور کوئی اختیار و اقتدار نہ ہوگا۔'' (۷)

ان اقتباسات سے اسلام کے تصورِ قیادت کے خدوخال واضح ہوکر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں اقتدار اور اختیارات کا حقیقی محور و مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور تہذیبوں میں حکمرانی اور قیادت کی جو شکلیں ہمارے سامنے آتی ہیں وہ مطلق العنان بادشاہوں اور سلاطین کی ہیں لیکن اسلامی قیادت کا تصور اور نقشہ ان سب سے بہت مختلف ہے۔ اسلامی ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ خود پیغمبر اور رسول اللہؐ کی حیثیت اس کے نائب اور خلیفہ کی ہے۔ یہ طرزِ حکومت شریعت کی اصطلاح میں خلافت ہے۔ یہ ریاست اور اس کے ذمہ داران، وحیِ الٰہی کے بالاتر قانون اور رہنمائی میں اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ خود حضور سرور کائناتؐ نے انسانوں پر انسانی حاکمیت کو ختم کر کے ان پر حاکمیت الٰہیہ کا نقش قائم کیا۔ اور ریاست کا مقصدِ وحید آئینِ شریعت کو معاشرے اور ریاست میں بالاتر کرنا اور دیکھنا ہے۔ آپؐ، مقتدرِ اعلیٰ کے قوانینِ وحی کی تعبیر و تشریح کا حق رکھتے ہیں۔ قانونِ الٰہی کی یہ وضاحت خود فرائضِ رسالت میں شامل تھی۔ قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آئینی اور تشریعی حیثیت کو یوں پیش کیا گیا ہے:

(يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا أَطِيعُوا ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ...) (۸)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسولؐ کی طرف.....''

(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ...) (۹)

''جب خدا اور رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو کسی ایماندار مرد یا ایماندار عورت کا کام یہ نہیں کہ کوئی دوسرا راستہ اپنے اختیار اور مرضی سے چن لے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا...)(۱۰)

''تمھیں جو کچھ رسولؐ دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔''

قرآن مجید کی ان تصریحات کی رُو سے اولین اسلامی ریاست کے حاکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ایک معلّم، مربّی، پیشوا، نمونۂ تقلید اور شارح کتاب اللہ ہیں۔ قوانین الٰہیہ اور فرامینِ وحی کی توضیح وتشریح کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الٰہی قوانین کے نفاذ کے ذریعے ایک اسلامی معاشرت کی تشکیل اور ایک اسلامی آئینی ریاست کی تعمیر کر رہے تھے۔ یہ اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدرِ اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے تفویض ہوئے ہیں۔ شارحِ کتاب کی حیثیت سے ان قوانین کے نفاذ اور اطلاق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی یہ شہادت کس درجہ اہم ہے:

(رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یقص مِنْ نَفْسِہٖ)(۱۱)

''میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے بھی قصاص لیتے تھے۔''

علامہ اقبالؒ نے قیادت کے اس اسلامی تصور کی وضاحت کرتے ہوئے خود وقائع سیرت میں سے ایک مثال بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جمہوریہ اسلامیہ کی بنا شریعتِ حقّہ کے نزدیک ایک مطلق اور آزاد مساوات پر قائم ہے، شریعت کے نزدیک کوئی گروہ، کوئی ملک، کوئی زمین فائق و مرجح نہیں، اسلام میں کوئی مذہبی پیشوائی یا مشیخت نہیں، ذات پات یا نسل و وطن کا امتیاز نہیں۔ پیغمبر عالمؐ آخری زمانے میں ایک روز منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا:

''اے مسلمانو! اگر میں نے کبھی تم میں سے کسی کو اپنے ہاتھ سے مارا ہو تو یہ لو میرا بدن آج تمہارے سامنے موجود ہے، تم مجھے پیٹ لو۔ اگر تم میں سے کسی کو میرے ہاتھ سے کوئی نقصان یا ضرر پہنچا ہو تو تم اس نقصان کے بدلے آج مجھے نقصان پہنچا لو۔ اگر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میرے ذمہ کسی کا مال بطور قرضہ یا بطور امانت ہو تو آج میری تمام پونجی تمہارے سامنے حاضر ہے، ہر شخص کو اختیار ہے جو کچھ اس کو مجھ سے لینا ہے وہ لے لے۔'' (۱۲)

قیادت و سیادت کا یہ تصور اسلامی شریعت کے امتیازات میں سے ایک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی سرزمین سے ہجرت کر کے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی ابتداء کی جس کا رقبہ چار مربع کلومیٹر سے زیادہ نہیں تھا، جس کی آبادی تین سو نفوس کے قریب تھی اور جس کا اقتدار اعلیٰ عوام یا کسی دنیوی قوت کے بجائے اللہ احکم الحاکمین کے پاس تھا، جس کے نظم مملکت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت اس نوزائیدہ اسلامی ریاست کے سربراہ، اس کی افواج کے کمانڈر انچیف، اس کی عدلیہ کے منصف اعلیٰ اور اس کے سٹیٹ بنک کے منتظم اعلیٰ تھے۔ ریاست کے تمام قانونی، آئینی، مالی، عدالتی اور فوجی ادارات براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھے لیکن سلطنت اسلامی کا یہ قائدؑ احکامِ قرآنی کے مطابق تمام امور کو اصولِ مشاورت کے ذریعے طے کرتا تھا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (۱۳)

''معاملات میں ان سے مشورہ کیجئے''

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ (۱۴)

''ان کا اجتماعی کاروبار باہم مشورے سے انجام پاتا ہے۔''

ان آیات سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی قیادت جن لوگوں سے مشورہ لے گی وہ حقیقی طور پر پوری امت کے نمائندہ ہونا چاہئیں۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک اب ایسی نمائندہ مشاورت جدید دور میں اسمبلیوں کے ذریعے ممکن ہے، اس لیے وہ خلافت، اجتہاد اور قانون ساز اسمبلیوں میں ایک گہرا تعلق اور لزوم محسوس کرتے ہیں۔ ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کے خطبات میں سے چھٹے خطبے (The Principle of Movement in the Structure of Islam) یا ''الاجتہاد فی الاسلام'' میں اقبالؒ نے اصول مشاورت اور اجتہاد کے اس مسئلے کا بہت گیرائی اور گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اجتہاد کی آئینی حیثیت کے لیے اور اس کو قوت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نافذہ فراہم کرنے کے لیے خلافت کا ادارہ ناگزیر ہے۔ یہ دونوں اصول ''اُمت'' کے تصور کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس طریق سے اُمت میں ایک اجتماعی روح کا احیاء کیا جاسکتا ہے۔ اقبالؒ ان تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے قانون ساز اسمبلی یا پارلیمان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے اپنے مضمون ''خلافت اسلامیہ'' میں اس بحث کا اختتام ان الفاظ سے کیا ہے:

> ''...مگر ان تمام سیاسی مصلحین کو میں یہ رائے دوں گا کہ ان کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ پیشتر اس کے کہ وہ اپنے آپ کو نئی تہذیب کے پیغمبر ظاہر کر کے اپنے لوگوں کی اس قدامت پسندی کو جو قدرتاً ان سے بدظن ہیں صدمہ پہنچائیں، وہ اسلامی آئین کے اساسی اصولوں کا بغور وخوض مطالعہ فرمالیں اور اگر اس طرح جمہور پر یہ ثابت کر دیں اور ان کو یہ یقین دلا دیں کہ سیاسی آزادی کے وہ اصول جو بظاہر غیر اسلامی نظر آتے ہیں فی الحقیقت عین اسلامی ہیں...''(۱۵)

اسلامی قیادت کے نقطۂ نظر سے مشاورت کا یہ اصول اپنے اندر کئی فوائد رکھتا ہے۔ اس سے حکمرانوں میں مطلق العنانی کے جراثیم پیدا نہیں ہوتے۔ اس سے حکمرانوں اور عوام الناس میں براہ راست حکومتی اور ریاستی امور میں شراکت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اظہار رائے کی آزادی کے حق کو تقویت ملتی ہے اور عملی امور میں غور وفکر کے لیے ایک ''اجماع'' کی شرعی ضرورت کو پورا کرنے میں مدد ملتی ہے، اس لحاظ سے اسلامی قیادت مشورے کی قیادت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رائے لینے اور مشورہ کرنے والا انسان نہیں دیکھا۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے:

> ''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقا سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''(۱۶)

اسلامی قیادت ریاستی امور کے ہر پہلو میں اصول مشاورت کی پابند ہے۔ اسلامی ریاست کے پہلے مثالی رہنما خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جنہیں براہ راست وحی کے ذریعے حق تعالیٰ کی رہنمائی حاصل تھی مگر اس کے باوجود آپؐ نے آنے والے حکمرانوں کو اصول مشاورت کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تربیت دینے کے لیے بیسیوں مواقع پر مشورے سے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ پہلی ہجری میں اذان کے سلسلے میں شوریٰ منعقد کی۔ دوسری ہجری میں غزوۂ بدر کے موقع پر مشاورت کی گئی۔ اسی سال اسیرانِ بدر کے مستقبل کے بارے میں مشورہ کیا گیا۔ تیسری ہجری میں غزوۂ احد سے قبل مختلف جنگی تدابیر کے لیے باقاعدہ مشورے کی مجلس منعقد ہوئی۔ پانچ ہجری میں غزوۂ احزاب کے موقع پر مشورہ کیا گیا اور خندق کی تجویز کو باہمی مشورے سے طے کیا گیا۔ چھٹی ہجری میں واقعۂ افک کے بارے میں شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ اسی سال صلح حدیبیہ کے سلسلے میں حالتِ سفر میں مشاورت منعقد ہوئی۔ آٹھ ہجری میں ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں شوریٰ کا اجلاس طلب فرمایا۔ دس ہجری میں معاذ بن جبلؓ کو یمن کا والی بنانے کے لیے فیصلہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں کیا گیا۔ اس ضمن میں اصول مشاورت کے نتیجے میں جو فیصلہ بھی ہوتا آپؐ اس پر سختی سے عملدرآمد فرماتے۔ آئینی طور پر یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ مجلس شوریٰ کا کوئی فیصلہ شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہوسکتا ہے۔ بقول اقبالؒ:

شکوہ سنجِ سختیٔ آئیں مشو
از حدودِ مصطفیٰؐ بیروں مرو (۱۷)

یہ امر واضح ہے کہ ایک ریاست کے مختلف اور متنوع امور کو نپٹانے کے لیے تنہا حکمران تمام فرائض کی ادائیگی نہیں کرسکتا۔ اس غرض سے اسے مختلف عہدوں اور مناصب پر متعدد ذمہ داران کا تقرر کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک سربراہ حکومت میں جہاں ذاتی علم وحکمت، تقویٰ وطہارت، دیانت وامانت اور ایثار وخدمت کے اوصاف ہونا چاہئیں وہاں دوسرے کلیدی مناصب پر تقرر حاصل کرنے والے ذمہ داران میں بھی ایسی ہی خوبیاں موجود ہونا چاہئیں۔ مرکز میں حکمران سمیت اس ریاست کے تمام مناصب پر فائز ذمہ داران میں وہ صلاحیتیں ہونا چاہئیں جو اس منصب کا ناگزیر تقاضا ہیں۔ ان تمام ذمہ داران کو اپنے اپنے شعبوں میں عدل وانصاف کی روح کو بروئے کار لانا چاہیے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ.﴾ (۱۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں۔''

اسلامی قیادت کے انتخاب میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ سب اسلامی ریاست میں اجتماعی عدل کے نفاذ اور قیام کی بنیادی ذمہ داری کو سمجھتے ہوں۔ ان میں ایمان کی پختگی، تقویٰ کی روح، اخلاص کی خوشبو، کردار کی پاکیزگی، رفعتِ خیالی، صدقِ مقالی، جگرداری، خدمت گزاری، امانتداری، دیانتداری، معدلت خواہی اور اسلامی ریاست کے مقاصد سے گہری ہمدردی اور ان کے حصول کے لیے ہر نوع کی قربانیاں دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ وہ دورِ حاضر کے بیشتر حکمرانوں کی طرح سیاسی شعبدہ باز، انتخابی بازی گر، دھوکہ باز، فریب کار، مکار، چور، خودغرض، خائن، اقربا پرور، ظالم، فسوق و فجور اور منکرات کی غلاظت و کثافت سے لتھڑے ہوئے نہ ہوں۔ وہ صحیح معنوں میں عالم، دین و شریعت کے اسرار و رموز سے آگاہ اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ہر نوع کے مصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے والے ہوں۔ ان کا طرزِ زندگی اور معیارِ زیست اپنی ریاست کے عام شہریوں سے بلند تر نہ ہو۔ وہ اپنی ریاست کے ہر فرد کے لیے ایک مثالی کردار کے مالک ہوں۔ ملک کے خزانۂ عامرہ کو اپنی جاگیر سمجھنے کے بجائے اس کے امانتدار ہوں۔ ملکی خزانے کو بھرنے کے بجائے اسے عوام کی خدمت میں صرف کرنے کو ترجیح دیتے ہوں۔ شریعت میں ان تمام مناصب کا تعلق ایک اخلاقی صورت حال سے منسلک کر دیا گیا جس کے مطابق کوئی شخص اسلامی ریاست میں ازخود کسی عہدے یا منصب کا خواہشمند نہیں ہو سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر متعدد مواقع پر ایسی ہی تعلیم دی ہے:

''خدا کی قسم! ہم کسی ایسے شخص کو اپنی حکومت کے کسی منصب پر مقرر نہیں کرتے جس نے اس کی درخواست کی ہو یا جو اس کا حریص ہو۔'' (١٩)

''منصب اقتدار (امارۃ) کے بارے میں سوال نہ کر، کیونکہ اگر تجھے مانگنے پر ملا تو تجھے اپنے وسائل پر چھوڑ دیا جائے گا یعنی خدا کی طرف سے کوئی مدد نہ ہو گی اور اگر بغیر سوال کے ملا تو خدا کی طرف سے تیری مدد ہو گی۔'' (٢٠)

''ہمارے نزدیک سب سے بڑا خائن وہ شخص ہے جو اس کا خود طالب ہو۔'' (٢١)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی ریاست میں اگر تمام عہدیداروں کے انتخاب میں مذکورہ اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو بہت سی خرابیوں کا تدارک ہوسکتا ہے۔ اصولِ شریعت کے مطابق اولاً تو خود کوئی کسی منصب کے لیے آرزو مند نہیں ہوگا، ثانیاً وہ اس منصب کے لیے کسی دوسرے کے ذریعے پروپیگنڈا بھی نہیں کراسکتا۔ اسلامی ریاست کے صدرِ اول میں قیادت کے حصول کے لیے روحِ شریعت کے ان تقاضوں کو ملحوظ رکھا جاتا رہا اور اسی کے باعث یہ عہد اپنے فیوض و برکات اور معدلت گستری کے لیے بے نظیر و بے مثال ہے۔ قرآن مجید میں قیادت کے منصب کے لیے اسلامی ریاست کے شہریوں کو اس امر کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ ریاستی عہدوں کی امانت کو ان کے حق داروں کی طرف منتقل کریں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (۲۲)

"اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانت ادا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سنو تم سب اپنی رعیت کے محافظ ہو اور تم سب سے رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ حاکم جو لوگوں کی اصلاح کے لیے مقرر کیا گیا ہے، رعیت کا نگہبان ہے اور اس سے رعیت کے احوال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

مسلم کی ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جو تمہارے لیے مبغوض ہوں، اور تم ان کے لیے مبغوض ہو، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔"

قیادت اور حکمرانی کے مسئلہ پر علامہ اقبالؒ کے افکار اور آراء، ایسی ہی تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ پر مشتمل ہیں۔ قیامِ انگلستان سے اپنی حیاتِ مستعار کے دم واپسیں تک اقبالؒ نے اس موضوع کو اپنے غور و فکر کا حصہ بنایا اور اپنی نظم و نثر میں متعدد مواقع اور مقامات پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ حکمرانی اور اس کے آداب پر اسلامی لٹریچر میں بیسیوں کتابوں اور تالیفات کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ ملتا ہے۔علامہ نے اس لٹریچر کو بخوبی دیکھا اور پڑھا اور گا ہے گا ہے اس کے نتیجے میں اُمت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے اپنے نتائج افکار کو پیش کیا ہے۔''خلافت اسلامیہ'' کے مضمون میں ''خلافت انتخابیہ'' کے موضوع پر اقبالؒ لکھتے ہیں:

''اس مسئلہ کے متعلق سنّی خیالات کو پیش کرتے ہوئے میں زیادہ امام الماوردی کا نقطۂ خیال پیش نظر رکھوں گا۔امام موصوف دستور العمل حکومت پر سب سے پہلے بحث کرنے والے مسلمان فقیہ ہیں۔ان کا زمانہ عباسی خلیفہ کا زمانہ تھا۔آپ نے ملت اسلامیہ کو سیاسی نقطہ خیال سے دو حصوں پر تقسیم کیا ہے:

اول:......انتخاب کنندگان۔

دوم:......امیدوارانِ خلافت۔

آپ کے نزدیک امیدوارِ خلافت کے لیے ضروری اوصاف و شرائط حسب ذیل ہیں:

۱۔ سیرت اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو، عادات وخصائل غیر مشتبہ ہوں۔

۲۔ صحتِ حواس ظاہری و باطنی قائم ہو(عثمانی سلطان عبدالعزیز اس شرط کی عدم موجودگی کی بنا پر معزول کیے گئے تھے۔)

۳۔ مذہب و شریعت کا ضروری علم حاصل ہو جس سے کم از کم خلیفہ اس قابل ہو سکے کہ مختلف نوعیتوں کے مقدمات کا فیصلہ کر سکے۔(اصولاً یہ شرط معتبر ہے مگر عملاً، خصوصاً آخری زمانہ میں آکر، خلیفہ کے مقدمات فیصلہ کرنے کے اختیارات بٹ گئے اور بعض دوسرے عہدیداروں کو منتقل کر دیئے گئے۔)

۴۔ امیدوار ایسی دور بینی وحق اندیشی کا مالک ہو جو ایک حکمران کے لیے ضروری ہے۔

۵۔ ایسے حوصلہ اور جرأت کا مرد ہو کہ وقتِ ضرورت خلافت مقدسہ کی حفاظت کے لیے میدان میں نکل سکے۔

۶۔ خاندان قریش سے قرابت رکھتا ہو۔(مؤخر سُنّی فقہا کے نزدیک یہ شرط اس بنا پر کہ پیغمبر خداؐ نے اپنا جانشین کسی کو نامزد نہیں کیا تھا، لازمی نہیں۔)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ پوری عمر کا بالغ ہو (عندالغزالی)، یہی شرط تھی جس کی عدمِ موجودگی میں قاضی القضاۃ نے المقتدر کو خلیفہ منتخب کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

۸۔ مرد ہو نہ کہ عورت (عندالبیضاوی)، اس شرط کا خوارج نے انکار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عورت خلیفہ منتخب ہو سکتی ہے۔'' (۲۳)

الماوردی کی ''الاحکام السلطانیہ'' ہو یا نظام الملک طوسی کی ''سیاست نامہ'' اس قبیل کے تمام لٹریچر میں اسلامی ریاست میں ''اولی الامر'' یا قیادت کے مطلوبہ معیار، اوصاف اور صفات کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ نبی اکرمؐ کے عہد حکمرانی میں قیادت کا مثالی، مطلوبہ اور مضبوط انتظامی ڈھانچا قائم ہو چکا تھا جو معمر، تجربہ کار، مخلص، ایثار کیش اور تربیت یافتہ افراد پر مشتمل تھا۔ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں اس انتظامی ڈھانچے میں مزید وسعت پیدا ہوئی تو قیادت وسیادت کے منصب پر فائز اہل کاروں کی نگرانی اور محاسبہ کی گرفت سخت کر دی گئی، اس عہد کو اگر مثالوں کے حوالے سے پیش کیا جائے تو یہ مقالہ ایک مبسوط کتاب کا حجم اختیار کر جائے گا۔ یہاں تو محض قیادت کے خدوخال اور اس کے مطلوبہ معیار کو کتاب وسنت اور فکر اقبالؒ کے حوالے سے پیش کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

قیادت کے اسلامی تصور کی تفہیم کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ ہم اسلامی ریاست کے مقصدِ وجود اور اس ریاست کی خصوصیات کو بیان کریں۔ اسلامی ریاست کی تشکیل کے یہ مقاصد مسلم امہ کے سامنے مطلوبہ قیادت کے اوصاف کو متعین کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست کا تاریخی جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر امیر حسن صدیقی نے اس کی سات خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ اسلامی ریاست اولاً: ایک معاہدہ عمرانی پر قائم ہوتی ہے، ثانیاً: اس ریاست میں اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ ثالثاً: یہ ایک نظریاتی اور دستوری ریاست ہے، رابعاً: اس میں دین وسیاست کا امتزاج پایا جاتا ہے، خامساً: یہ ایک شورائی اور جمہوری ریاست ہے۔ سادساً: یہ ایک فلاحی اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ریاست ہے اور سابعاً: یہ دنیا کی دوسری تمام غیر اسلامی ریاستوں کے برخلاف خدا کے سامنے جوابدہ اور مسئول ریاست اور قیادت ہے۔'' (۲۴)

علامہ اقبالؒ اسلامی ریاست کے لیے ایک ایسی قیادت کے خواہاں تھے جو مسلمانوں کو ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرکز پر جمع کر سکے اور اس سلسلے میں وہ الماوردی سے متفق نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسے عالمگیر نظام کا قائم ہونا انفرادی سلطنتوں کے حقوقِ اقتدار کے منافی نہیں ہے۔(۲۵)'' اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے سید جمال الدین افغانیؒ کے اس تصور کو بھی قبول کیا کہ مکہ المکرمہ مذہبی اعتبار سے مسلمانوں کا مرکز رہے گا لیکن اقبالؒ نے اتحادِ اسلامی کی مرکزیت کے لیے تاریخِ اسلام کے قرونِ اولیٰ کے نظامِ خلافت کا تصور پیش نہیں کیا۔ اپنے عہد کے دیگر قائدین کے مقابلے میں خلافت کے تعلق سے اقبالؒ کا اپنا علیحدہ نقطۂ نظر تھا۔''(۲۶)

اسلامی ریاست میں مرکزی اقتدار پر متمکن ذمہ دار کے لیے مختلف القاب استعمال ہوئے ہیں جن میں امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، سلطان، امام، ملک اور شاہ کی اصطلاحات زیادہ معروف ہیں۔ ان الفاظ میں سے بعض میں ملوکیت کا احساس پایا جاتا ہے مگر یہ جان لینا چاہیے کہ اسلام کا نظامِ خلافت ہے، ملوکیت نہیں اور اس طرح خلیفہ کے انتخاب کا حق پوری ملت کو حاصل ہے۔ اس کے طریقِ انتخاب میں جمہوری اور شورائی رویہ کا اظہار ہونا چاہیے۔ اقبالؒ کے نزدیک ایک ہی وقت میں ملتِ اسلامیہ کے ایک سے زیادہ خلیفے ہو سکتے ہیں مگر ان سب کا انسلاک ایک مرکز کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مگر کیا یہ تمام خلفاء قرآنی اصطلاح میں اولی الامر ہوں گے؟ یہ ایک اجتہادی موضوع ہے جسے آج اسلامی ریاستوں کے وسیع تر تناظر میں از سرِ نو دیکھا اور پرکھا جانا چاہیے۔

اسلامی قیادت میں وجوبِ اطاعت کے لحاظ سے مملکت کے تمام انتظامی اور آئینی اداروں کے ذمہ داران کی اطاعت ان کے اختیارات و فرائض کے شرعی پہلوؤں سے ہوگی۔ یوں سمع و طاعت کا دائرہ مرکز سے نیچے تک پھیلتا چلا جائے گا اور احتساب و مسئولیت بھی اسی طرز پر اوپر سے نیچے تک موجود ہوگی۔ احتساب و مسئولیت میں اسلامی عہد کے وقائع میں عامۃ الناس کو بھی یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ مملکت کے کسی بھی عہدہ دار کے طرزِ عمل پر اعتراض کر سکیں۔ صدرِ اول میں احتساب و مسئولیت کی یہ روایت اتنی پختہ نظر آتی ہے کہ پھر تاریخِ اسلامی کی چودہ صدیاں صدائے بازگشت کے بطور سینکڑوں واقعات کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں۔

قیادت کا تصور ایک اسلامی ریاست کے تمام اداروں میں شریعت کی حدود و قیود کو قائم کرتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے، لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ اولی الامر مسلمانوں میں سے ہو، وہ خود شریعت کے تقاضوں اور مطالبات کا علم رکھتا ہو اور اس کے نفاذ کے لیے مطلوبہ حکمت اور عزمِ صمیم کے وصف سے متصف ہو۔ متعدد احادیث میں اولی الامر کی سمع وطاعت کی حدود کا تعین کیا گیا ہے:

(لَا طَاعَةَ لِمَنْ لَّمْ يُطِعِ اللّٰهَ.) (۲۷)

''جو اللہ کی اطاعت نہ کرے، اسے اطاعت کروانے کا حق نہیں ہے۔''

اولی الامر اگر کسی معصیت کا حکم دے یا معروف کے بجائے منکر کا حکم دے تو مامورین پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ بخاری اور مسلم کی درج ذیل دو احادیث اس امر پر متفق علیہ ہیں:

(لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.)

''خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔''

((لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.)

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت جائز نہیں، اطاعت صرف موافق شرع باتوں میں ہے۔''

قرآن مجید میں حضرت صالح علیہ السلام کے حوالے سے حدودِ اطاعت کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

﴿وَلَا تُطِيْعُوْا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ﴾ (۲۸)

''بے لگام اور حد سے گزرنے والوں کی اطاعت سے باز آجاؤ، جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔''

ابوعبید القاسم نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

''امام کا فرض ہے کہ وہ شریعت کے مطابق حکومت چلائے اور اپنی ذمہ داریاں احسن طریقہ سے ادا کرے، پھر اگر وہ ایسا کرے تو رعیت کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کی بات سنے اور اطاعت کرے۔'' (۲۹)

ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے حاکم خود مسلمان ہوں گے، ان میں عدل کی صفت ہوگی، وہ لوگوں کو معصیت کا حکم نہیں دیں گے۔ معروف کو قائم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کریں گے اور منکرات کو مٹائیں گے۔ وہ ملک میں فساد کو روکیں گے اور اصلاح کے عمل کو جاری کریں گے۔ مسلمان حکمرانوں اور اولی الامر کا شرعی دائرہ کار یہی ہے کہ وہ ظلم کو روکیں اور عدل کو قائم کریں۔ اسی طرح معروف کو جاری اور منکرات کو مسدود کریں۔ اور اگر حکمران ان امور شرعی کے فرائض میں غفلت کا ارتکاب کریں تو پھر ذیل کی حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے:

> ''حضرت اُم سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: عنقریب تمہارے اندر ایسے اُمراء ظاہر ہوں گے جن کی طرف سے تم معروف و منکر دونوں طرح کی باتیں دیکھو گے، سو جس نے منکر کو منکر سمجھا، وہ تو بری ہوا اور جس نے اس کی مخالفت کی، وہ سلامت رہا، لیکن جو اس پر راضی رہا اور جس نے پیروی کی (اس کی بدبختی ہے) لوگوں نے پوچھا کہ کیا ایسے افراد سے ہم جنگ نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں۔'' (۳۰)

اسلامی ریاست میں قیادت کرنے والے ذمہ داران کو شریعت نے جو چارٹر آف ڈیمانڈ پیش کیا ہے، اس کی تشریح خود سنت نبویؐ اور خلفائے راشدین کے تعامل سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد تاریخِ اسلام کے دامن میں موجود سیکڑوں اور ہزاروں وقائع موجودہ عصری صورت حال میں ہماری رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ ایک جدید اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے فقہ اسلامی میں اجتہاد کی اہمیت پر بہت زیادہ توجہ دلاتے رہے۔ آپ کے اردو اور انگریزی خطبات اور بعض مکاتیب میں ان کی تفصیلات ملتی ہیں۔ اس طرح ان کی شاعری میں بھی ہمیں اسلام کے تصورِ حکمرانی، خلافتِ اسلامیہ، فقر و شاہی، اقتدار اور اس کی حدود، ملوکیت، دین و سیاست، وطنیت کی نفی اور اسلامی ریاست کی آفاقی حدود، اقتدار کی فنا پذیری، رسالت کی آئینی حدود، حکمرانوں کے لیے مستقبل کا منشور، سروری کا رخدمت گزاری اور قیادت کی صفات جیسے موضوعات پر فکر انگیز اور عمل افروز خیالات ملتے ہیں۔ ذیل میں انہی عنوانات کے تحت، ان کی اردو اور فارسی شاعری سے استشہاد پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ اقبالؒ کے نزدیک یہ تمام مملکت خدا کی ہے۔ اقتدار اعلیٰ اور حقِ حکمرانی بھی صرف اسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو حاصل ہے۔ اہلِ زمین کے پاس یہ اقتدار ایک امانت ہے جسے شریعت کی حدود و قیود میں استعمال ہونا چاہیےؒ۔ یہ افکار اقبالؒ کے ہاں شعری زبان میں یوں ڈھلے ہیں:

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟
ترکِ سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست (۳۱)

خدائی حکمرانی کے اس تصور کو علامہ نے ''جاوید نامہ'' کی تین نظموں ''خلافت آدم''، ''حکومت الٰہی'' اور ''ارض ملک خداست'' میں پیش کیا ہے۔ (۳۲)

خلافت اسلامیہ اور خلافت آدمؑ، اقبالؒ کے محبوب موضوعات میں سے ایک ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے جا بجا جن خیالات کا شعر میں اظہار کیا ہے، اس کے چند نمونے یہ ہیں:

تو اے بادِ بیاباں از عرب خیز
ز نیل مصریاں موجے بر انگیز
بگو فاروق را پیغامِ فاروقؓ
کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز

☆☆☆☆

مدہ خلافت، فقر با تاج و سریر است
زہے دولت کہ پایاں ناپذیر است
جواں بختا مدہ از دست ایں فقر
کہ بے او پادشاہی زود میر است

☆☆☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرب خود را بہ نور مصطفیٰؐ سوخت
چراغِ مردۂ مشرق بر افروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
کہ اول مومناں را شاہی آموخت

☆☆☆☆

خلافت بر مقام ما گواہی است
حرام است آنچہ بر ما پادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ
خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است

☆☆☆☆

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است
نظامش خام و کارش ناتمام است
غلام فقر آں گیتی پناہم
کہ در دینش ملوکیت حرام است (۳۳)

مثنوی اسرار خودی میں ''نیابت الٰہی'' کے تحت اقبالؒ یوں گویا ہیں:

گر شتربانی، جہانبانی کنی
زیبِ سرتاج سلیمانی کنی
تاجہاں باشد جہاں آرا شوی
تاجدار ملک لا یبلیٰ شوی

☆☆☆☆☆

نائب حق درجہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نائب حق ہمچو جان عالم است
ہستیِ اُو ظلِ اسم اعظم است
نوعِ انساں را بشیر و ہم نذیر
ہم سپاہی، ہم سپہگر، ہم امیر (۴۴)

اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد اقبالؒ یہ بخوبی جان چکے تھے کہ اسلام میں حکمرانی کا تصور عوامی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے۔۱۹۲۳ء میں ''پیام مشرق'' شائع ہوئی تو اقبالؒ نے اس کی ابتدا میں ''پیش کش بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خاں فرمانروائے دولت مستقلہ افغانستان'' کے عنوان سے جو اشعار کہے ہیں، ان میں خصوصیت سے درج ذیل اشعار سروری اور خدمت گری کے تصور کی وضاحت کرتے ہیں:

سروری در دینِ ما خدمت گری است
عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است
در قبائے خسروی درویش زی
دیدۂ بیدار و خدا اندیش زی
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند
حکمرانے بود سامانے نداشت
دستِ اُو جز تیغ و قرآنے نداشت (۴۵)

فقر و شاہی کی روایت اسلامی تاریخ کا امتیازی سرمایہ ہے۔اقبالؒ نے فقر و شاہی کے موضوع کو اپنے فارسی اور اردو کلام میں جا بجا پیش کیا ہے۔فقر و شاہی کا یہ حسین امتزاج اسلام کے تصورِ قیادت کی امتیازی شان ہے۔اسلامی قیادت کی یہی وہ خصوصیت ہے جس سے خلافت راشدہ کا تاریخی عہد تابندہ و درخشندہ ہے۔اسلامی حکمرانوں کے لیے آج بھی اس تصور اور تاریخی روایت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرا با فقر سامانِ کلیم است
فر شاہنشہی زیرِ گلیم است
حکمران بہرو ماہ و انجم است
شاہِ ما مفلس ترین آدم است (۳۶)

☆☆☆☆

ہمہ ناز بے نیازی، ہمہ ساز بے نوائی
دلِ شاہ لرزہ گیرد ز گدائے بے نیازے
دل بے نیازے کہ در سینہ دارم
گدا را دہد شیوۂ بادشاہے

☆☆☆☆

بانشۂ درویشی در ساز دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن

☆☆☆☆☆

چوں بہ کمال می رسد فقر دلیل خسروی است
مسند کیقباد را در تہِ بوریا طلب

☆☆☆☆☆

تختِ جم پوشیدہ زیرِ بوریا است
فقر و شاہی از مقاماتِ رضا است
فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ است
ایں تجلّیہائے ذاتِ مصطفیٰ است (۳۷)

فقر وشاہی کے موضوع پر اقبالؒ کے اردو کلام میں بھی فکر انگیز مضامین بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند پیش کیے جاتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟
فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے
اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے ؟

☆☆☆☆☆

آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم و شام

☆☆☆☆☆

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر، فقر ہے شاہوں کا شاہ

☆☆☆☆☆

مانگنے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے، میر و سلطاں سب گدا
مقامِ فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے (۳۸)

کلام اقبالؒ میں قیادت اور حکمرانی کی مختلف صفات اور امتیازات کو واضح کیا گیا ہے۔

”جاوید نامہ“ میں ”فلک زہرہ“ کی سیر کے دوران رومیؒ کی زبان سے یہ خیالات لائق توجہ ہیں:

حاکمی بے نورِ جاں خام است خام
بے یدِ بیضا ملوکیت حرام
حاکمی از ضعفِ محکوماں قوی است
بخشش از حرمانِ محروماں قوی است

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تاج از باج است و از تسلیم باج
مرد اگر سنگ است میگردد زجاج
فوج و زنداں و سلاسل رہزنی است
اوست حاکم کز چنیں ساماں غنی است (۳۹)

جاوید نامہ کے ایک دوسرے مقام پر ''شاہ ہمدان'' کے حوالے سے باج اور شاہی کی حقیقت کو یوں پیش کیا گیا ہے:

اصل شاہی چیست اندر شرق و غرب؟
یا رضائے اُمتاں یا حرب و ضرب
فاش گویم با تو اے والا مقام
باج را جز با دو کس دادن حرام
یا اولی الامرے کہ 'منکم' شانِ اوست
آیۂ حق حجت و برہانِ اوست

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبالؒ، سید سلیمان ندویؒ اور سر راس مسعودؒ کے ساتھ چند روز کے لیے افغانستان کے حکمران نادر شاہ کی دعوت پر کابل تشریف لے گئے، واپسی پر ''مثنوی مسافر'' کے عنوان سے فارسی میں ایک مختصر مجموعۂ کلام مرتب کیا، جس میں جا بجا اسلامی حکمرانی کے آداب واضح کیے گئے ہیں۔ اس مثنوی کا اختتام ''خطاب بہ بادشاہ اسلام اعلیٰ حضرت ظاہر شاہ'' کے عنوان سے ہوتا ہے۔ ان اشعار میں اقبالؒ کے فلسفۂ قیادت کی بہت سی جہات قلم بند ہیں جو اسلام کے تصورِ حکمرانی کی نمائندہ ہیں۔ اقبالؒ کے اردو کلام میں بھی اسلامی حکمرانی کے طریق، فرائض اور شرائط پر روشنی ڈالی گئی ہے:

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

☆☆☆☆

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆☆☆☆☆

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

☆☆☆☆☆

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

☆☆☆☆

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

☆☆☆☆

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

☆☆☆☆

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

☆☆☆☆

تُو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علامہ اقبالؒ کے ہاں تصور قیادت پر بہت بھرپور انداز میں علمی اور تاریخی حوالے سے بحث ملتی ہے۔ اسلامی حکمرانی کا مقصد، خلافت کی حقیقت، دین و سیاست، فقر و شاہی، اخوت و مساوات، اقتدار کی فناپذیری، قیادت کی صفات، حکمرانوں کے مستقبل کا منشور اور طرزِ حکومت کی مختلف شکلوں اور صورتوں جیسے اہم موضوعات پر اقبالؒ کے ہاں، نظم و نثر میں واضح خیالات ملتے ہیں۔ اقبالؒ، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کے قائل تھے۔ وہ سروری کو صرف اس ذاتِ بے ہمتا کے لیے زیبا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقی حکمرانی کے علاوہ باقی شکلوں کو وہ بتانِ آذری قرار دیتے ہیں۔ اسلامی قیادت کے جن نمونوں کو تاریخی حوالے سے اقبالؒ نے پیش کیا ہے، ان کا کردار اس تصورِ قیادت کی عملی شان و شوکت کو دوبالا کرتا ہے۔ اقبالؒ خلافت اسلامیہ کے احیاء کے لیے فکری اور عملی طور پر کوشاں رہے۔ اپنے عہد کے برصغیر کے سیاسی اضطراب میں بھی انہوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت کو اپنے لیے منتخب کیا۔ آخر میں علامہ اقبالؒ کے قائداعظمؒ کے نام ایک خط کے اقتباس اور ایک ذاتی رائے پر اس فکرانگیز موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو قائداعظمؒ کے نام ایک خط میں اقبالؒ لکھتے ہیں:

> ''اس وقت جو طوفان شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے، اس میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی سے قوم محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے۔'' (۴۲)

۱۹۳۶ء میں علامہ اقبالؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

''مسٹر جناح کو خدا تعالیٰ نے ایک ایسی خوبی عطا کی ہے جو آج ہندوستان کے کسی مسلمان میں مجھے نظر نہیں آتی۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا، وہ خوبی کیا ہے؟ آپ نے انگریزی میں کہا:

"He is incorruptible and unpurchaseable."

''نہ تو وہ بدعنوان ہیں اور نہ انہیں خریدا ہی جا سکتا ہے۔'' (۴۳)

☆☆..........☆☆

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱۔ بانگ درا، کلیاتِ اقبالؒ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص:۱۸۶

۲۔ ایضاً، ص:۲۳۶۔۲۳۷

۳۔ القرآن الحکیم، ۳۳، الاحزاب:۷۲

۴۔ ایضاً، ۳۵، فاطر:۳۹

۵۔ ایضاً، ۲۴، النور:۵۵

۶۔ بحوالہ ’’خلافتِ اسلامیہ‘‘ مشمولہ ’’مقالاتِ اقبالؒ‘‘، مرتبہ سید عبدالواحد معینی، لاہور، ص:۸۷۔۸۸

۷۔ ایضاً، ص:۸۸۔۸۹

۸۔ القرآن الحکیم ۴، النساء:۵۹

۹۔ ایضاً، ۳۳، الاحزاب:۳۶

۱۰۔ ایضاً، ۵۹، الحشر:۷

۱۱۔ کتاب الخراج از ابو یوسف قاضی، المکتبۃ السلفیۃ، قاہرہ، ص:۱۱۵

۱۲۔ خلافتِ اسلامیہ، حوالہ مذکور، ص:۹۰

۱۳۔ القرآن الحکیم:۳، آل عمران:۱۵۹

۱۴۔ ایضاً، ۴۲، الشوریٰ:۳۸

۱۵۔ خلافتِ اسلامیہ، حوالہ مذکورہ، ص:۱۱۲

۱۶۔ الترمذی، امین کمپنی دہلی۔ ج ۱، ص:۲۰۴

۱۷۔ اسرار و رموز مشمولہ کلیاتِ اقبال (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ ص:۴۱

۱۸۔ القرآن الحکیم، ۴۲، الشوریٰ:۱۵

۱۹۔ بخاری و مسلم، بحوالہ ’’اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول‘‘ از محمد اسد، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع اول ۱۹۶۲ء، ص:۷۹

۲۰۔ حوالہ مذکور، ص:۷۹

۲۱۔ ابوداؤد بحوالہ ’’نقوش‘‘ رسول نمبر، ج ۵، ص:۱۹۸

۲۲۔ القرآن الحکیم ۴، النساء:۵۸

۲۳۔ خلافتِ اسلامیہ۔ حوالہ مذکور، ص ۹۴۔۹۶ و بحوالہ ’’الاحکام السلطانیہ از امام ابوالحسن علی بن محمد حبیب البصری الماوردی (م ۴۵۰) ترجمہ سید مولوی محمد ابراہیم، قانونی کتب خانہ، لاہور۔ ص:۵۔۶

۲۴۔ تفصیلات کیلئے دیکھیے ’’اسلامی ریاست: ایک تاریخی جائزہ، از ڈاکٹر امیر حسن صدیقی، جمعیت الفلاح، کراچی۔ ص:۴۲۔۵۱

www.kitabosunnat.com

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

۲۵۔ ''خلافت اسلامیہ'' حوالہ مذکور، ص:۹۲
۲۶۔ اقبالؒ اور جدید دنیائے اسلام، ڈاکٹر معین الدین عقیل، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۸۶ء۔ ص:۲۰۵۔۲۰۶
۲۷۔ مختصر شرح جامع الصغیر، ج ۳، ص:۳۶۴
۲۸۔ القرآن الحکیم، ۲۶، الشعراء، ۱۵۱۔۱۵۲
۲۹۔ کتاب الاموال، حدیث رقم:۱۱
۳۰۔ مسلم، باب وجوب الانکار علی الامراء
۳۱۔ پیامِ مشرق مشمولہ کلیاتِ اقبالؒ، فارسی، لاہور، مئی ۱۹۷۵ء۔ ص:۲۹۹
۳۲۔ ایضاً، ص:۸۰۔۸۳
۳۳۔ ایضاً، ارمغان حجاز۔ ص:۹۶۰، ۹۶۱، ۹۷۱، ۹۷۲
۳۴۔ ایضاً، اسرار و رموز۔ ص:۴۴۔۴۵
۳۵۔ ایضاً، پیامِ مشرق، ص:۱۹۰
۳۶۔ ایضاً، زبورِ عجم، ص:۵۳۸
۳۷۔ ایضاً، کلیاتِ اقبالؒ، فارسی۔ ص:۶۴، ۳۲۰، ۴۶۶۔۴۶۷، ۵۰۷، ۸۲۷، ۸۵۱
۳۸۔ ایضاً، کلیاتِ اقبالؒ (اردو) اقبال اکادمی پاکستان، اشاعتِ دوم ۱۹۹۴ء، ص:۳۷۹، ۳۹۱، ۴۰۱، ۵۶۶
۳۹۔ ایضاً: کلیاتِ اقبالؒ، فارسی۔ ص:۶۸۳، ۶۸۴
۴۰۔ ایضاً، ص:۷۵۲
۴۱۔ ایضاً، کلیاتِ اقبالؒ (اردو) ص:۲۹۸، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۵۵، ۳۶۰، ۳۷۰، ۳۸۰، ۵۱۱
۴۲۔ اقبالؒ کے خطوط قائداعظمؒ کے نام۔ مرتبہ محمد جہانگیر عالم۔ اپریل ۱۹۷۷ء، ص:۶۵
۴۳۔ آثارِ اقبالؒ، مرتبہ غلام دستگیر رشید، ص:۴۱۔۴۲

☆☆............☆☆

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سینٹرل ایشیا کے آستانے پر

پروفیسر عبدالجبار شاکر علیہ الرحمہ، جولائی 2009ء میں اپنے آخری بیرونی سفر پر دبئی تشریف لے گئے تھے۔ اس سے قبل، انہوں نے، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے ایک پانچ رکنی وفد کے ہمراہ 29 جون تا 2 جولائی 2009، قازقستان کا دورہ، بین المذاہب مکالمہ کے عنوان پر منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے کیا تھا۔ اس سفر کی روداد انہوں نے خود قلم بند کرنا شروع کی تھی۔ ابھی اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا پائے تھے کہ خالقِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ اس روداد کے چند اقتباسات نذرِ قارئین ہیں:

وسطِ ایشیا فطرت کی رعنائیوں، لطافتوں اور دل چسپیوں میں ڈھلی ہوئی سرزمین ہے۔ صدیوں سے اس کے ساتھ تاریخی، افسانوں اور رومانوی داستانیں اور واقعات وابستہ ہیں۔ یہ سرزمین تاریخ کے بہت سے مدوجزر سے ہو کر گزری ہے۔ اسی سرزمین کا ایک حصہ قازقستان (Kazakhstan) کہلاتا ہے جو ۱۴ دسمبر ۱۹۹۱ء تک روسی فیڈریشن کا حصہ رہا مگر اب گزشتہ اٹھارہ سالوں سے ایک جمہوریہ یا ری پبلک کے بطور ایک آزاد وطن اور ریاست کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ خوابوں اور رومانوں کی یہ سرزمین ایک زرعی اور صنعتی ایمپائر میں ڈھلتی دکھائی دیتی ہے۔

قازقستان دنیا کا نواں سب سے بڑا ملک ہے۔ یہ اس اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے کہ اپنے چاروں طرف مختلف ملکوں اور علاقوں میں گھرا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا موجودہ رقبہ ۲،۷۲۷،۳۰۰ کلو میٹر ہے جو مغربی یورپ سے بھی بڑا ہے۔ اس کے شمال میں رشین فیڈریشن، مشرق میں چین، جنوب مغرب میں کیپسٹن کا سمندر اور تمام جنوبی سرحد کرغیزستان، ازبکستان اور ترکمانستان سے ملی ہوئی ہے۔ یہ ملک چٹیل میدانوں، پتھریلی وادیوں، Rock-eanyous Taigas پہاڑوں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈیلٹاؤں، پہاڑیوں، برف پوش پہاڑوں اور صحراؤں پر مشتمل ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ دنیا میں ۶۲ ویں نمبر پر ہے۔ اس کے ایک مربع کلومیٹر میں صرف چھ افراد بستے ہیں۔

قازقستان میں زیادہ تر Nomadic قبائل رہتے ہیں۔ سولہویں صدی عیسوی میں یہ ایک نمایاں علاقے کے طور پر معروف ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں روس نے اس پر نگاہیں جمائیں اور انیسویں صدی کے وسط تک اس نے اس پورے علاقے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ۱۹۳۶ء میں یہ USSR کے ایک حصے کے بطور قازق سوویٹ سوشلسٹ ری پبلک کے بطور متعارف ہوا۔ اسے ایک مدت تک روسی استعمار کے خلاف سول وار لڑنا پڑی۔ روس میں شامل ہو جانے کے بعد اسے بڑے صنعتی منصوبوں کے لئے منتخب کیا گیا۔ روس نے اپنے نیوکلیئر انرجی پر مبنی ہتھیاروں کی آزمائش بھی اس علاقے میں کی۔ یہ روسی فیڈریشن کا آخری ملک تھا جو ۱۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو اس سے الگ ہوا اور اب اپنی خود مختار حیثیت سے ایک جمہوریہ ہے۔

قازقستان میں بہت سی نسلیں اور ثقافتیں موجود ہیں۔ اسٹالن کے دور میں بہت سے قبائل اور نسلوں کو یہاں سے نکال کر روس کے دوسرے علاقوں میں دھکیل دیا گیا۔ قازق ان میں سب سے بڑے گروہ کی حیثیت سے موجود ہیں۔ موجودہ قازقستان میں سب کو مذہبی آزادی حاصل ہے مگر اسلام بنیادی مذہب ہے۔ اس کے ساتھ قدامت پسند عیسائیوں کی ایک اقلیت موجود ہے۔ قازق زبان کو ریاست کی زبان کا درجہ حاصل ہے مگر روسی زبان سرکاری معاملات میں دفتری زبان کا مقام رکھتی ہے۔ کاروباری معاملات میں ابھی بھی روسی زبان کو غلبہ حاصل ہے۔

قازقستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ روس سے آزاد ہونے والی ریاستوں میں یہ واحد ملک ہے جس نے ۲۰۰۷ء میں آئی ایم ایف کو اپنے تمام قرضے چکا دیئے حالانکہ وہ مزید سات سال تک ان قرضوں کو استعمال کر سکتا تھا۔ یہ مالی طرزِ عمل بہت سے ممالک کے لئے آئینے کی حیثیت رکھتا ہے۔ معدنی اور زرعی وسائل پر حکومت کی گرفت مضبوط ہے۔ توانائی کے وسائل بہت زیادہ ہونے کے باعث صنعتی ترقی کے تمام تر امکانات موجود ہیں۔ ۲۰۰۳ء میں قازقستان میں ۵۱۶۲ ملین ٹن گیس پیدا کی گئی۔ اس ملک کے پاس چار بلین ٹن تیل کے محفوظ ذخائر اور گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ یہ دنیا کے دس بڑے تیل پیدا کرنے والے ممالک میں سے ایک ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

عکسِ تحریر

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یکم اگست 1998ء کو عبدالرحیم اشرف ٹرسٹ کے اداروں اور اشرف لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کا دورہ کرنے کے بعد درج ذیل تاثرات قلم بند کیے تھے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی تہذیب و ثقافت کا سب سے بڑا مظہر اس کے علمی اور تحقیقی ادارے ہیں۔ جو ہمارے اسلاف کی علمی روایات کے امین اور ان کے ارتقائی عمل کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں —

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے آج خیر و برکت اور اجالوں کے مصدر حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ کے نام نامی سے منسوب ٹرسٹ کے زیر اہتمام کچھ اداروں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اسلامی ادویات کی روایت کو اشرف لیبارٹریز نے جس محنت اور تحقیق سے آراستہ کیا ہے اس نے اس علم کے فنی اور عملی اعتبار کو مزید رونق بخشا ہے۔ مسرت پبلک سکول ایک مستحسن تعلیمی تجربہ ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ ایک پختہ علمی روایت بن جائے آمین۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور طبیہ کالج مناسب کوشش ہیں مگر میری تمنا ہے کہ ان میں ابھی مزید انفرادیت پیدا ہو جائے۔ مجھے یقین ہے کہ جس قسم کی افرادی قوت اس ادارے کو حاصل ہے وہ اس مشکور کار کو مزید آگے بڑھا سکتے ہیں —

مجھے یقین ہے کہ فیصل آباد جیسے صنعتی اور تجارتی فضا میں یہ علمی اور ثقافتی ادارے اس شہر کا اصل اثاثہ ہیں۔ حق تعالیٰ اس چراغِ علمی کی ضیا پاشیوں کو مزید منور و مستنیر کرے جس کی علمی لو کو حضرت مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمۃ اللہ علیہ نے روشن کیا تھا۔

میں اس ادارے کی موجودہ انتظامیہ کے علمی ذوق، تحقیقی جستجو اور عملی آرزو مندیوں سے متاثر ہوا ہوں اور ان کے حق میں کلمۂ خیر اور حرفِ دعا پیش کرتا ہوں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

پروفیسر عبدالجبار شاکر
۱۰۹ حبیب پارک ملتان روڈ
لاہور
یکم اگست ، ۱۹۹۸ء

www.KitaboSunnat.com

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

المنبر فیصل آباد

تذکارِ عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

کاروانِ ثقافتِ اسلام کے سرخیل، نامور عالمِ دین، ممتاز قومی وملی دانش ور، عظیم ماہرِ تعلیم، آن تھک داعی ومربی، مجاہدِ ختمِ نبوت، وحدتِ امت کے نقیب، معرکۃ الآرا خطیب، جرأت مند صحافی، بے لوث طبی قائد، دستِ شفا کے حامل طبیب اور پیکرِ عزم وہمت کے بارے میں

عظیم تاریخی دستاویز

ایک عہد کی دل آویز داستان
جد وجہد سے معمور زندگی کی ترجمان

پاکستان، سعودی عرب اور بھارت کی قدآور علمی وملی شخصیات کے
چونکا دینے والے واقعاتی انٹرویوز

ملک اور بیرون ملک کے معروف اہلِ قلم کے مشاہدات وتاثرات

مولانا عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ

کے قریبی ساتھیوں، دینی وملی تحریکوں میں ان کے ہم سفروں، دینی وسیاسی اور طبی وعلمی شخصیات، تلامذہ اور اعزاء واقارب کا خراجِ عقیدت

700 سے زائد صفحات

انشاء اللہ جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہے ہیں۔